میل ملاپ



جلد ۱

اے۔ ام۔ جان
ایف۔ ٹی۔ ایس

ایڈیٹران

پنڈت جگت نارائن
ایف۔ ٹی۔ ایس

نمبر ۱

فہرست مضامین

انتظامی اصول و قاعدے

۱ ”میل ملاپ“ ہر انگریزی مہینہ کی ۱۷ تاریخ کو شائع ہوا کریگا -

۲ چندہ سالانہ دو روپیہ - فی پرچہ ۳ آنہ ہے - غیر ملکوں کے لئے چندہ سالانہ تین روپیہ فی پرچہ چار آنہ ہے -

۳ ”میل ملاپ“ کا سال نومبر سے شروع ہوتا ہے - لیکن خریداروں کا سال ماہ خریداری سے شروع ہوگا -

۴ خریدار اپنا پورا پتہ صاف لکھیں اور ہر خط پر نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں -

۵ کل رقم خواہ چندہ ہو یا اور کوئی رقم ہو بذریعہ منی آرڈر پیشگی بھیجنا اچھا ہے - وی - پی سے تین آنہ زائد خرچ ہوگا -

۶ مستقل پتہ بدلنے پر بذریعہ خط مطلع کیا جائے - دو ایک ماہ کے لئے مقامی ڈاکخانہ سے انتظام کرنا زیادہ اچھا ہوگا -

۷ اجرت اشتہارات بذریعہ خط و کتابت طے کریں -

۸ مستقل اشتہار دینے سے اُجرت میں خاص رعایت کی جائیگی -

۹ منی آرڈر اور انتظام کے متعلق کل خط و کتابت منیجر کے نام سے ہونا چاہئے -

ایڈیٹر کے ہدایت

۱ ”میل ملاپ“ میں شائع ہونے کے لئے مضمون اور اشعار و تبادلہ کے پرچے نیچے لکھے ہوئے پتہ سے بھیجے جائیں -

۲ مضمون لکھنے والوں سے استدعا ہے کہ تحریر میل پیدا کرنیوالے ہوں اور زبان سہل ہندوستانی ہو - مضمون ادھورے نہ ہوں اگر ممکن ہو تو پانچسو الفاظ سے زیادہ نہ ہوں -

۳ تحریر کاغذ کی ایک ہی طرف اور صاف صاف ہو -

۴ تحریر کے چھاپنے نہ چھاپنے یا گھٹانے کا حق ایڈیٹر کو ہوگا -

۵ ”میل ملاپ“ میں کتابوں پر ریویو کرنیکا خاص انتظام رہیگا -

پتہ

ایڈیٹر ”میل ملاپ“ تھیاصوفیکل ہڈ کوارٹرس بانکی پور - پٹنہ -

Printed at the Ramesh Printing Works, Patna and published from the Theosophical Headquarters, Bankipore, Patna, by Pandey Keshava Bihari Varma.

میل ملاپ

جلد۱	نومبر سنہ ۱۹۳۹ء	نمبر۱

جلد۱ — نومبر سنہ ۱۹۳۹ء — نمبر۱

ایک بوڑھے بزرگ کا پیام

(از حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب بالقابہ دہلی)

خط پہونچا رسالے پہونچے۔ بہت اچھا ارادہ ہی۔ بہت نیک عمل ہی میں نے منادی کے اڈیٹر سے انکی نقلیں شائع کرنے کو کہا ہی۔ کچھ نہ کچھ تو اثر ہو گا۔ مگر او نہیں پر جنکی روزی جھگڑے پر نہیں ہی۔

(آدمی دے اے خدا)

ای خدا ہندوستان کو بخش ایسے آدمی
جنکے سر میں مغز ہو اور مغز میں تابندگی

جو جئیں تدبیر تسخیر جہاں کیواسطے
اور مریں بھی تو فقط ہندوستاں کیواسطے

جنکی شمع فکر ہو روشن تر از مہر منیر
سبحہ و زنار میں جکڑے نہوں جنکے ضمیر

ناسزا اوہام کر سکتے نہوں جنکا شکار
گاے باجے پر نہو جنکے عقائد کا مدار

اے خدا ہمکو نزاع کفر و ایماں سے بچا
اپنے ہندو سے بچا اپنے مسلماں سے بچا

روح کی رفعت سے ہوں جو آسمانی آدمی
دے ہمیں بار خدا ہندوستانی آدمی

الغرض میرے وطن کو زندگی دے اے خدا
آدمی دے آدمی دے آدمی دے اے خدا

اقتباس از کلام حضرت جوش ملیح آبادی

میل ملاپ کی باتیں

ہندوستان میں آپس کے سمجھوتہ اور میل ملاپ کی ہوا اُکھڑی ہوئی دکھائی پڑتی ہے۔ ہر جگہ جھگڑے فساد ہوتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ کہیں ہندو مسلم کا قصہ ہے تو دوسری طرف زمیندار کسان میں من مٹاؤ چل رہا ہے۔ پونجی والا اور مزدور دونوں میں اَن بَن ہو رہی ہے۔ بنگالی۔ بہاری کی آواز بھی گونج رہی ہے۔ راجہ پرجا کا بھی بچار شروع ہو چکا ہے۔

ہر ٹولی والا ان جھگڑے تکرار کا الزام ایک دوسرے پر رکھتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ جس دیش کے ہر گھر میں ایسی آگ لگی ہوئی دکھائی دے اُس دیش کا کہاں ٹھکانا ہو سکتا ہے؟ سمجھدار اور انصاف رکھنے والے لوگوں کے لئے یہ نئی مصیبت ہے۔ اس بلا کے ٹالنے کے لئے طرح طرح کے اُدپائے کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں۔ لیکن یہ بدامنی اپنی ناسمجھی کے وجہ سے پھیلتی ہی جا رہی ہے۔

ان باتوں کا خیال کرتے ہوئے بہار تھیاسوفکل فیڈریشن نے کچھ دیشی زبانوں میں چھوٹی بڑی کتابوں کا پرچار کرنا شروع کیا۔ مگر بہار کی خراب ہوتی ہوئی ہوا کو دیکھکر ایک ماہانہ رسالہ یعنی میگزین نکالنے کا پرستاؤ (رزولیوشن) پاس کیا اور اب وہ رسالہ "میل ملاپ" کے نام سے اپنے بھائیوں کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

اس میل ملاپ کا کام یہ ہوگا کہ ٹھنڈے دل سے ہر مشکل بات کا سہج اُپائے پریم اور بھائی چارہ کے روپ میں بتائے اور اپنی نیک نیتی اور کھلے ہوئے سچے دل سے پبلک کی خدمت (سیوا) کرتا رہے۔ اور بچھڑے ہوئے بھائیوں کو پھر سے ملا دے۔ کہاں تک میل ملاپ کو اس میں کامیابی ہوگی یہ ہمارے بھائیوں۔ بزرگوں اور سرپرستوں کے ہاتھ میں ہے۔ میدان سے پیچھے ہٹنا میل ملاپ سے کبھی نہ ہوگا لیکن اسکے لئے پبلک کو ہاتھ بڑھانا بھی ضرور ہوگا۔ دنیا کا کوئی کام بغیر دوسروں کے سہارے اور سرپرستی کے نہیں چل سکتا ہے۔

میل ملاپ نے اپنی بول چال کو بہت آسان اور ہندوستانی زبان میں رکھنے کا پورا ارادہ کر لیا ہے۔ اسکے اندر دنیا کی بڑی سی بڑی باتیں۔ سائنس اور فلسفہ دھرم اور تعلیم کو بھی پوری جگہ دینے کا معاملہ طے کر لیا گیا ہے۔ اس میں بڑے سے بڑے پڑھے لکھے آدمیوں سے لیکر کم سن اسکول اور مدرسہ میں پڑھنے والوں کے لئے بھی مضمون ہوا کریگا۔

میل ملاپ نے ہندوستان کے بڑے اور مشہور آدمیوں کے مضمون (لیکھ) کو بھی حاصل کرنے کا پورا سامان کرلیا ہے امید ہے کہ آپ بھی اپنے چھٹی کے وقت پر اپنے دل کی سچی پکار کو پریم بھری باتوں سے بھیجکر ہندوستان کو بدی اور بدنامی سے بچانے میں حصہ لینگے۔

جو مضمون لوگوں میں پریم پھیلانے اور آپس کے میل جول کے لئے لکھے جائینگے اُسے خوشی اور شکریہ (دھنباد) کے ساتھ قبول کیا جائیگا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی ایسی بات نہ لکھی جائے جسے لوگوں میں پھوٹ پڑے اور بھائی چارا پیدا کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو۔

جس کسی کے دل میں اپنے وطن (دیش) کی محبت ہے اُس کا دل بے چینی کے ساتھ میل ملاپ پیدا کرانے کی پوری کوشش کریگا۔

ہم اپنے نوجوان بھائیوں اور بہنوں سے یہ امید ضرور رکھتے ہیں کہ میل ملاپ کی باتوں کو غور سے سمجھکر اسکے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں کہ انکی زندگی کٹھنائیوں سے نکل آرام اور چین کی دنیا میں گذرے۔

میل ملاپ تو بہت ہی تھوڑی تعداد میں چھپنے والا تھا لیکن اسکے ناظروں کی تعداد سیکڑوں کے بدلے اب ہزاروں کی معلوم پڑتی ہے اسلئے اسکا اندرونی انتظام بھی بہت مضبوط نیو پر رکھا گیا ہے۔

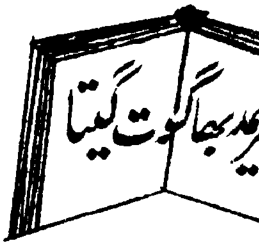
اپنے سرپرستوں سے یہ کہنا ضروری ہے کہ آپ سے جہانتک ہو سکے گاہکوں کو بڑھانے کی کوشش کریں جسقدر زیادہ میل ملاپ سے دلچسپی ہوگی اوسی قدر ہم لوگوں کی کامیابی اور ہندوستانی کے قسمت کا ستارہ چمکتا ہوا دکھائی دیگا۔

اسی سال مئی ۳۹ء میں تھیاسوفیکل فیڈریشن نے جبکہ آپس کے سمجھوتہ اور میل ملاپ کی نیو ڈالی اُسوقت اسکے جلسہ میں بڑے بڑے لوگ شریک ہوئے بہار کے وزیراعظم (پریمیر) اور مسٹر سید عبدالعزیز صوبائی پریسیڈنٹ مسلم لیگ بھی شریک تھے۔

پریمیر بہار نے اپنے تقریر (لکچر) میں یہ یقین دلایا کہ وہ آپس کے میل ملاپ کے لئے خود بے چین اور پریشان ہیں اور اس کام میں ہر طرح سے ہمدردی کرنے اور مدد پہونچانے کی کوشش کرینگے۔ مسٹر سید عبدالعزیز نے اپنی تقریر میں خیال ظاہر کیا کہ ہندو مسلمان کا میل ملاپ دوسرے پولٹیکل کاموں سے زیادہ ضروری ہے۔ مسٹر ہرکار پرنسپل پٹنہ کالج نے ہندو مسلم میل ملاپ کی بہت زیادہ ضرورت دکھائی اور یہ کہا کہ ہم لوگ اختیار پانے کے بعد بھی ترقی کرنے کے عوض پیچھے کی طرف پلٹتے جاتے ہیں جسکا سبب آپس کی چھیڑ چھاڑ ہے۔

اسکے علاوہ ہندوستان کے کُل مشہور لیڈر رہا ہے کانگریسی ہوں یا مسلم لیگی سب یہی کہتے چلے آرہے ہیں کہ بغیر آپس میں میل ملاپ پیدا ہوئے ہندوستانیوں کا قدم ترقی کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتا ہے۔ اور ہندوستان کو چاہے کیسی ہی آزادی ملے بلا اس کے پورا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

دھرموں کا میل

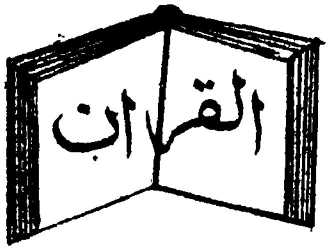


ہندو دھرم میں چھ درشن شاستر مشہور ہیں۔ ان میں سے سانکھیائے شاستر (فلسفہ) بہ اُصول شریعت اور دوسرا جوگ شاستر (علم الٰہیات) بہ اصول طریقت مشہور ہیں چونکہ دونوں دو اُصول ہیں اسلئے ان میں بہت زیادہ فرق ہے۔ یہ دونوں مقدس کتابیں انسان کو راہ نجات بتاتی ہیں لیکن انکے اُصول کے اختلاف کے باعث انکے راستے بھی ایک دوسرے سے علحدہ ہیں۔

سانکھیائے شاستر کا سروکار وِکاش (ارتقاء) سے ہے اور جوگ شاستر کا دھیان (مراقبہ) سے یہ مختصر تفصیل یہاں پر کافی سمجھکر چھوڑ دی جاتی ہے۔

گیتا کے بیسویں ادھیائے کے چوتھے اور پانچویں اشلوک میں شری کرشن بھگوان یوں فرماتے ہیں۔

سنکھیائے اور جوگ الگ الگ ہیں .... ایسا تو بچے بولتے ہیں۔ لیکن نہیں۔ جو اِن میں سے کسی ایک پر مستقل طور سے جما رہتا ہو وہ ان دونوں کے



قرآن مجید میں مذہبوں کے متعلق یہ فرمان ہے "پیغمبروں کے بیچ کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر ایک پیغمبر ایشور کو اوسکے فرشتوں کو اوسکی مذہبی کتابوں یا دھرم شاستروں کو اور اس کے دوسرے رسولوں کو مانتے تھے۔ اسکے رسولوں میں ہم کوئی بھی بھید بھاؤ یا تفرقہ نہیں رکھتے ہیں۔ کہو ہم ایشور کو مانتے ہیں اور رسولونکو مانتے ہیں جو ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔ اور اوسکو جو (حضرت) ابراہیم کے پاس اور (حضرت) اسمعیل کے پاس اور (حضرت) عیسیٰ کے پاس اور (حضرت) یعقوب کے پاس اور دوسری دوسری قوموں کے پاس بھیجا گیا تھا۔ اور ہم اوسکو مانتے ہیں جو (حضرت) عیسیٰ کے پاس اور ایشور کے دوسرے دوسرے پیغمبروں کے پاس بھیجا گیا تھا۔ ہم ان میں سے کسی میں کسی قسم کا اختلاف نہیں کرتے ہیں۔ جو خدا اور اوسکے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اگر ان میں سے کسی کے بارے میں کچھ بھی اختلاف نہیں رکھتے ہم انہیں ضرور انعام دینگے اور

(شری مد بھاگوت گیتا)

پھلوں کو حاصل کرتا ہو۔

سنکھیائے کے پجاریوں کو جو جگہ مل سکتی ہو جوگی بھی اُسی جگہ کو حاصل کر سکتا ہو۔ جو کوئی سنکھیائے اور جوگ کو ایک جانتا ہے وہی سمجھا بھی ہے۔

یہاں پر شری کرشن بھگوان نے جو کچھ سنکھیائے اور جوگ کے متعلق فرمایا ہو وہی بات دوسرے دوسرے راستوں اور دھرموں کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔

ایسی حالت میں کیا کسی دو دھرم یا راستے کے درمیان جھگڑا ہوسکتا ہو؟ ہرگز نہیں۔

(القرآن)

خدا رحیم و کریم ہے یعنی کرپالو اور دیالو ہی۔

خدا ایکے کلام میں کیسی روشن اور صاف ہدایت ہے کسی کو کسی دھرم (مذہب) یا اُس کے بنیاد ڈالنے والے مہاپُرش کی شکایت کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ سب کو چاہیئے کہ ہر مذہب کے مذہبی کتابوں اور کل پیغمبروں کو ایک ہی طرح سے مانے احترام کرے اور کسی کے بارے میں ذرا فرق اپنے دل میں نہ آنے دے۔

اسلام اور رواداری

(مولانا مولوی سید ابرار حسین صاحب ممتاز الافاضل پروفیسر جامعہ سلیمانیہ پٹنہ سیٹی)

دنیا میں کچھ لفظیں (شبد) ہیں جنکا مطلب اتنا پیارا اور موہنا ہے کہ ہر شخص اونکو گلے کا ہار بنانا چاہتا ہے۔ جیسے سخاوت۔ دلیری وغیرہ۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ وہ سخی اور بہادر کے نام سے پکارا جائے چاہے ان باتوں میں سے کوئی بھی بات اوس میں نہ ہو اونہیں پیارے لفظوں میں ایک رواداری بھی ہے۔

دنیا کا ہر مذہب اور اہل مذہب اپنے کو روادار سمجھتا ہے اسلام کی تعلیم کو آپ دیکھیں تو پتہ چلیگا کہ قدم قدم پر ہمدردی اور رواداری کا سبق دیا گیا ہے.... ایک انسان کو دوسرے انسان سے کیونکر ملنا چاہیئے اسلام اسکو بتا چکا ہے۔ اسلام نے بار بار بتایا ہے اور برابر اس کا پروگرام رہا ہے کہ دنیا میں انسانیت

رسیلائے زمین) پھیلائے۔ انسان اور حیوان میں فرق پیدا کرائے اسلام نے بتایا ہے کہ دیکھو" جانور خود اپنی غذا کھا کر دوسرے کا حصہ بھی ہضم کر جاتا ہے اگر تم نے بھی یوں آپ اپنا حصہ کھا کر دوسرے بھائی کا حصہ زبردستی لے لیا تو تم میں اور جانور میں فرق نہ ہوگا۔ خود بیاہے نہ کھاؤ مگر مانگنے والے یا پڑوسی کو بھوکا نہ رکھنا اگر ممکن ہو اور زیادہ تکلیف نہ ہو تو بچوں کا حصہ بھی مانگنے والوں کو کھلا دو لیکن اوسکو واپس کر دو مانگنے والے کا خیال ضرور ہے" قرآن مجید میں یہ حکم آیا ہے مانگنے والوں کو نہ جھڑکو قرآن میں یہ نہیں کہا گیا ہے مانگنے والا اگر مسلمان ہو تو اوسکو دے دیا جائے اور دوسرے مذہب کا نام لیوا ہو تو جھڑک دو اور ایک ٹکڑا بھی نہ دو۔ نہیں! نہیں! اسلام انسانیت کا سبق سکھاتا ہے وہ خلاف انسانیت باتوں پر کبھی اپنے ماننے والوں کو امادہ نہیں کرتا۔

جب پیغمبر اسلام کے پاس یہودی یا عیسائی آتے تھے تو آپ اُن سے اُسی طرح سے ملتے تھے۔ جیسے کوئی اپنے دوست سے۔ اپنی قبا رایک لباس) جو کاندھے پر رہتی تھی غیروں کے لئے بچھا دیتے تھے۔

پیغمبر اسلام کو اگر کسی مجبوری سے جنگ کرنی پڑی اور فتح کے بعد کچھ عورتیں گرفتار ہو کر دربار میں لائی جاتی تھیں تو بانی اسلام اُنکا اُسی طرح احترام کرتا تھا جیسے کسی آزاد قبیلہ یا اپنی عورتوں سے برتاؤ کیا جاتا ہو۔ میں تمام تفصیلات کو چھوڑ کر یہاں پر اسلام کی صرف اُس رواداری کو پیش کرتا ہوں جو اُس نے عبادت کے موقعہ پر تعلیم کی ہو۔ اسلام میں سب سے اہم چیز نماز ہے۔ نماز میں جن دعاؤں کے پڑھنے کی تعلیم دیگئی ہے ان پر غور کیجئے تو اسلامی رواداری کا پتہ چلتا ہے۔ اسلام میں نماز دن میں کئی مرتبہ پڑھنی ضروری قرار دیگئی ہے۔ اس کے بارہ میں اسلام نے تاکید کی ہے کہ جب اپنے معبود کی بارگاہ میں حاضری کیلئے کھڑے ہو تو پہلے یہ لفظ ادا کرو" سب تعریفیں اوس خدا کیلئے ہیں جو تمام دنیا کا پالنے والا ہو" یہ ٹکڑہ قرآن پاک کا ایک سورہ ہے جسکو سورہ حمد یا سورہ فاتحہ کہتے ہیں۔ اس میں خدا کی تعریف اور اپنے لئے دعا ہے کہ" ہم سیدھے راستے پر رہیں" یہ سورہ ہر نماز میں پڑھنا ضروری ہو۔ نماز اگرچہ مسلمانوں کی چیز ہے مسلمان ہی پڑھتے ہیں لیکن یہ نہیں کہا گیا کہ اے مسلمانو جب خدا کو پکارو تو" تمام دنیا کا پالنے والا" کے جگہ صرف "مسلمانوں کا پالنے والا" کہکر پکارو۔

اسلام کسی مذہب پر حملہ نہیں کرتا وہ خدا کو کسی خاص کا نہیں بنانا چاہتا ہے اسلئے اُسکی تعریف کیلئے ایسا لفظ چنکر رکھا ہے جسکو ہندو مسلمان عیسائی یہودی مجوسی سب کہہ سکیں۔ یعنے تمام دنیا کا پالنے والا کون ہے دنیا میں جو اس سے انکار کرے کہ اُس کا مُربی و سرپرست اور پالنے والا خدا نہیں ہے۔ اسلئے اسلام نے وہ تعلیم دی کہ ہر مذہب کا شخص ہمارے بتائے ہوے لفظ کی تائید کر سکے اور کسی کو اسکے ادا کرنے میں تکلیف نہ ہو۔ اسی سورہ میں

دوسری تعریف خدا کی یوں کی گئی ہے "وہ بڑا رحم کرنے والا ہے" کون دنیا میں ہے جو اسکے رحم و کرم سے انکار کرے یا اس لفظ کے ادا کرنے میں اوسکو زحمت پہونچے۔ اسلام ہرگز کوئی متعصب مذہب نہیں ہے اسلام کسی خونخوار جانور کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام نام ہے اصول انسانیت کا اسلام نام ہے امن و امان قائم رکھنے کا مگر یہ اور بات ہے کہ اسکی تبلیغ کرنیوالے مسلمان اسلام کے چہرے کو بگاڑ کر دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

خداوالوں کی باتیں

انسان میں سب سے پہلے بھلے اور بُرے کی تمیز (وچار) ہونی چاہئے۔ خاص کر ہر بات میں یہ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ کونسی بات اصلی اور سچی ہے اور کونسی غلط ہے۔ یہی تمیز اور سمجھداری اچھے راستہ پر لگاتی ہے۔

یہی بات ہے اور بہت بڑی بات ہے اس پر عمل کرنا چاہیئے اسی بچار پر کام کرنا چاہیئے بلکہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک اپنا اُٹھنا بیٹھنا۔ مرنا جینا سب اسی کے ماتحت ہونا چاہیئے ہر روز اپنے ہر کاموں میں اچھائی اور بُرائی کو سوچنا چاہیئے۔ یہی وہ راستہ ہے جسے آپکی نجات (مکتی) اور بھلائی ہوسکتی ہے۔

جو لوگ اس راز سے ناواقف ہیں وہ دولت اور حکومت کے لئے جان توڑ کوششیں کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں صرف اسی دنیا کے لئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اسکی خواہش اادلپا (نقلی) اور بُری ہے۔

اس سے بھی بڑھکر بڑی چیزیں ہیں اور وہی اُمّی (ہمیشہ کے لئے) اور اصلی و سچی ہیں اگر ایک مرتبہ اسے جان لیا جائے تو دنیا کی ہوس باقی نہیں رہیگی۔

دو بھائیوں کا میل اور دشمن کا مقابلہ

(میر عسکری حسن صاحب جعفری ایف۔ ٹی۔ اس کے قلم سے)

دو بھیڑے آپس میں بڑے میل سے رہتے۔ بڑا یارانہ تھا۔ ایک ساتھ رہنا سہنا۔ کھانا پینا رہتا۔ ایک دن یہ دونوں کہیں جا رہے تھے کہ اُدھر سے ایک شیر آتا دکھائی دیا ایک نے دوسرے کا مُنہ دیکھا اور کہا۔ بُری ہوئی یہ ظالم پاس آیا نہیں کہ ہم میں سے ایک موت کے گھاٹ اُترا۔ جان بچانیکے لئے کوئی بہانا کرنا چاہیئے۔ دوسرا بولا دیکھو اس وقت گھبرانے سے کام نہ چلیگا۔ ذرا دل کڑا کرو۔ میں نے اس کا جتن سوچلیا۔ دیکھو تم میری ہاں میں ہاں ملائے جانا۔

دونوں میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ شیر آ ہی پہونچا گرج کر بولا تم لوگ کہاں جاتے ہو۔ خبردار پیر آگے نہ بڑھے۔ چالاک بھیڑے نے بڑھکر سلام کیا اور بڑی

بجاجت سے بولا حضور ہی کی کھوج میں نکلے تھے بھگوان کی کرپا سے حضور خود آتے ہوئے مل گئے۔ شیر کچھ دھیرا ہوا تو یہ بھیڑیا بولا ہم دونوں بھائی ہیں باپ ہمارا کل ہی مرا ہے ترکے میں بہت سی بکریاں چھوڑ گیا ہے اب آپس میں ان کے بانٹ پر تکرار ہے۔ شیر نے جو بکریوں کا نام سنا تو منہ میں پانی بھر آیا۔ دل میں خوش ہوا اچھا شکار ہاتھ آیا پھر زور سے بولا۔ "مطلب جلدی کہو کیا چاہتے ہو" بھیڑیے نے کہا حضور آپس کا جھگڑا چکانے آپ کے پاس چلے تھے کہ کرپا کر کے ذرا چلکر فیصلہ کر دیں جسکا جتنا حصہ ہو دلوا دیں اور اسکے بدلے اپنے اپنے حصے سے ہم لوگ حضور کی خدمت کریں۔

شیر بولا جلدی کرو وقت برباد نکرو۔ بولو بکریاں کہاں ہیں۔ بھیڑیا بولا سرکار بس یہاں سے تھوڑی ہی دور پر ہم لوگوں کا مکان ہے۔ چلا جائے۔ اپنی آنکھ سے دیکھکر جو بچار میں آئے حکم دیا جائے۔

شیر راضی ہوا اور ان دونوں کے ساتھ چلا۔ تھوڑی دور یہ سب چلے تھے کہ ایک باغ کی دیوار دکھلائی دی بھیڑیا بولا سرکار وہ مکان ہے۔ تھوڑا دکھ تو حضور کو ضرور ہوگا پر ہم لوگوں کا بڑا کام نکل جائیگا۔ اتنے دیر میں سب کے سب دیوار کے پاس پہونچ گئے ایک بھیڑیے نے کہا حضور ذرا دم بھر کیلئے یہیں پر براجمان ہوں ہم ابھی سب بکریاں لئے آتے ہیں یہ کہکر ایسا اوچھلا کہ دیوار پار ہو گیا۔

اسکو گئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ دوسرا بولا حضور ہمکو کچھ دال میں کالا دکھائی دیتا ہے ایسا نہو کچھ بکریاں چھپا دیجائیں حکم ہو تو جاکر سب بکریاں ایک ایک کر کے لے آئیں شیر بار بار بکریوں کا نام سن سن کر اور انکے گوشت اور خون کا مزہ یاد کر رہا تھا جواب بھی نہ دینے پایا کہ دوسرا بھیڑیا بھی چھلانگ مار کر دیوار کے پاس پہونچا۔ تھوڑی دیر شیر ذرا حیران سا رہا کہ دونوں دیوار پر آکر بولے ہم دونوں بھائیوں میں سمجھوتا ہو گیا۔ جھگڑا چک گیا اب حضور کو تکلیف کی ضرورت نہیں۔ یہاں تک آنے میں حضور کو بڑا دکھ ہوا بھگوان حضور کو سدا آنند رکھے۔

شیر یہ سنکر بڑے زور سے دہاڑا۔ سارا میدان گونج اٹھا۔ خوب اوچھلا کودا مگر اونچی دیوار تک غریب نہ پہونچ سکا۔ چالاک بھیڑیے نے پکار کر کہا بڑے اچنبھے کی بات ہے ٹھکو تے پر تو پنچ کو اور خوش ہونا چاہیئے نہ یہ کہ اولٹا غصہ کرے۔ جگ کا کیا رنگ پلٹا ہے بڑے لوگوں کا یہ سبھاؤ۔ اسی سے تو پرتھوی پر اتنا انیائے ہو رہا ہے۔ شیر بھیڑیے کی یہ جلی کٹی سنکر لجا گیا اور سر نیچا کر کے چلتا بنا۔ خدا اور بھگوان، بھارت باشیوں کو کم سے کم ان بھیڑیوں ہی سی بدھی عطا کرے کہ وہ اپنے بچاؤ اور رکشا کا خیال کریں۔

بڑوں کی باتیں اور اُن کا بھاؤ

اسلام میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی ایک مشہور ہستی رہیون اتھی۔ آپکے بارمیں مسلمان بہت کچھ جانتے ہیں اوس کا لکھنا یہاں ضروری نہیں ہے۔ حضرت علی نے اپنے مرنے کے وقت جو اپنے بیٹوں کو وصیت رلکھا، کی وہ سبلوگوں کو اچھا سبق دینے کے لئے کافی ہے یہ وصیت مسلمانوں کے مشہور کتاب "تاریخ طبری" میں لکھی ہوئی ہے اور اسکو ہندوستان کے مشہور لیڈر مولانا ابو الکلام آزاد نے بھی ایک بار اپنے اخبار الہلال میں ۲۴ جون ۱۹۲۷ء کو چھاپا تھا اوس وصیت کا تھوڑا سا ترجمہ نیچے لکھا جاتا ہے۔ جسے مسلمانوں کو ایمان سچا راستہ اور میل ملاپ کا سبق ملتا ہے۔

بیکس کی مدد کرنا

حضرت علیؓ نے اپنے لڑکے حسنؓ و حسینؓ کو بلا کر کہا میں تم دونوں کو خدا کے راستہ پر چلنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اسکی بھی کہ دنیا کا پیچھا یعنی لالچ نہ کرنا اگر دنیا تمہارا پیچھا بھی کرے۔ جو چیز تم سے دور ہو جائے اوس پر نہ کڑھنا۔ ہمیشہ سچ کہنا۔ بے ماں باپ کے بچوں پر رحم کھانا یعنی مہربانی سے پیش آنا۔ بیکس کی یعنی جو لاچار ہو اوسکی مدد کرنا۔ آخرت یعنی اس دنیا کے بعد والی دنیا کے لئے اچھے کام کرنا۔ ظالم کے یعنی ظلم کرنے والوں کے دشمن بنا۔ جس پر ظلم کیا جائے اوسکے مددگار ہونا۔ خدا کی کتاب پر چلنا خدا کے باب میں بُرا بھلا کہنے والوں کے ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر امام حسینؓ سے کہا بیٹا میں تجھے وصیت کرتا ہوں۔ خدا سے ڈرنا۔ اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔ ٹھیک وقت پر زکوٰۃ یعنی اپنے آمدنی میں سے چالیسواں حصہ غریب کو دینا۔ ٹھیک وضو کرنا کیونکہ نماز بغیر طہارت رصفائی، ممکن نہیں ہے۔ اور جو زکوٰۃ یعنی اپنے آمدنی میں سے چالیسواں حصہ غریب کو نہیں دیتا ہے اُسکی نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔

قصور معاف کرنا پڑوسی سے اچھا سلوک کرنا

وصیت کرتا ہوں قصور معاف کرنیکی رغصہ پی جانے کی میل ملاپ کرنے کی۔ سمجھداری کی۔ مذہب میں عقل و سمجھ کی۔ ہر بات میں تحقیقات کرنے کی۔ قرآن روزانہ پڑھنے کی۔ پڑوسی سے اچھائی اور سلوک سے ملنے کی۔ جو بات جائز ہو اوسکے کرنے کی اور جو منع ہو اوسے پرہیز کی۔ برائی سے پرہیز کی۔

آپس کا ملاپ قائم رکھنا

مرنے کے وقت یہ وصیت لکھوائی یہ علی۔ ابی طالب کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ خدا

ایک ہے اوسکا کوئی شریک نہیں اور اُس کے سوا عبادت کے لایق کوئی نہیں۔ اور یہ محمدؐ اوس کے بندے اور بھیجے ہوے ہیں۔ میری نماز۔ میری عبادت۔ میرا جینا میرا مرنا۔ سب کچھ سارے سنسار کے پالن ہار ہی کے لئے ہے۔ اوسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلا حکم کا ماننے والا ہوں۔ پھر اسی حسن میں تجھے اور اپنی تمام اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرنا۔ اور جب مرنا تو اسلام ہی پر مرنا سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو کیونکہ میں نے ابوالقاسم یعنی حضرت محمد (صلعم) کو کہتے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ قائم رکھنا روزے نماز سے بھی اچھا ہے۔ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو۔ اُن سے بھلائی کرو خدا تم پر حساب (تکلیف) آسان کریگا

یتیموں کا خیال رکھو

اور ہاں یتیم۔ یتیموں کا خیال رکھو۔ اونکے منہ میں خاک نہ ڈالنا یعنی تکلیف نہ پہونچانا۔ وہ تمہارے ہوتے ہوئے برباد نہ ہونے پائیں۔

پڑوسی

اور دیکھو تمہارے پڑوسی۔ اپنے پڑوسیوں کا (خواہ کسی مذہب کے ہوں) خیال رکھو کیونکہ یہ تمہارے پیغمبر کی وصیت ہے۔

حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے شاید اونکو حصہ ترکہ میں شریک کردینگے۔

جو مسلمان نہیں ہیں

وہ غیر مسلم یعنی جو مسلمان نہیں ہیں۔ اور تمہارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں (رہتے ہیں) ایسا نہ ہو اُن پر تمہارے سامنے ظلم کیا جائے۔ اور تمہارے پیغمبر کے صحابی (ارپاس کے بیٹھنے والے) تمہارے پیغمبر کے صحابی! یاد رکھو پیغمبر نے اپنے صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے۔

خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو

اور فقیر اور مساکین (محتاج، فقیر و مساکین!) اونہیں اپنے روزی (کھانے) میں شریک کرو۔ اور تمہارے غلام! غلاموں کا خیال رکھنا خدا کے مقابلہ میں کسی کی بھی پروا نہ کروگے تو خدا تمہارے دشمنوں سے تمہیں محفوظ کردیگا۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت (محبت) کرو۔ میٹھی بولی میں بات کرو۔

رباعی

حیوان اگر ہو تو مٹا دو دنیا
انسان اگر ہو تو سنوارے جاؤ
شیطاں ہو تو دنیا کو دکھا دو دنیا
لائق ہو تو دنیا کو بنا دو دنیا

جناب سید باقر حسین صاحب باقر

وقت کی پکار

(مسٹر سید ظہیر الدین حیدر۔ آر۔ م کے قلم سے)

مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ "بہار تھیوسوفیکل فیڈریشن" کی طرف سے ایک منتھلی (ماہانہ) میگزین نکل رہا ہے جس کا نام "میل ملاپ" ہے "میل ملاپ" کی پکار اس زمانہ میں وقت کی سب سے بڑی پکار ہے۔

میرا دل یہ دیکھکر بڑا دکھتا ہے کہ لوگ مذہب کے نام پر لڑتے ہیں۔ تمام بگاڑ کی کچھ نہ کچھ وجہ تو سمجھ میں آ سکتی ہے لیکن جو لڑائی دھرم کے نام پر ہوتی ہو اُس کی وجہ سمجھنی مشکل ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب بھی یہ نہیں کہتا کہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہو، گالیاں دو، اور اس پر بھی جی نہ بھرے تو ایک دوسرے کا سر پھوڑنے لگو، چھریاں چلانے لگو، اور خون کی ندیاں بہا دو۔

لیکن پھر بھی دنیا میں آج کل یہی ہو رہا ہے۔ ہر جگہ ہو رہا ہے اور ہم روز اس کا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ کیا برابر اسی طرح ہوتا رہے گا؟ اور کیا میل ملاپ کی اب کوئی صورت باقی نہیں رہی ہے؟ اسی چیز کو سوچنے کی ضرورت ہے۔ اس میں معمولی بچار سے کام نہیں چلے گا۔ جب تک ہم صاف صاف نہ سوچیں گے ہمیں کوئی سچی روشنی نہیں ملیگی میں امید کرتا ہوں کہ "میل ملاپ" اسی چیز کو اپنے سامنے رکھے گا اور اسی چیز کو ڈھونڈھنے کی کوشش کرے گا۔

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جو لوگ مذہب کے نام پر لڑتے ہیں اُن کا اتنا زیادہ قصور نہیں جتنا دوسروں کا ہے۔ یہ بیچارے نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اُن سے جو کہا جاتا ہے اُس پر آنکھیں بند کر کے چلتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے پُن کا کام کر رہے ہیں۔

لیکن جو لوگ ایسا سمجھاتے ہیں وہ سچے آدمی نہیں ہوتے۔ وہ صرف اپنا فائدہ اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ دوسروں کی بھلائی کا خیال اُن کے دل میں آنے ہی نہیں پاتا۔ وہ تو صرف اتنا ہی چاہتے ہیں کہ دوسرے لڑتے رہیں اور اُن کا اپنا فائدہ ہوتا رہے۔

دھرم کے نام پر آج کل جتنی لڑائیاں بھی ہوتی ہیں اُن پر اچھی طرح سوچ بچار کرنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ہر لڑائی میں اسی طرح کے لوگ کام کرتے ہیں۔ لڑائی کے وقت تو سامنے نہیں آتے، لیکن جب لڑائی ختم ہو چکتی ہے اور اس سے فائدہ اُٹھانے کا وقت آتا ہے تو یہ لوگ جلدی سے کود پڑتے ہیں۔ کیا تماشہ ہے، دوسرے جان دیں، اور یہ اپنا فائدہ اُٹھائیں۔

ایسے لوگ ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں چھوٹے آدمی نہیں ہوتے۔ اور اُن کی صورت دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ایسا کہتے ہوں گے اور اتنا چھوٹا خیال اپنے دماغ میں رکھتے ہوں گے۔

لیکن ہوتا ایسا ہی ہے۔ اِسے کوئی نہیں جھٹلا سکتا.....

پھر میل ملاپ کیسے ہو؟ کیا کیا جائے کہ دنیا کے لوگ رام اور شانتی کے ساتھ رہیں اور اس طرح کی گڑبڑی برابر کے لئے ختم ہو جائے؟

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اگر آپس میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو میل ملاپ بھی اپنے آپ ہو جائے گا۔

مان لیجئے کہ اس وقت کوئی سمجھوتہ ہو بھی گیا تو اس کا کیا جواب ہے کہ آگے چل کر پھر کوئی نئی بات بیچ میں نہ آجائے گی جب دل صاف نہیں رہتا تو روز روز کوئی نہ کوئی بات نکلتی ہی رہتی ہے۔ اچھی بات بھی ہو تو وہ بھی دیکھنے میں بری لگتی ہے۔ آخر وار دھا اسکیم کی پڑھائی میں کیا بُرائی ہے۔ اس میں تو سب کے نفع کی بات ہے۔ لیکن ہمارا دل چونکہ ایک دوسرے سے صاف نہیں ہے اس لئے ہم سمجھنے لگے ہیں کہ اِس اسکیم میں بھی کوئی گہری چال ہے۔

چال وال تو کچھ بھی نہیں ہے۔ چونکہ ہمارا دل ایک دوسرے سے صاف نہیں ہے اس لئے یہ چیز ہمیں بری لگتی ہے۔ اگر دل صاف رہتا تو یہی چیز بڑی بھلی لگتی اور ہم مہاتما گاندھی کو دھنیہ باد دیتے کہ اُنھوں نے ہمارے فائدے کی کیسی اچھی چیز نکالی ہے۔

آج کل حال یہ ہے کہ اگر ہم مسلمان ہیں اور ہندو مذہب کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایک ہندو کیا کہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔ اسی طرح اگر ہم ہندو ہیں اور اسلام کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایک مسلمان کیا کہتا اور کیا کرتا ہے؟ یہ طریقہ بالکل ٹھیک نہیں۔ اسی چیز نے ہمیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے ہم طرح طرح کے شبہے میں پڑے ہوئے ہیں۔

مان لیجئے کہ ایک مسلمان جو صورت شکل سے پورا مسلمان نظر آتا ہے یہ کہتا ہے کہ ہندو کافر ہیں اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے' اور اسی طرح ایک ہندو جو دیکھنے میں پورا ہندو نظر آتا ہے یہ کہتا ہے کہ مسلمان ملکشھ ہیں اور اُن کی مکتی ہو ہی نہیں سکتی' تو ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہندو دھرم کی پستکوں میں اور اسلام کی کتابوں میں یہ چیز ہے بھی یا نہیں! اگر نہیں ہے تو ہم کسی مسلمان یا کسی ہندو کے کہنے پر ایسا کیوں سمجھیں اور کیوں دھوکے میں پڑیں۔

ہندو مسلمان کے فرق کو مٹانے کے لئے آپ زیادہ نہیں صرف گیتا اور قرآن کو پڑھیں۔ لیکن پڑھیں تو ٹھنڈے دل سے پڑھیں۔ ایک خاص طرح کی عینک جو ہم نے اپنی آنکھوں پر چڑھالی ہے اُسے اُتارنا ہوگا۔ جب ہم اس طرح پڑھیں گے تو ہمیں سچائی بڑی آسانی سے مل جائے گی۔ ایسا معلوم ہوگا کہ اب تک ہماری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے تھے اور اب وہ پردے ایک ایک کرکے اُٹھ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو سمجھنے کا یہی طریقہ ہے۔ کوئی دوسرا ہو نہیں

سکتا۔ گیتا کو پڑھنے کے بعد ہمیں یہ دیکھکر دُکھ ہوگا کہ کتنے ہندو بھائی اپنے دھرم سے الگ ہیں۔ اور قرآن کو پڑھنے کے بعد ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں پر رونا آئے گا کہ وہ اسلام سے کتنے دور جا پڑے ہیں۔

بڑے زور شور سے یہ بات آج کل سنائی دیتی ہے کہ "اسلام خطرہ میں ہے" سچ کہتا ہوں یہ وہ لوگ کہتے ہیں جو اسلام کو نہیں سمجھتے۔ انھیں نہیں معلوم کہ قرآن کا کیا حکم ہے اور اسلام کیا کہتا ہے۔ میں اِن لوگوں کو رائے دونگا کہ وہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے پندرہ منٹ وقت نکال کر قرآن کو سمجھ کر پڑھیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اُنھیں سچائی کا پتہ چل جائے گا، اور وہ خود سوچیں گے کہ اُن کا چیخنا چلّانا کتنا بے معنی تھا۔

ہم ہندو ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ پرمیشور بس میرا ہی ہے۔ دوسروں کا کیوں ہونے لگا۔ مسلمان ہیں تو یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا دوسرے کا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تمام باتیں بھول کی ہیں۔ ہمارا گیان کم ہے۔ اس لئے ہم ایسا سوچتے ہیں۔ گیان بڑھ جائے گا تو یہ بات جاتی رہے گی۔ دنیا کا ایک ایک پتہ بتا رہا ہے کہ خدا سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ سب کا ہے۔ سب اُس کے ہیں۔ اُس کی محبت سب کے ساتھ ایک طرح کی ہے۔ زیادہ کم کا جھگڑا وہاں پایا ہی نہیں جاتا۔

سورج سب کے لئے ہے۔ چاند سب کے لئے ہے۔ ہوا اور پانی سے سب ایک طور پر فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ آگ سب کو گرمی پہونچاتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ یہ تمام چیزیں صرف مسلمان یا صرف ہندو کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اگر ہم انھیں چیزوں پر دھیان دیں تو ہمیں معلوم ہو کہ خدا کسی ایک کا نہیں بلکہ وہ سب کا ہے۔ اور سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ ہماری بھول کتنی بڑی بھول ہے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم تمام مذہب کی کتابوں کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں۔ اسی سے ہمارا گیان بڑھے گا۔ اسی سے میل محبت پیدا ہوگی اور اسی سے ہمارا دُکھ دور ہوگا۔

لیکن ایک بات اور ہے۔ سب لوگ تو پڑھے لکھے ہیں نہیں، وہ کیا کریں؟ اِس کا جواب یہ ہے وہ لوگ جو پڑھے لکھے ہیں ہر مذہب کی کتابوں کو پڑھیں سچائی کے ساتھ پڑھیں۔ ٹھنڈے دل سے پڑھیں۔ اور اُن لوگوں کو بتائیں جو بیچارے پڑھے لکھے نہیں ہیں۔

یہ کام مشکل ضرور ہے۔ ہمارے راستے میں پھول نہیں، کانٹے بچھے ہوئے ہیں۔ لیکن اُسی راستے سے ہمیں گذرنا ہے۔ ہم نے ہمت کی اور سچائی کے ساتھ آگے بڑھتے گئے تو یہی کانٹے آگے چل کر پھول ہو جائیں گے۔ اور ہر طرف سے شانتی شانتی کی آوازیں آنے لگیں گی۔

ریویو کے لئے چند کتابیں آئی ہیں ان پر تنقید آئندہ رسالہ میں کی جائیگی۔

(ایڈیٹر)

سنہرے اقوال

(مرتبہ جناب میر عسکری حسن صاحب جعفری)

نمبر ۱ دولت آہستہ آہستہ آتی ہے اور غربت کی چال بہت تیز ہے (ارسطو)

نمبر ۲ سکندر سے کسی نے پوچھا کہ اپنے استاد (ارسطو) کی قدر اپنے باپ سے بھی زیادہ کرتے ہو اس کا سبب کیا ہے ؟
جواب دیا "میرا باپ مجھے عالم ملکوت (پرلوک) سے زمین پر لایا اور اوستاد نے زمین سے آسمان پر پہونچایا۔

نمبر ۳ جو صبر نہیں کرتا وہ بڑا محتاج ہے (شکسپیر)

نمبر ۴ زندگی کی سادگی کو ظاہرداری سے نہ سنوارو۔ (دھائیٹر)

نمبر ۵ پہلے اپنا فرض ادا کرو پھر ہیرو بننے کا کافی موقعہ ملے گا۔ (گنگسلے)

نمبر ۶ بیماروں اور اندھوں کو تو ہم نے اچھا کر دیا مگر بیوقوفی کا علاج نہ کر سکا۔ (مسیح)

نمبر ۷ جو شخص تیری طرف سے نیک گمان رکھتا ہے اوسکو سچ کر دکھا دے نیک بنجا۔ (علیؑ)

نمبر ۸ حکمت ایک درخت ہے جو دل سے اوگتا ہے اور زبان سے پھل دیتا ہے۔ (علیؑ)

نمبر ۹ بیکار آدمی خوش نہیں رہ سکتا . . . . (پرنس بسمارک)

نمبر ۱۰ مذہب کیا ہے ؟ کُل جاندار پر رحم کرنا۔ آسودگی کیا ہے ؟ تندرستی جسم۔ محبت کیا ہے ؟ نیک طبیعت ہونا۔ علم کیا ہے ؟ بُرے بھلے کا فرق جاننا۔ (ہتوا وپدیش)

رباعی

واقف ہو زمانہ کہ ہو فانی دنیا
حرص و حسد و ظلم کی بانی دنیا
کیا گل یہ کھلائے ہیں خدا ہی جانے
ہیں روز نئے اور پرانی دنیا

(جناب سید باقر حسین صاحب باقر)

مسلمان کون ہے؟

(عالیجناب پروفیسر محمد مسلم صاحب ہزاری باغ)

(۱)

اسلام کے سُندر گیت نہ گا، گر بھید تجھے معلوم نہیں
سنسار کا مسلم سیوک ہے، پر ایک کا بھی محکوم نہیں
مسکین سہی، محتاج نہیں، کمزور سہی مظلوم نہیں
دھن مال سے ہو محروم تو ہو، عزت سے مگر محروم نہیں
اسلام ہے سچ کا زور جسے ہاتھ آئے یہ دھن منعم ہے وہی
بدھ ہندو مسیحی پارسی سکھ، مل جائے جسے مسلم ہے وہی

(۲)

اک سب سے بڑی شکتی ہے وہ ذات، گن انگنت اس کے، نام نہیں
یزداں بھی وہی، یہوا بھی وہی، اک رب ہی نہیں، اک رام نہیں
گن گیان دیا کی سکشا سیکھ اور نام سے کوئی کام نہیں
جپ تپ کی نمایش دھرم نہیں، ایمان نہیں، اسلام نہیں
جو حرص و ہوا کے بت پوجے، توحید کا دعویٰ کیونکر کرے
مسلم وہ نہیں مشرک ہے اگر باطل سے دبے طاقت سے ڈرے

(۳)

مسلم ہے وہ ست کا سیوک بیر، ہو جس کو نہ تن او رجان کا غم

تڑپائے جیسے انسان کی تڑپ، بے چین رکھے ایمان کا غم
ہو بھوک سے بڑھکر بھیک میں دُکھ، حاجت سے سوا احسان کا غم
ہر ہنس پریم کے ساگر کا، کیا مینہ کا ڈر طوفان کا غم
بدھ ہندو مسیحی پارسی سکھ، جس رنگ میں ہو جس بھیس میں ہو
مسلم ہے پجاری نیائے کا وہ جس روپ میں ہو جس دیس میں ہو

(۴)

یہ آرتی، پوجا پاٹھ، بھجن، تسبیح و تلاوت، صوم و صلوٰۃ
بھگوان کو کچھ درکار نہیں، ہر حمد و ثنا سے پاک وہ ذات
دوزخ کا وہ ہیبتناک سماں، جنت کی ہوس کا نہ صفات
یہ مولوی پنڈت کی ہر کتھا، پر مجھ سے بھی سن بھید کی بات
سب داس ہوس کے بھوت کے ہیں پر بندۂ باری کوئی نہیں
سب جپتے ہیں مالا اشور کی پر حق کا پجاری کوئی نہیں

(۵)

کیا ترک ملیچھ کیا کافر و شت، کیا فرق زبان و نسل و وطن
ہر سب کی رگوں میں ایک لہو، ایک آتما، اک جیو، ایک بدن
گو پھول ہیں لاکھوں رنگ برنگ، پر ایک ہی بھومی ایک چمن
بن میگھ دیا کا، سب پہ برس، بستی ہو کہ ریگستان کہ بن
سب دھرموں کا بابا ایک ہے گر، انسان بن اور انسان بنا
انساں نہ بنا تو شیخ سوامی جو بھی بنا شیطان بنا

कुछ इधर उधर की

मेल-मिलाप की सभायें

"आपस की समझदारी और शुभेच्छा" के आन्दोलन की सभायें इन जगहों पर हो चुकी हैं: पटना, छपरा, हजारीबाग, गया, भागलपुर, मोतीहारी, धनबाद, कोडर्मा, डाल्टेनगञ्ज, मुज़फ्फरपुर, दरभंगा, आदि।

पुस्तिकायें और पर्चे

इस सम्बन्ध में ये पुस्तिकायें तथा पर्चे बिहार थियोसौफिकल फ़ेडरेशन द्वारा निकाले गये है: (१) राम वो रहीम—पद्य, हिन्दी और उर्दू में; (२) आपस की समझदारी और शुभेच्छा का आन्दोलन—अङ्गरेज़ी में; (३) इस्लाम धर्म की ख़ूबियां—हिन्दी में; (४) मज़हबी दंगे और उनका निपटेरा—डा० भगवान दास, एम० एल० ए० (सेन्ट्रल), के लेख के आधार पर, हिन्दी, उर्दू और अङ्गरेज़ी मे; (५) प्रेम के तरांने—गाने, हिन्दी में।

हमारा देश और हमारी दशा

हिन्दुस्तान की आज़ादी का सवाल अभी हमारे सामने है। लेकिन इसमें सबसे भारी बाधा हमारे अन्दर आपस में मेल न होने की वजह से पड़ रही है। कैसी शर्म की बात है! क्या हम अब भी देश के नाम पर अपने तंग ख्यालों को छोड़कर एक न हो जायेंगे? ख़ूब सोच कर चलना ज़रूरी है।

धोखेबाज़ों से हुशियार

हिन्दू या मुस्लिम, कोई दूसरे को छोड़ कर सुखी नहीं हो सकता। जो इसके ख़ेलाफ़ सोचते है, वे धोखे में हैं और अपनी जाति को भी धोखे में डाल रहे हैं। ऐसे लोगों से हुशियार रहना ज़रूरी हैं।

मेल के लिये त्याग

असल में हम सब भाई २ हैं। इस तथ्य को हमें हर्गिज़ नहीं भूलना चाहिये। भाई का भाव अन्दर लाने से ही प्रेम का भाव हृदय में उमड़ आयेगा। फिर हमारी अकड़ छूट जावेगी और हम दूसरे के हित के लिये हर तरह का त्याग करने को तैयार हो जावेंगे। इसी त्याग का आज मौक़ा है।

हार्दिक धन्यवाद !

"मेल-मिलाप" निकालने की सूचना हाल में हमने कुछ मित्रों तथा अन्य सज्जनों को दी। हर तरफ़ से लोग दिली हमदर्दी, शुभेच्छा और सहयोग के सम्वाद भेज रहे हैं। ऐसे सभी सज्जनों को हमारा हार्दिक धन्यवाद!

सत्रह नवम्बर

मेल-मिलाप के लिये १७ नवम्बर एक बड़े महत्व का दिन है। इसी दिन इस दुनिया में थियोसौफिकल सोसाइटी का जन्म हुआ था, जिसका लक्ष्य है विश्व-व्यापी भाईचारा। फिर इसी दिन हमारे प्रकाशन विभाग का जन्म हुआ। इसलिये यह उचित समझा गया कि आज ही "मेल-मिलाप" का जन्म भी हो।

हमारे चित्र और चित्रकार

कवर का चित्र हमारे प्रान्त के एक होनहार कलाकार, श्री दिनेश बख्शी, जी० डी० आर्ट, का बनाया हुआ है। आपने प्रेम के ही नाते "मेल-मिलाप" के नाम पर बड़े चाव से यह सुन्दर चित्र बनाया। इसके लिये हम हृदय से आपके आभारी हैं।

किस्से कहानियाँ

(ले०—राय बहादुर बेचू नारायण,
रिटायर्ड इन्स्पेक्टर आफ स्कूल्स)

तपस्वी अबू अली मुहम्मद एक मुसलमान तपस्वी थे। आप नेशापुर भजनालय के आचार्य थे। आप एक बड़े त्यागी वैरागी थे। आपके एक पड़ोसी कबूतरों को उड़ा कर खेल तमाशे किया करते थे। एक दिन उसने एक कबूतर पर एक पत्थर फेंका। वह पत्थर तपस्वी के सर पर गिरा। इससे आपको बहुत चोट लगी और लहू की धारा बहने लगी। तपस्वी के मित्र सब उस कबूतर-बाज़ को हाकिम के पास ले जाने के लिये तैयार हुए, पर तपस्वी ने उन लोगों को रोका और अपने एक चेले से उस कबूतर-बाज़ के पास एक छड़ी भेज दी—यह कहते हुए कि कबूतरों के ऊपर पत्थर न फेंक कर इस छड़ी से उनको हटावें।

तपस्वी मलिक दिनार दमस्की एक महा-योगी और अलौकिक भक्त थे। एक समय आपके पड़ोसी एक यहूदी थे। इस यहूदी ने तपस्वी के घर के सामने पायखाना बनाया था और पायखाने का मैला तपस्वी के घर के सामने फेंका जाता था। इस प्रकार बहुत दिनों तक तपस्वी के घर का दरवाज़ा वह मैला करता रहा। तपस्वी ने इसे किसी से नहीं कहा था। एक दिन तपस्वी के पास यहूदी आया और आपसे पूछा कि "मेरे पायखाने से आपको क्या कुछ कष्ट होता है?" तपस्वी ने उत्तर दिया "हाँ होता है, पर मैंने गमला और झाड़ू रखा है। उस से दरवाज़ा धोकर साफ रखता हूँ।" यहूदी ने पूछा कि "आप इस प्रकार कष्ट क्यों उठाते हैं, और क्रोध क्यों रोक कर रखा है?" तपस्वी ने जवाब दिया, "भगवान के लिये। भगवान ने हुक्म दिया है कि क्रोध को दमन करो।" यहूदी तपस्वी की यह बात सुन कर चिल्ला उठा, "हाय! कैसा उत्कृष्ट धर्म! ईश्वर-परायण लोग इस प्रकार शत्रु का अत्याचार सहते हैं, और कभी आर्तनाद नहीं करते। इतना धैर्य्य!" यह कह कर वह यहूदी उसी समय से मुसलमान धर्म का पक्का भक्त बन गया।

जगाई, मधाई बड़े भारी दुरन्त डाकू थे। उनके निकट नित्यानन्द ने जब हरि नाम की वार्ता सुनाई, मधाई ने फूटे घड़े से भक्त नित्यानन्द को मारा और उनके शरीर से लहू की धारा बहने लगी। इस पर भक्त ने कहा, "आपने मुझे घड़े से मारा है, इसलिये क्या मैं आपको प्यार नहीं करूंगा?" और हरिनाम गा कर नाचने लगे। यह सुनते ही वे दोनों दुखित हुए। दोनों ने भगवान को देखा और तुरन्त भगवान का आश्रय लिया।

(पृष्ठ १४ से आगे)

शहर २ घूम कर हम देश-प्रेम की दुन्दुभी बजावें, पुरुषों के अन्दर देश-सेवा का उत्साह बढ़ावें, ईश्वर और धर्म के नाम पर सिर फोड़ौवल करने से बचावें। शिक्षा, समाज सुधार और देश-निर्माण के व्यावहारिक कार्यों की ओर उन्हें अग्रसर होने दें। सुचारु रूप से शिक्षा होने पर, व्यवसाय बढ़ने पर, राष्ट्र-निर्माणों के लिये उद्योग धंधों में लगने पर हमारे दिमाग़ ख़राब न होंगे और हम छोटी २ बातों पर न झगड़ेंगे तथा दूसरे देशों से हँसी न उठायेंगे।

मेल-मिलाप और महिलाएँ

(ले०—श्री सुशीला देवी)

हमारे देश के अन्दर जब फूट का बीज अंकुरित होकर धर्म के नाम पर ईर्षा और द्वेष रूपी जल से सींचे जाने पर एक महान शक्तिशाली झँखाड़ वृक्ष बन गया है, जिस भेद भाव के कारण हमारी सरकार ने हमलोगों की स्वतन्त्रता तथा राजनैतिक माँग को सहज से ठुकरा दिया है, उस हालत में स्त्रियों को यह सोचने का समय है कि उनके ऊपर देश की कुछ जिम्मेदारी है या नहीं। बहुत लोगों का ख्याल है कि स्त्रियों का काम चहार-दीवारी के अन्दर रह कर पति की सेवा, बच्चों का लालन पालन, तथा अन्य छोटे मोटे घरेलू कार्य ही हैं। कुछ उन्नति-शील पुरुष स्त्रियों को सामाजिक सुधार की ओर पैर बढ़ाने की इजाजत देते हैं। किन्तु बहुतों का यह ख्याल है कि राजनैतिक क्षेत्रों में स्त्रियों का आना और देश के कार्यों में भाग लेना हानिकारक है।

मैं यह मानने को तैयार हूँ कि राजनैतिक क्षेत्र में पुरुषों का स्थान एक महान हिस्से में है और जहां पर बल, पराक्रम तथा अन्य शक्तियों का प्रयोग करना है, वहाँ उनका सहयोग अनिवार्य है। किन्तु यह नहीं कहा जा सकता कि स्त्रियां अपनी बुद्धि, सहनशीलता शान्ति-प्रियता तथा अन्य गुण जो उन्हें ईश्वरदत्त हैं उनका प्रयोग अपने देश के उत्थान में न करें। आप किसी उन्नत देश का इतिहास उठाकर देखें तो विदित होगा कि जब तक वहां की महिलाओं ने राज-नीतिक क्षेत्रों में भाग न लिया तब तक वह देश समुन्नत न हो सका।

यदि महिलायें चाहें तो संसार में ऐसी कोई शक्ति नहीं जो उन्हें रोक सके। वह जाति जो अबला कह कर पुकारी जाती है, सबला बन कर इस महान कार्य में सम्मिलित हो सकती है। क्या हमारी वाणी में शक्ति नहीं कि हम अन्ध-विश्वासियों को जो धर्म के नाम पर लड़ते और ईश्वर के नाम पर भाई भाई का खून करते हैं, उन्हें असली राह पर लावें।

क्या हमारी तपस्या में बल नहीं कि उन झगड़ते हुए पुरुषों को बतलावें कि सहन करना उन्नति का मार्ग है और क्षणिक वातावरण तथा मत-भेद के कारण विचलित होना अवनति का मूल है? क्या हमारे हृदय में देश-प्रेम नहीं कि हिन्दू, बौद्ध, ईसाई, मुसलमान, भिखमंगे या बादशाह को यह दिखलावें कि हमारे देश के बाग़ में जो तरह तरह के रंग बिरंगे फूल और फल हैं, सब एक ही भूमि में उपजे हैं और एक जल से सींचे गये हैं? उस मातृ-भूमि के नाश से सभी का नाश है।

हमारे बीच धार्मिक मत भेद होते हुए भी हम एक ही माता की सन्तान हैं और एक ही आबो-हवा, एक ही अन्न से पले हैं। देश-प्रेम का वह भाव जो एकता का भाव नहीं लाता, वह असली प्रेम की लहर नहीं। जिसके नस में देश-भक्ति कूट कूट कर भरी हो वह हर्गिज़ नहीं सोचेगा कि हमारे किसी एक अंग की हानि हो। कांग्रेस की ओर से माँग हो अथवा मुस्लिम लीग की ओर से, स्वतन्त्रता के फल दोनों को मीठे लगेंगे। यह नहीं हो सकता कि भारतवर्ष पर अमृत वर्षा होवे, पर सिर्फ हिन्दू ही आसमान से रोक कर उसे अपनी कोठी में बन्द कर लें अथवा सिर्फ मुसलमान ही।

हम महिलाओं का धर्म है कि घर घर, गाँव गाँव,

(शेष पृष्ठ १५, कालम २ में)

मेल-मिलाप

(ले०—पं० छविनाथ पाण्डेय)

मेल-मिलाप या एका दुनिया में सब से बड़ी शक्ति है। इस का मुक़ाबला कोई भी नहीं कर सकता। कमज़ोर से कमज़ोर चीज़ें भी यदि मेल कर के आपस में मिल जायँ, तो वे बड़ी से बड़ी ताक़त का मुक़ाबला कर सकती हैं। घास या तिनके को ले लीजिये। अलग २ उसका कोई भी मूल्य नहीं है। लोग बड़ी ही आसानी से उसे तोड़ डालते हैं। लेकिन जब वही तिनका कई तिनकों से मिल कर रस्सी का रूप धारण कर लेता है तो हाथी के समान ताक़त वाले को भी वह बांध कर अपने क़ब्जे में कर लेता है।

वर्तमान युग एका का युग है। कहा भी है "संघे शक्ति कलौयुगे", अर्थात्, कलियुग में मेल में ही शक्ति है। इस युग में वही जाति जीवित रह सकती है जिस में एका है। जो जाति या समाज एका के मूल्य को नहीं समझते, वे पृथिवी पर कभी भी क़ायम नहीं रह सकते।

हमारे देश की आज यह दशा क्यों है? इसका प्रधान कारण यही है कि हम में एका नहीं है। हिन्दू मुसलमानों की एका को बात तो दूर रहे, हिन्दुओं में ही आपस में एका नहीं है। हमारे यहां जितनी जातियां हैं, जितने सम्प्रदाय या मत हैं, उतने तरह के स्वार्थ हैं। हम कायस्थ, भूमिहार, राजपूत और ब्राह्मण के नाम पर आपस में लड़ते रहते हैं। हम स्वदेशीयता के नाम पर कभी नहीं सोचते। हम जब सोचते हैं तब संकीर्ण साम्प्रदायिकता के ढंग पर ही सोचते हैं। यही कारण है कि इतना त्याग, इतनी तपस्या करने पर भी हम अपने लक्ष्य पर नहीं पहुँच रहे हैं। जब तक हम परस्पर मेल की बात नहीं सोचेंगे, तब तक हमारा उद्धार नहीं हो सकता। सुधार, चाहे वह राजनीतिक हो, सामाजिक हो, या आर्थिक हो, सब में मेल की ज़रूरत है। जब तक हम इसे नहीं सीखते हम उठने की आशा नहीं कर सकते।

इसलिये देश के कल्याण के लिये और उस के साथ ही अपने कल्याण के लिये, हमें सब से पहले मेल-मिलाप की बात सोचनी होगी। इसी की चिन्ता करनी होगी, इसे प्राप्त करना होगा, घर २ में इसका प्रचार करना होगा। तभी हमारा उद्धार और कल्याण हो सकता है।

जातियों के उत्थान का इतिहास यदि हम पढ़ें तो हमें मालूम होगा कि सब से पहला सबक़ जो उन्होंने पढ़ा, वह मेल-मिलाप का था। उस के बाद ही वे अपने उत्थान की ओर बढ़ सके।

मेल-मिलाप ही बीज-मन्त्र है। इसी में देश, जाति, समाज और व्यक्ति का उत्थान निहित है।

नालिश हासिल है और मुद्दई मुस्तहक़ डिगरी दखलयाबी के है। मुद्दालेहा को लाजिम होगा कि वह अपना बोरिया बिस्तर लेकर जानवरों और हबूशियों के बीच चली जाय। और जो कोई आदमी मुद्दालेहा को नहीं छोड़ सकें उनका नाम हबूशियों के लिस्ट में दर्ज कर दिया जायगा और उनके ऊपर खास पहरा रहेगा। इशु नं० ५:—मुद्दई के कोनसिल ने मुद्दालेहा के ऊपर रहम करके खर्चा नहीं चाहा है। इसलिये हमलोग यह हुक्म देते हैं कि फ़रीक़ैन अपना अपना खर्चा बर्दास्त करेंगे।

इनसान होकर भी इतनी कम अक़्ल रखते हैं कि वे अगर मुद्दालेहा की मदद लें तो क़ाबिल माफ़ी के हैं। लेकिन ख़ुदा ने जिनको दिल व दिमाग़ दिया है, उनके लिये मुद्दई से बग़ावत करना वहशीपना होगा। इसके बाद म० गाँधी ने यह दिखलाया कि दुनिया के शुरू में मुद्दई और मुद्दालेहा में होड़ वास्ते दखल करने दुनिया के हुआ। इसमे कोई शक नहीं कि पहले दुनिया का झुकाव मुद्दालेहा के नाज़ की तरफ़ हुआ। बात २ में लोग लड़ जाते थे। जहां कोई जबर्दस्त राजा हुआ छोटे २ रजवाड़ों पर अपना अधिकार जमाने के लिये पिल पड़ा। लेकिन बहुत जल्द मुद्दालेहा की मक्कारी लोगों की समझ में आ गई और मुद्दई का धाक जमा। लड़ने के बदले भाई-चारे का बरताव करना ज्यादे अच्छा मालूम हुआ। जहां कहीं कोई लड़ाई हुई, सुलह समझौता होने लगा। नज़ीर के लिये गाँधीजी ने रीजवीक, वायना, वरसालिस, म्युनिच, इत्यादि के समझौते पेश किये।

लेकिन म० गाँधी ने यह अर्ज़ किया कि तजुर्बा से यह बात साबित हुई है कि समझौते से सिर्फ़ चन्द रोज़ा सुलह व चैन मिलती है। मुद्दालेहा अपनी हरकत से बाज़ नहीं आती है और मौक़ा पाकर ख़ुद नाचती है और लोगों को नचाती है। अगर स्थायी शान्ति दुनिया चाहती है तो उसको मुद्दई की छत्र-छाया में चला आना चाहिये। जब तक एक आदमी दूसरे आदमी को, एक जाति दूसरी जाति को और एक राष्ट्र दूसरे राष्ट्र को, भाई न समझे, हर्गिज़ शान्ति नहीं स्थापित हो सकती।

इसके ज़वाब में मुद्दालेहा के वकील ने यह फ़र्माया कि औरत से ख़ौफ खाना मर्दानगी की शान के बरख़िलाफ़ है। जो कमज़ोर है उसको दुनिया में रहने का हक़ नहीं है। जिसकी लाठी उसकी भैंस। लड़ते २ जो सब से ताक़तवर होगा उसका झंडा दुनिया में फहरायगा। फिर जब सारी दुनिया एक राजा के मातेहत में हो जायगी, तो आप से आप लड़ाई बन्द हो जायगी। इसलिये मि: हिटलर ने यह अर्ज़ किया कि मुद्दालेहा की कार्रवाई जायज़ है, बल्कि मुद्दई को इसके रास्ते में रोड़े नहीं अटकाना चाहिये।

हमलोगों ने दोनों तरफ़ की दलीलों पर ख़ूब ग़ौर किया है और इस नतीजे पर पहुँचे हैं कि हरकत मुद्दालेहा ना-जायज़ है। वह इस बात को नहीं समझती कि सब से पहले उसकी नाज़ बरदारी के लिये मनुष्य जाति की काफ़ी शक्ति और धन नष्ट होता है। उसका नाच कितनों को बे-मौत मारता है। दुनिया की तरक़्क़ी उसकी बदौलत रुक जाती है। मुल्क का मुल्क तबाह हो जाता है। सब से भारी बात तो यह है कि मुद्दालेहा ऐसी हरजाई है कि इसका कोई भरोसा नहीं किया जा सकता की वह संसार विजेता को त्याग कर दूसरे किसी का दामन नहीं पकड़ेगी।

'जिसकी लाठी उसकी भैंस' जानवरों और वहशियों का नियम है। सभ्यों की मनुष्यता इसी में है कि वे ग़रीब से ग़रीब, कमज़ोर से कमज़ोर का भी हक़ समझें। इसलिये हमलोगों के ख़याल से दुनिया हक़ीयत मिलकियत मुद्दई का है। हमलोगों के सामने कोई ऐसा सबूत या दलील पेश नहीं की गई जिस से यह साबित हो कि मुद्दई मुद्दालेहा का कभी मोलाज़िम रहा हो।

इशु नं० १ और ४।—ऊपर के तजवीज़ से बख़ूबी ज़ाहिर व साबित है कि मुद्दई को हक़ व वजह

फैसला ब-मौक़दमा

भाईचारा बनाम लड़ाई

वकील जानिब मुद्दई .... महात्मा गाँधी।

" " मुद्दालेहा .... हर हिटलर।

(ले०—"श्रीकमल", बी० एल०)

इस मोक़दमा में दावी मुद्दई वास्ते तजवीज़ हक़ीयत व दिलवाने दख़ल ऊपर सारी दुनिया के है। मोख़्तसर बयान मुद्दई यह है कि दुनिया के शुरू से इसके कोने २ में इसकी मिलकियत थी। यह ख़ुद किसी असामी से कोई लगान नहीं लेता था। लेकिन शर्त यह थी कि अगर किसी रैयत पर कोई तकलीफ़ आ पड़े, तो सभी दूसरे आदमियों के लिये फ़र्ज़ होगा कि तन-मन-धन से उसकी मदद करें। यह क़ानून, क़ुर्बानी, बलिदान, त्याग, प्रेम, मुहब्बत, भाईचारे का नियम, वग़ैरह नामों से पुकारा जाता है। मुद्दई का बयान है कि उसने घर २ में, हर मुल्क में इस क़ानून के ज़रिये शान्ति और सुख का प्रचार किया। इस तरीक़े से वह सुख से राज्य करता चला आया। मुद्दालेहा जानवरों और जंगलियों के बीच रहती थी। इसने अपनी निगाह आदमियों पर चलाई। धीरे २ लोगों को भड़काना शुरू किया। इसने मनुष्यों को चकमें में डालकर ख़ुदग़रज़ी का प्याला पिलाना शुरू किया। हसीन साक़ी बनकर इनसान को पिला २ कर बाग़ी बनाया। फिर धीरे २ क़रीब क़रीब आधी दुनिया से मुद्दई को बे दख़ल कर दिया।

मुद्दालेहा को दावी मुद्दई से क़तई इन्कार। उसका कहना है कि मुद्दई का दख़ल न कभी था, न है और न रहेगा। वह तो सिर्फ़ मुद्दालेहा का एक ग़ुलाम है, जिसको मुद्दालेहा ने अपने काम के लिये बहाल किया था। मुद्दई का कभी कहीं दख़ल कब्ज़ा नहीं था। दख़ल बयानिये मुद्दई सिर्फ़ जानिब (तरफ से) मुद्दालेहा के था। और मुद्दई मुस्तहक़ पाने कोई दादरसी के नहीं है।

नीचे लिखे इशु वास्ते तजवीज़ मोक़दमा हाज़ा के मोक़र्रर किये गये :—

(१) मुद्दई को कोई हक़ या वजह नालिश है या नहीं?

(२) दुनिया हक़ीयत मिलकियत मुद्दई की है या नहीं?

(३) मुद्दई का दख़ल क़ब्ज़ा ब-हैसियत मालिक के था या मुलाज़िम के?

(४) मुद्दई मुस्तहक़ डिगरी दख़लयाबी के है या नहीं?

(५) दीगर किस दादरसी के मुस्तहक़ मुद्दई है?

सहूलियत के ख़्याल से हमलोग इशु नं० २ व ३ पर एक साथ तजवीज़ करेंगे। म० गाँधी, कौनसिल मुद्दई, ने बहस किया है और बहुत ज़ोर देकर कि मुद्दालेहा जानवरों और हब्शियों की बांदी है। सभ्य मनुष्यों से उसकी छेड़ख़ानी सरासर शोख़ी व शरारत से भरी है। गाँधीजी का कहना है कि जानवरों को अक़्ल नहीं होती है। (इस बात को मुद्दालेहा के वकील ने भी क़बूल किया है)। इसलिये इनके लिये अपने झगड़ों को तय करने के लिये मुद्दालेहा की मदद लेनी मजबूरी है। इसी तरह हब्शी लोग

میل ملاپ

کی

اشاعت نومبر ۱۹۳۹ء

سے ہوگی

एक अनोखी कहानी

(ले०—श्री गजाधर प्रसाद, रिटायर्ड सब-जज)

हमारे देश के एक आदमी सफ़र करते २ किसी दूर देश में निकल गये। वह देश हमारे ही देश के ऐसा था, और वहाँ के लोग भी हम ही लोगों के जैसे थे। किन्तु वहाँ की एक बहुत ही विचित्र रिवाज थी। किसी के घर खाना नहीं बनता था, और न कोई अपने से खाता था। हर गाँव में, हर शहर में बहुत अस्पताल बने हुए थे। सभी लोग सुबह शाम वहीं खाने को जाते थे—और खाने का तरीक़ा यह था कि डाक्टर नाक के द्वारा लोगों को खाना खिलाता था। ग़रज़ यह कि उस मुल्क के लोग मुँह से खाने का काम नहीं लेते थे, और इसलिये जीभ के स्वाद का अनुभव उन्हें न था।

उस देश में एक बात और बड़ी निराली थी। चारों ओर मठों की भरमार थी। हर मठ में एक गुरुजी रहते थे और बहुत लोग उनकी सेवा करते थे। जिसकी सेवा से गुरुजी ख़ुश हुए, उसे गुप्त रीति से कुछ ऐसा नवीन अनुभव कराते थे कि वह आनन्द से गद्गद् हो जाता, और लोगों से गुरुजी के माहात्म्य का बखान करता। हमारे देश के मुसाफ़िर ने इसका भेद जानना चाहा। वह भी एक मठ में दाख़िल हो गया और गुरुजी की तन-मन से सेवा करने लगा। थोड़े ही दिनों में गुरुजी प्रसन्न हो गये और उस आदमी को अपने गुप्त कमरे में ले गये। उसको लिटा कर उन्होंने उसकी आँखों पर पट्टी बाँध दी। उस का मुँह खोल कर एक घूँट शर्बत उस के मुँह में डाला। यह आदमी तो स्वाद से परिचित था। फ़ौरन समझ गया कि गुरुजी ने उस को मिश्री का शर्बत पिला दिया है। उसने और चन्द मठों का भी भेद लिया और यही पाया कि कहीं अंगूर का अर्क़, कहीं केवड़ा का, और कहीं अनार का, पिला दिया जाता है।

पाठक! आप सोचते होंगे कि उस मुल्क के लोग कैसे मूर्ख थे। सीधी बात थी कि लोग मुँह से खाते, जो बिल्कुल स्वाभाविक है। फिर क्यों खाने और खिलाने का सारे देश में इतना हंगामा होता और क्यों लोग गुरुजी के ढोंग में फँसकर इस क़दर ठगे जाते? मगर क्षमा कीजिये; हम और आप उन सबों से अधिक मूर्खता में पड़े हैं, और उसको महसूस भी नहीं कर पाते। प्रकृति ने सभी प्राणियों को, मनुष्य को भी, पाँच इन्द्रियाँ दी हैं। किन्तु मनुष्य को एक वस्तु विशेष मिली है, और उसी की वजह से वह मनुष्य है। आश्चर्य की बात यह है कि हम उस विशेष शक्ति से काम नहीं लेते हैं। वह शक्ति है "बुद्धि"। हम और आप सभी सुख चाहते हैं, किन्तु काम वह करते हैं जिस से दुःख हो। बुद्धि से काम लेना तो छोड़ दिया; ढर्रे के ऊपर लुढ़के जाते हैं। क्यों? कभी नहीं सोचते। नतीजा यह हुआ कि जहाँ-तहाँ धूर्त गुरु लोग तैयार हो गये और अपने ढोंग में फाँस कर हमको और आपको ठगने लगे; जैसे, धार्मिक गुरु, राजनैतिक गुरु, सामाजिक गुरु, इत्यादि।

प्यारे भाइयो, अपनी बुद्धि से काम लो। सब उलझनें बात की बात में सुलझ जायेंगी; झगड़े और फसाद की जगह सुख और शान्ति का राज्य हमारे देश में और सारी दुनिया में स्थापित हो जायगा।

धर्मों का मेल

(ले०—पं० जगत नारायण)

"जब दिल की आँखें खुलती हैं, सब भेद भाव मिट जाता है।"

श्रीमद्भगद्गीता

चौथे अध्याय के ग्यारहवें श्लोक में कृष्ण भगवान कहते हैं :

"जो आदमी जिस रास्ते से मेरी ओर आता है, उसी रास्ते से मैं उसका स्वागत करता हूं; क्योंकि, हे अर्जुन, जिस किसी ओर से जो रास्ते आदमी पकड़ते हैं, वे सब मेरे ही रास्ते हैं।"

वाह! कितना ऊँचा भाव है! कितना व्यापक! सभी रास्ते ठीक हैं। सभी धर्म सच्चे हैं। कोई रास्ता यहां छोड़ा नहीं गया है। इसलिये हिन्दू धर्म का रास्ता हो या इस्लाम धर्म का, ईसाई धर्म का रास्ता हो या दूसरे किसी धर्म का, सभी अपनी २ जगह पर बिल्कुल ठीक हैं।

उनमें से कोई किसी दूसरे से छोटा बड़ा नहीं। कोई ऊँचा नीचा नहीं। सभी ईश्वर के पास पहुँचाने वाले रास्ते हैं। सभी उसीके हैं। रास्ते बहुत हैं, पर लक्ष्य सबका एक है।

फिर आदमी को कितनी आज़ादी है! जिसे जो धर्म या रास्ता जँचे, वह उसी रास्ते से चले। वही उसके लिये ठीक है। इसमें ज़ोर ज़बर्दस्ती या दबाव की कोई जगह नहीं।

एक बात और देखिये। इस श्लोक से तसल्ली कितनी मिलती है! हिम्मत कितनी बढ़ती है! हर आदमी—चाहे वह कोई हो—भगवान के पास ज़रूर पहुँचेगा। देर भले ही हो, पर कोई छूट नहीं सकता।

अल्-क़ोरान

"तुममें से हर किसी को हमने क़ानून दिया है और सीधा रास्ता बतलाया है। अगर खुदा चाहता तो सबों को ज़रूर एक ही क़ौम का बनाता। लेकिन उसने यह मुनासिब समझा कि तुमको दूसरा २ क़ानून दे, ताकि जिसको जो क़ानून उसने दिया है, उसकी जाँच वह उसी क़ानून से कर सके। इसलिये अच्छे कामों में एक दूसरे से आगे बढ़ने की कोशिश करो। तुम सभी ईश्वर के पास वापस जाओगे; और तब वह तुम्हें उन बातों को बतलायेगा, जिनके बारे में तुम्हारी एक राय नहीं है।"

कैसा सुन्दर और व्यापक उपदेश है! इससे हम ये सबक़ सीख सकते हैं :—

(१) यह खुदा की मर्जी के मुताबिक़ है कि दुनिया में कई क़ौमों के लोग रहें।

(२) हर क़ौम के लिये उसने दूसरा दूसरा क़ानून या धर्म दिया है।

(३) जिस क़ौम को जो क़ानून या धर्म दिया गया है, उसके लिये वही सीधा रास्ता है।

(४) सभी ईश्वर के पास पहुँचेंगे। यह बात सबों के लिये कही गई है, चाहे वे मुस्लिम हों या ग़ैर-मुस्लिम।

(५) आगे चलकर हम आपस के भेद की बातों को समझ सकेंगे। खुलासा यह कि हमें अपने २ धर्म के मुताबिक़ चलना चाहिये, लेकिन दूसरे धर्मों का भी हमें आदर करना चाहिये।

इस तरह धर्म विरोध को जन साधारण की भाषा द्वारा मिटा कर समाज को जगाने में कबीर का नाम सबसे आगे है। उन्होंने दोहे, चौपाई और छन्दों में अपने विचार बड़ी सरलता के साथ प्रगट किये हैं। 'कोइ हिन्दू कोइ तुरक कहावे, एक ज़मीं पर रहिये।' कबीर का ईश्वर एक ही, आकार, रूप रहित है। कबीर ने हिन्दू और इस्लाम धर्मों के मूल सिद्धान्तों को लेकर अपने पंथ की कल्पना की, जिसकी वजह से हिन्दू और मुसलमानों में आपस का विरोध बहुत कम हो गया था। उनका यह मत है कि जब तक ईश्वर को प्राप्ति नहीं होती, तब तक आत्मा विरहिनी के समान दुःखित रहती है और परमात्मा से मिलने पर आत्मा परम आनन्द में लीन हो जाती है। इसलिये इस दुःख को दूर करने के लिये झगड़े की बातों से बचकर सबे साधे प्रेम और सहनशीलता के मार्ग पर चलने में ही कल्याण है।

हाल ही में सर ज़फरुल्ला साहिब ने अपने एक व्याख्यान में यही कहा कि आपस का भेद भाव मिटाने के लिए यह बड़ा आवश्यक है कि हम सब एक दूसरे के मज़हब को ठीक तौर से समझने की कोशिश करें। जब तक मुसलमान हिन्दुओं को काफ़िर और हिन्दू मुसलमानों को म्लेच्छ कहना न भूलेंगे, तब तक एकता का होना बहुत कठिन है। इसलिये यह बड़ा ज़रूरी है कि हम एक दूसरों के विचारों को अच्छी तरह साफ़ दिल से समझने की कोशिश करके नज़दीक आने का प्रयत्न करें। इसी में हम सब की भलाई है। कबीर की इन महत्वपूर्ण बातों पर हमको विचार कर के लाभ उठाने का हर तरह उद्योग करना चाहिये, ताकि सुख और शान्ति का विस्तार हो।

अछूत

(ले०—प्रो० विश्वनाथ प्रसाद,
एम० ए०, बी० एल०, साहित्याचार्य, साहित्यरत्न)

कौन कहता है इन्हें अछूत ?
इन्हें आज पहचाना—ये हैं
आज़ादी के दूत ॥
कौन कहता है इन्हें अछूत ?
देवालय से दूर इन्हें जो
करते समझ अपूत।
छुआछूत यह नहीं, चढ़ा है
उनके सिर भ्रम-भूत ॥
कौन कहता है इन्हें अछूत ?
माँ समान जो साफ़ स्नेह से
करते हैं मल-मूत।
घृणा उन्हीं से इतनी !—छी-छी !
यह कृतघ्न करतूत ॥
कौन कहता है इन्हें अछूत ?
ऐ द्विज ! नाहक द्वेष न कर, हैं
ये हरि-चरण-प्रसूत।
चेतो रे ! क्या निर्दयता के
होंगे शास्त्र सबूत ?
कौन कहता है इन्हें अछूत ?
सुनले सब संसार, एक माँ
के हैं हम सब पूत।
गले लगाकर एक दूसरे
को होंगे मज़बूत ॥
कौन कहता है इन्हें अछूत ?
इन्हें आज पहचाना—ये हैं
आज़ादी के दूत ॥

कबीर और एकता

(ले०—श्री हृदय नारायण अग्रवाल मैनपुरी)

बड़े हर्ष की बात है कि "मेल-मिलाप" नामक पत्र हर तरह के भेद भाव को हटाने के लिये निकाला जा रहा है।

असल में एक दूसरे को ठीक ठीक न समझना और अपने स्वार्थ पर चलना सब प्रकार के भेद भाव की जड़ है। भारत में हिन्दू मुसलमानों और दूसरी थोड़ी संख्या वाली जातियों में लड़ाई झगड़े बढ़ते जा रहे हैं। इस विषय में कबीर ने हिन्दू मुसलमानों में एकता लाने के लिये क्या विचार और कोशिश किये, उस पर यहां कुछ विचार किया जाता है।

कबीर के समय में हिन्दू मुसलमानों में धर्म विरोध के कारण तरह २ के आडम्बर फैल गये और झगड़े बढ़ने लगे। कबीर ने खुद अपने अनुभव से देखा कि हर आदमी में एक ही ईश्वर की जीवन-धारा का संचार हो रहा है, पर रूप और स्वभाव अनेक हैं। वह कहते हैं: "मैं कहता हूं आँखिन देखी, तू कहता कागद की लेखी।" इसलिये इन्होंने बताया कि आपस में विरोध बढ़ाना निरा मूर्खता है।

हिन्दू शास्त्रों के अनुसार आत्मा विश्वव्यापी है। सूफ़ियों का भी यही कहना है कि सब आत्मायें ईश्वर से निकली हैं और अन्त में फिर वहीं लौट जायेंगी। जो कुछ उसने बनाया है, सबमें उसीकी आत्मा है। वही सबमें मौजूद है।

पर देखने में यह आता है कि अपने २ धर्म की बाहरी बातों पर अधिक ज़ोर देकर और सत्य बातों के ग़लत मानी लगाकर अक्सर धर्म के नाम में लड़ाई झगड़े पैदा किये जाते हैं। असली सिद्धान्त को भूल कर इस तरह बाहरी असत्य बातों में स्वार्थ-वश लोग अपने धर्म की उच्चता की डींग मार कर व्यर्थ झगड़े में पड़ जाते हैं। यह बिल्कुल भूल है। एक बकरी काटता है और दूसरा गाय; यह पाखण्ड नहीं तो क्या है?

ईश्वर का निवास हर जगह है। पूरब और पच्छिम में कोई फ़र्क़ नहीं। मुल्ला बाज़ देकर ईश्वर को याद करने में महत्त्व समझता है और पुरोहित ज़ोर से जल्दी २ पाठ करने में गौरव मानता है। कबीर ने साफ़ कहा है: "इन दोनों राह न पाई।" क्या हिन्दू क्या मुसलमान, सभी उस परवरदिगार के बन्दे हैं। हिन्दू और तुर्क की एक ही राह है; यही सच्चे गुरु की सीख है।

कबीर ने अपने समय में हिन्दू मुसलमानों के भेद भाव के हटाने की बड़ी सफलता से कोशिश की। सरल जीवन, प्रेम व्यवहार और सत्मार्ग पर चलना ही सब धर्मों का सार है। कबीर का सन्देश बनावटी भेद भाव छोड़कर दयालुता, विश्व-प्रेम, और निःस्वार्थता पर निर्भर करता है। सब का भगवान एक है और सब उसी के बन्दे हैं। जो हरि की बन्दना करता है वही हरि का दास है। हिन्दू मुसलमान दोनों ईश्वर के महत्वपूर्ण पद को स्वीकार करते हैं। इसका प्रभाव अब भी हम गांवों में देख सकते हैं, जहां आज भी हिन्दू मुसलमान का भेद भाव नहीं दिखलाई पड़ता है। छुआछूत का तो नाम नहीं। एक साथ मिलकर दोनों एक रूप से समता, सरल जीवन और ज्ञान के कितने ही पद बहुत प्रेम से गाते हैं और आपस में हिल मिल कर रहते हैं।

धार्मिक मेल-मिलाप

(ले०—राजा सर रघुनन्दन प्रसाद सिंह, Kt.)

संसार में तरह २ के मामले हमारे सामने आते हैं, जिनके बारे में हम अक्सर आपस में लड़ते झगड़ते हैं। ये झगड़े तभी खतम होंगे, जब हम अपनी सारी कार्रवाइयों और उनके लक्ष्यों को एक केन्द्र या जड़ के साथ मिलाना जान जायेंगे। वह जड़ या केन्द्र है ईश्वर, चाहे वह जिस नाम से पुकारा जाय।

धर्म का काम है सभी लोगों को, सभी जातियों और राष्ट्रों को, सच्चिदानन्द ईश्वर रूपी केन्द्र की ओर ले जाना। अङ्गरेजी में धर्म को "रिलिजन" (Religion) कहते हैं। उसका भी अर्थ है "फिर से सम्बन्ध जोड़ना", यानी "सबों को एक साथ मिलाना" या "सबों को ईश्वर के साथ मिलाना।"

इस विचार से देखने से मालूम होगा कि सभी धर्मों का असली तत्त्व एक ही है। हिन्दू, इस्लाम, ईसाई, आदि धर्म उसी एक तत्त्व या सत्य के भिन्न २ रूप हैं। उनमें असल में कोई भेद नहीं है। जो कुछ भेद है वह सिर्फ बाहरी है; वह देश, काल और पात्र की विभिन्नता की वजह से है।

सत्य और धर्म को हम आत्मा और मनुष्य से मिला सकते हैं। आत्मा एक है, मनुष्य अनेक हैं। उसी तरह सत्य एक है, पर धर्म अनेक हैं। एकही आत्मा सभी देहों के अन्दर है। उसी तरह एकही सत्य सभी धर्मों के अन्दर है। देह का काम है आत्मा की ज्योति के प्रगट होने का एक ज़रिया बनना। उसी तरह धर्म का काम है सत्य की प्राप्ति का एक साधन बनाना। जिस धर्म से यह लक्ष्य पूरा न हो, उसे धर्म ही नहीं कह सकते।

हर धर्म के दो अङ्ग होते हैं: प्रगट या बाहरी और गुप्त। बाहरी अङ्ग सभी धर्मों के एकसा नहीं हो सकते, क्योंकि देश, काल, पात्र, जल-वायु आदि बाहरी कारणों से उनमें भेद आ जाता है। लेकिन गुप्त या अन्दरूनी अङ्ग सभी धर्मों का एकही होता है। वहां भेद भाव की कोई जगह नहीं। उसी एक तत्त्व का नाम है प्रेम, आनन्द अथवा सत्य।

"हितोपदेश" में लिखा है कि धर्म के आठ प्रकार हैं: यज्ञ, अध्ययन यानी किसी धर्म-पुस्तक का पढ़ना, दान, तप, सत्य, धृति यानी बर्दाश्त, क्षमा और अलोभ यानी सन्तोष या सब्र। इनमें से पहले चार दंभ यानी घमण्ड से भी हो सकते हैं, लेकिन आखिरी चार सिवाय महात्माओं के किसी दूसरे में नहीं ठहर सकते।

मतलब यह कि यज्ञ, अध्ययन, दान और तप धर्म के बाहरी अङ्ग या शरीर हैं; और सत्य, धृति, क्षमा और अलोभ उसके प्राण हैं। इसलिये इन पिछले चारों को ठीक से धर्म का मुख्य अङ्ग समझना चाहिये और इन्हीं के अनुकूल अमल भी करना चाहिये।

इन चारों का अवलम्ब है "प्रेम" पर। इसलिये हमें हमेशे आपस में प्रेम, भाईचारा, मेल-मिलाप रखना चाहिये। तभी हमारे सब झगड़े खतम होंगे, धर्म का असली लक्ष्य पूरा होगा और हमारा जीवन सफल होगा।

मेल कैसे कराया ?—सच्ची घटना

दो भाई

(ले०—श्री कमल देव नारायण, बी० एल०)

राघो सिंह और माधो सिंह दो भाइयों में झगड़ा हो गया। बात बढ़ती गई। एक दूसरे की जान का गाहक बन गया।

मैं दोनों भाइयों से मिला। एलहदे २ दोनों को समझाया; लेकिन सफल नहीं हुआ। एक-रोज़ राघो सिंह से मुझे संध्या समय मुलाक़ात हुई। राघो सिंह ने कहा, "वकील साहब! मैंने छुट्टी के लिये दरख्वास्त दे दी है। और अब माधो से सोन किनारे फरिया जायगा।"

मेरी समझ में नहीं आया। मैंने पूछा, "कैसे?" राघो सिंह ने कहा, "बस, अकेले में हम दोनों भाई तलवार से लड़कर निपट लेंगे। कोई एक तो मारा जायगा। झगड़ा तय हो जायगा।"

मैं हक्का-बक्का हो गया। मैंने कहा, "कल दो-पहर आप मुझसे मिलेंगे? मुझको आपसे कुछ बातें करनी हैं।" राघो सिंह ने कहा, "जब दुनिया से जाना ही है, तो क्यों नहीं मिलूंगा?"

रात आँखों में कटी। मैं प्रार्थना करता—सोचता: "कैसे मेल हो?" आखिर मैंने एक उपाय सोचा। माधो सिंह को बुलाया। मैंने कहा, "माधो सिंह! बड़ा भाई पिता तुल्य है। छोटा आखिर छोटा ही है। मान लिया कि ग़लती उन्हीं की है। फिर भी अगर माफ़ी मांगने से मेल हो जाय, तो क्या आप माफ़ी मांगने के लिये तैयार हैं?"

"माफ़ी नहीं मांग सकता। क्षत्रिय ...."

मैंने माधो सिंह का पैर पकड़ लिया। माधो सिंह अवाक हो गये। पैर छुड़ाना चाहे। मैंने कहा, "जब तक आप यह वादा नहीं करते हैं कि राघो सिंह के पैर पड़ेंगे, मैं नहीं छोड़ूंगा।" कुछ देर चुप रहकर उन्होंने "अच्छा" कह दिया। मैंने नौकर से बाजार से मिठाई पूड़ी मंगवाई और राघो सिंह को बुला भेजा।

माधो सिंह और मैं कोठे पर था कि राघो सिंह ने दरवाजे पर आवाज़ दी। माधो सिंह को समझा कर नीचे कमरे में बैठा दिया और मैं बाहर निकला।

राघो सिंह खड़े थे। मैंने जाते ही उनका बांया पैर पकड़ लिया और कहा, "छोटा भाई पुत्र समान है। उसकी ग़लती माफ़ करनी होगी।"

राघो सिंह ने कहा, "आप यह क्या करते हैं? आपसे तो कोई ग़लती नहीं हुई।"

मैंने समझा तीर लगा। मैंने कहा, "ग़लती करने वाला भी हाज़िर है।" फिर माधो सिंह को पुकारा। उसने आकर दूसरा पैर पकड़ लिया। राघो सिंह हक्का-बक्का हो गये। पहले उन्होंने मुझको उठाना चाहा। लेकिन मैंने कह दिया, "जब तक आप माधो सिंह को उठा कर गले नहीं लगावेंगे, मैं पैर नहीं छोड़ूंगा।" कुछ देर ठहर कर राघो सिंह ने हम दोनों को गले लगाया। तीनों जनों की आँखें हो कर साक्षात् ईश्वर अश्रु रूप में निकल पड़े।

नौकर ने मेरे कहने से मिठाई पूड़ी की थाली लाई। दोनों भाइयों ने साथ खाया। चलते समय राघो सिंह ने कहा, "माधो! रोटी दाल मेरे लिये भी बनाना। रात में भी साथ खायेंगे।"

१९३० या ३१ की घटना है। क़रीब ५-६ साल तक प्रेम पूर्वक एक साथ रहने के बाद राघो सिंह का स्वर्ग-वास हो गया। माधो सिंह जिन्दा है।

मेल-मिलाप का मैदान बहुत ही विस्तृत है। जहां कहीं भी बे-मेल है, अनबन है, लड़ाई है, वहां ही इसकी जगह है। ऐसे हर मौक़े पर यह दोनों दलों को समझा बुझाकर मिला देने की कोशिश करता है, ताकि वे फिर अमन चैन से, हँसी ख़ुशी से, एक साथ रहने लगें।

ख़ुलासा यह कि मेल-मिलाप लोगों में ओछे या तंग ख़यालों की जगह ऊँचे दर्जे के भाव और विचार लाने की कोशिश करेगा। धर्म, जाति, प्रान्त आदि के तंग भावों को हटाकर लोगों में असली क़ौमी भाव भरने को कोशिश करेगा।

मेल-मिलाप अच्छी तरह समझता है कि अपने धर्म, जाति, प्रान्त आदि की सेवा करना हर आदमी का कर्त्तव्य है। लेकिन ऐसी सेवा के लिये किसी दूसरे धर्म, जाति आदि पर कुछ नुक़सान नहीं पहुँचने देना चाहिये। न इनमें से किसी एक को सर्वस्व समझ कर देश को ही भूलना चाहिये।

हमारे देश में भिन्न भिन्न धर्मों, जातियों और विचारों के लोग मौजूद हैं। बहुतों का ख़याल है कि यह हमारी कमजोरी का ख़ास कारण है। इनके रहते हिन्दुस्तान एक क़ौम नहीं बन सकता।

लेकिन मेल-मिलाप का ख़्याल ठीक इसके उल्टा है। उसका कहना है कि विभिन्नता ही हमारी जान है। इसी पर सृष्टि क़ायम है, क्योंकि भगवान ने किन्हीं दो चीजों को बिलकुल एक-सा नहीं बनाया है।

इसलिये विभिन्नता कोई शिकायत या कमज़ोरी की चीज नहीं। बल्कि इससे जीवन अधिक हरा-भरा, अधिक पूर्ण होता है।

विभिन्नता कमज़ोरी का कारण तभी तक रहती है, जब तक उसके अन्दर एकता या मेल नहीं रहता है। लेकिन मेल होते ही वही विभिन्नता अपार बल का साधन बन जाती है।

मेल-मिलाप हर चीज़ में एक ख़ास ख़ूबी देखता है। फिर उसको दूसरों के साथ अपनी मुनासिब जगह पर बैठाने की कोशिश करता है।

फिर, तरह २ के लोगों का यहां इकट्ठा होना तो हिन्दुस्तान के लिये एक ख़ास अवसर है। इनकी समस्याओं के हल करने में ही संसार की समस्या हल करने की कुंजी है।

इसलिये मेल-मिलाप हिन्दुस्तान का ध्यान इस अवसर की ओर दिलाने की कोशिश करेगा। अपनी समस्याओं के हल कर लेने पर हिन्दुस्तान संसार के लिये एक नमूना बन जायगा। तभी हिन्दुस्तान संसार को अपना सन्देशा सुना सकेगा। तभी संसार में शान्ति और सुख का राज क़ायम हो सकेगा।

ख़ुलासा यह कि मेल-मिलाप हिन्दुस्तान की सेवा करेगा, लेकिन तंग क़ौमी ख़्याल से नहीं। वह तो मनुष्य मात्र को एक बड़ा परिवार समझता है, जिसमें हर क़ौम—छोटी हो या बड़ी—अपनी २ उचित जगह रखती है।

लेकिन अन्तर्राष्ट्रीयता के मैदान में पहुँचने पर भी मेल-मिलाप की सीमा ख़तम नहीं हो जाती। मानव समाज से आगे और पीछे दूर २ तक इसकी सीमा फैली हुई है।

कृष्ण भगवान गीता में कहते हैं कि "योग" यानी मेल क़ायम हो जाने पर आदमी अपने अन्दर सभी प्राणियों को और सभी प्राणियों के अन्दर अपने को देखता है।

वाह ! मेल-मिलाप की महिमा कितनी प्रबल है ! इसके सहारे हम अपनी सभी दुनियवी उलझनों को तो सुलझा ही सकते हैं, आगे चलकर इसी के सहारे हम भगवान को भी पा सकते हैं।

मेल-मिलाप क्रमशः इन सभी प्रश्नों पर प्रकाश डालने की कोशिश करेगा।

अपनी बात

यह "मेल-मिलाप" का पहला अङ्क है। इसलिये यहां यह बतला देना जरूरी है कि इसका लक्ष्य क्या है। इसका लक्ष्य है आपस में मेल-मिलाप का भाव फैलाना, सभी लोगों को एक साथ मिलाना।

यह तभी हो सकेगा जब प्रेम हमारी जिन्दगी का आधार बन जायगा। प्रेम के अन्दर वह ताक़त है जो सबको एक साथ मिला सकती है, सारी बाधाओं को दूर कर सकती है, सब को जीत सकती है। इसलिये मेल-मिलाप में प्रेम की महिमा विशेष रूप से दिखलाने की कोशिश की जायगी।

मेल-मिलाप में हिन्दी और उर्दू दोनों लिपियों में लेख रहेंगे। पर लेख एक नहीं दूसरे २ रहेंगे। हां, हिन्दी के एक अङ्क के लेख दूसरे अङ्क में उर्दू में जा सकते हैं, और इसी तरह उर्दू के लेख हिन्दी में जा सकते हैं। भाषा सहज हिन्दुस्तानी रहेगी, ताकि विद्यार्थी तथा आम लोग आसानी से उसे समझ सकें।

मेल-मिलाप में छपने वाले लेखों में मेल-मिलाप से सम्बन्ध रखने वाले किसी सुधार अथवा रचनात्मक भाव का होना जरूरी है। सिर्फ़ काट-छांट वाली कोई आलोचना इसमें नहीं छापी जायगी।

मेल-मिलाप का कोई ख़ास सरोकार किसी ख़ास धर्म या जाति, पार्टी या जमात के साथ नहीं रहेगा। यह एक भाव से सबों की सेवा करने और सबों को एक साथ मिलाने की कोशिश करेगा।

इसलिये मेल-मिलाप हर मामले में निष्पक्ष भाव से अपने विचारों को जाहिर करेगा। पक्ष विपक्ष से कुछ मतलब नहीं; मेल-मिलाप के लेहाज से जहां जितना कहना जरूरी होगा, वहां उतना ही कहने की कोशिश करेगा।

हां, मेल-मिलाप का ख़ास लक्ष्य हिन्दुस्तान की सेवा करना है। लेकिन हिन्दुस्तान को दुनिया से अलग कर के नहीं, बल्कि दुनिया का एक अङ्ग समझ कर। इसी तरह हिन्दुस्तान के किसी अङ्ग पर भी कुछ कम ध्यान नहीं दिया जायगा।

मेल-मिलाप किसी को छोड़ नहीं सकता। इसका तो पक्का ख़याल है कि असल में सबकी भलाई में ही हरेक की भलाई है और हरेक की भलाई में ही सबकी भलाई है।

आपस में मेल-मिलाप न रहने के कारण आज हम बिल्कुल कमजोर बने हुए हैं। दुनिया की और क़ौमों के मुक़ाबले हमारी कोई जगह नहीं। इसलिये मेल-मिलाप हिन्दुस्तान को एक बना कर उसे दुनिया की क़ौमों के बीच अपनी मुनासिब जगह पर लाने की कोशिश करेगा।

बैर फूट के लिये, ख़ास कर हिन्दू और मुसल्मान के झगड़ों के लिये हमारा देश बे-हद बदनाम है। लेकिन मेल-मिलाप भिन्न २ धर्म-पुस्तकों के आधार पर दिखलायेगा कि कोई धर्म किसी दूसरे धर्म के खेलाफ़ नहीं है। बल्कि सभी धर्मों के अन्दर पूरा मेल है और सभी एक दूसरे को इज्जत की नजर से देखने की साफ़ २ शिक्षा देते हैं।

फिर और बहुत तरह के झगड़े हमारे अन्दर मौजूद हैं। जमीनदार किसान, पूंजीपति, मजदूर, राजा प्रजा, बङ्गाली बिहारी, सवर्ण अवर्ण (अछूत), शीया सुन्नी, मालिक नौकर, स्त्री पुरुष, वग़ैरह के झगड़े इनमें से कुछ हैं। मेल-मिलाप इन सभी समस्याओं पर उचित विचार करेगा और सभी दलों के बीच मेल पैदा करने की कोशिश करेगा।

आशीर्वाद

डा० जी० एस० अरण्डेल

प्रेसिडेन्ट, थियोसॉफ़िकल सोसाइटी

"...आपस की समझदारी और शुभ-चिन्तन के आन्दोलन से बढ़कर दूसरी कोई ज्यादे जरूरी कार्रवाई आज हिन्दुस्तान के लिये क्या, सारे संसार के लिये नहीं हो सकती है। हममें से बहुत लोग दिल से चाहते हैं कि हिन्दुस्तान को जरूर आज़ाद होना चाहिये और हमें खुद अपने तरीक़े से अपना राज चलाना चाहिये। लेकिन ऐसी आज़ादी और ऐसा राज तभी आ सकता है, जब हिन्दुस्तान के सभी लोगों में असली आज़ादी का भाव आ जायगा। स्वराज्य की शक्ल क़ायम करने के लिये तो बहुत कार्रवाइयां हो रही हैं, लेकिन स्वराज्य की जान—यानी, समझदारी और शुभ-चिन्तन—का ज़ाहिर होना अभी बाक़ी है, ताकि नदी की तेज़ धारा की नाईं वह ऐसी शक्लों में जान भर सके।

"......जब तक आपस की समझदारी और ख़ैर-ख़्वाही से हिन्दुस्तान एक क़ौम न बन जाय, तब तक यहां स्वराज्य क़ायम नहीं हो सकता। इस बात को तो मानना ही होगा कि आज हिन्दुस्तान में मेल नहीं है। ऐसी हालत में आपस की समझदारी और शुभ-चिन्तन ही एक ऐसी शक्ति है जो फूट की जगह पर मेल ला सके। इस लिये मैं उम्मीद करता हूं कि यह कार्रवाई सारे देश में जल्द फैल जायेगी। ......हर प्रान्त में यह आन्दोलन जीता जागता रहना चाहिये। जैसे २ इसमें बल आता जाय, वैसे २ इसे दूर २ तक फैलते भी जाना चाहिये।"

डा० राजेन्द्र प्रसाद

प्रेसिडेन्ट, इन्डियन नैशनल कांग्रेस

"आज सारे संसार में एक प्रकार का हलचल चल रहा है और हिन्दुस्तान इससे बचा नहीं है। चारों ओर आपस के झगड़े एक दूसरे के साथ संघर्ष और तसादुम फैला रहे हैं। कहीं २ हमारे सूबे में भी ख़ून-ख़राबी हो गयी है, जिसमें निरपराध बे-गुनाह ग़रीब बहुतेरे मारे गये हैं, चोट खाये हैं और धन खोये हैं।

हर आदमी का यह कर्त्तव्य है कि इस तरह की ख़ून-ख़राबी से सूबे को बचावे। आपका यह काम (आपस की समझदारी और शुभ-चिन्तन का आन्दोलन) बहुत ही जरूरी और लाभदायक है।

इस वक्त सबको चाहिये कि अपने दिल दिमाग़ को ठंढा रख कर यह विचार करे कि आख़िर इस सबका क्या नतीजा होगा। हम जितने यहां के बाशिन्दे है यहां ही रहेंगे—यहां ही हमारा जन्म हुआ, यहां ही हमारी मिट्टी मिट्टी में मिलेगी। यहां के ही अन्न जल से हम पाले गये हैं। हमारे बीच भैयाचारी का बर्ताव न रहकर इस तरह का अमानुषिक बर्ताव क्यों जारी हो ?

हम सोचते ही नहीं। आवेश में—गुस्से में आ कर—कुछ ऐसा काम कर देते हैं, जिस पर ठंढे दिल से सोचने पर अफ़सोस किये बिना हम नहीं रह सकते। मैं आशा करता हूं आपका प्रयत्न सफल होगा और इस ख़ुदाई ख़िदमत में ईश्वर आपको मदद देगा।

मेल-मिलाप

भाग १ | पटना, १७ नवम्बर, १९३९ | संख्या १

राम वो रहीम

(र०—"साद" बनारसी)

(१)

या राम कहो, या रहीम कहो,
दोनों की ग़रज़ अल्लाह से है।
या दीन कहो, या धर्म कहो,
मंशा तो उसी की राह से है।
या इश्क़ कहो, या प्रेम कहो,
मतलब तो उसी की चाह से है।
या योगी हो, या सालिक हो,
मक़सूद[1] दिले आगाह[2] से है।
क्यों लड़ता है, मूरख बन्दे!
यह तेरी ख़ाम-ख़्याली[3] है।
है पेड़ की जड़ तो एक वही,
हर मज़हब एक-एक डाली है॥

(२)

बनवाओ शिवाला या मस्जिद,
है ईंट वही, चूना है वही!
मेमार[4] वही, मज़दूर वही,
मिट्टी है वही, गारा है वही!
तकबीर[5] का जो कुछ मतलब है,
नाक़ूस[6] का भी मंशा है वही!
मुस्लिम के लिए जो नमाज़ें हैं,
हिन्दू के लिए पूजा है वही!
फिर लड़ने से क्या हासिल है?
ज़ी-फ़हम[7] हो तुम, नादान[8] नहीं।
जो भाई पै दौड़ें गुर्रा कर,
वह हो सकते इनसान नहीं॥

(३)

क्या क़त्ल वो ग़ारत ख़ूँरेज़ी[9],
तारीफ़ यही ईमान की है?
क्या आपस में लड़ कर मरना,
तालीम[10] यही क़ुरआन की है?
इन्साफ़ करो, तफ़सीर[11] यही,
क्या वेदों के फ़रमान[12] की है?
क्या सचमुच यह ख़ूँख़ारी[13] ही,
आला[14] ख़सलत[15] इनसान की है?
तुम ऐसे बुरे आमाल[16] पै
अपने कुछ तो ख़ुदा से शर्म करो।
पत्थर जो बना रक्खा तुम ने,
इस दिल को ज़रा तो नर्म करो॥

---

१ मतलब। २ जानकार। ३ ना-समझी। ४ राजमिस्त्री। ५ नमाज़के पहले अल्लाहो-अकबर की आज़ान देना। ६ शंख। ७ समझदार। ८ बे-वक़ूफ़। ९ ख़ून बहाना। १० शिक्षा। ११ अर्थ, व्याख्या। १२ आज्ञा। १३ मार काट। १४ ऊँचा। १५ स्वभाव। १६ कर्म।

نمبر ۵	مارچ سنہ ۱۹۴۰ء	جلد ۱

انسان ہی سب سے اعلیٰ ہی کیا ہند و مسلم بنتا ہی

تو پریت نگری کا باسی ہے دنیا کو پریت سکھاتا ہی
اُپدیش سنا کے پریتی کے ہر اک کو مست بناتا ہی

انسان کا مذہب "انسان" ہے سب کو یہ بات بتا دے تو
جو باتیں بھارت بھول چکا ان کی پھر یاد دلاتا جا

خود غرضوں کا کیا جیتا ہی جو بات نہ پوچھیں دکھیوں کی
خدمت ہی اک عبادت ہی یہ سب کو بھید بتاتا جا

جو خودداری کو بھول چکے تفریق نے جن کو مارا ہی
کوئی گیان سنا کے پریتی کا سب بیر برُ دوہ مٹاتا جا

من میلے سب کے دھل جائیں پرکاش ہو جائے پریتی کا
سب لڑنا بھڑنا ہٹ جائے "اکیے" کا بجر بہاتا جا

بھارت کی شان نرالی ہو دنیا میں منزل عالی ہو
فرقوں کے چرچے مٹ جائیں پریتی کا راگ سناتا جا

انسان ہی سب سے اعلیٰ ہی کیا ہند و مسلم بنتا ہی
انسان بناتے ہیں جو جو وہ سارے سبق پڑھاتا جا

(سنت بودھ سنگھ صاحب بیرؔ)



ہندو اور مسلم لیڈر فرقہ وارانہ جھگڑوں کو بند کرنے کیلئے جوائنٹ اپیل شایع کریں

جس طرح سے شطرنج کی بازی کھیلنے والے ایسی ایسی پیچیدہ چال چلا کرتے ہیں جسے دوسرے دیکھنے والے نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ بلکہ خود کھیلنے والوں میں سے ایک پارٹی دوسرے پارٹی کے چال کا مقصد اکثر نہیں سمجھ سکتی ہے۔ اسی طرح سے ہندوستان کے پولیٹکس کا مسئلہ اسوقت گھنگھور تاریکی میں پڑا ہوا ہے۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ اسوقت دوسرے پولیٹیکل مسائل زیادہ اہم اور ضروری نہیں سمجھے جا رہے ہیں جس قدر دو بڑی قوموں کے میل اور بندھن کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ دنیا کے لوگ اس مسئلہ پر جب غور کرنے بیٹھتے ہیں تو انھیں اس کا تعجب ہوتا ہے کہ اس اتحادی مقصد کے پورا کرنے میں ہندو اور مسلمان کیوں دیر لگا رہے ہیں۔ جسقدر یہ مقصد اعلےٰ اور ضروری ہے اوسی قدر اس میں روز بروز الجھن پر الجھن پیدا ہو رہی ہیں۔

آپس کے اتحاد اور سمجھوتہ کا مسئلہ جس قدر سہل اور آسان دو سال پہلے تھا اوسی قدر آج ناممکنات میں شمار کیا جانے لگا ہے۔ ہر دو فرقے کے لیڈروں نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر ہمت ہار دی ہے۔ ان کی بات چیت ان کے لکچروں سے اس کی جھلک صاف معلوم ہونے لگی ہے کہ ان کو مایوسی پر مایوسی ہو رہی ہے۔

اس کی ظاہری وجہ اگر کوئی ہوسکتی ہے تو آپس کی بے اعتمادی اور بے اعتباری ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سمجھدار اور دور اندیش لیڈروں کے پاس کیا اس کا کوئی علاج نہ رہا؟ اگر ہے تو کیوں نہیں جلد از جلد اس کی صورت پیدا کرتے ہیں۔ اگر نہیں ہے تو ایسی آگ لگانے ہی سے کیا فائدہ ہے جسے دوسرا آکر بجھائے۔ اور ہم کھڑے کھڑے تماشا دیکھا کریں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے ملک کے لیڈروں میں خواہ وہ کسی جماعت کے ہوں اس کا مادہ اور اس کی طاقت ان میں موجود ہے کہ وہ صاف دلی سے غصہ اور بے اعتباری کو دل سے نکال کر چاہیں تو چند گھنٹوں میں خود سے آپس میں فیصلہ کر سکتے ہیں

وطن پرستوں اور لیڈروں کو ملک کی حالت پر بھی ذرا غور کرنا چاہیے۔ وہ ہندوستان جس کے لئے وہ اپنی زبردست قربانی

کر رہے ہیں۔ اپنے جان اور مال سے اس کی بھلائی کی فکر میں سرگرداں ہو رہے ہیں وہی ہندوستان اب وہ نہیں رہا جو کہ ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں کے پہلے تھا۔ ہندوستان اپنے اخلاق اور رواداری میں بہت پیچھے ہٹ رہا ہے۔ اور تیزی سے ہٹ رہا ہے جس قدر اس کو سنوارنے کی کوشش کی جا رہی ہے اسی قدر اسکا قدم پیچھے کی طرف جا رہا ہے۔ وہی وحشیانہ حرکات جو سویلیزیشن یا تمدن کے پہلے تھے ہندوستانیوں کے ذہنیت میں یہ پھر لوٹ رہے ہیں۔

ہندوستانیوں کو اس کا دعویٰ تھا ہے کہ ہم تہذیب اور تعلیم میں بہت کچھ آگے بڑھ چکے ہیں۔ حکومت کی پوری ذمہ داری لینے کی قابلیت ہم میں پیدا ہو چکی ہے فوج اور پولس کو اپنی ماتحتی میں رکھکر اس کا صحیح مصرف لے سکتے ہیں ملک میں امن و امان قائم رکھ سکتے ہیں لیکن مشاہدہ اس کے خلاف دکھائی دیتا ہے۔ چند گنے ہوئے لیڈروں کے سوا اس کا اہل کون ہے اور اس کا ثبوت کس نے دیا ہے اس کا بتانا مشکل ہے۔

ابھی تک ملک میں فرقہ وارانہ جھگڑے اور فساد کو ہم دور نہیں کر سکے ہم میں اتنی ہمت نہیں یا ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ہم اپنے اپنے فرقہ پر پورا اختیار رکھکر ان کو خونریزی اور جھگڑے فساد سے روکیں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ سکھر کے فسادات شرمناک اور دل کو ہلا دینے والے ہیں۔ یا صوبہ بہار ہی میں لیجئے۔ گیا ایک ایسا متبرک اور مذہبی مقام ہے جہاں سمجھدار اور پڑھے لکھے مذہبی آدمیوں کی آبادی سمجھی جاتی ہے وہاں بھی کسی کا کسی پر اتنا قابو نہیں کہ بار بار کے جھگڑے کو ہمیشہ کے لئے روکا جا سکے۔ گیا کے ہندو اور مسلمان بھائیوں پر ذرا نظر کیجئے اور سوچئے کہ ان کی زندگی آئے دن کے جھگڑوں سے کسقدر خطرہ میں پڑی ہوئی ہے۔ جو آج کے جھگڑے سے بچ گیا اس کو خوف ہے کہ کل کے جھگڑے میں ایسا نہ ہو کہ اس کی اور اوس کے بال بچوں کی جان خطرہ میں آ جائے۔ رات کی نیند ان بھائیوں کی حرام ہے۔ یہ وحشیانہ حرکات کیسے جا سکتے ہیں یا انہیں شہر کے گنڈے اگر فساد مچاتے ہیں تو شہر ہی والوں کا یہ فریضہ ہے کہ اُن گنڈوں کو قانون کے دروازوں پر پہنچا دیا۔ حکومت اُن سے سمجھ لیگی۔ اور پھر جب یہ معلوم ہے کہ گنڈوں کی حرکت ہے تو سمجھدار آدمیوں کو فوراً اپنے فرقہ کے لوگوں کو روک تھام کرنے اور اُن کو سمجھانے میں مشغول ہونا چاہئے۔ اپنے اپنے محلہ میں میل ملاپ کی کمیٹی قائم کر کے ہر ہفتہ ہندو مسلم کا جلسہ ہونا چاہئے اور آپس میں تبادلہ خیال کرتے رہنا چاہئے تاکہ گنڈوں کو شورش مچانے میں کامیابی نہ ہو۔ ایسی کمیٹیاں اگر قائم بھی ہوتی ہیں تو زیادہ تر نام ہی کی ہوتی ہیں۔ تھوڑا سا نام و شہرت حاصل کرنے کی غرض سے کیا گیا اور پھر خاموش ہو گئے۔

کوئی کام جو نام اور شہرت حاصل کرنے کی غرض سے کیا جائے اوس میں کامیابی کی امید بیکار اور فضول ہے۔ خدا کے نام پر خلق خدا کی جان اور آبرو بچانے کی غرض سے اگر کمیٹیاں قائم کی جائیں تو اوسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھکر انجام دیا جائیگا۔

پبلک اس امید میں بیٹھی ہے کہ جب ہمارے لیڈر آپس میں مل جائیں گے تو ہم بھی آپس میں شیر و شکر ہو جائینگے۔ اور لیڈر اپنے اپنے ہٹ یا بات منوانے کی فکر میں نت نئے شرائط پیدا کر رہے ہیں ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی ہے کہ خلق خدا کی جانیں ہندوستان میں کس طرح تلف ہو رہی ہیں۔ اگر اس پر ذرا سا غور کیا جائے اور رحم اور عقل سے کام لیا جائے تو جھگڑوں کا بند کر دینا لیڈروں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

آج مہاتما گاندھی اور قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح جوائنٹ اپیل ملک میں اس بات کی شائع کر دیں کہ ہندو مسلمان اپنے فرقہ

جنگ کو موقوف کردیں اور صلح کی کسی صورت پر غور کرنے کا موقع دیں جس سے آپس میں دائمی بھائی چارہ قائم ہو سکے تو امید ہے کہ اس خانہ جنگی کا پتہ بھی نہ رہیگا اور سینکڑوں خلق خدا کی جانیں بچ جائیں گی اور تباہی سے پناہ ملیگی۔

بڑے بڑے ملکی جنگوں میں تو عین گھمسان لڑائی کے وقت پر التوا ہوتا ہے۔ اور اس میں کسی حکومت کی توہین نہیں سمجھی گئی ہے تو پھر ہمارے پیارے اور معزز لیڈروں کو التوا کی درخواست کرنے یا ہدایت کرنے میں کون سی رکاوٹ ہے؟ امید ہے کہ خلق خدا کی جانوں پر رحم کرکے ہمارے ذمہ دار ہندو اور مسلم لیڈر التوا کی جوائنٹ اپیل ضرور شائع کریں گے۔ اور دل سے اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی تدبیر اختیار کریں۔

ملکی بچے اور نوجوانوں کی دنیا

پیارے بچو اور نوجوانو۔ تم مادر وطن کے لعل ہو جواہرات پر جلا دینے والے اور تراش خراش کر خوبصورت بنا دینے والے جس طرح سے جواہرات کو قیمتی بنا دیتے ہیں اور وہ جواہرات بادشاہوں کے تاج اور لباس کی زینت ہوا کرتے ہیں اسی طرح سے تم بھی اپنے اسکولوں کالجوں سے جلا پاکر تراش خراش سے صاف اور بے داغ ہوکر دنیا میں قیمتی زندگی لیکر داخل ہوتے ہو۔ تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ مادر وطن کے تم ایک زبردست سرمایہ ہو۔ تمہارے ہی ہاتھوں میں اپنے وطن کے قسمت کی باگ ہوگی۔ تم ہی وطن کی آزادی سے فائدہ اٹھاکر دنیا والوں کے لئے ایک ایسا اصول قائم کروگے جس سے وطن کی خوش قسمتی۔ میل ملاپ اور آپس کی محبت کا پرچار ہوگا یہ بات تمہارے ہی اختیار کی ہوگی خواہ تم اور تمہارے وطن والے خوش اور آسودہ پرامن زندگی بسر کریں یا تمہارے غلط رویہ سے وطن والوں کو کرم بھوگ بھوگنا پڑے

تم ہندوستانی بچے ہو۔ ہندوستان کو تم پر ناز ہے۔ ہندوستان کی آنکھیں تمہارے پروان چڑھنے اور تمہاری بلندی دیکھنے کی منتظر ہیں۔ تمہارے بزرگوں نے اپنے اپنے نام اور اپنے کارنامے اسی ملک میں چھوڑے ہیں۔ تمہیں بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلکر نام پیدا کرنا ہے۔ قبل اس کے کہ تم دوسروں کی باتوں پر بلا سوچے سمجھے قدم آگے بڑھاؤ تمہیں چاہئے کہ تم اپنے ضروری فرائض پر پہلے غور کرو۔ اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرو

تمہارا پہلا فرض تعلیم حاصل کرنا ہے اور ایک ایسے راستہ کو اختیار کرنا ہے جسمیں سلامت روی - نیک چلنی اور دور اندیشی موجود ہو۔ وقتی شورش۔ اُوستاد کی نافرمانی اور اصول وقاعدہ کے خلاف چلنا تمہارے بزرگوں کا رویہ نہ تھا۔ ایسا نہ ہو کہ زمانہ تعلیم ہی میں جبکہ تم ناتجربہ کار ہو اور دنیا کی دوسری ذمہ داری کا بوجھ تم پر نہ ہو اوس وقت اپنی تعلیم اور تہذیب سے غافل ہو جاؤ۔ خدا نے تمہیں عقل دی ہے جو کام دوسروں کے کہنے کا ہے اوس میں اپنی دماغی طاقت قبل از وقت صرف کرکے اپنے کو ناکارہ

تو بناؤ۔ جلدی کس بات کی ہے! ابھی تم اپنے کو ایسا تو بنا لو کہ تمہاری تہذیب تمہارے اخلاق اور قومی شرافت کی شعاعیں تم میں سے پھوٹ پھوٹ کر نکلنا شروع ہوں اور تم مثل مقناطیس کے اپنے میں ایسی کشش پیدا کر لو کہ دنیا خود تمہاری طرف کھنچ جائے۔

تمہارے سامنے آج اسکی زندہ مثالیں موجود ہیں اس وقت بوڑھے اور نوجوان ملک کے لیڈر اپنے تعلیم کے زمانوں میں کس قدر تحصیل علم تہذیب اور اخلاق کی پیروی کرتے تھے اور اسی وجہ سے آج دنیا آنکھ بند کر کے اون کی باتوں پر بھروسہ کر رہی ہے اون کے نقش قدم پر چلنا چاہتی ہے۔ اگر وہ کم سنی میں اپنے کو اچھا نہ بناتے تو دنیا کی نظروں میں کوئی عزت اور وزن اون کا نہ ہوتا۔

تم کو چاہیے کہ رواداری۔ آپس کا میل۔ ہمسایہ کی محبت اور اپنے بزرگوں کی یادتازہ رکھنے کے لیے اون کے بیش قیمت رویہ پر چلکر ترقی کے میدان میں آگے بڑھو۔ پھر کامیابی اور شہرت تو خود تمہاری محکوم رہے گی۔ (ایڈیٹر)

آپس کے بھائی چارہ اور اتحاد کی خبریں

شیعہ سنی کا میل

ابھی حال کی بات ہے کہ لکھنؤ میں مادر وطن کے ہونہار فرزند آپس میں دوچار ہورہے تھے۔ لیکن غلطی پھر غلطی ہی کہی جائیگی ناسمجھی سے چاہے بھائیوں میں کچھ بھی اختلاف پیدا ہو جائے لیکن ٹھنڈے دل سے سوچنے کے بعد ہر سمجھدار آدمی رواداری اور برادرانہ سلوک پر مجبور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ لکھنؤ کے اخبار سرفراز مورخہ ۱۷۔ ۱۸ رفروری کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں جذبہ اتحاد وملت سرگرمی کے ساتھ پیدا ہورہا ہے۔ ذیل کی خبر ملاحظہ کریں۔ (ایڈیٹر)

"امسال شہر لکھنؤ میں حضرات اہل سنت عزاداری امام حسینؑ میں بہت انہماک کا اظہار کر رہے ہیں۔ امین آباد میں روزانہ سرشام ہی سے متعدد تعزیئے اور علم گشت کے لئے نکالے جاتے ہیں اور نوحہ خوانی ہوتی ہے۔ سینکڑوں آدمی شرکت کرتے ہیں۔

ضلع مونگیر میں سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس اور صدر اس ڈی او صاحب نے آپس میں میل کرادیا

۲۲ رفروری کے انڈین نیشن سے معلوم ہوتا ہے ضلع مونگیر بمقام مشکی پور علاقہ تھانہ تارہ پور میں گذشتہ بقرعید کے موقع پر ایک مسجد کے نقصان ہونے سے آپس میں کشاکش ہورہی تھی حکام وافسروں کی مستعدی اور کوشش نے اب تک روکا تھا اور کوئی ناخوشگوار نتیجہ نہ پیدا ہوسکا تھا اسی علاقہ میں صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس اور صدر اس۔ ڈی۔ او صاحب نے دورہ کر کے ایک اتحادی کمیٹی قائم کی دونوں فرقہ کے بااثر لوگوں کو بلاکر ایک دوسرے سے آپس میں میل کرادیا۔ اس۔ ڈی۔ او صاحب نے اسی موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ پشتہا پشت سے بھائی کے طرح ساتھ کے رہنے والے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو فراموش کر دیتے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پولیس اور مجسٹریٹ کو آکر اون کے دائمی اتحاد کو یاد دلانا پڑتا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

میل ملاپ پڑھنے کا نتیجہ

عالیجناب امام صغیر احمد صاحب، ساکن موضع چک حسن عرف بنگرہ ضلع مظفرپور سے لکھتے ہیں کہ بتاریخ ۲۰ فروری سنہ ۴۰ء کو ایک شخص مسمی بابو بھگوت چودھری جو موضع چک حسن عرف بنگرہ کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے اپنے لڑکے

ے جینو کی تقریب کی ہندو اور مسلمانوں کو دعوت دی انہوں نے مسلم
ریقہ سے دسترخوان بچھا کر اپنے ہاتھوں سے کھانا چن دیا۔ اور ضرورت
نے پر پھر وہی بذات خود ہم لوگوں کے پاس جا کر نہایت خلوص سے جن جن
یزوں کی ہم لوگوں کو ضرورت ہوتی تھی۔ بدست خود حاضر کرتے تھے۔ مجھے
ی حیرت معلوم ہوئی کہ جو ہم لوگوں سے کھانے کے وقت بیٹھنے سے
پرہیز کرتے تھے۔ آج وہی ہم لوگوں کو دعوت دیکر عزت و احترام کے ساتھ
کھلا رہے ہیں۔ اور کسی طرح کے چھوا۔ چھوت کا خیال ان کو نہیں ہے
جب ہم لوگ کھانا کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو انہوں نے بڑے تپاک
سے ہم لوگوں کو رخصت کیا میں اس مخلصانہ اور بھائی چارہ کا سلوک
اور اتحاد۔ دیکھکر بہت خوش ہوا۔

مادر ہند کے آنکھوں سے ہیں آنسو جاری

عالیجناب ڈاکٹر ست نرائن سہائے صاحب چھپرہ

جبکہ غیروں کا طرفدار ہو ساجن میرا — کیوں نہ ویرانہ نظر آئے یہ گلشن میرا

ھائی سے بھائی کے لڑنے کا نتیجہ دیکھو — دست اغیار ہے اور حلقۂ گردن میرا

ادر ہند کی آنکھوں سے ہے آنسو جاری — گھر اجڑواتی ہے آپس کی یہ الجھن میرا

ل کے تاروں سے نکلنے جو لگے پیت کا راگ — وطن آزاد ہو آزاد ہو مسکن میرا

بات کیا ہے کہ سنگٹن میل نہیں آپس میں
ہو نہ ہو چرخ ستمگار ہے دشمن تیرا

دو بزرگ ہستیوں سے ملاقات

پنڈت جگت نارائن صاحب۔ ایف۔ بی۔ اس۔ ایڈیٹر ہندی سکشن اپنے چند دوستوں کے ساتھ بہار کے قابل قدر دو بزرگوں سے ملے اور اون سے میل ملاپ کے متعلق جو گفتگو ہوئی اون کا خلاصہ یہاں تحریری شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

عالیجناب حضرت سید شاہ محی الدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ پھلواری شریف

میل ملاپ بڑی اچھی چیز ہے۔ ضرور اس کے لئے پوری کوشش ہونی چاہئے۔ مجھے یہ اقدام بہت پسند ہے۔ میں دل سے اس کی تائید کرتا ہوں۔ میل ملاپ نہ ہونے ہی کی وجہ سے تو ہم پیچھے گرے ہوئے ہیں۔ آج میل ملاپ ہوجائے تو ہماری ترقی میں کوئی دیر نہ ہوگی۔ دیکھئے جیسے ہندوستان میں یہاں ہندو اور مسلمان ہیں ایسے ہی مصر میں مسلمان اور قبطی ہیں لیکن اُن لوگوں نے آپس میں میل کرلیا ہے اور بہت جلد اون کو آزادی حاصل ہوگئی اور تیزی سے ترقی کے راہ پر چل رہے ہیں۔

لیکن میل ملاپ جب ہی ہوگا جب ہندو مسلمان دونوں سچے دل سے متحد ہو جائیں۔ دل کی سچائی ہی تو اصل چیز ہے۔ چوری، زنا، شراب خواری وغیرہ کو تو سبھی برا مانتے ہیں۔ لیکن ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہو یعنی کو میل ملاپ اور دل میں بغض اور کینہ منہ پر تعریف اور پیٹھ پیچھے شکوہ شکایت۔ یہ چیزیں چوری وغیرہ سے بھی کہیں زیادہ بری ہیں اس لئے ان سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

خدا آپ لوگوں کی مراد پوری کرے۔ یہی میری دعا ہے۔

عالیجناب ڈاکٹر سر سید سلطان احمد صاحب بارسٹرایٹ لا پٹنہ

میل ملاپ بہت اچھی چیز ہے۔ میں اس کوشش میں ہر طرح آپ کے ساتھ ہوں۔ میل ہونا تو کوئی بڑی بات نہیں لیکن اس نیت سے دونوں فریق اکٹھے بھی تو ہوں۔ دل کھولکر باتیں تو کریں۔ میل کا سودہ تو تیار ہے لیکن کوئی سننے والا بھی تو ہو۔

کیا کہا جائے اجب اپنی ہی زمانہ کی پرانی باتیں یاد آتی ہیں تو کلیجہ بیٹھنے لگتا ہے ہم کیا تھے اور کیا ہوگئے۔ ہولی کھیلنے میں خاص کر کے کلکتہ سے گیا آیا کرتا تھا۔ ہولی کی دعوت ہم ہندوؤں کو دیتے تھے۔ اور عید کے دن مسلمانوں کی دعوت ہندوؤں کی طرف سے ہوتی تھی۔ ہولی میں ہمارے کپڑے اور چہرے اس قدر رنگے جاتے تھے کہ ہماری صورت تماشہ دیکھنے کے لائق ہو جاتی تھی اور محرم منانے میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ تعداد ہندوؤں کی ہوتی تھی۔

شادی بیاہ کا کام بھی ایک کا دوسرے کے بغیر نہیں چلتا تھا۔ ہم تو دل سے ایک دوسرے کو چچا ماموں، بھائی بھتیجا مانتے تھے۔ اب بھی کہیں کہیں یہ رشتہ قائم ہے۔

اتنے میں ڈاکٹر ایس سنہا کا ایک خط پہونچا اوس میں لکھا تھا " مائی ڈیر سلطان جا "

ایک ہی دین مختلف شکلوں میں نمایاں ہے

شری سوامی دیویکا نند جی کے ایک انگریزی تقریر کا ترجمہ جو امریکہ میں ہوا تھا ۔

—— دوسری بات جو میں نے اپنے گرو دیو پرم ہنس شری رام کرشن دیو سے سیکھا اور جو شاید سبھوں سے زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے۔ یہ ایک انمول سچائی ہے کہ دنیا کے مختلف مذاہب کے اصول نہ تو ایک دوسرے کو رد کرتے ہیں نہ ان میں اختلاف ہے۔ بلکہ یہ سب کے سب ایک ہی اصول دین کی مختلف شکلیں ہیں ۔

دھرم تو ایک ہی ہے۔ نہ اس کی ابتدا ہے اور نہ انتہا۔ یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہی دین طرح طرح کے ملکوں میں طرح طرح کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں ہر مذہب کا احترام کرنا چاہیئے اور ہم سے ہوسکے تو کل مذاہب کو اپنا بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے

مذہب کی شکل صرف قومیت اور جگہ کی وجہ سے نہیں بدلتی ہے بلکہ انسان کی اہلیت اور تمدن کے لحاظ سے بدلتی ہے۔ ایک انسان میں مذہب کی جھلک اوس کے عمل کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ دوسرے میں انتہائی تقدس کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ تیسرے میں روحانیت کے شکل میں نمایاں ہوتی ہے۔ چوتھے میں فلسفہ کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ غلطی ہے جو ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ تمہارا راستہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اصلیت کو سیکھیں کیونکہ صداقت تو ایک ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے بھی اپنی کوتاہ بینی سے مذہب کو علیحدہ شکلوں میں دیکھتے ہیں ۔

ہماری کسی کے ساتھ دشمنی نہ رہے گی سچا خلوص و ہمدردی ایک دوسرے کے ساتھ پیدا ہو جائیگا۔ جب تک دنیا میں مختلف قوم کے لوگ رہنگے اسوقت تک اون کے لئے ایک ہی سچے دین کی مختلف صورتیں ضروری ہیں جب ہم لوگ اس بات کو اچھی طرح سے جان جائنگے تو سمجھ میں آجائے گا کہ ایک دوسرے کے ساتھ رواداری اور ضبط و برداشت کا سلوک رکھنا ہمارے لئے کتنا ضروری ہے۔

درحقیقت باطنی طور سے وحدت ہی وحدت ہے۔ سب ایک ہی ہیں۔ مگر ظاہری طور سے رنگ روپ کی کوئی حد نہیں ہے۔ لیکن ان کے پیچھے ایک صداقت پوشیدہ ہے۔ جسکی کوئی انتہا نہیں۔ یہی حالت آدمی کے ساتھ بھی ہے۔ انسان ایک چھوٹا سا خاکہ کائنات کا ہے یعنے جو کچھ کائنات میں ہے وہ سب کچھ چھوٹی شکل میں انسان میں موجود ہے۔ باوجود ان اختلافات کے ان سبھوں کے اندر اور باہر اتحاد کی لہر پھیلی ہوئی ہے اسی بات کو ہمیں سمجھنا چاہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اور باتوں سے بڑھکر آج اسی بات کی ضرورت ہے ۔

میں ایک ایسے ملک سے آتا ہوں جو مذہبوں کا گہوارہ ہے صحیح ہو یا غلط جس کسی کے دل میں کچھ بھی مذہب کا خیال رہا ہے اپنے اعتقاد کے پھیلانے کے لئے وہاں ضرور اپنا آدمی بھیجا ہے میں اپنے بچپن ہی سے دنیا کے مختلف مذاہب کے تھوڑی بہت اگاہی رکھتا آیا ہوں۔

موت کا غم مٹانیوالے بھی ہندوستان میں اپنا پیغام دیئے ہیں اون کا بھی خیر مقدم کیا گیا۔ مذہب کے پیغام کے لئے ہندوستان کی زمین موافق ہے دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں ہندوستان میں ایسے پیغامات

زیادہ گہری جڑ پکڑ لیتے ہیں۔

اگر آپ ہندوؤں کو سیاست سکھانے جائیں تو وہ نہیں سمجھینگے لیکن آپ اون کو مذہب کا پیغام دینے جائیں چاہے وہ پیغام کیسا ہی کچھ کیوں نہو تو آپ کو بات کی بات میں سینکڑوں اور ہزاروں اعتقاد لانیوالے ملجائیں گے اور ممکن ہے کہ آپ کو خدا کا بھیجا ہوا سمجھنے لگیں۔

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہندوستان میں ایسا ہوتا ہے۔ وہاں اس کی ضرورت ہے۔ ہندو دھرم کی تعداد بیشمار ہے اور اون میں ایک دوسرے سے کچھ اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ پھر بھی سب اس کو ایک ہی مذہب کی مختلف شکل سمجھتے ہیں۔

جس طرح مختلف ندیاں پہاڑوں سے نکلکر اولٹی سیدھی بہتی ہوئی آخر میں سمندر میں ملکر ایک ہو جاتی ہیں۔ اوسی طرح سے مختلف اعتقاد رکھنے والے مختلف راہ چلتے چلتے خدا میں آ ملتے ہیں۔ یہ کچھ شاعری نہیں ہے ہاں اس بات کو سمجھنا ضروری ہے لیکن اون لوگوں کے ایسا نہیں جو اپنے کو ذرا اونچا سمجھکر کہتے ہیں کہ "ہاں ٹھیک ہے اوس میں بھی کچھ اچھی چیزیں ہیں" کچھ لوگوں کے تو ایسے عجیب خیالات ہیں کہ وہ سب مذاہب کو تو پرانے زمانہ کی ایجاد کے بچے کچھے ٹکڑے کہتے ہیں۔ لیکن اپنے دین کو بلندی پر پہونچا ہوا کہتے ہیں۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ چونکہ میرا مذہب سب سے پرانا ہے اس لئے یہ سب سے بڑا ہے" دوسرا بھی یہی دعوی کرتا ہے کیوں کہ اوسکا مذہب سب سے نیا ہے۔ لیکن ہمیں سمجھنا چاہئے کہ اون میں سے ہر ایک میں انسان کو نجات دلانیکی طاقت ہے۔

اگر آپ نے مندر یا گرجا گھر میں کہیں بھی مذہب کے اختلاف کی بات سنی ہے تو آپ نے محض انا ہے اعتقاد کی بات سنی ہے۔ ایک ہی خدا سبھوں کی باتیں سنتا ہے اور سبھوں کو جواب دیتا ہے اس کی ذمہ داری آپ کے ہمارے یا کسی دوسرے اونی کے اوپر نہیں ہے کہ ہم کسی ذی حیات کو بچائیں یا اوس کو نجات دیں۔ صرف ایک قادر مطلق کا ہی یہ اختیار سبھوں کیلئے ہے۔

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ لوگ خدا پر اعتقاد بھی رکھتے اور ساتھ ہی ایسا بھی سوچتے ہیں کہ خدا نے خوبیوں کا خزانہ صرف تھوڑے ہی سے لوگوں کے سپرد کر دیا ہے اور وہی لوگ دوسرے آدمیوں کے ولی نعمت یا رکھوالے ہیں۔

کسی آدمی کا اعتقاد نہ توڑیئے۔ اگر آپ کسی آدمی کی حقیقت جان سکتے ہیں اور اوسے اپنی جگہ سے اوٹھنے میں مدد یا سہارا دے سکتے ہیں تو ضرور دیجئے۔ لیکن جو کچھ اوس کے پاس موجود ہے۔ اوس سے برباد نہ ہونے دیجئے

سچا پیشوائے دین وہی ہے جو چشم زدن میں ہزاروں آدمیوں کی شکلوں میں اپنے آپ کو بدل سکے۔ سچا گرو وہی ہے جو فوراً اپنے آپ کو عالم یا طالب علم کی سطح پر اوتار لائے اور اپنی روحانیت کی جھلک اوس کی روح میں ڈالکر اوس کی آنکھوں سے دیکھنے اوس کے کانوں سے سننے اور اوس کے دماغ سے سمجھے۔

ایسا ہی معلم یا پیشوا حقیقت بتا سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں دنیا میں جو بہتیرے نقلی گرو کاٹ چھانٹ کرنے والے، برباد کرنیوالے بھرے پڑے ہیں۔ اون سے کبھی کچھ بھی بھلائی نہیں ہو سکتی۔

صداقت کی آواز

پنڈت برج ناتھ شرغا صاحب ایڈووکیٹ کے انگریزی تحریر کا ترجمہ

(اقتباس از اخبار اسد لکھنؤ مورخہ ۲۷ فروری سنہ ء)

خدا کے نیک بندے صرف ایک چیز کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ وہ چیز کیا ہے صداقت ہے۔ صداقت خدا کی خود عطا کی ہوئی ہے

صداقت محض صداقت ہی کو سربلند کرنے کے لیے رسول کے نواسے نے اپنے وفادار ساتھیوں کے ساتھ اپنی جانوں کی قربانیاں دیں۔

عاشورہ کی رات اس یادگار قربانی کی سالگرہ ہے وہ وقت ہے جس میں انسان اپنے دل کا جائزہ لے سکتا ہے اور یہ پتہ چلا سکتا ہے کہ آیا وہ صداقت پر قائم ہے یا اس نے اس راستہ سے روگردانی کی۔

صداقت بظاہر مختلف ممالک میں مختلف زمانے میں جامہ صد رنگ یا مختلف حیثیتوں میں نظر آتی ہے لیکن خم صفا ایک ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اور اس میں ذرا سا ڈبو دینے کے بعد یک رنگ و متحد ہو جاتی ہے اور تنہا صداقت ہی نظر آتی ہے۔ اسی طرح کا خیال نہایت خوبصورتی سے ہندوں کی کتابوں میں ظاہر کیا گیا ہے جن میں کہا گیا ہے کہ گایوں کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ لیکن ان سب کے دودھ کا رنگ ایک ہی ہوتا ہے یہ رنگ اور صورت گویا بمنزلہ گائے کے ہے۔ اور صداقت بمنزلہ دودھ کے ہے کیا ہم دودھ کو بھلا کر گایوں کے رنگ پر نہیں لڑ رہے ہیں جبکہ ایک جماعت دوسری جماعت سے برسرپیکار ہے۔ اور ایک جماعت دوسری جماعت کو تباہ کر دینا چاہتی ہے۔

مذہب کی نگاہوں میں فرقہ و نسل کوئی چیز نہیں صداقت کے نزدیک فرقہ وارانہ اور جماعتیں حد ود کوئی نہیں ہیں وہ سب پر حاوی ہے وہ وقت اور حدود سے بہت بالاتر ہے کرشن جی نے ارجن سے کہا کہ سچائی کی تعلیم جو وہ دے رہے ہیں وہ واسن نے منو کو دی اور منو کو اشاوک نے وقتاً فوقتاً دی ہے۔ خدا نے خود اپنے قرآن میں کہا ہے کہ میں جو میں تم سے کہہ رہا ہوں پرانے پرانے مقدس لوگوں کی تحریروں میں بھی پایا جاتا ہے کیونکہ ہر قوم میں نبی بھیجے گئے انسانوں کی کوئی جماعت ایسی نہیں جس میں تنبیہ کرنے والا اور ہدایت کرنے والا نہ بھیجا گیا ہو نبیوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے میں یقینی پروردگار، خدا پہلا اور سوا میرے کوئی خدا نہیں اور میں ہی مستحق عبادت ہوں۔"

قرآن خود اس کی گواہی دیتا ہے ان الفاظ میں کہ ہم نے ہر جماعت میں رسول بھیجے" تاکہ وہ ان کی زبان میں ہدایت کریں۔ اور اس طرح سے ان کے دلوں میں معنی و مقاصد کے متعلق کوئی غلط فہمی نہ ہو سکے قرآن عربی میں اس لئے نازل کیا گیا کہ مکہ اور اس کے اطراف کے شہر آسانی سے صداقت کو انہیں الفاظ میں سمجھ سکتے ہیں۔ جن سے وہ آشنا ہیں کیونکہ اگر کسی غیر زبان میں ہم نے کوئی کتاب نازل کی ہوتی تو یہ اعتراض کیا جاتا کہ یہ انکشافات واضح طریقے پر کیوں نہ کئے گئے۔ اس لئے جو لوگ مذہبی ہونے کے مدعی ہیں خواہ وہ کسی مذہب کی تختی اپنی پیشانی پر لگائیں۔ اس کی کوئی وجہ نہیں رکھتے کہ وہ اس لئے لڑنے لگیں کہ فلاں کی تختی اس رنگ کی ہے اور ہماری تختی اس رنگ کی ہے۔ خدا نہ ہندو ہے اور مسلمان نہ ہندو کا خدا دوسرا ہے اور نہ مسلمانوں کا خدا دوسرا ہے جو خدا کو اللہ کہتا ہے وہ اس سے نہیں لڑتا جو خدا کو خدا کے نام سے پکارتا ہے پھر کیوں اکبر یا خداوند کریم کے پجاری ان لوگوں سے نفرت کریں جو مہادیو یا پرم کے نام سے خدا کے آگے سر عبودیت خم کرتے ہیں رحم ان ہی خداوند صفات کا مظہر ہے جن کا لفظ شبھو مظہر ہے۔ رحمان کے وہی معنی ہیں جو شنکر کے قادر کا وہی مفہوم ہے جو بھگوان کا مفہوم ہے ہم لوگ نہ صرف یہ ہی نہیں کہ صرف ایک نام سے پرستش کرتے ہیں۔ بلکہ ہم سب ایک چیز کا جزو ہیں صداقت جن کا ہر مذہب حامل ہے بائبل میں کہا گیا ہے کہ ایک دوسرے کا جزو ہیں۔ خدا نے زمین پر بسنے والی قوموں میں ایک ہی قوم کو رواں دواں کیا ہے قرآن میں کہا گیا ہے کہ خدا کی تمام مخلوق ایک ہی خدائی برادری کے افراد ہیں۔ وید میں کہا گیا ہے کہ تمام انسان جسم انسانیت میں سر بازو ہاتھ پیر کی حیثیت رکھتے ہیں بازو کی کتنی حماقت ہوگی کہ وہ جسم سے لڑ جھگڑ جائے یا سر اور پیر جدا ہو جائے

انسانی جسم ہی کو دیکھئے کہ جب تمام اعضا مل کر کام کرتے ہیں تو کتنا اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔

وید میں کہا گیا ہے کہ اپنے اپنے دل۔ ذہن اور مقصد کو ایک بناؤ تم ترقی کروگے اور امن سے رہوگے۔ تمہاری غذا تمہارا پانی تمہارا کام سب مشترک ہونا چاہئیے خدا تمہیں ایک ہی جوئے کے نیچے دیکھنا چاہتا ہے اور روحوں کے لئے قربانی کی جو آگ جلائی جاتی ہے ان سب میں تمہارا ارادہ ایک ہی ہو اور ایک ہی نام نکلے زندگی کی شاہراہ میں ساتھ ساتھ چلو اور ایک ہی آواز متحدہ آواز سب کی زبان سے بلند ہو اور تم سبھوں کا دل ایک بات کو جانے اور وہ صرف صداقت ہو۔

کیا ہندو مسلمان اپنی مقدس کتابوں کی ان ہدایتوں پر لبیک کہیں گے؟ ہاں وہ ایسا کریں گے خدا اس کے لیئے مجبور کرتا ہے۔ کوئی خدا سے نافرمانی نہیں کرسکتا اس کی ہدایت پر عمل پیرا ہو اور تم اس کے نتائج نیک پاؤگے۔

القرآن

عالیجناب میر عسکری حسن صاحب جعفری۔ ایف۔ ٹی۔ اس نے چند زرین اقتباسات قرآن پاک سے منتخب کرکے ارسال فرمایا ہے اس سے لاؤاؤن گر ما) یا عمل کے راز کا انکشاف ہوتا ہے۔ اس پر عمل کرنا ہمارے لئے بیحد مفید ہوگا (ایڈیٹر)

بہشتی کون ہے۔ بیشک مسلمانوں اور یہودیوں اور نصرانیوں اور لامذہبوں میں سے (جو شخص اپنی عقل کے پابند ہیں) جو کوئی خدا اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتا ہے تو انہیں کیلئے ان کا اجر و ثواب ان کے خدا کے پاس ہے اور نہ (قیامت میں) انپر کسی قسم کا خوف ہوگا نہ وہ رنجیدہ دل ہوں گے۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیتہ ۶۲)

ہاں البتہ جس شخص نے خدا کے آگے اپنا سر جھکا دیا اور اچھے کام بھی کرتا ہے تو اوس کے لئے اس کے پروردگار کے یہاں اس کا بدلہ (موجود) ہے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں پر کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ ایتہ ۱۱۲)

نیکی کا ثواب کئی گنا زیادہ اور بدی کا بدلہ برابر ہے۔ خدا کی رحمت دیکھو! جو شخص نیکی کرے گا اسکو اس کا دس گنا ثواب عطا ہوگا اور جو آدمی بدی کرے گا تو اس کی سزا اس کو بس اتنی ہی دیجائیگی اور وہ لوگ (کسی طرح ستائے نہ جائیں گے۔ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیتہ ۱۶۱)

کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا جو شخص روبراہ ہوتا ہے تو بس اپنے فائدے کے لئے راہ پر آتا ہے اور جو شخص گمراہ ہوتا ہے تو اوس نے بھٹک کر اپنا آپ بگاڑا اور کوئی شخص کسی دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ اپنے سر نہیں لیگا۔ اور ہم تو جبتک رسول کو بھیج کر حجت ختم نہیں کرتے کسی پر عذاب نہیں کیا کرتے۔ (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیتہ ۱۵)

تہذیب اخلاق و پرہیزگاری اے ایمان دارو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ (پارہ ۱۱ سورہ ۹۔ آیتہ ۱۱۹)

اے ایمان دارو خدا سے ڈرتے رہو اور جب کہو تو درست بات کہا کرو۔ (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳۔ آیتہ ۷۰)

. . . . خدا کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت دار وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہو۔ بیشک خدا بڑا واقف کار خبردار ہے۔
(پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیتہ ۱۳)

بدکاری کی مذمت | اور دیکھو زنا کے پاس بھی نہ بھٹکنا کیونکہ بیشک وہ بڑی بیحیائی کا کام ہے اور بہت بُرا چلن ہے۔ (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیتہ ۳۲)

درگذر اور معاف کرنا | جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچے رہتے ہیں اور جب غصہ آجاتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ان کے کل کام آپس کے مشورہ سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اون کو عطا کیا ہے اوس میں سے وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان پر کسی قسم کی زیادتی ہوتی تو وہ واجبی بدلہ لے لیتے ہیں اور بُرائی کا بدلہ تو ویسے ہی بُرائی ہے اس پر بھی جو شخص معاف اور معاملہ کی اصلاح کردے تو اسکا ثواب خدا کے ذمہ ہے بیشک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
(پارہ ۲۵ سورہ ۴۲ آیتہ ۳۷-۳۸-۳۹-۴۰)

جھگڑے کی بنیاد

از عالیجناب ام کے نواب صاحب پٹنہ سیٹی

میل ملاپ کے اصول پر غور کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑے فساد کے اسباب پر ایک گہری نظر ڈالی جائے۔

پرانے زمانے کی ایک کہاوت ہے "زن۔ زمین اور زر تینوں جھگڑے کی جڑ" قرینہ کہتا ہے کہ جسوقت یہ مثل بنی اسوقت مذہب اور سیاست کے لئے لڑائی دنگے یا تو ہوتے نہ تھے اور اگر ہوتے تھے تو اتنے کم کہ قابل ذکر نہ تھے۔ برخلاف اس کے اب تو آئے دن دنیا میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً مذہب کے نام پر ایک نہ ایک سیاسی جھگڑا لگا ہی رہتا ہے۔

مذہب کے نام پر جو جھگڑے اٹھائے جاتے ہیں ان کی اصلیت پر غور کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ہی ضروری ہے کہ ہندوستان میں بہتیرے مذاہب اور سیکڑوں فرقے کے لوگ آباد ہیں۔ مسلمانوں کے آنے سے پہلے کبھی تو سناتن دھرمیوں کا زور رہا۔ کبھی تو بودھ اور جینیوں کا۔ مسلمانوں کے زوال کے قریب سکھوں نے زور پکڑا اور اس کے بعد پھر آریہ سماج قادیانی اور اس طرح کے کتنے فرقے پیدا ہو گئے۔ انگریزوں کے عروج کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں عیسائیت بھی بڑھتی رہی۔ یوں تو ظاہر بظاہر ان میں کوئی فرقہ بندی نہیں لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ عیسائیوں میں بھی متعدد فرقے موجود ہیں۔ ان کا بھی ایک زمانہ ایسا گذر چکا ہے جب رومن کیتھلک اپنے گرجہ میں کسی پروٹسٹنٹ کا آنا روا نہیں رکھتا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر ان دونوں فرقوں میں خون ریزیاں ہو جاتی تھیں۔ ہندوستان میں مسلمان اپنے ابتدائی دور میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی نظر آتے تھے لیکن دولت کی فراوانی اور تعداد کی کثرت کے ساتھ ساتھ آپس میں نفاق اور فرقہ بندیاں بھی بڑھتی گئیں۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے خون بہانے کو بھی روا سمجھنے لگا۔ ان واقعات کو دیکھتے ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کے نام پر جنگ کوئی نئی بات نہیں اور اگر اس کے سلسلہ کی

تلاش کیجائے تو حضرت آدم کے بعد ہابیل اور قابیل کے درمیان جہاں جھگڑے کی جڑ ایک عورت بتائی جاتی ہو وہاں شاید حقانیت اور شرک کے نقد دم کو بھی بڑی حد تک اس فساد کا سبب قرار دیا جا سکتا ہے۔ حقیقت کچھ بھی ہو لیکن مذہب کے نام پر جھگڑے فساد کے روایات بہت قدیم معلوم ہوتے ہیں اگر یہ سچ ہو تو پھر اس سے بچنے کی کون سی صورت ممکن ہے۔ کیا اسے میراث آدم سمجھ کر باقی رہنے دیا جائے۔ جھگڑا فساد چاہے وہ مذہب ہی کے نام پر کیوں نہ ہو کوئی اچھی بات ہے یا بڑی اس کے سمجھنے کیلئے مجھے مختلف مذاہب میں تلاش کرنی پڑیگی کہ آیا کسی مذہب نے بھی جھگڑے فساد کی تلقین یا حمایت کی ہو یا نہیں۔ اسلام جو دنیا میں سلامتی اور امن کا پیغام بر ہے اس کی متبرک کتاب قرآن پاک میں فساد و لڑائی سے پرہیز، ہمسائے چاہے وہ کسی مذہب کے بھی ہوں ان کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک اور اسی طرح کے بیسوں صُلح و آشتی کے احکامات موجود ہیں۔ انجیل مقدس توریت، زبور اور وید کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ کسی مذہب میں بھی جھگڑے فساد کی تعلیم نہیں۔ یہی نہیں بلکہ دنیا میں جتنے بھی پیغمبر یا اوتار اور ریفارمر آئے ان کے کسی قول و فعل سے لڑائی دنگے کی ہمنوائی ثابت نہیں ہوتی جسکو دیکھو میل ملاپ کیلئے دل سے کوشش کرتا نظر آئے گا اور اگر اس نیک راہ میں بڑی سے بڑی قربانی بھی پیش کرنی پڑے تو باز نہ آئے گا۔ حضرت عیسٰے کا تکلیفیں اُٹھانا، حضرت امام حسینؓ کا کربلا کے میدان میں سخت سے سخت مصیبت برداشت کرتے ہوئے صبر و سکون کے ساتھ جان دے دینا۔ یا شری رامچندر جی کا چودہ برس جلا وطنی قبول کرلینا اور مہاتما بدھ کا تیاگ غرض یہ کہ ایسے بہت سے واقعات اس کے شاہد ہیں کہ ہر مذہب صُلح کا طرفدار اور دنگے فساد کا ہمیشہ مخالف رہا ہے۔ مگر باوجود اس کے آج ہندوستان میں مذہب کے نام پر جو ہنگامے ہو رہے ہیں وہ آخر کیوں؟ کیا واقعی ایک مذہب والا دوسرے مذہب کے لوگوں کو سرزمین ہندوستان سے نکال پھینکنا چاہتا ہے؟ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس روشن خیالی کے زمانہ میں یہ کسی طرح ممکن نہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بساط سیاست کے شاطر مذہبی ذہنیت والے سیدھے سادے انسانوں کو پیدل مُہروں کی طرح چلا دینے ہی میں اپنی کامیابی سمجھے ہوئے ہیں۔

جب یہ بات مان لی گئی کہ ہندوستان کے اندر جو مذہب کے نام پر سیاسی جھگڑے ہیں ان کا اصلی سبب سیاسی اختلافات ہیں تو پھر ان کا دور کرنا بھی صرف سیاسی گتھیوں کے سلجھاوے پر منحصر ہے۔ اجمالاً اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ اگر ہندوستان کی اکثریت یہاں کی اقلیتوں کے مطالبات جن میں یقیناً کچھ تو جائز اور کچھ ضد کی بنا پر ہیں پورا کرنے کے لئے صحیح اقدام شروع کردے اور اپنے طرز عمل سے اقلیتوں کے دلوں سے بے جا خوف نکال کر اعتماد پیدا کردے تو یہ نام نہادی مذہبی جھگڑے خود بخود فنا ہوجائیں گے۔ مصر کے زاغلول پاشا مرحوم کی مثال ہم لوگوں کے پیش نظر ہے۔ انہوں نے کس کشادہ پیشانی کے ساتھ وہاں کی اقلیت کے کل مطالبات مان لینے کا اعلان کردیا۔ اور وہاں کی دوراندیش اقلیت نے بغیر کسی کاغذی معاہدہ کے وہاں کی اکثریت کے ساتھ ملکر جنگ آزادی میں بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے میں دریغ نہ کیا اور ایک قلیل مدت کے اندر ملک کی آزادی منوالی کیا ہندوستان میں یہ ممکن نہیں۔ ہاں صرف ضرورت اس کی ہے کہ ہمارے ذمہ دار لیڈر اس کی طرف سچے دل سے متوجہ ہوجائیں اور دنیا کو دکھا دیں کہ ان کا واحد مقصد صرف ملک کو آزاد کرانا ہے۔

کیا ایک انسان کے دماغ کی باتیں دوسرے انسان کے دماغ میں منتقل ہو سکتی ہیں؟

اگلے زمانوں میں بہت سی باتیں ایسی ہوا کرتی تھیں جن کا انکشاف خاص خاص لوگوں کے ذریعہ سے ہوا کرتا تھا۔ اور انسان اسے کرشمہ و معجزہ سمجھا کرتے تھے۔ اُس وقت کے انسانوں کا خیال تھا کہ یہ روحانی طاقتیں خدا نے اپنے خاص خاص انسانوں کو عطا فرمائی ہیں اور عام انسانیت اس سے محروم ہے۔ جیسے ایک مقدس صورت انسان کسی اجنبی شخص کو دیکھ کر اوس کا مقصد بتا دیا کرتا تھا۔ اوس کا اور اُس کے اعزہ کا نام بلا تکلف تبلا یا کرتا تھا۔ یا کسی کے دل کی باتیں بلا تکلف کہہ دیا کرتا تھا۔ بس اتنی سی بات اس شخص کی شہرت اور مان دان کے لئے کافی ہوا کرتی تھی۔

جب انسان نے ارتقائی دور میں قدم رکھا اور جدید فلسفہ و سائنس کی تحقیقات کرنے لگا تو اس کو تجسس اور تلاش اس بات کی ہوئی کہ جب ایک انسان اپنے میں اتنی خوبیاں اکٹھا کر سکتا ہے تو یقینی ہر انسان میں کوئی پوشیدہ طاقت ہو جس کے بیدار کرنے سے کچھ نہ کچھ غیر معمولی طاقتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس کے تحقیقات اور تجربات کے متعلق مدلل اور قابل وثوق باتیں کتابوں کی شکل میں لکھی جا چکی ہیں۔ اور اب ان طاقتوں پر شک نہیں کیا جا سکتا ہے۔

زمانہ حال میں ایسی طاقتیں رکھنے والے اشخاص ولی اور پیر مرشد نہیں کہے جا سکتے ہیں کیونکہ ایسے لوگ دنیا کے مختلف گوشہ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنی اس خداداد طاقت کو بیدار کر کے خود تجربہ کر سکتا ہے۔ جب تک کہ انسانیت نے زیادہ ترقی نہیں کی تھی اُس وقت تک قدرت نے اس راز کو پوشیدہ ہی رکھا تھا۔ اور خاص خاص اشخاص جن کا قدم اپنے زمانہ میں عام ترقی سے ذرا آگے بڑھ چکا تھا اور ان پر یہ راز قدرت کھل چکا تھا انہوں نے بھی اس کو پوشیدہ ہی رکھا اور صرف اپنے چیلے یا مرید کو بقدر برداشت اسکی تعلیم دی۔ اور آج بھی ایک حد تک ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایسی طاقتیں عام طور سے دو درجوں میں تقسیم ہو چکی ہیں ایک تو اوس گروہ کے جانب منتقل ہے جن میں مذہبی جذبات موجود ہیں۔ جیسے سادھو۔ مہاتما۔ صوفی بزرگ وغیرہ یا اور بھی جدید اصول پر ایسے روحانی ادارے موجود ہیں جیسے رُوسی کروشین۔ فری میسن یا تھیاصوفی۔ ان حلقوں میں ان طاقتوں کا استعمال بنی نوع انسان کے فلاح و بہبود اور اون کے روحانی زندگی کو بلند کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس طاقت کی ظاہری نمائش اور عام اعلان بالکل ممنوع ہے بلکہ اس کے اصول اور راز کی ہوا بھی اون لوگوں کو نہیں مل سکتی ہے جو کہ اس دائرے سے باہر ہیں۔ ورنہ اس کے معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

دوسری جماعت عام لوگوں کی ہے جو تحقیقات یا شوق کی غرض سے اپنی مشق بہم پہونچا کر بڑے بڑے کرشمے کیا کرتے ہیں۔ ضمیر کو اپنی

روحانی نظر سے دیکھکر پاس کر بتانا۔ قدیم تاریخ عالم کے بعض پیچیدہ مسائل کے صحت کا معلوم کرنا۔ عالم ارواح سے تعلقات پیدا کرکے مردہ لوگوں سے باتیں کرنی وغیرہ۔ اسی علم کے ادنےٰ ترین اصول کا نام مسمریزم اور ہپناٹزم ہے۔ جسکو بعض نقالوں نے بدنام کر رکھا ہے۔ اس سائنس کو اکلٹزم کہتے ہیں۔ اسی اکلٹزم کی ایک شاخ ٹیلی پیتھی ہے جس سے ایک انسان کے دماغ کی باتیں دوسرے انسان کے دماغ میں منتقل ہوجایا کرتی ہیں ابھی حال تک اس علم پر بہت سے شبہات بھی پیدا ہو چکے ہیں عام طور سے یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ سوائے حواس خمسہ کے یعنی دیکھکر سنکر۔ محسوس کرکے۔ چکھکر یا چھوکر کے اور بھی کوئی ذریعہ کسی بات کے معلوم کرنے کا ممکن ہے یا نہیں ؟ اور کیا انسان اس کی مشق بہم پہونچا کر دور دراز تک اپنے خیال کو منتقل کر سکتا ہے یا نہیں یا دور دراز کے خیالات یا صورت وشکل کو خود دیکھ سکتا ہے یا نہیں۔ ؟

اس علم کے ماہر اور مشاق نے اس کا بھی کافی ثبوت دے دیا ہے اور دے رہے ہیں۔ کہ فصل اور وقت کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا ہے سینکڑوں میل کی باتیں جہاں تیز رفتار سواری سے جانے میں بھی دس بارہ گھنٹے صرف ہوتے ہیں اس کا ماہر دو تین سکنڈ سے بھی کم میں سچی واقفیت حاصل کر سکتا ہے اس طاقت کا استعمال بھی معمولی کیمسٹری اور فزکس کے بدیہیات کے طور پر ممکن ہے۔ ان عجوبہ طاقتوں کے حاصل کرنے اور مشق کرنے کا راز نہایت ہی معمولی سی بات ہے۔ انسان جب اپنے خیال کو ایک نقطہ پر قائم کرنے اور ذہن کو مختلف خیالات سے خالی کرنے کی عادت مقررہ قاعدہ سے اپنے میں پیدا کر لیگا۔ تو اوس کی اصلی روحانی طاقت پیدا ہونا شروع ہوجائیگی۔ اور وہ ٹیلی پیتھی کا مشاق ہو جائے گا۔

ناظرین " میل ملاپ " کو اگر ایسے مضامین پڑھنے کا شوق ہو تو ایڈیٹر کو بذریعہ خط تفصیل سے مطلع کریں۔ جہاں تک ممکن ہوسکے گا بہترین مضامین اس قسم کے شائع کئے جائیں گے جبکہ نہ صرف معلومات میں اضافہ کریں گے بلکہ علمی طور سے روحانی طاقتیں اپنے میں بیدار کرنے کے اصول وقاعدے بھی معلوم ہوتے رہیں گے۔

(ایڈیٹر)

زندگی کا راستہ

فراخ دل انسان کے سامنے کوئی تنگ راستہ نہیں آتا مشکل راستے اور ٹیڑھی چڑھائیاں درحقیقت زندگی کی گاڑی کے پڑاؤ ہیں۔ جنہیں عبور کئے بغیر یہ گاڑی اپنے منزل مقصود پر نہیں پہونچ سکتی۔

(ڈی)

اپنے اندر دیکھو

ہماری منزل حیات کے راستہ میں کئی ایسے نشیب وفراز آجاتے ہیں۔ جن سے بچنے کے لئے بجائے باہر کے اپنے اندر ہی نظر ڈالنے سے ہمارا راستہ صاف ہوجاتا ہے۔

باہر دیکھنے سے جس طرح ہم ٹیلوں اور گڑھوں سے بچے رہتے ہیں اس طرح اندرونی نظر ہمارے آتمک میدان کو ہموار اور صاف کرنے میں مدد دیتی ہے۔

(اقتباس از پریت لڑی)

کونسا مذہب اچھا ہے

از ڈاکٹر شری رام صاحب سکاؤٹنگ آرگنائزنگ سکریٹری

مذہب سب ہی اچھے ہیں۔ جیسے تمام پھل پھول اچھے ہیں۔ سب زمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ پانی ہوا سورج کی روشنی سے نشو و نما پاتے ہیں۔ سب میں پتے ٹہنیاں اور جڑیں نکلتی ہیں۔ تمام میں تقریباً رنگ اور خوشبو موجود ہے لیکن ہر ایک پھول کی خوشبو اور رنگ میں تھوڑا تھوڑا فرق ہوتا ہے۔ یعنی ایک پھول میں ایک قسم کی خوشبو اور ایک خوشنما رنگ کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ اور دوسرے پھولوں میں سے دیگر خوشنما رنگوں اور خوشبوؤں کی لپٹیں انسانی دماغ کو معطر کرتی ہیں۔ جیسے گلابی رنگ کی خوشنمائی اور شوخی گلاب کے پھول سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور چنبیلی میں سفید رنگ کی چاندنی جیسی ٹھنڈک پہونچانے والی پاکیزگی و تقدس کا اظہار ہوتا ہے۔ جس کو دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔

ویسے ہی تمام مذاہب میں تمام اخلاقی اور روحانی باتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن زمانہ کی ضرورت کے مطابق اور لوگوں کی ذہنی قابلیت کے لحاظ سے ہر ایک مذہب نے کسی ایک خاص اصول پر زیادہ زور دیا ہے۔ مثلاً مسلمانوں میں برادری۔ جینیوں میں رحمدلی۔ پارسیوں میں پاکیزگی اور تقدس۔ بودھوں میں دانائی ہندوؤں میں روشانت۔ سکھوں میں بہادری۔ عیسائیوں میں لوگوں کی خدمت کے لئے قربانی پر خاص زور دیا گیا ہے۔ گویہ تمام اصول تمام مذاہب کی مقدس کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے تمام قسم کی غذاؤں اور دیگر کھانے پینے کی چیزوں میں کاربن۔ ہائیڈروجن۔ آکسیجن۔ نائٹروجن۔ گندھک۔ آیوڈین وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ لیکن فرق صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ ایک خوراک میں کاربن کی مقدار زیادہ ہے۔ دوسری نائیٹروجن کی اور تیسری میں آکسیجن کی۔ ایک خوراک سال کے ایک موسم میں۔ دوسری خوراک دوسرے موسم میں پیدا ہوتی ہے۔ پیدا سب زمین ہی سے ہوتی ہیں۔ فرق صرف موسم کا اور مختلف اجزا کی نسبت کا ہوتا ہے غور سے خوردبین کے ذریعے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ تقریباً سب خوراکوں کے بنیادی اجزا ایک ہی ہیں۔ تمام خوراکیں تمام آدمیوں کے موافق نہیں آتیں۔ ہر ایک انسان اپنی اپنی ضرورت کے مطابق۔ مزاج۔ موسم۔ قدر کام۔ عمر کا خیال کر کے خوراک کھاتا ہے ایسے ہی تمام مذاہب کا حال ہے۔ ہر ایک انسان اپنی اخلاقی اور روحانی ضرورت کے مطابق ایک خاص مذہب میں پیدا ہوتا ہے اور دنیا میں رہ کر اپنی عمر۔ موسم۔ مزاج کے مطابق دوسرے مذاہب۔ فلاسفی۔ سائنس۔ کا مطالعہ کر کے اپنی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ کسی مذہب میں بڑائی چھوٹائی ہرگز نہیں۔ سب ضروری ہیں سب برابر ہیں۔ کوئی مذہب بُرا نہیں۔ بڑا نہیں۔ وہ لوگ بُرے ہیں جو اپنے مذہب کے اصول پر نہیں چلتے۔ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ جو منہ سے تو مذہب کے شیدائی ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ لیکن اپنی روزانہ زندگی کے طرز عمل سے خود ہی ان اصولوں کی تردید کرتے ہیں۔

भी तीरों से ज़ख़्मी होकर घोड़े से गिर गये। उस वक़्त एक शैतान सिपाही ने आपके सीने पर सवार हो कर तलवार से आपका गला साफ़ कर दिया।

कितनी बे-रहमियां आपके साथ की गईं, उनका बयान करना ठीक नहीं। सर बरछे पर टाँग कर ऊपर उठाया गया। बदन घोड़ों से रौंदाया गया।

फिर भी जीत आप ही की हुई। इतिहास इसका गवाह है। उसे लिखने की यहाँ जगह नहीं। अब नीचे बहुत थोड़े में उन सबक़ों को दिखलाया जाता है जो आपने अपनी क़ुर्बानी के ज़रिये संसार के सामने पेश किया।

सब से पहली बात यह है कि क़ुर्बानी या बलिदान में पवित्रता का होना ज़रूरी है। वह पवित्रता तभी आ सकती है जब क़ुर्बानी सच्चे मानों में ईश्वर के लिये की जाय, ईश्वर के नाम पर, ईश्वर के काम के लिये की जाय। उसमें स्वार्थ या ख़ुद-ग़र्ज़ी का धब्बा ज़रा नहीं लगने देना चाहिये। ख़ुदी के रहते पाक क़ुर्बानी नहीं हो सकती।

दूसरा सबक़ यह है कि क़ुर्बानी किसकी करनी चाहिये। उसमें सबसे पहले अपनी जगह आती है। जो अपनी क़ुर्बानी नहीं कर सकता, वह क्या क़ुर्बानी करेगा? दूसरों के गले काट कर, कटवा कर क़ुर्बानी की मन-मानी तशरीफ़ भले ही कर ली जाय, पर असल में वह पाक क़ुर्बानी नहीं।

अपने बाद अपने प्यारों और प्यारी चीज़ों की बारी आती है। यह नहीं कि जो चीज़ सस्ती मिले उसी की बलि दें। अपने दिल को भले ही हम धोखा दे लें, पर ईश्वर के यहाँ धोखा नहीं चल सकता।

उसके बाद ग़ैरों के बलिदान की जगह आती है। लेकिन उसमें एक भारी शर्त यह है कि बलिदान चढ़ने वाले ख़ुद अपनी ख़ुशी व रज़ामन्दी से अपने आपको बलिदान करने के लिये तैयार हों।

जब दुश्मनों ने इमाम साहब को घेर लिया, तो आपने अपने साथियों को जोश देकर डटे रहने के लिये नहीं कहा। आपने कहा, "ये मेरे ख़ून के प्यासे हैं। आप लोग चले जायँ, आपको ये कुछ न कहेंगे।" लेकिन वे लोग भला कब हटने वाले थे? ख़ुशी से डटे रहे और क़ुर्बान हुए।

फिर क़ुर्बानी के मौक़े पर दिल में किसी के प्रति किसी क़िस्म का बुरा भाव नहीं आने देना चाहिये। दुश्मनों के लिये भी प्रेम दिल में भरा रहना चाहिये।

देखिये इमाम साहब के पास अपनी ज़रूरत के लायक थोड़ा पानी था। लेकिन जब आपने देखा कि दुश्मन के सिपाही और घोड़े प्यास से परेशान हैं, तो आपने पहले सिपाहियों को, बाद में घोड़ों को पानी पिलाया। फिर उन्हीं लोगों ने एक क़तरा पानी आपको और आपके बच्चों को न पीने दिया।

फिर जब वह शैतान आपका गला काटने के लिये आप के सीने पर सवार था, तो उसने देखा कि आप कुछ बुदबुदा रहे हैं। कान लगाकर सुना तो देखा कि सभी मुसलमानों की सलामती के लिये, जिनमें दुश्मन भी शरीक थे, दुआ माँग रहे हैं।

इस तरह क़ुर्बानी में ज़ाहिरा बहुत तकलीफ़ें ज़रूरी उठानी पड़ती हैं। लेकिन असल में उसी की जीत होती है। इमाम साहब मरे, लेकिन इस्लाम को सदा के लिये ज़िन्दा कर गये।

क़ुर्बानी का यह सबक़ दुनिया के सभी लोगों के लिये है। आज इसके अमल की बड़ी ज़रूरत है। इसी के अमल से धर्म की रक्षा हो सकती है, मनुष्य जाति और हर जाति और हर सम्प्रदाय का कल्याण हो सकता है। क्या हम इसे न सीखेंगे?

—सम्पादक।

हज़रत इमाम हुसेन और क़ुर्बानी

अभी मुहर्रम का ज़माना गुज़रा है। किसकी यादगार में यह त्योहार इतनी धूम-धाम से मनाया जाता है?

इस दिन दुनिया के एक बड़े शख़्श, ईश्वर के सच्चे भक्त, हज़रत इमाम हुसेन ने ईश्वर के नाम पर, धर्म की हिफ़ाज़त के लिये, कर्बला के मैदान में अपनी क़ुर्बानी की।

हाँ, अपनी क़ुर्बानी की! सख़्त तकलीफ़ों और मुसीबतों के बीच अपनी हस्ती बुरे तौर से मिट जाने दी! असल में हस्ती मिटी नहीं, सदा के लिये अमर हो गई!

ख़ैर, इस तरह आपने धर्म की हिफ़ाज़त की। दुनिया के सामने क़ुर्बानी का नमूना पेश किया। लोगों को क़ुर्बानी के सबक़ सिखलाये। इसलिये मुहर्रम का दिन इतना पवित्र समझा जाता और इतनी धूम-धाम से मनाया जाता है।

आपकी क़ुर्बानी का क़िस्सा बहुत तूल है, कलेजे को चूर करने वाला है। ख़ुलासा यह कि आज से तेरह सौ वर्ष पहले अरब की बहुत ही बुरी हालत थी। लोग ईश्वर और धर्म को बिल्कुल भूल गये थे। चोरी डकैती, लूट-मार, झूठ, व्यभिचार, दग़ा, फ़रेब—यही लोगों की ज़िन्दगी थी।

हज़रत मुहम्मद साहेब ने ऐसी गिरी हुई हालत से उनको निकाला और उनको इस्लाम का सच्चा और सीधा रास्ता दिखलाया। पर यह काम हल्का नहीं था। इसके लिये उन्हें बहुत ज़हमतें उठानी पड़ी थीं। लेकिन दुश्मनों और मुश्किलों का कुछ ख़्याल न कर उन्होंने इस्लाम का झण्डा फहराया और अच्छी तरह फहराया।

आपके बाद भी कुछ दिनों तक यह सिलसिला जारी रहा। लेकिन दुश्मन बदला चुकाने की ताक में हमेशे लगे हुए थे। कुछ दिनों के बाद यज़ीद के हाथ में ख़िलाफ़त आई। वह बड़ा ज़ालिम था और बड़ा शोहदा।

उसे भला मज़हब से क्या सरोकार? लेकिन वह चाहता था कि लोग उसी को मज़हबी लीडर समझें। वह फिर धर्म के नाम पर पुरानी गुमराहियों को जारी करना चाहता था। वह ज़बर्दस्ती लोगों से अपनी बातें मनाता था।

हज़रत इमाम हुसेन उसी के ज़माने में थे। आप बड़े नेक और भक्त आदमी थे। आपके दिल में इस्लाम की सच्ची तालीम गहरी जगह बना चुकी थी। आप भला उसे छोड़ कर यज़ीद की अतायत कैसे करते?

हज़ार धमकी और लालच देने पर भी आपने यज़ीद को अपना पेशवा या लीडर नहीं माना। आपकी क़ुर्बानी की यही वजह हुई। अख़ीर में आपने अपने बाल बच्चों को साथ ले उसके एलाक़े से अलग हट जाने की बात तय की। आप रवाने हुए। रास्ते में कुछ और लोग साथ हो गये।

लेकिन यज़ीद उनको इतनी आसानी से कैसे छोड़ देता। उसने फ़ौज भेज कर कर्बला के मैदान में आपको रोक लिया। गर्मी का ज़माना, ऊपर से कड़ी धूप, नीचे जलता हुआ बालू—ऐसी हालत में दुश्मन की फ़ौज ने आपको घेर कर रखा और एक बूँद पानी तक न पीने दिया।

फिर तीर चलने लगा। आपके लोग धड़ाधड़ गिरने लगे। भाई, भतीजे, बच्चे, दोस्त, सब मरे। आम

हमारे पड़ोसी जापान पर रंग की पिचकारी की दनादन मार, जो अहिंसा प्रचारक बौद्ध का भक्त होकर भी चीनियों को चींटी की तरह मसल रहा है।

* * *

दलित एबिसिनिया, जेक, फिन्स, चीन आदि के ऊपर भी रंग के काफ़ी फौआरे, ताकि घोर दुःख के बीच उन्हें शान्ति मिले और उनके दिलों में वह साहस और वह बल पैदा हो कि अपनी बहादुरी से वे सदा के लिये ज़ुल्म और अत्याचार को संसार से विदा कर दें।

* * *

होली के दिनों में मस्त नशाखोरों पर दो तीन पिचकारियां, जो लाखों की सम्पत्ति नशा में बरबाद कर अपने घर के व्यक्तियों को दाने दाने का मुहताज बना डालते हैं।

*

ब्राह्मण-अब्राह्मण का भेद भाव रखने वाले हमारे मद्रासी भाइयों पर एक लोटा रंग, जिनका पवित्र शरीर अब्राह्मण की छाया मात्र से अपवित्र हो जाता है।

* * *

'हरिजन' भाइयों पर एक पिचकारी रंग, जिन्हों ने अपनी गिरी हुई अवस्था से उठने का कमर कस ली है।

*

कांग्रेस के प्रेसिडेन्ट, मौलाना अब्बुल कलाम आज़ाद, की शिरवानी पर भी थोड़ा-सा रंग जो भारत की राजनैतिक बागडोर को एक साल के लिये अपने हाथों में ले रहे हैं।

* * *

नवयुवक-हृदय, सदा-मस्त पं० जवाहरलाल नेहरू की जवाहर-जैकेट की दोनों ओर रंग बिरंगे छींटे, जो जातीय तिवहारों को सुचारु रूप से मनाने की सदा सलाह देते आते हैं।

* * *

संसार में भ्रातृ-भाव का प्रचार करने वाली थियोसौफिकल सोसाइटी के नेताओं और सदस्यों पर एक पिचकारी रंग जो संसार से भेद-भाव को सदा के लिये दूर करने का अथक परिश्रम कर रहे हैं।

* * *

बिहार थियोसौफिकल फ़ेडरेशन के नवजात शिशु 'मेल-मिलाप' के ललाट पर सूखे गुलाल का टीका - तर रंग से उसे कहीं जुकाम न हो जाय!— जिसने अपने जीवन के केवल पाँच मास के समय में अपनी होनिहारी के काफ़ी सबूत दिये हैं।

* * *

दो एक पिचकारियां और कुछ सूखे रंग 'मेल-मिलाप' के सम्पादक, 'जगत जान' की युगल-जोड़ी की दाढ़ियों पर, जिन्हों ने एक ओर से लम्बी दाढ़ी बढ़ा कर और दूसरी ओर से दाढ़ी-मूँछ सफाचट कर के 'मेल-मिलाप' की अच्छी सूरतें खड़ी की हैं।

❀ ❀ ❀

[दो चार पिचकारियां 'मेल-मिलाप' के संचालकों और सहायकों—लेखकों, प्रकाशक, मुद्रक, मनेजर, प्रचारक, ग्राहकों, पाठकों और दान देने वालों और दान दिलाने वालों पर, जो सबके सब मिल कर मेल-मिलाप की कठिन समस्या हल करने की कोशिश में लगे हैं।

* * *

बचा-खुचा रंग लेखिका महोदया की रंगीन साड़ी पर, जिनकी लेखनी आज रंग के छींटे सारी दुनिया में सभी प्राणियों पर फेंक कर सब पर विश्व-प्रेम का गाढ़ा रंग चढ़ा रही है।

—सम्पादक।]

रंग के छींटे

(ले०—श्रीमती बख्शी जी, पटना)

आई है होली, लाई है अपने साथ मस्ती। खेलना है रंग और बचाना है जंग। ऐसी हालत में यदि क़लम बहक जाय तो पाठकगण मुआफ़ फ़र्मावेंगे। रंग के छींटों से जिन्हें परहेज़ है, वे आज भर मेरी ख़ता को ख्याल में न लावेंगे।

* * *

सबसे पहले मैं बालटी का रङ्ग उस परम पिता परमात्मा के चरणों पर चढ़ाता हूँ जिन्हें हिन्दू ईश्वर, मुसलमान ख़ुदा, क्रिश्चियन गॉड, जैनी जिन तथा भिन्न २ मज़हब वाले भिन्न २ नामों से पुकारते हैं; जो बहु-नाम-धारी बहु-रूपिया होकर भी असल में एक ही है; जो साकार और निराकार दोनों है; जो सारे संसार के सभी लोगों को अपनी प्रिय संतान मानता है; जो धार्मिक भेद-भावों से परे है।

* * *

डरते डरते एक चिल्लू रंग उन लोगों पर जो तुलसीदास की भाषा में 'जे बिनु काज दाहिने बायें' रहते हैं; जो दो फिरक़े वालों को लड़ाकर आप दूर से तमाशा देखते हैं; जो दूसरों की झोंपड़ी में आग लगा कर खुशियां मनाते हैं।

* * *

एक पिचकारी रंग उन लोगों पर जो हिन्दू-मुसल्मान एकता के हामी हैं, जो इसके लिये सर तोड़ परिश्रम कर रहे हैं।

* * *

'सेगांव के महात्मा' की कमर से लटकती हुई खद्दर की लुंगी पर रंग के कुछ छींटे, जिनका जीवन-ध्येय 'मेल-मिलाप' है।

* * *

बड़े संकोच के साथ, जिन्ना साहब के चमचमाते बूट पर एक चुटकी सूखा गुलाल—सूखा इसलिये कि कहीं आप को तर-रंग से परहेज़ हो, सूखा तो बात की बात में आपके बूटों से झड़ पड़ेगा।

* * *

बेश-क़ीमती रंग (ख़ून) का पनाला बहाने वाला अत्याचारी हिट्लर की स्वस्तिका पर एक पिचकारी रंग, जिसने अपने अत्याचारों के आगे रावण के अत्याचारों को भी फीका बना डाला है। शायद इस प्रेम भरे रंग से उसके दिल में भी इन्सानियत के भाव जाग उठें!

* * *

बहादुर अंगरेज़ और फ्रेंच जातियों पर एक २ चिल्लू रंग, जिन्हों ने संसार से ज़ालिमों को नेस्तो-नाबूद कर देने का बीड़ा उठाया है। यह रंग उनके दिलों को इस तरह रंग दे कि उनमें संसार के कल्याण का जीता जागता भाव भर जाय, ताकि जो कुछ वे अभी सिर्फ़ युरोप के लिये करना चाहते हैं, वही वे सारे संसार के लिये चाहें और करें।

* * *

रण-मद-मत्त रशिया के स्टैलिन पर एक लोटा रंग, जो केवल सिधान्त-रूप से संसार के सभी लोगों को समानता का अधिकार देने का एलान करता है, किन्तु व्यवहार में जंगली जानवरों से भी बढ़कर जंगलीपन दिखलाता है।

* * *

ख़ुद मुसलमानों को देखिये कि इनका मज़हब "इस्लाम" कहलाता है और "इस्लाम" के मानी "सुलह" और "सलामती" के हैं। क़ुरान मजीद की एक आयत की रू से कोई शख़्श सच्चा मुसलमान उस वक़्त तक नहीं समझा जा सकता है जब तक वह आँ हज़रत (यानी, हज़रत मुहम्मद साहब) को आख़िरी पैग़म्बर मानने के साथ २ तमाम पिछले नबी और अल्लाह के भेजे हुए पेशवा पर भी ईमान न लाये और उनकी इज़्ज़त न करे।

फिर क़ुरान मजीद में ही कहा गया है कि "हर इन्सानी जमात की हेदायत के लिये हादी या उपदेशक मुक़र्रर किये गये हैं, जिससे दूसरे धर्मों की बुनियाद डालने वालों और उपदेश देने वालों की इज़्ज़त ज़रूरी क़रार दी गई है।

इस तालीम में कैसी अच्छी नीति और तहज़ीब भरी हुई है और कुल इन्सान इस ओसूल पर अमल करके कैसी ख़ुशी और मेल-मिलाप की जिन्दगी बसर कर सकते थे! थियोसौफ़िकल सोसाइटी का सिद्धान्त भी यही है।

मगर ऐसी अच्छी तालीम के रहते हुए भी मुसल्मान दूसरे दीन वालों से प्रेम क्या करते और दूसरे २ मज़हबों के बुज़ुर्गों की इज़्ज़त क्या करेंगे, कि अपने ही दीन वालों को मामूली भेद-भाव के लिये बिना संकोच के काफ़िर वग़ैरह कह कर तकलीफ़ पहुँचाते हैं और समझते हैं कि हम इस्लाम की तालीम के मुताबिक़ चल रहे हैं।

हर मज़हब वालों के ख़ूनी इतिहास को पढ़ कर परीशान होकर कुछ मुल्की लीडरान इस नतीजे पर पहुँचे हैं कि मज़हब ही ख़ुद झगड़े फ़साद की जड़ है। इसलिये दुनिया में अगर कोई मज़हब ही बाक़ी न रहे तो अमन चैन क़ायम हो जाय।

इसमें बहुत मत-भेद की जगह है। ख़ुलासा यह कि हर समझदार आदमी इस बात को मानेगा कि जो जमात किसी क़ानून के पाबन्द रहकर चलना चाहती है, उससे दूसरों को उतना नुक़सान नहीं पहुँच सकता, जितना उस जमात से जो आज़ाद हो और किसी क़ानून के पाबन्द न हो। ऐसी दो जमातों में वही फ़र्क़ पाया जायगा जो इस ज़माने में हिट्लर और चेम्बरलेन में है।

सच्ची बात यह है कि कोई मज़हब भी हो, अगर सही मानों में उसकी पाबन्दी की जाय और उसके मुताबिक़ चला जाय, तो इन्सान का क्या ज़िक्र, जानवरों और पौधों तक को नुक़सान पहुँचाना ना-जायज़ पाया जायगा। ख़ूंख़ारी, बे-रहमी, बे-ईमानी, वग़ैरह सिफ़तें मिट जायेंगी। अमल करने वाला ऐसे ऊँचे मुक़ाम पर पहुँच जायगा जहाँ से कुल इन्सान, कुल प्राणी, एक सतह पर दिखाई देंगे। हर काम में ख़ुदा की मर्ज़ी नज़र आयेगी। ख़ुदी का नाश हो जायगा।

इस तरीक़े से मज़हब के साँचे में ढला हुआ इन्सान ज़रूर इन्सानी सूरत में नज़र आता है, मगर बेहतरीन बन जाता है और दुनिया के झंझटों में फँसे रह कर भी फ़िरिश्ते की ज़िन्दगी बसर करता है।

यह कोई ख़्याली बात नहीं है, कोई नई या बनावटी बात नहीं है। ऐसे बहुत-से इन्सान पहले हो चुके हैं। इतिहास उनका सबूत है। वे इन्सानियत के फ़ख़्र थे। अगर उनकी राह पर आज भी दुनिया के रहनेवाले चलें, तो दुनिया बहिश्त या स्वर्ग बन जाय।

मज़हब की असली सूरत

(ले०—जनाब सैयद आबिद हुसेन, बी० ए०, बी० एल०, एडिटर, मुस्लिम रिविउ, लखनऊ)

[कुछ बदल कर—सम्पादक]

'मेल-मिलाप" के टाइटिल पेज पर तीन मजहब के इबादतगाहों की तस्वीरें छपी हुई हैं। मस्जिद भी है, मन्दिर भी है और गिरजा भी। क्या खूब होता अगर इसी तरह हिन्दुस्तान में इन तीनों इबादतगाहों के मानने वाले भी मेल-मिलाप की ज़िन्दगी बसर करते!

आज उन्नीस सौ चालीस साल से मसीही (ईसाई धर्म के मानने वाले) कहते आ रहे हैं कि खुदा तीन जलवों में रूनुमा है, यानी, तीन स्वरूपों में प्रगट होता है: एक रूप बाप का, एक लड़के का, एक रूह पाक का। तीनों एक हैं और जुदा भी हैं। कितना अच्छा होता अगर इसी तरह हिन्दू, मुसल्मान, ईसाई, अपने २ धर्म पर क़ायम रह कर सेयासी (राजनैतिक) ज़िन्दगी में मेल-मिलाप से रहते!

खुद इलाहाबाद में त्रिवेणी हैं, जहाँ गंगा, यमुना और सरस्वती एक दूसरे में मिलती हैं। तीनों दरियाओं का पानी बावजूद मिलने के भी अपने २ रंग का इलहदा है। क्या इसी तरह हिन्दू, मुसल्मान और दूसरे २ लोग अपने २ कलचर या संस्कृति को बाक़ी रखते हुए मेल-मिलाप से ज़िन्दगी बसर नहीं कर सकते थे?

थियोसौफ़िकल सोसाइटी ने मेल-मिलाप का एक ओसूल क़ायम किया है कि हर मजहब की बुनियाद डालने वाले पेशवा या महा-पुरुष की इज्ज़त की जाय और किसी से कोई झगड़ा अच्छा न समझा जाय। यह भी दुनिया में मेल-मिलाप फैलाने की बहुत खूब तदबीर है।

ब्रह्मो समाज ने भी ऐसा ही अमल पेश किया है। इसका भी मक़सद लोगों की भलाई करना रहा है। इन्सान में खुद मुहब्बत का माद्दा क़ुदरत की तरफ़ से मिला है।...

तेरह सौ अन्ठावन वर्ष से खुद क़ुरान मजीद ने "तुमको तुम्हारा दीन मुबारक हो, मुझे मेरा दीन" के ओसूल की तालीम की। लेकिन इस्लाम की दुनिया में मार-काट जारी रहा।

इन्जील पाक में यह अच्छा सबक़ मसीह का मौजूद है कि "अगर एक गाल पर कोई मारे, तो दूसरा गाल भी उसकी ओर फेर दो।" लेकिन ईसाई दुनिया का इतिहास खुद लूट-मार की घटनाओं से भरा है, जिसमें, ग़ैर तो ग़ैर, अपनों को मजहबी भेद-भाव की वजह से ज़िन्दा जलाया गया, क़त्ल किया गया।

वैदिक धर्म में, जहाँ अहिंसा की तालीम मौजूद है, आपको मजहबी लड़ाइयों और लूट-मार का तूल के साथ बयान हिन्दुस्तान के पुराने इतिहास में पढ़ कर तअज्जुब हो जायगा। लोग, जो अहिंसा के मानने वाले थे, इन्सान की ज़िन्दगी को इस क़दर सस्ती समझ कर बरबाद करते थे।

आज भी आप हिन्दुस्तान में देख रहे हैं कि पीपल के पेड़ पर, जानवर पर, जमीन से किसी पत्थर के नमूदार हो जाने पर, किस तरह इनको पवित्रता की चादर ओढ़ा दी जाती है और जो ऐसा नहीं समझते उनकी गरदन काट डालने के लायक़ समझी जाती है।

होली

(ले०—श्री रमेश प्रसाद, बी० एस-सी०)

आती है होली हर साल ! लाती है अपने साथ ख़ुशी, आनन्द, उमङ्ग ! सिखाती है दुनिया को परम पवित्र पाठ ! इसके आने की ख़बर मिलती है कोयल की कूक से, भौंरों के गुंजार से, पेड़ों के नये २ कोमल पत्तों से। समय होता है मात दिल। न तो रहती है गरमी की परेशानी, न जाड़े का ठिठुरन। सब जगह छाई रहती है मस्ती। मन में आनन्द, हृदय में उमङ्ग की लहरें उठती रहती हैं। ऐसे समय में होली हमें शिक्षा देती है—सत्य पर डटे रहने की, अहिंसा को अपनाने की, 'मेल-मिलाप' के रहस्य को समझने की और प्राणी-मात्र के प्रति प्रेम में अपने को पागल बना डालने की।

किस पुरानी घटना की यादगार में हम इस त्योहार को मनाते हैं—इसके बारे में मत-भेद है, किन्तु सभी घटनाओं की तह में होली की उच्च शिक्षायें मौजूद हैं। प्रहलाद की कहानी कौन हिन्दू नहीं जानता ? उसकी आदर्श जीवनी सभी मनुष्यों के लिये राह दिखाने का काम कर सकती है। प्रह्लाद एक बड़े प्रतापी राजा का बेटा था। राजा था ज़ालिम; उसके अत्याचारों से उस समय के लोग ऊब गये थे। चारों ओर से त्राहि त्राहि की आवाज दबी ज़बान उठ रही थी, किन्तु किसी का साहस नहीं पड़ता था बादशाह का विरोध करने का। ऐसे समय में प्रह्लाद की पैदाइश हुई। उसने सारी दुनिया को राम-मय, ब्रह्म-मय देखा। अपनी ग़रीब प्रजा के गन्दे बच्चों के साथ गल-बहियाँ देकर खेलने में भी उसे शर्म नहीं आती थी। सभी झूठे भेद-भावों को छोड़ ग़रीब-से-ग़रीब और नीच-से-नीच लोगों को भी उसने अपनाया।

वह था सत्य का प्रेमी। बादशाह के अत्याचारों को वह साफ़ शब्दों में प्रकट करने लगा। बादशाह को यह बात बुरी लगी। उसने प्रह्लाद को मार डालने के कितने ही उपाय किये, किन्तु सभी बेकार हुये। प्रह्लाद के मन में अपने पिता और उसकी आज्ञा से उसे कष्ट पहुँचाने वालों के प्रति तनिक भी हिंसा का भाव नहीं था। सब किसी के साथ प्रेम करने ही का वह सदा उपदेश देता रहा।

प्रह्लाद की नज़रों में सभी बराबर थे—कोई नीचा नहीं, कोई ऊँचा नहीं। वह संसार में आया था 'मेल-मिलाप' का पाठ पढ़ाने के लिये, सब लोगों को प्रेम के धागे में बाँधने के लिये। हर साल होली इसी प्रेम के पाठ की फिर से याद दिलाने के लिये आती है, किन्तु हम इस पाठ को न सीखने की क़सम खाये बैठे हैं और इसका फल हम हाथों हाथ पा रहे हैं।

इस ढाई अक्षर के पाठ को यदि आज हम अपना लें तो हमारी सभी तकलीफें दूर हो जायँ। यदि हम हिन्दू-मुसलमान, ब्राह्मण-अब्राह्मण, राजा-प्रजा, ज़मीन्दार-किसान, विद्वान-मूर्ख, शिया-सुन्नी, आदि की झूठी मर्यादा को दूर कर सब को गले से गले लगावें तो हमारा बेड़ा पार है।

ठंढे दिल से विचार करने पर हम देखेंगे कि हमारे झगड़े की तह में कोई भी बुनियाद नहीं है। इसलिये इस होली के अवसर पर हम यह निश्चय करलें कि आज से हम कोई भी ऐसा काम न करेंगे जिस से दूसरे के दिल पर चोट पहुँचे। इस प्रकार हम आपस की ना-समझी को दूर कर डालेंगे और हममें सद्भाव का संचार होते देर न लगेगी।

ईश्वर का प्यारा

(ले०—"दुःखित हृदय")

भगवान के प्यारे कौन हैं? उत्तर के लिये नीचे दिये गीता के बारहवें अध्याय के श्लोकों के भाव पढ़िये, सोचिये और देखिये कि आप भगवान के प्यारे हैं या नहीं।

* श्लोक १३ *

जो किसी के साथ द्वेष भाव नहीं रखता, जो मित्रता और दया के भाव से भरपूर है, जो अहङ्कार और ममता को छोड़ चुका है, जो सुख और दुःख में एक भाव से रहता है और जो क्षमा करने वाला है;

* श्लोक १४ *

जो सदा सन्तुष्ट है, योगी है, अपने आपको वश में रखे हुए है, इरादे का पक्का है, जिसने अपने मन और बुद्धि को मुझमें (यानी ईश्वर में) समर्पित कर दिया है; वह मेरा भक्त मेरा प्यारा है।

* श्लोक १५ *

जिससे संसार अलग नहीं हटता है, जो संसार से अलग नहीं भागता है; जो हर्ष, क्रोध और भय के वेग से मुक्त है, यानी, जो ख़ुशी के मारे फूल नहीं जाता, जो कभी गुस्सा नहीं होता, और जो किसी से डरता नहीं है; वह मेरा प्यारा है।

* श्लोक १६ *

जो किसी चीज़ की ख्वाहिश नहीं करता, जो पवित्र है, जो काम करने में प्रवीण या क़ाबिल है, जो उदासीन है, यानी, जिसे किसी चीज़ से अनुराग नहीं, जिसे किसी बात की फ़िक्र नहीं, जिसने सभी कामों को त्याग दिया है; वह मेरा भक्त मेरा प्यारा है।

* श्लोक १७ *

जो न किसी के साथ प्यार करता है, न किसी के साथ घृणा; जो न किसी बात की फ़िक्र करता है, न किसी चीज़ की इच्छा; जो शुभ अशुभ यानी, अच्छे बुरे का ख़याल नहीं रखता; जो भक्ति के भाव से भरा है; वह मेरा प्यारा है।

* श्लोक १८ *

जो दोस्त और दुश्मन के साथ एक भाव से रहता है, जो मान और अपमान को एक भाव से लेता है, जिसके लिये सर्दी गर्मी और सुख दुःख बराबर है, जो किसी चीज़ के साथ नहीं लिपटता;

* श्लोक १९ *

जो तारीफ़ और शिकायत को एक भाव से लेता है, जो मौनी है यानी चुप रहता है, जो जो कुछ मिल जाय उसी से सन्तुष्ट रहता है, जिसका कहीं घर नहीं, जो विचार का पक्का है, जो भक्ति से भरा है; वह मेरा प्यारा है।

* श्लोक २० *

जो उस अमृत-धर्म को मानते हैं, यानी, जो उस जीवन को अमर बनाने वाले ज्ञान को अपनाते हैं, जिसका वर्णन यहाँ किया गया है; जो श्रद्धा रखने वाले हैं, जो मुझको अपना परम लक्ष्य समझते हैं, जो भक्त हैं; वे मेरे सब से बढ़कर प्यारे हैं।

मुसल्मान आदि मन्दिर में जायँ—इसमें सब का लाभ है, प्रेम है और सत्य की प्राप्ति है।

हाँ, मुसल्मानों को यह बात खटक सकती है कि हिन्दू मन्दिरों में तो मूर्त्तियाँ रहती हैं और इस्लाम मूर्त्ति-पूजा का खंडन करता है, तो हम कैसे मन्दिरों में जायँ! ठीक बात है; लेकिन ठीक से सोचने से इसमें खटके की कोई बात नहीं।

हज़रत मुहम्मद साहब ने जिस कारण से मूर्त्ति पूजा की शिकायत की थी, वह तो बिलकुल ठीक था। लोग मूर्त्तियों के कारण ईश्वर को भूल गये थे। काबा स्वार्थी पुजारियों का अड्डा बन गया था—यहाँ तक कि आदमियों तक की कुर्बानी वहाँ की जाती थी। उन्होंने सोचा, "न रहेगा बाँस, न बजेगी बाँसुरी।" मूर्त्ति ही नहीं रहेगी, तो यह पाप कैसे होंगे? इसी लिये उन्होंने मूर्त्ति पूजा की इतनी ज्यादे शिकायत की।

भारतवर्ष में भी जहाँ मूर्त्ति-पूजा के नाम पर ऐसे अत्याचार होते हों, वहाँ जरूर उसका पूरा निषेध करना चाहिये। लेकिन जहाँ मूर्त्ति पूजा ऐसे किसी दोष से पाक हो, और प्रेम, भक्ति और दूसरे ऊँचे भावों के ज़ाहिर करने का ज़रिया हो, जहाँ मूर्त्ति-पूजा सिर्फ़ महा-पुरुषों या बुज़ुर्गों की याद और इज़्ज़त के लिये हो, वहाँ उससे घबड़ाने की कोई ज़रूरत नहीं।

एक मुसल्मान भी अपने बाप का चित्र रखता है और उसमें ख़ुश भी होता है। चित्रों को काग़ज़ समझता हुआ भी उसमें से कुछ विशेष भाव ग्रहण करता है। उसी तरह जहाँ मूर्त्ति-पूजा से कोई ख़ास भाव प्रगट हो, वहाँ उससे घृणा या नफ़रत करना ठीक नहीं।

एक सच्चे मुसलमान के दिल का यह उमङ्ग है कि –

आता है वज्द मुझको, हर दीन की अदा पर।
मस्जिद में नाचता हूँ नाक़ूस की सदा पर॥

यानी, "धर्म की एक २ बात पर मुझे मस्ती हो आती है। मस्जिद में जब शंख की आवाज़ मेरे कानों में पहुँचती है तो मैं (मस्ती में) नाचने लगता हूँ। कैसी अच्छी बात है!"

दूसरी बात यह है कि आज तो मुसल्मानों में भी मूर्त्ति-पूजा भरपूर है। मस्जिद की एक एक ईंट का ख़ास तौर से आदर किया जाता है। क़ब्र, ताज़िया और काबा का पत्थर आज कितनी इज़्ज़त की नज़र से देखा जाता है।

इस तरह जब दिल की माँग किसी न किसी तरह पूरी की जा रही है, तब दूसरे धर्म के कामों में साथ देने में सिद्धान्त या ओसूल की कोई अड़चन भला क्यों आनी चाहिये? एक दूसरे के धर्मों की कथा में शरीक होना चाहिये।

मतलब यह है कि आज हमें आपस में थोड़ा त्याग कर के—कुछ घट-बढ़ कर, कुछ दे-ले कर—इस तरह मिल-जुल जाना चाहिये जिससे हम सब की एक संस्कृति ढल जाय।

ख़ुलाशा यह कि हम अपनी अपनी रुचि या पसन्द के मुताबिक़ कुछ भी आचार-विचार रक्खें, पर प्रेम और भाईचारा जो सब धर्मों का मूल है उसे न भूलें।

किसी को पूड़ी पसन्द है तो पूड़ी खाय, भात पसन्द है तो भात खाय, साफ़ा पसन्द है तो साफ़ा पहने, पगड़ी पसन्द है तो पगड़ी। लेकिन पूड़ी सम्प्रदाय, भात सम्प्रदाय, साफ़ा सम्प्रदाय और पगड़ी सम्प्रदाय बना कर हम आपस में लड़ें झगड़ें क्यों?

स्थायी या मुस्तक़िल समझौता

(ले०—श्री सूरज-चन्द सत्य प्रेमी, "डोंगीजी", वर्धा)

मेरा यह दृढ़ विश्वास हो चला है कि राजनैतिक आधार पर समझौते रूप एकता की जो कोशिशें की जाती हैं, वे कभी स्थायी नहीं हो सकतीं। वजह यह है कि उनकी बुनियाद स्वार्थ या ख़ुद-ग़र्ज़ी पर होती है।

इसलिये ज़रूरत इस बात की है कि धार्मिक आधार पर आपस के मेल-मिलाप द्वारा सांस्कृतिक या तहज़ीबी एकता की कोशिश की जाय। यह मानता हूँ कि उसमें समय काफ़ी लगेगा। पर ठोस और स्थायी शान्ति का स्वाद उसी से आयगा और तभी हम मज़े के साथ मिल जुल कर आज़ादी का सुख भोग सकेंगे।

धार्मिक, सामाजिक और राष्ट्रीय या क़ौमी क्षेत्रों में हिन्दू मुसलमान आदि में जो भेद-भाव है, उसे बदलने की बड़ी ज़रूरत है। सबको आपस में कुछ दे-ले कर मिल-जुल कर रहना चाहिये—हाँ, विवेक या तमीज़ ज़रूरी है।

सभी धर्म आदमी की भलाई के लिये हैं। इस्लाम एक लाख पैंतीस हज़ार पैग़म्बर मानता है और क़ुरान में यह भी साफ़ लिखा है कि दुनिया में ऐसी कोई भी क़ौम नहीं है जिसमें ख़ुदा ने पैग़म्बर न भेजे हों।

हज़रत ईसा आदि की तारीफ़ में तो ख़ूब विस्तार किया गया है। अख़ीर में ऐसा कहा गया है कि सब पैग़म्बरों के नाम यहाँ नहीं दिये जा सकते, लेकिन हर एक मुसल्मान का फ़र्ज़ है कि वह हर एक पैग़म्बर को माने। ऐसी हालत में म० ईसा की तरह म० राम, म० कृष्ण, म० बुद्ध आदि को भी हर एक पैग़म्बर मानना सच्चे मुसलमान का फ़र्ज़ हो जाता है।

कोई भी मुसलमान, अगर वह सच्चा मुसलमान है तो, किसी भी मज़हब की निन्दा नहीं कर सकता। और न किसी धर्म स्थान का अनादर कर सकता है। इतना ही नहीं, हज़रत मुहम्मद साहेब की तरह म० राम आदि में सम्मान या ताज़ीम का भाव एकसा होने से हर एक धर्म-स्थान का वह आदर या इज़्ज़त करेगा।

यही बात हिन्दू धर्म के विषय में भी कही जा सकती है। गीता के विभूति योग को पढ़ने से मालूम पड़ता है कि सच्चा हिन्दू तो दुनिया की हर एक विभूति में भगवान को देखता है।

एक ईश्वर को मान कर भी उसने अवतारों के रूप में अनेक महात्माओं की स्तुति या तारीफ़ की है। इसलिये दूसरे महा-पुरुषों के समान उसे हज़रत मुहम्मद, म० ईसा, म० जरथुस्त आदि की स्तुति करने में भी कोई एतराज़ नहीं होना चाहिये।

जब हम सब को मिल कर एक ही देश में रहना है और हमेशे के लिये रहना है—हिन्दू चाहें कि हम सब मुसलमानों को अरब समुद्र में फेंक दें और मुसलमान चाहें कि सब हिन्दुओं को हिन्द महासागर में ढकेल दें, तो दोनों पागल हैं—और हम सब के धर्म आपस के प्रेम भाव और आदर की सलाह ही नहीं देते, बल्कि इन पर बहुत ज़ोर भी देते हैं, तो क्यों न हम एक दूसरे के प्रति आदर से पेश आवें? हिन्दू, मस्जिद और गिर्जाघर आदि में जायँ और

इस चमकीली मिल्लत की ताक़त से भरपूर हो कर अपने आपको इसके बहाव के लिये एक २ साफ़ सुथरा और खुला नाला बना देना चाहिये। उस नाले के ज़रिये, अपने अन्दर से हो कर, ममता मोह छोड़ कर, निष्काम भाव से इस शक्ति को चारों ओर दूर २ तक बहने देना चाहिये, ताकि सारा हिन्दुस्तान समझदारी और मिल्लत की शक्ति की धारा से तर हो जाय।

भारत माता अपने सभी बच्चों को पुकार २ कर कह रही हैं; "अपने सारे भेद-भावों को भूल जाओ।" आइये, कल्पना की शक्ति के ज़रिये हम सब के सब अपने आपको उसकी सन्तान के रूप में देखें। कल्पना के ज़रिये हम जैसा चित्र चाहें बना सकते हैं। जिन्हें चाहें मिला सकते हैं। आइये, उस शक्ति के ज़रिये हम एक ऐसा प्याला तैयार करें जिसमें लोगों में ताज़गी और नई ज़िन्दगी लाने वाले भाव का आशीर्वाद भरा जा सके।

नोट—डा० अरण्डेल एक बड़े योगी भी हैं। आपने अपने योग के अनुभवों पर कई किताबें लिखी हैं; जैसे, "निर्वाण" ("Nirvana"), "एवरेस्ट की चोटी" ("Mount Everest"), आदि। हाल में आपकी एक बड़ी मोटी किताब योग पर निकली है—उसका नाम है "कमलाग्नि" ("The Lotus Fire" ये किताबें अङ्गरेज़ी में हैं। ऊपर आपके ही एक लेख का भाव हिन्दुस्तानी में दिया गया है।

थियोसौफ़िकल सोसाइटी में और भी बड़े २ योगी गुज़रे हैं और मौजूद हैं। सोसाइटी की बुनियाद डालने वाली एक रूसी महिला, मैडम एच० पी० ब्लैवैट्स्की थीं। उन्होंने बड़ी २ करामातें दिखाईं। लेकिन उनकी सब से बड़ी करामत यह थी कि उन्होंने दिखलाया कि योग के रास्ते पर चलने से आज भी यह मुमकिन है कि आदमी अपने अन्दर की छिपी ताक़तों को ज़ाहिर कर सके और उनके सहारे प्रकृति के छिपे भेदों को जान सके। वह थोड़ी ही पढ़ी लिखी थीं। लेकिन "गुप्त रहस्य" ("The Secret Doctrine") नामक उनकी किताब कई जिल्दों में छपी है, जिसे पढ़ कर बड़े से बड़े विद्वानों के दिमाग़ भी चक्कर खाने लगते हैं।

वह ज्ञान का अथाह भण्डार है। उनके बाद डा० एनी बेसेन्ट और बिशप सी० डब्ल्यू० लेडबीटर की भी पहुँच योग के मैदान में बहुत ऊँचे दर्जे की थी। अपने योग बल द्वारा लोक-लोकान्तरों में भ्रमण करके इन लोगों ने गुज़री हुई और आगे आने वाली बातों का बहुत कुछ पता लगाया, मरने के बाद की दशाओं को दिखलाया, जन्म-जन्मान्तरों के हाल बयान किये और ज़िन्दगी के रास्ते पर बहुत रौशनी डाली। योग और योग के ज़रिये की गई खोजों पर इनकी लिखी बहुत सी किताबें छप चुकी हैं।

ख़ैर, यहाँ जिस हल्के योग का ज़िक्र किया गया है, उसका सरोकार कल्पना से है। आम तौर से लोग समझते हैं कि कल्पना कोई टिकाऊ चीज़ नहीं। यह भारी भूल है। कल्पना में बड़ी ताक़त है। सच्ची बात यह है कि जो जैसा सोचता है वैसा ही हो जाता है। इसलिये इसके महत्त्व को याद रख कर इस साधारण योग में जितने ज्यादे आदमियों से हो सके योग देना चाहिये। इससे दुनिया का मानसिक वातावरण दुरुस्त होगा, जिससे ज़ाहिरा तौर पर मेल मिलाप होने में बहुत मदद मिलेगी।

—सम्पादक

एक सहज योग

(ले०—डा० जी० एस० अरण्डेल, प्रेसिडेन्ट, थियोसौफ़िकल सोसाइटी)

मैं एक सीधा सादा योग बताना चाहता हूँ, जिससे हिन्दू-मुस्लिम मेल में बहुत मदद मिल सकती है। इसके लिये बहुत तैयारी की ज़रूरत नहीं। हर आदमी जो कल्पना (क़यास, imagination) की शक्ति को कुछ भी जानता है, वह इसे कर सकता है। अगर ऐसे लोग सिर्फ़ चन्द मिनट हर रोज़ इस योग में लगावें, तो वे देखेंगे कि इससे इन दोनों जातियों के साथ मिलाने में कितना गहरा असर पड़ता है।

पहले महान् हिन्दू जाति की ओर ख्याल ले जाइये। देखिये, पहले की इसकी शान कितनी ऊँची थी। तब महान् मुस्लिम जाति की तरफ़ ख्याल फेरिये। देखिये, पहले की इसकी भी शान कैसी अच्छी थी। फिर दोनों को एक साथ मिला कर उन्हें एक जाति, "हिन्दुस्तानी", के रूप में देखिये।

ऐसा चित्र विचार का बनाया जा सकता है, या भावना या इच्छा का। कुछ लोगों को इच्छा-शक्ति से काम करना सहज होता है, कुछ को मन से और कुछ को भावना से। अपने अपने स्वभाव के मुताबिक़ जिस को जिस तरह का चित्र बनाना सहज हो, उसे वैसा ही बनाना चाहिये।

खैर, इस तरह हिन्दू-मुसलमान को "हिन्दुस्तानियों" की शक्ल में एक बनाइये। फिर उनको इसी एकता के रूप में दो एक क्षण के लिये रखिये। यह ज़रूरी नहीं है कि बहुत देर तक यह चित्र सामने रखा जाय।

इस एकता को इच्छा की चमक के रूप में रखिये, या मन के विचार के रूप में या भावनाओं के बहाव के रूप में। यानी, इसे बिजली की शक्ल में देखिये, या एक शक्ल से बदल कर दूसरी शक्ल धारण करती हुई दशा में या हृदय से उठती हुई अभिलाषा के रूप में।

[खुलासा यह है कि दोनों जातियों के चित्र अलग अलग तो बनाये गये। फिर दोनों को मिला कर "हिन्दुस्तानी क़ौम" के रूप में एक कैसे किया जाय? इसकी तीन तरकीबें यहाँ बताई जाती हैं।

कुछ लोगों के लिये आसान होगा कि दोनों जातियों को अलग २ देखने के बाद उनको एक-ब-एक बिजली की चमक की नाईं एकता के रूप में देखें। लेकिन सब के लिये यह मुमकिन नहीं होगा। कुछ दूसरे लोगों के लिये यह आसान होगा कि दोनों जातियों को अलग २ देखने के बाद देखें कि किस तरह धीरे २ दोनों एक दूसरे के साथ मिलते जुलते एक हो जाते हैं। लेकिन ऐसा करना भी सब के लिये मुमकिन नहीं होगा। कुछ लोगों के लिये यही आसान होगा कि दोनों जातियों को अलग अलग देखें, फिर उनके एक होने की अभिलाषा की तेज़ धारा बहाकर उसमें ग़ोते लगायें। – सम्पादक]

अगर आप इस कोशिश में सफल होंगे, तो ज़िन्दगी की इन दोनों बड़ी धाराओं (हिन्दू और मुसल्मान जातियों की धाराओं) की शक्ति आपके अन्दर लहराने लगेगी। इस शक्ति के बहाव के संस्कार से आपके अन्दर ताज़गी भर आयेगी, आप अपने अन्दर बल महसूस करने लगेंगे और सारी दुनिया को एक दूसरी ही शक्ल में देखने लगेंगे।

ये कहानियां छोटे बच्चों की किताबों की हैं। लेकिन हमारे लिये भी ये कुछ कम काम की नहीं। बच्चे इन्हें पढ़ लेते हैं। दिल बहला लेते हैं। उनके दिल पर इन कहानियों के सुन्दर उपदेशों का कुछ असर ज़रूर पड़ता होगा।

लेकिन पढ़ना एक चीज़ है और उसके मुताबिक़ चलना बिल्कुल दूसरी चीज़। आज-कल स्कूल कालेजों में पढ़ी हुई बातों के मुताबिक़ चलने पर कहाँ जोर दिया जाता है? इसी अमल की कमी से पढ़ लिख कर भी हम असल में मूर्ख के मूर्ख ही बने रहते हैं।

इसलिये हमें इन सुन्दर पाठों को अपनाना चाहिये। अपने स्वभाव के मुताबिक़ हमें चलना चाहिये। बड़े को अपना बड़प्पन हर्गिज़ नहीं छोड़ना चाहिये। दूसरे अगर उसकी बुराई भी करें, तौभी उसको उनके साथ भलाई ही करनी चाहिये।

आज सबको प्रेम के धागे में एक साथ बाँधना बहुत ज़रूरी है। इसलिये अगर दूसरे अपनी ना-समझी की वजह से हमारे साथ दुश्मनी करें, हमसे अलग होना चाहें, हमारा बिगाड़ें, तौभी उनके भी साथ हमको प्रेम का ही भाव रखना चाहिये। इसका नतीजा यह होगा कि उनके ख़्याल, उनके भाव ज़रूर बदलेंगे और वे हमारे परम मित्र बन जायेंगे।

ज़रूरत है ज़रा उदार भाव से काम करने की। उलझनें तमाम छाई हुई हैं। उनके सुलझने की कोई सूरत नज़र नहीं आती। चारों ओर घोर अंधकार छाया हुआ है। इसका यह मानी नहीं कि सूरज का नाश हो गया। सूरज है, लेकिन बादलों में छिपा है। अभी २ बादल फटेंगे और चमकता हुआ सूरज फिर प्रगट हो जायेगा। अंधेरा दूर होगा और तमाम रौशनी फैल जायगी।

उसी तरह थोड़े ही दिनों में हमारी आज की उलझनें भी सुलझ जायेंगी। लड़ने वाले अपने हथियारों को रख छोड़ेंगे। दुश्मन दोस्त होंगे पराये अपने होंगे। ज़ुल्म करने वाले और ज़ुल्म सहने वाले गले से गले मिलेंगे, भाई भाई बनेंगे; अपनी भूलों के लिये पछतायेंगे और आइन्दे मिल-जुल कर रहेंगे। मज़बूत कमज़ोर की रक्षा करेंगे, कमज़ोर मज़बूत के सहारे वली होंगे। लड़ाई झगड़े दूर होंगे, तमाम अमन चैन का राज फैल जायेगा।

वह दिन ज़रूर आयेगा आ चला है, बहुत जल्द आ रहा है। उस आने वाले दिन की याद रखकर उसे आज की ज़िन्दगी में नीचे उतारने की कोशिश करनी चाहिये। यह सुन्दर अवसर अभी हमारे सामने है।

इसके लिये ज़रूरत है त्याग की। उस त्याग के लिये हमें तैयार हो जाना चाहिये। त्याग करना कोई खोटा काम नहीं। त्याग करना बड़ों का काम है। त्याग पर ही यह सारी दुनिया क़ायम है। मेल-मिलाप के लिये, अमन चैन के लिये, कोई त्याग बहुत बड़ा नहीं।

इस लिये हमारी तो ख़ास अपील सभी समझदार लोगों से है कि आज दिल खोल कर काफ़ी त्याग कर के भी सब को अपनायें। सब के ऊपर प्रेम की वर्षा बरसायें। जिस किसी का हमारे साथ संसर्ग हो वह प्रेम के भाव से ओत प्रोत हो कर हटे। जो चीज़ हम छूएँ उसे प्रेम से भर दें। खुलासा यह कि हर समय, हर जगह, हर हालत में, हमें अपने जीवन द्वारा प्रेम की धारा बहाते रहना चाहिये।

—सम्पादक।

प्रेम की वर्षा

आज संसार प्रेम का भूखा है। प्रेम की माँग चारों ओर से हो रही है। इसलिये सभी समझदार आदमियों को इस समय विशेष रूप से प्रेम की वर्षा करनी चाहिये।

प्रेम करने वाला आदमी एक छोटे सूरज की नाईं है। सूरज अपनी ज्योति को चारों ओर एक भाव से फैलाता है। वह न हिन्दू के लिये ज्यादा चमकता है, न मुसलमान के लिये कम; न विद्वान या धनी के लिये ज्यादे, न मूर्ख या ग़रीब के लिये कुछ कम।

इसी तरह प्रेम करने वाला भी अपने प्रेम की धारा चारों ओर एक भाव से बहाता है। अपना पराया, देशी विदेशी, दोस्त दुश्मन, सबको उस धारे में तर कर डालता है। सच्चा प्रेम किसी तरह का भेद-भाव नहीं जानता।

कुछ लोग सोचते हैं कि प्रेम एक ओर से नहीं हो सकता, दोनों ओर से होना चाहिये। मेल-मिलाप के लिये दोनों को झुकना ज़रूरी है। इसलिये जो हमारे साथ घृणा या दुश्मनी करते हैं, उनके साथ भला हम प्रेम कैसे करें?

इस दलील में बहुत सी भूलें हैं। ऐसी दलीलें वही पेश करते हैं जो प्रेम का रहस्य नहीं जानते। सच्चा प्रेम कभी बदले का ख़्याल नहीं करता। साथ ही प्रेम के अन्दर वह ताक़त है जो सख़्त से सख़्त दिल को भी पिघला सकती है। प्रेम सब कुछ जीत सकता है।

यहाँ पर दो छोटी छोटी कहानियां हमें याद आती हैं। चन्दन के पेड़ को लीजिये। प्रकृति ने उसकी लकड़ी में सुगन्ध भर रक्खा है। जो कोई उसके नज़दीक से गुज़रता है उसको वह अपनी ख़ुश-बू से तर कर देता है। जो चीज़ उससे छू जाती है, उससे भी ख़ुश-बू निकलने लगती है।

जङ्गल में रहने वाले लोग चन्दन की लकड़ी कुल्हाड़ी से काट लेते हैं। कुल्हाड़ी उस पेड़ को काटती है—उसके साथ कैसी बे-रहमी करती है! लेकिन चन्दन इस ज़ुल्म का जवाब कैसे देता है? वह उस कुल्हाड़ी में भी ख़ुश-बू भर देता है।

दूसरी कहानी एक साधु और एक बिच्छू की है। साधु नदी में नहाने गये। उन्होंने देखा कि एक बिच्छू उसी पानी में डूब उतरा रहा था, छट-पटा रहा था। उनको उस पर दया आई। उन्होंने उस बिच्छू को बाहर निकालने के लिये अपने हाथ पर उठाया। लेकिन बिच्छू ने डंक मार दिया। साधुजी का हाथ हिल गया। वह फिर पानी में गिर गया।

साधु ने उसे फिर उठाया। फिर उसने डंक मारा और हाथ पर से नीचे गिर गया। तीसरी बार साधु ने उसे हाथ पर उठाया और उसे बाहर निकाल ही कर चैन लिया।

किनारे पर लोग तमाशा देख रहे थे। उन्होंने पूछा, "महाराज, डंक मारने पर भी आपने बिच्छू को छोड़ क्यों नहीं दिया?" साधु ने जवाब दिया, "बिच्छू का स्वभाव है डंक मारने का, उसने डंक मारा। एक कीड़ा होकर भी उसने अपना स्वभाव नहीं छोड़ा। फिर आदमी होकर मैं अपना स्वभाव क्यों छोड़ देता? साधु का धर्म है जीव पर दया करना। इसलिये अपने स्वभाव के मुताबिक़ मैंने उस पर दया की।"

आशीर्वाद

मि० सी० जिनराजदास

थियोसौफ़िकल सोसाइटी के मशहूर नेता

मुझे आपका नया मासिक पत्र मिला। आजकल के फूट और दल-बन्दी के ज़माने में जो कुछ कार्रवाई भिन्न २ सम्प्रदायों को एक साथ मिलाने के लिये की जा रही है, उससे हिन्दुस्तान के उस भविष्य के निर्माण में सहायता पहुँचती है, जिसकी तैयारी ऋषि, महात्मा-गण कर रहे हैं।

धर्म के लेहाज़ से असल में कोई ऐसा भेद नहीं है जो हिन्दू को मुसल्मान से अलग रखे। हर धर्म ईश्वर के ज्ञान के एक २ अङ्ग का वर्णन करता है और दूसरे धर्मों के साथ २ ईश्वर के पाने का एक नया रास्ता दिखलाता है।

हिन्दू मुसल्मान अग़ल बग़ल पूजा कर सकते हैं। अगर वे समझ जायँ कि पूजा सिर्फ़ अपने फ़ायदे के लिये नहीं होनी चाहिये, बल्कि इस लिये कि उसके ज़रिये समाज पर ईश्वर का आशीर्वाद पहुँचे, तो हर आदमी सिर्फ़ अपने पड़ोसियों के ही साथ चैन से नहीं रहेगा, बल्कि सारे समाज पर आशीर्वाद फैलाने का एक अच्छा केन्द्र बन जायगा।

मेरी दिली इच्छा है कि आपकी यह कोशिश पूरे तौर से सफल हो।

शायद आपके पाठक यह सुन कर ख़ुश होंगे कि थियोसौफ़िकल सोसाइटी के हेड-क्वार्टर्स, अड्यार, में एक छोटा सुन्दर बौद्ध मन्दिर बनवाने में तो मेरा हाथ ख़ास तौर से था ही, उसी तरह एक छोटी सुन्दर मस्जिद बनवाने का काम भी मैंने शुरू किया था। १९३७ के अख़ीर से उस मस्जिद में मुसल्मान लोग नमाज़ पढ़ने लगे हैं।

शुभ सन्देश

मि० सैयद अब्दुल अज़ीज़

सलाहकार, एच० ई० एच० निज़ाम, हैदराबा

आप के ख़त के लिये धन्यवाद! मैं दिल से "मेल-मिलाप" की कामयाबी चाहता हूँ।

आप अच्छी तरह जानते हैं कि जिस काम में आपकी सोसाइटी ने इस ख़ूबी से हाथ लगाया है, उसकी कितनी बड़ी क़द्र मेरे दिल में है। मैं आपको पिछले साल के उस पहले जलसे की याद दिलाऊंगा, जिसका इन्तज़ाम आपकी सोसाइटी से हुआ था और जिसकी सदारत मेरे सुपुर्द थी।

जब तक लोग मज़हबी पक्षपात और अन्ध-विश्वास से छुटकारा नहीं पायेंगे और सबके साथ प्रेम से मिल-जुल कर रहना नहीं सीखेंगे, तब तक किसी क़िस्म की सर्कार क़ायम करने से या कोई धन या अख़्तियार हासिल करने से वह आनन्द नहीं मिल सकता जिसे हर आदमी चाहता है।

दुर्भाग्य-वश अब तक उन उपदेशों से जो भिन्न २ धर्मों के नाम पर दिये गये हैं या दिये जा रहे हैं, सभी आदमी या कुछ थोड़े लोग भी बहुत रूहानी या आध्यात्मिक फ़ायदा नहीं उठा सके हैं। वजह यह है कि हम जो उपदेश करते हैं, उसके मुताबिक हम ख़ुद नहीं चलते।

ख़ैर, ख़ुशी की बात है कि भिन्न २ धर्मों के लोगों में आपस का रिश्ता ठीक करने के लिये कुछ कोशिशें - गरचे वे अभी बहुत थोड़ी हैं—हो रही हैं; और आपकी संस्था इस काम में पीछे नहीं है। बल्कि सच्ची बात तो यह है कि इसने लोगों की भलाई का आम मक़सद हासिल करने में आगे बढ़कर बहुत अच्छा भाग लिया है।

मेल-मिलाप

भाग १ | पटना, १७ मार्च, १६४० | संख्या ५

सभी को आप खिलाते भात

(र०—श्री भगवती प्रसाद सिंह, "शूर," छपरा)

भजन—धुन: भैरवी, पीलू, विहाग, आदि

सभी को आप खिलाते भात।
जग नायक का नाम पुकारें
सब होकर एक जात॥
सभी को साथ खिलाते भात॥ (टेक)

नीच-ऊँच है नहीं, नहीं है
नेम-टेम की बात।
छूत-अछूत सभी के आश्रय,
अच्युत हो, हे तात॥
सभी को आप खिलाते भात॥

वैर, विरोध, कपट की छाई,
अंधकार सी रात।
मोह हरो, प्रतिभा दरसाओ,
दिशि दिशि करो प्रभात॥
सभी को आप खिलाते भात॥

तुमसे नहीं कोई दिन खाली,
हफ़्त कहें या सात।
चाहे जाड़ा, चाहे गरमी,
चाहे हो बरसात॥
सभी को आप खिलाते भात॥

कहें मुसल्मां ईश वन्दना,
हिन्दू हम्द औ नात।
नहीं फ़रक़ है इसमें उसमें,
दोनों हक़ की बात।
सभी को आप खिलाते भात॥

उठो, मुसाफ़िर, इस जीवन का
दो दिन नहीं सबात।
पड़ी अजां मस्जिद में, प्रभु का
सुमिरन कर लो प्रात॥
सभी को आप खिलाते भात॥

यहाँ सत्य की बाज़ी खेलो,
दुनिया अजब बिसात।
धर्म गया तो दीन गया, बस्
एक चाल में मात॥
सभी को आप खिलाते भात॥

गिरजा-घर में, हर मन्दिर में,
घण्टे का आघात।
सुनो, सुनो, सन्देश एक है,
ले लो मुक्ति नेजात॥
सभी को आप खिलाते भात॥

گورنمنٹ بہار، اڑیسہ، سی۔ پی۔ یو۔ پی و سندھ کے محکمہ تعلیمات سے منظور شدہ

پیامِ تعلیم

دہلی

جلد ۱ | اکتوبر ۱۹۴۰ء | نمبر ۱۱

صاف کہنا چاہیے جو بات ہو ایمان کی

خانبہادر ابو نصر محمد عمر صاحب۔ ڈپٹی سکریٹری۔ لوکل سلف گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ، بہار گورنمنٹ

پوچھتے ہیں ہم یہ ہندوستان کی ہر قوم سے
جانتے ہیں آپ دنیا میں ہے کیسا خلفشار
ایک ہٹلر کی شیطانی سے یہ اندھیر ہے
ہم نے یہ مانا بدیسی ہے ہمارا امپیریہ
پھر بھی تم لڑتے ہو اس سے روز آزادی کی جنگ
جرمنی بھی یہ نہ ہٹلر سے ہرگز کہہ سکے
رفتہ رفتہ تمکو آزادی کے حصے مل چکے
کان ہوں شیطان کے بہرے جو ہندوستان میں
پھر یہ جمہوری حکومت کا رہیگا رنگ ڈھنگ؟
پھر کبھی سوراج کا دیکھو گے تم رہ رہ کے خواب؟

آپ رکھتے ہیں محبت دل میں ہندوستان کی
کیسی یورپ میں لڑائی ہے چھڑی گھمسان کی
خیریت اب جان کی ہے اور نہ ہے ایمان کی
اور یہ جاری ہے حکومت ہم پہ انگلستان کی
مجلسوں میں لیتے ہو تم کے باتیں شان کی
تم تو انگریزوں سے کہتے ہو کھلے میدان کی
اور وعدہ ہے جو ساعت آئے اطمینان کی
آئے ہٹلر تو یوں ہوگی باتیں شان کی؟
پھر یہ آزادی رہیگی فطرت انسان کی؟
پھر کبھی آئیگی دل میں یاد پاکستان کی؟

یاد رکھو! ہے یہ انگریزی حکومت ہی کا فیض
چین سے سوتے نہیں انگلینڈ والے کوئی رات
یا د روٹی تک نہیں انگلینڈ والوں کو نصیب
جرمنی کا ہوتا ہندوستان۔ تو تم دیکھتے
ایک ڈکٹیٹر جو منہ سے بول دے قانون ہو
جس جگہ ہٹلر کی ہو پہنچی تباہی آ گئی
مل کے ہندوستان والو دیس کو اپنے بچاؤ
کانگریس و لیگ کی ساری لڑائی چھوڑ کر
یاد رکھو تم اگر آپس میں لڑتے ہی رہے
ہند پھر ہوگا۔ نہ ہندو اور نہ پھر ہندو دھرم

آج جو تم لے رہے ہو سانس اطمینان کی
بھیڑوں میں کٹتی ہے شب اہل ہندوستان کی
آپکے گھر آ رہی ہے روز ڈھولی پان کی
عورتیں رکھنے نہ پاتیں بالیاں تک کان کی
کام اُسکے راگ میں سُر کا۔ نہ حاجت تان کی
فوج ہو اُس ظالم کی گویا فوج ہے شیطان کی
کب تلک لڑتے رہینگے حنبلی اور جانکی
تم بچاؤ جان ہٹلر سے ہندوستان کی
اور نہ کی امداد گر سچے دل سے انگلستان کی
اور نہ دیکھینگے مسلماں شکل تک قرآن کی

نوح کی کشتی بنا لو۔ دیکھ ساتھ انگلینڈ کا
ہے خدا شاہد کہ یہ باتیں خوشامد کی نہیں

دے رہے ہیں ہم خبر ہٹلر کی طوفان کی
صاف کہنا چاہیے جو بات ہو ایمان کی

پنڈت مالویہ — کیا ہندستانی دنیا میں قتل و غارت ہونا پسند کرینگے؟

اسوقت جو زمانہ گذر رہا ہے وہ دنیا کو معلوم ہو کہ نہایت خطرناک ہو اور اسکی اگلی منزلیں بھیانک ہیں۔ ابھی تک جنگ کا خاتمہ نہیں ہوا۔ یورپ میں حرص و ہوس کا سیلاب ہو۔ ایکطرف شیطانی طاقت اپنے دامن میں بغض۔ عناد و ظلم۔ خود غرضی اور جہاں گیری کی ہوس لیکر ہٹلر اور مسولینی ایسے شخص کے ذریعہ سے نمائندگی کر رہی ہو۔ یہ دونوں اپنی غرض میں اندھے ہو کر جو جو نہ کرنا چاہئے وہ کرنے پر امادہ ہو گئے ہیں۔ دوسری طرف برطانیہ کو تنہا اس شیطانی طاقت کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ ہٹلر اور مسولینی صرف یورپ ہی نہیں بلکہ دنیا میں قتل و غارت اور لوٹ مار مچانے کی ٹھان بیٹھے ہیں۔ اور برطانیہ بھی اس بات پر پوری طور سے امادہ ہو چکی ہو کہ تنہا دنیا کو ظلم اور قتل و غارت سے نجات دلاکر رہیگی۔ برطانیہ کو اسوقت جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہو اسکو انگلینڈ کے باشندے ہی خوب جانتے ہیں۔ لندن پر مسلسل بمباری اور ہیبتناک ہوائی حملے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے ملک پر ہوتا تو وہاں کے سول باشندوں میں ہیجان پیدا ہو جاتا اور سول انتشار کے باعث ملک میں بغاوت اور بزدلی کا سیلاب آ جاتا۔ تعریف ہو بہادر انگریزوں کی جس طرح سے وہ لوگ مرد۔ عورت اور بچے انسانیت کے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں اور انسانیت کو مردہ ہونے سے بچا رہے ہیں۔ خدا انکو استقلال عطا فرمائے اور انکے عزم و ارادے پختہ رہیں۔ اسی بہادری اور فولادی عزم کا نتیجہ ہو کہ جنگ نہایت دور اندیشی سے برطانیہ لڑ رہی ہو۔ اگر جرمنی اور اٹلی سے برطانیہ دلیرانہ مقابلہ نہ کرتی اور برطانیہ کی عظیم الشان بحری طاقت سمندر میں موجود نہ ہوتی تو ہندوستان کا خطرہ سے محفوظ رہنا مشکل و دشوار تھا۔

یہ وہ وقت نہیں ہو کہ ہم برطانیہ سے آزادی حاصل کرنے کے لئے موّل جول اور بھاؤ بٹہ کریں۔ سب سے پہلے میرا فریضہ ہے کہ ہم اپنے ملک کو بیرونی حملہ سے محفوظ رکھنے کی انتہائی کوشش کریں۔ ہم ہندوستانی ہیں ہملوگ کبھی یہ پسند نہیں کرسکتے ہیں کہ دنیا میں قتل و غارت ہو۔ ہندوستان میں ابھی تک مذہبیت اور روحانیت بہت کچھ باقی ہے۔ کسی پولیٹیکل مصلحت سے ہندوستانی مذہب کو خیرباد نہیں کہہ سکتے ہیں۔ دو چار سو اگر ایسے لامذہب ہندوستان میں نکل آئیں کہ اونکے لئے دنیاوی طاقت اور پولیٹیکل اقتدار مذہب سے بالاتر ہو تو ہو۔ مگر سارے ہندوستانی خواہ کسی مذہب کے ہوں ایسا نہیں سمجھ سکتے ہیں۔

جنلوگوں کے دل میں مذہب کی محبت اور عزت ہو وہ جانتے ہیں کہ دوسرے انسانوں کے ساتھ ہمدردی کرنا۔ دوسروں کو خطرہ سے بچانا جس پر ظلم ہو رہا ہو اوسکی مدد کرنا اوسی طرح سے لازم ہے جس طرح سے خدا کی عبادت یا ایشور

کی پرستش کرنا ہے۔ کسی مذہب کی تعلیم جھگڑے فساد۔ جنگ و جدل پھیلانے کی نہیں ہے بلکہ دنیا میں امن قائم کرنے کی ہے۔ یہ بڑی خدمت اور بڑا مذہبی فریضہ ہے کہ ہم دنیا کو ظلم سے پاک رکھیں ظالم سے علیحدہ اور مظلوم کے ہمدرد اور دوست بنیں۔

یہ دیکھکر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں ہندوستانی متحد نہیں ہیں۔ آپس کی خانہ جنگی اور تو تو میں میں۔ میں اپنا عزیز وقت برباد کر رہے ہیں۔ ہندوستانیوں کو سمجھنا چاہیئے کہ ایک ایک روز وقت کا برباد کرنا انسانیت کے دشمنوں کی ہمت افزائی کرنا ہے۔ ہمارا فریضہ تو یہ ہے کہ بڑے بڑے جلسے کر کے ڈنکے کی چوٹ پر جنگی جدوجہد میں معین و مددگار رہوں اور جس سے جو خدمت ممکن ہو سکے اوسے اپنے ذمہ لیکر انجام دینے کے لئے کمربستہ ہو جائے۔ ہماری یہ مستعدی اور تیاری ہی دشمنوں کی بڑھتی ہوئی اُمنگ پر پانی پھیر دیگی اور وطن کے نادان دشمن جو خلاف پروپیگنڈا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اونکی کمر خود بخود ٹوٹ جائیگی۔

میں کیا ہندوستان کا کوئی باشندہ ہندو یا مسلم لیڈروں کے نیک نیتی پر شبہ نہیں کر سکتا ہے۔ ان سبھوں کا مقصد ہندوستان کی بہبودی۔ فلاح۔ آزادی اور اتحاد ہے لیکن باوجود ان مقاصد کے پھر بھی مقصد حاصل ہوتا ہوا نظر نہیں آتا ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے ؟

مقصد حاصل نہ ہونے کی وجہ اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہ صرف آپس میں اتحاد اور میل نہ ہونا ہے۔ ہندوستان کے لیڈروں نے ہندو مسلم اتحاد کی طرف سے اسقدر مایوسی اپنے دلوں میں پیدا کر لی ہے کہ اسکا اثر اب پبلک پر بُرا ہو چلا ہے۔ قدیم رشتہ محبت اور خلوص پر سیاہ دھبے نظر آتے ہیں۔ اور اس اتحاد کو اس طرح سے ناممکن سمجھا ہے جس طرح سے ایک پرند اور چارپایہ کی دوستی ناممکن ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو غلط خیال ہے۔ اگر ہندو اور مسلمان اپنے مقصد میں سچے ہیں اور پبلک و اپنے وطن کے سچے ہمدرد ہیں تو اپنے ذاتی اقتدار و شخصی اصول کی پابندیوں کو چھوڑکر آگے بڑھیں۔ سچے دل سے گلے گلے ملجائیں۔ آپس میں میل محبت کے رشتہ کو سخت بنانے کی کوشش کریں۔ کچھ مسلمان روشن خیالی اور وسیع المشربی سے کام لیں اور کچھ ہندو بھاگوت گیتا کے ارشادات پر نظر رکھتے ہوئے سخاوت سے کام لیں۔ اگر دونوں ملنے پر اور برادرانہ طور سے برادر وطن بنکر زندگی بسر کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو پھر کوئی طاقت دنیا کی انکو اتحاد سے نہ روک سکیگی۔ جب آپس میں برادرانہ سلوک پیدا ہو جائیگا تو دنیا پر اس کا اثر ہوگا اور آپکے کل مقاصد خود بخود حاصل ہونا شروع ہونگے ورنہ اس اختلاف باہمی کے زمانہ میں آپکو کسی قسم کے بھی اختیارات ملیں وہ آپکو خوش رہنے اور فلاح و بہبودی حاصل کرنے میں مددگار نہ ہونگے آپ جس جگہ ہیں وہاں بھی ٹھہر نہ سکینگے اور آپس کے جھک جھک بک بک سے دوتو کو چند زینہ نیچے ہی اترنا پڑیگا۔

خدا نے یہاں مختلف مذاہب کے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ یہ خدا کی منشا ہے کہ سب ملکر آباد ہوں کسی طرح کی بھی کوشش ایک دوسرے کو ہندوستان سے مٹا نہیں سکتی۔ آپکو ملکر رہنا ہے اور ایک روز ملکر رہینگے۔

پبلک سے امید ہے کہ وہ جنگی انتظامات میں وارکمیٹیوں میں۔ وار فنڈ کے لئے روپیہ جمع کرنے میں۔ وار بونڈ کی خریداری

میں جہانتک ممکن ہو بڑے سے بڑا حصہ لے اور اسکو کامیاب بنائے تاکہ دنیا سے قتل و غارت اور ظلم کا خاتمہ ہو اور ہندوستان اندرونی ہلچل اور بیرونی حملہ سے محفوظ رہے۔

عام اُخوّت یا انسانی برادری

(UNIVERSAL — BROTHERHOOD)

از ام۔ کے نواب صاحب۔ پٹنہ

انسانی برادری کا تخیل اگرچہ ایک حقیقت ہے پھر بھی اسکی طرف سے جو عام بے پروائی برتی جاتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ لوگ اسکی صداقت کے قائل تو ہیں لیکن اپنی زندگی کا اصول اسکے موافق بنانے کو تیار نہیں۔ ہر سوچنے والے دماغ کو فطرتاً اس صداقت کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن افسوس تو اسکا ہے کہ باوجود اس احساس کے دنیا میں کچھ ایسی ہستیاں بھی موجود ہیں جو انسانی برادری (UNIVERSAL-BROTHER HOOD) کے خلاف آپس میں منافرت کا بیج بونا ہی اپنا فرض جانتی ہیں۔ اور تعصب کے ساتھ ساتھ ذات پات کے جھگڑوں کو قائم رکھنا اپنا دھرم سمجھتی ہیں۔ کیا میرا یہ خیال درست نہیں ہے کہ میرے یہ بے رحم بھائی برادران یوسف کی طرح دور اندیشی سے قطع نظر کرکے صرف اپنی خود غرضی کی بنا پر ارتقائے انسانیت کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔

گذشتہ دو صدیوں کے عرصہ میں سائنس کی حیرت انگیز ترقیوں کی بدولت دنیا کہاں سے کہاں پہونچ چکی ہے۔ انسان ہر مسئلہ کو سائنٹفک اصول پر جانچنے کا عادی ہوگیا ہے تو پھر اس اُخوت کے نظریہ کو بھی کیوں نہ سائنٹفک اصول کی کسوٹی پر پرکھ لینا چاہیئے۔

علم ترکیب اجسام حیوانات (PHYSIOLOGY) کے ماتحت اگر دیکھا جائے تو ہر فرد انسانی کی ساخت ایک سی نظر آئیگی صرف ظاہری پوست کے رنگ میں بلحاظ آب وہوا البتہ کچھ فرق معلوم ہوگا مگر اصل ڈھانچہ تمام انسانوں کا ایک ہی قسم کا ملے گا۔ چاہے وہ یورپین ہو ہندوستانی۔ افریقہ کا باشندہ ہو یا امریکہ کا۔ عرب ہو یا چینی سبھوں کی نشوونما کے اصول اور انکے انحطاط یا فنا کے اسباب یکساں ہوتے ہیں۔ اسکے علاوہ علم النفس (PSYCHOLOGY) علم حیات (BIOLOGY) یا اس قسم کے جتنے بھی علوم ہیں ان سبھوں کے اصول پر نظریہ اخوت کو جانچنے کے بعد دنیا کے ارباب حل و عقد اسی نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ تمام عالم کے انسانوں میں یگانگی موجود ہے۔

اگر اصول فلسفہ کو پیش نظر رکھکر انسانی اُخوت کا جائزہ لیں تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ دنیا کی مختلف اقوام کا مبدا ایک ہی ہے اور تقریباً تمام فلسفیوں کا اس پر اجماع ہے مثلاً

ذیل میں زمانہ حال کے چند مستند فلسفیوں کی رائیں پیش کیجاتی ہیں۔

مسٹر اوگسٹ کومٹے (AUGUST COMTE) جنکی تائید میں لندن کے مشہور فلسفی مسٹر جے. اس. مل (MR. J. S. MILL) اور مسٹر ہربرٹ اسپنسر (Mr. HERBERT SPENCER) کے اکثر مضامین نکلتے رہے ہیں بڑے شد و مد کے ساتھ فرماتے ہیں کہ دنیا میں تمام انسانیت کا ایک ہی مذہب ہونا چاہیئے۔ انکے علاوہ مسٹر چارلس براڈاوُ (Mr. CHARLES BRADAUGH.) اور مسٹر انگرسول (Mr. INGERSOLL) جیسے فلسفی جنہوں نے ذات واجب الوجود کے منکر ہونے میں ذرا تامل نہ کیا انہیں بھی اخوت انسانی کی صداقت کا انکار کرنے میں ہمت نہ پڑی یورپ کے مشہور فلسفی ارتھر شوپن ہار (Mr. ARTHER SCHOPENHAUER) کا قول ہے کہ "جب ایک فرد اپنی ہی جنس کی دوسری فرد سے مخالفت کرتی ہے تو مجھے سخت تعجب ہوتا ہے۔ اسلئے کہ انسانی برادری میں دوئی کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ کثرت ہی میں وحدت کا راز مخفی ہے۔ اور یہ ظاہری تفرقے محض وقت و مقام کی بندشوں سے پیدا ہو گئے ہیں۔"

گذشتہ صدی کے مشہور و معروف مسٹر گائی سپ مزینی (Mr. GIUSEPP MAZZINI) جو کہ اشتراکیت (SOCIALISM) کے مشہور علمبردار تھے انکا قول ہے کہ "نسل انسانی میں باہمی اخوت نتیجہ ہے خدائے واحد کی وحدانیت کا۔ چاہیئے کہ عالم کے تمام بنی نوع انسان اس حقیقت پر ایمان لے آئیں کہ اختلاف نسل و رنگ کے باوجود بھی سب کا مبدا ایک ہی ہے یا یوں سمجھے کہ ایک ہی خاندان کی مختلف فردیں اور انکے اتحاد ہی میں انکی فلاح ہے۔ روح واحد تک رسائی اتحاد روح انسانی پر منحصر ہے اور سبھوں کو ایک نہ ایک دن ارتقائی منزل تک پہونچنا ضرور ہے۔ دراصل ایک انسان دوسرے انسان سے علحدہ نہیں رہ سکتا۔ اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو آقا ہو یا غلام۔ راجہ ہو یا پرجا۔ کالا ہو یا گورا سب ہی ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اور ہم سب کا مبدا اور منتہا ایک ہی ہے۔ ظاہری اختلاف زبان سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو رنج و خوشی کے موقع پر ہر شخص چاہے وہ کہیں کا بھی ہو بالعموم ایک ہی طریقہ سے اظہار جذبات کو اختیار کرتا ہے۔ مثلاً غم کے موقعہ پر آنسو بہانا اور خوشی کے وقت مسکرا دینا۔ یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے دائرہ انسانیت بہت وسیع ہے لہذا اختلاف انسان کا ایک لازمی عنصر ہے۔ خدا کے نزدیک کثرت و قلت کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ وہ تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی نگاہ محبت سے دیکھتا ہے۔ ہم اسی وقت اسکے سچے بندے ہو سکتے ہیں جب ہم بھی اپنے ہر قول و فعل سے اسکو ثابت کر دیں کہ اتحاد باہمی ہمارا نصب العین ہے۔ حقانیت کے پجاریوں کیلئے عام انسانی برادری پر ایمان رکھنا ایک ناگزیر امر ہے اور جنگ و جدال سے پرہیز انکا اولین فریضہ ہے۔

ابھی تک تو میں نے سائنس کے نقطہ نگاہ سے جو کچھ بیان کرنا تھا بیان کیا لیکن اب ذرا مختلف مذاہب عالم کے دائرہ میں آکر نظریۂ "اخوت عامہ" کی جانچ کیجائے اور اسکو دیکھا جائے کہ پیغمبروں اور اوتاروں نے عام انسانی برادری کی کس طرح تلقین فرمائی ہے۔ قبل اسکے کہ اسکی کچھ مثالیں پیش کیجائیں اسکو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جو باتیں مذہب

عالم میں احکامات اور اشلوک کی صورتوں میں بیان کیگئی ہیں انہیں کو علم سائنس اپنے خاص اصول کے ماتحت اپنے انداز میں بیان کرتا ہے یعنے یہ کہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے معاون ہیں نہ کہ مخالف۔ اسی کے ساتھ یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جسطرح جب کسی فرد انسان کے کسی ایک عضو کو کوئی خاص تکلیف پہونچتی ہے تو اسکے تمام جسم پر اسکا خاص اثر ہوتا ہے بجنسہ اسیطرح اگر ایک بنی نوع انسان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو فی الحقیقت تمام انسانی برادری موثر ہو جاتی ہے۔ آپ کو چاہیے یہ بات کچھ انوکھی سی معلوم ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار کی مجال نہیں انسانیت کے دائرہ میں رہکر اپنے کو اس سے علحدہ سمجھنا ممکن ہی نہیں۔ اسوقت دنیا میں تقریبًا گیارہ مذاہب ایسے ہیں جنکو زندہ مذہبوں میں شمار کیا جاتا ہے انہیں سے ہر مذہب میں اخوت عامہ کی تلقین موجود ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب ایک ہی خدا نے کل رہبران دین کو مختلف اوقات میں بندوں کی رہبری کیلئے بھیجا ہو۔ اور جب اس کی نگاہ میں بحیثیت مخلوق سب ہی ایکساں ہوں پھر بندوں کو باہم گر مخالفت کا کون ساحق حاصل ہے۔

سری کرشن مہاراج کی تعلیم کو ملاحظہ فرمائیے۔ "خدا موجود کل ہے۔ وہ اپنے منکروں سے بھی علحدہ نہیں۔ البتہ اپنے پجاریوں سے وہ قریب تر ہو جاتا ہے۔" اسکے علاوہ بھگوت گیتا کے چھٹے باب میں جو اشلوک ہے اسکے الفاظ یہ ہیں۔ "انسان مکمل وہ ہے جو اپنے پرائے۔ دوست دشمن۔ جان انجان۔ شہری اور پردیسی۔ سب ہی کے ساتھ ایک سا برتاؤ کرے۔" اسی کتاب کے تیسرے باب میں لکھا ہے "جو تمام دنیا والوں کی بھلائی چاہتا ہے وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے اسلئے کہ نور واحد عالم کے ذرہ ذرہ میں جلوہ افروز ہے" اسی طرح منوسمرتی (MANNUSMIRTI) میں یوں لکھا ہے "وہ جو کہ تمام مخلوق عالم کی دوستی کا دعویدار ہو وہی دراصل "برہمن" ہے اور وہی کثرت میں وحدت حقیقی کا نظارہ کرتا ہے۔ اسی نے درحقیقت خود کو پہچان لیا۔"

اگر آپ ایشا اوپانشاد کی جلد ۱۰ (ISHA UPANISHAD(V.-10)) کو ملاحظہ فرمائیں تو یہ الفاظ ملینگے "جس نے خود اپنے میں دنیا کا جلوہ دیکھ لیا اور دنیا کی تمام مخلوق میں خود کو جلوہ نما پالیا وہ پھر کسی سے بھی نفرت نہیں کرتا" مہابھارت کے شانتی پرو میں اسکی یوں تلقین کیگئی ہے: "جو واقعی بنی نوع انسان کی ہمدردی کا مدعی ہو وہ اپنے ہر قول و فعل کے ذریعہ تمام مخلوق خدا کی بھلائی کرتا رہتا ہے۔ اور اسی پر رموز حقیقی کا انکشاف ہوتا رہتا ہے۔ وشنو پوران کے الفاظ ملاحظہ ہوں"۔ تمام مخلوق عالم میں جو نور خدا کے وجود کا قائل ہے وہی بلا لحاظ تفریق مذہب و رنگ سب سے یکساں محبت رکھتا ہے"۔ اب ذرا زرتشتی مذہب (ZOROASTRIANISM) کے رہبر کی دعا کے الفاظ جو اس مذہب کی مشہور کتاب پتت پشیمانی (PATET.PASHEMANI) میں ملتے ہیں ملاحظہ ہوں"۔ یا خدا۔ اگر میں نے کبھی بھی عام انسانی برادری کے خلاف کوئی گناہ کیا ہو تو میں نادم ہوں۔ تو مجھے بخشدے۔" بودھ مذہب کی مشہور کتاب دھما پدھ (DHAMA PADA) میں فلسفہ اخوت کو یوں بیان کیا گیا ہے "ہمیں ہمہ تن محبت ہونا چاہئے۔ دوست تو دوست دشمن سے بھی نفرت نہیں کرنی چاہئے۔" اسی مذہب کی

دوسری کتاب متاستا (METTASUTTA) کے اشلوک ۵ و ۹ کے یہ الفاظ ہیں" ہم سبھوں کو باہم دگر شیر و شکر ہو کر رہنا چاہیئے۔ ہمارے دل و دماغ میں سوائے محبت ہو لکر بھی نفرت کا شائبہ نہ آنا چاہیئے"۔ اب ذرا عیسائی مذہب کی مستند کتاب انجیل کی کھلی کھلی ہدایتیں ملاحظہ ہوں"۔ خدائے یکتا یعنے ایکا ایشور رہی ہم سبھوں کا مالک حقیقی ہے۔ بنی نوع انسان کی ہر فرد بھائی بھائی کا درجہ رکھتی ہے اور خود مسیح کی ذات بھی اس کلیہ سے باہر نہیں۔ (ملاحظہ ہو۔ باب ۲۳۔ آیتہ ۸) اسکے علاوہ باب ۱۵ کی ۲۴ و ۲۶ و ۲۹۔ ان تینوں آیتوں کو بھی ملاحظہ فرمائے"۔ خدا نے تمام انسانوں کی رگوں میں ایک ہی خون دوڑایا اور ہم سب میں اُسی ذات واحد کا نور جلوہ فگن ہے۔ ظاہری اختلاف رنگ و مذہب سے فی الحقیقت دوئی ثابت نہیں ہوتی۔ خدایا تو انسانی برادری کو برقرار رکھو"۔ دوسری جگہ باب ۱۷ آیتہ ۲۱ و ۲۳ میں ارشاد ہوتا ہے" ایک نور خدا ہم سب میں جلوہ فگن ہے اور نہ ہم اس نور واحد سے الگ ہو سکتے ہیں اور نہ وہ ہم سے علحدہ ہے۔ اسلئے کہ دراصل یہی عین وحدانیت ہے"۔" اگر کسی ایک بنی نوع انسان نے دانستہ دوسرے کو کوئی نقصان پہونچایا تو دراصل اسنے اپنے ہی نفس پر ظلم کیا اور یہ یاد رکھو کہ ظلم بہر صورت خدا کا گناہ ہے" (باب ۵ آیتہ ۱۲) اسی طرح جلد ۱ باب ۴ میں آیتہ ۷ و ۱۱ و ۲۰ و ۲۱ کے زریں الفاظ ملاحظہ ہوں" اے میرے عزیزو۔ آپس میں ایک دوسرے سے سچی محبت قائم رکھو اسلئے کہ محبت صفت الہی ہے۔ محبت کا بندہ ہی خدا کا برگزیدہ بندہ ہے۔ چونکہ خدا سب مخلوق سے محبت رکھتا ہے اسلئے ہمیں بھی آپس میں ایک دوسرے سے محبت ہی رکھنی چاہیئے۔ جس نے دانستہ اپنے بھائی سے محبت نہیں کی وہ بھلا خدا سے کیا محبت کریگا۔ دیکھو یہی خدا کا حکم ہے کہ جو اُس سے محبت رکھنا چاہتا ہے وہ پہلے اپنے ہم جنسوں سے محبت کرے اسلئے کہ خدا بھی ان سبھوں سے محبت کرتا ہے"۔

طوالت کے خوف سے اسلام کی مقدس کتاب قرآن پاک اور احادیث رسول و اقوال ائمہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنیکے خیال کو ترک کر کے سر دست جمالاً صرف وہی فقرات عرض کئے جاتے ہیں جن سے اسلام کے بچے بچے کے کان آشنا ہیں۔

" اپنے والدین۔ اعزا۔ یتیم۔ غربا۔ ہمسایہ۔ غلام حتی کے راہگیروں سے بھی یہ محبت پیش آؤ۔ یتیموں کو کبھی نہ ستاؤ۔ فقیروں کو کبھی نہ جھڑکو۔ دیکھو ایک انسان یا ایک قبیلہ دوسرے شخص یا قبیلہ کا مضحکہ نہ اُڑائے اسلئے کہ تم کو کیا معلوم کہ خدا کے نزدیک اسکا مرتبہ تم سے بلند تر ہو۔ دیکھو۔ کسی کی عیب جوئی نہ کرو اور نہ کبھی کسی کو تضحیک کے ساتھ مخاطب کرو"۔

" ہرگز وہ انسان کامل الایمان نہیں جو دوسروں کے لئے بھی وہی نعمتیں نہ چاہے جنکا وہ خود متمنی رہتا ہو"۔

" جسکو خدا کی مخلوق اور اپنی اولاد سے محبت نہیں ہرگز خدا اسے دوست نہیں رکھتا"

" مخلوقِ خدا سے محبت رکھنے والا ہی خدا کا برگزیدہ بندہ ہے"

" کل بنی نوع انسان ایک رشتہ اخوت میں منسلک ہیں

اور وہی خدا کا فرمان بردار بندہ ہے جو اس رشتۂ اخوت کو نہیں توڑتا۔"

محتاجوں کی امداد کرنی۔ بیماروں کی عیادت۔ بے قصور قیدیوں کو رہا کرانا۔ مظلوم کی حمایت کرنی۔ چاہے وہ کسی قوم و قبیلہ یا مذہب کا ہو۔ یہی خدا کے سچے بندوں کے طریقے ہیں۔ خدا نے عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک کا اسلئے حکم دیا ہے کہ وہ تمہاری مائیں بہنیں اور بیٹیاں ہیں۔"

جب رسولؐ مقبول آخری حج سے واپس آرہے تھے تو یوں تلقین فرمائی" اے لوگو۔ یاد رکھو کہ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔ خدا کی نگاہ میں سب ہی بحیثیت مخلوق برابر ہیں۔ کسی حال میں بھی ایک دوسرے کو نقصان پہونچانیکا خیال نہ کرنا۔ آج میں آخری بار تمام فرقہ بندی کے تخیل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتا ہوں۔ یہ یاد رکھو کہ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدمؑ کی خلقت مٹی سے تھی۔"

اسکے علاوہ خلفائے اسلام و ائمہ اطہار۔ حکما اور فلسفیوں کے بہتیرے زریں اقوال سے اسلامی کتابیں بھری پڑی ہیں ان سب کا مقصد واحد صرف اتنا ہی ہے کہ وہ عام اخوت کے فلسفہ کو طرح طرح سے اہل دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔ اگر اس کے بعد بھی "انسانی برادری" کے نظریہ کی صداقت میں شک باقی ہو تو یہ اسکا فعل ہے اور خدا اسے راہ راست دکھائے۔ آمین۔ (AMEN) آدم۔

روحانی زندگی

روحانی مدارج اور تصوّف

ایڈیٹر

روحانی مضامین کا سلسلہ میں ملاپ میں برابر جاری ہے اور رہیگا۔ شائقین کی فرمائش ہے کہ میں اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے تفصیل سے مزید ہدائتیں تحریر کرتا رہوں۔ ایسا ضرور ہوگا۔ اور نہایت مفید باتیں تحریر ہوتی رہینگی۔ لیکن روحانیات کا موضوع بعضوں کے خیال میں زیادہ مفید نہیں ہے، اس سے کم دلچسپی لیتے ہیں اسلئے میں بہ تدریج لکھنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ تاہم ہماری تحریر پر غور کرتے ہوئے اگر اسکی ہدائتوں پر غور کیا گیا اور عمل کرنے کی کوشش کی گئی تو اُمید ہے کہ ہمارے ناظرین کو بجید فائدہ پہونچیگا اور وہ اپنی روزانہ زندگی میں ایک انقلاب پائینگے۔

آپ خواہ کسی مذہب اور عقیدہ کے انسان ہوں آپکو چاہئے کہ اپنے مذہب کی حقیقی تعلیم پر غور کریں۔ کیونکہ مذہب ہی کی پھوٹتی ہوئی شعاعیں شمع ہدایت بنتی ہیں۔ انسان کو کامل انسان بناتی ہیں۔ اسکا خیال رہے کہ تعصب۔ بغض۔ جھگڑا اور فساد کسی مذہب کی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ فسادی شیطانی اثر میں جلد آجانے والے ہیں مذہب کے نام پر فساد مچاتے ہیں۔ آپ ان فسادیوں سے بھی جھگڑا نہ کریں بلکہ محبت۔ اخلاق اور اپنی خیال کی

طاقت سے انکے خیال کو بدل دیں۔ آپ اسمیں ضرور کامیاب ہونگے۔

دنیا کے کل مذاہب کی جانچ پڑتال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنے جوہر ذات سے پیدا کر کے اپنے صفات کا مظہر بنایا۔ مشہور شاعر غالب نے کیا خوب کہا ہے۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

مذاہب عالم کا مقصد یہ ہی ہے کہ انسان اپنے جوہر اصلی سے کام لیکر ارتقائی منزل طے کرے۔ اور اپنے کو انسان مکمل بنائے۔ حیوانیت۔ دنیا کی گندگی، حسد۔ بغض۔ خود غرضی۔ ظلم وغیرہ کو چھوڑ مظہر خدا اچھے معنوں میں بننے کی کوشش کرے۔ سرور ابدی حاصل کرے۔ دنیا کے کسی مذہب کی صحیح طور سے پابندی اوسوقت تک ہونا ممکن نہیں ہے جبتک کہ انسان اصل اصول مذہب اور خدا کی بنائی ہوئی کائنات کا صحیح طور سے علم نہ حاصل کر سکے۔

بعض پرانے خیال کے لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ خدا کو سمجھنے کی یا اوسکے کائنات کو سمجھنے کی کوشش کرنا پاپ نہیں بلکہ مہاپاپ ہے۔ خدا اور کائنات سمجھنے کی چیز نہیں ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ جسقدر خدا کو اوسکی کائنات کے معرفت سمجھنے کی کوشش کی جائیگی اوسیقدر اوسکا سمجھنا مشکل ہوتا جائیگا لیکن آپکی کوشش یہ تو ضرور فائدہ دیگی کہ جسقدر خدا کی کائنات آپنے سمجھا ہے اوسیقدر خدا کی بڑائی اور عظمت آپکے نظروں میں زیادہ ہوگی۔

جہانتک مجھے علم ہو سکا ہے صوفیائے کرام نے توحید حق (UNITY OF GOD) کے چار درجے بتائے ہیں اور اونکی تقسیم اسطرح سے کی ہے۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت اور معرفت۔ ان چار حصوں کی تفصیل نہایت مختصر طور سے ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔

شریعت (KARM MARGA)

یہ ابتدائی منزل ہے اس منزل پر عمل کرنا لازمی ہے۔ بغیر اسکے انسان ارتقائی منازل طے نہیں کر سکتا ہے۔ اسی منزل میں راہ حق کا گم شدہ انسان توحید حق پر ایمان لاتا ہے۔ عبد (داس) و معبود (ایشور یا دیوا) کا فرق سمجھتا ہے۔ خدا کی عبادت اسکا فرض ہے۔ لیکن اس درجہ میں انسان اپنے علم سے کام لیتا ہے۔ اسکے اعتقادات اسقدر پختہ نہیں ہوتے ہیں جسقدر کہ مجاہد حق کے اعتقادات ہونا چاہئے۔ اس درجہ میں انسان کی آنکھیں ظاہر بیں ہوتی ہیں اور باطن پر اسکی نظر نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے اکثر لغزش بھی کھا جاتا ہے۔ اور پابند شریعت کم ہوتا ہے۔

طریقت (BHAKTI-MARGA)

یہ وہ منزل ہے جہاں شریعت کو طے کر کے اس منزل پر انسان پہونچتا ہے اس درجہ میں ایمان کا اثر دلپر ہوتا ہے شکوک ظاہری و باطنی اسکے دل سے نکل جاتے ہیں نفاق اور خود غرضی کا پتہ بھی نہیں رہتا ہے۔ کائنات پر گہری نظر ڈالتا ہے اور راز کچھ کچھ سمجھ میں آنا شروع ہوتے ہیں۔ کائنات کے خالق پر ایمان لانا اور اوسکی محبت کرنا شروع کرتا ہے۔ یہ ہی وہ مقام ہے جہاں الفاظ نہیں ملتے اور علم کلام اپنے کو بے بس پاتا ہے۔ اسی درجہ پر انسان ایمان والا سمجھا

جاتا ہے۔ اور اوسکے دل میں ایک تڑپ اور ذوق محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اسی میں فنا ہو کر حیات جاویدانی کا خواہاں ہوتا ہے اس سے آگے کی منزل اور بھی دشوار گذار ہے۔ اور بغیر سچے ہادی کے اس اگلی منزل میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی بھی نہیں۔

اکثر انسان اسی درجہ تک پہونچنے کے بعد آئندہ ترقیوں کے مدارج سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتا ہے اسلئے کہ اوسنے اپنے مرشد کا انتخاب ظاہری شان شوکت دیکھکر یا دلالوں کے پھیر میں پڑ کر پیشہ ور مرشد کا دامن پکڑا تھا۔ مرشد کے روحانی طاقت کا اندازہ لگانا مشکل ضرور ہے۔ لیکن ظاہری نیک نفسی۔ لالچ اور خود غرضی سے پاک ہونا بھی ایک حد تک آئندہ ترقیوں کیلئے مفید ہو سکتا ہے اگر غلطی سے مرشد کا انتخاب غلط ہو جائے اور آئندہ مدارج نہ حاصل ہو سکیں تو سمجھ بوجھکر بہتر مرشد کا انتخاب ضروری ہے۔

حقیقت (JNANA - MARGA)

اس منزل میں مرشد کی توجہ سے عرفانی روشنی قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ ذات واحد اور اوسکی قوت تخلیق کا پورا احساس شروع ہوتا ہے۔ اعتقاد کی کڑیوں میں مزید گرہ لگتی ہے۔ انسان کی باطنی نگاہ کھلنے لگتی ہے ایک چکا چوند سا ہوتا ہے۔ کچھ ایسے مناظر اور سماں دیکھتا ہے جسکی اوسکو پہلے خبر بھی نہ تھی۔ اس درجہ میں پہونچکر انسان بہک بھی جاتا ہے۔ اور اپنے کو ولی اللہ یا فقیر کامل تصور کرنا شروع کرتا ہے۔ اگر مرشد کامل ہے تو خطرات سے بچا لیتا ہے۔ ورنہ وہ انسان کھو جاتا ہے۔ اور پھر صحیح راہ پر آنا اوسکے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس درجہ میں انسان دنیاوی پابندیوں کا پابند ہوتا ہے۔ ہر ذرہ میں قدرت کا کرشمہ نظر آتا ہے۔ پھر بھی وحدت کی نشانیوں سے دور اور خالق و مخلوق میں دوری رہتی ہے۔

معرفت (NIRVANA)

یہ درجہ توحید کامل کا ہے۔ خودی و انانیت جاتی رہتی ہے۔ انسان فنا فی التوحید ہو جاتا ہے۔ اسکا مقصد یہ نہیں کہ خدا تک اپنے کو پہونچا کر جہاں عدم و وجود۔ حدوث قدم۔ لوح و قلم۔ عرش و فرش۔ خیر و شر۔ عبادت و اشارت۔ دل اور دلبر کچھ نہیں رہتا ہے۔ لیکن پھر بھی روحانی کمالات سے انسان خدا نہیں کہا جا سکتا ہے۔ مخلوق ہے خالق کی نوازشوں سے اس درجہ کو حاصل کرتا ہے۔

ان مدارج کے بعد بعض اور بھی درجے ہیں جو کہ انسان کو خود عطا ہوتے ہیں اور اونکا ذکر عام طور سے نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ان ہی درجات کو عالم ناسوت۔ عالم ملکوت۔ عالم جبروت۔ عالم لاہوت اور سب سے آخری درجہ کو عالم ہاہوت بھی تصوف میں کہتے ہیں۔ بغیر ان مدارج کو سمجھے ہوئے انسان روحانی ترقیوں سے بے بہرہ رہتا ہے۔

تھیاسوفیکل سوسائٹی بھی ان ہی تصوف کے مسائل اور علوم روحانی کو سائنس اور فلسفہ سے مطابقت کرتے ہوئے عوام کے سامنے پیش کرتی ہے

واضح رہے کہ علم روحانی کی بنا تصوف سے نہیں

ہوئی ہے بلکہ یہ تصوف سے کئی ہزار سال پہلے ہندوستان میں رائج تھا۔ موجودہ سائنس نے تجربہ اور تحقیقات کر کے ایک آسان اور نہایت خوشگوار اصول نکال دیا ہے جسکی ہر مذہب والا اپنے مذہبی پابندیوں کے باوجود بڑی خوبی سے پیروی کر کے روحانی مدارج حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں ہر بزرگ شخص مرشد نہیں بن سکتا ہے بلکہ ایک دوسرے کے بھائی ہوتے ہیں۔ اور اپنے روحانی کمالات کو بڑھا کر مرشد اعلیٰ تک پہونچتے ہیں۔ اوس مرشد تک رسائی معمولی طاقتوں والے شخص کی نہیں ہوتی ہے۔ مرشد کا ذکر ایک طولانی بحث ہے اسلئے اسکو کسی دوسرے موقع کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مظفرپور میں میل ملاپ کانفرنس

میل ملاپ کی محبوبیت اور ہر دلعزیزی ایک سال کے اندر ہی اندر اسقدر زیادہ ہوتی جارہی ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ میل ملاپ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو کر رہیگا۔ ہندوستان میں میل ملاپ ہی ایک رسالہ ہے جسکا مقصد بلند پایہ اور آپس میں ہر ایک کے محبت و میل ملاپ پیدا کرانا ہے۔ کسی پارٹی کا مخالف نہیں ہے مگر نہایت دلیرانہ طور سے ہر پارٹی کو نیک مشورہ دینے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ کسی پارٹی کی نکتہ چینی اسلئے نہیں کی جاتی ہے کہ اوسکو ہلکا دکھائیں بلکہ محبت کے پیرایہ میں اصلاح مقصود ہے۔

مظفرپور کے تھیاصوفیکل لاج نے اپنے لاج کے گولڈن جبلی کے موقع پر میل ملاپ کانفرنس کا بھی پروگرام رکھا تھا۔ مظفرپور لاج نے پبلک لائبریری اور عزیبوں کے پناہ کے لئے مکان کی تعمیر کرا کر مقامی لوگوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اور اسکے لئے برادرم رام چندر پرشاد صاحب انریری سکریٹری کو ہمارے جہاں تک مبارکباد دیں وہ کم ہے۔ مشکل سے مشکل اسکیم کو آسانی سے انجام دینے کی جو صلاحیت آپ میں موجود ہے وہ بہت کم پبلک خدمت کرنے والوں میں ہوتی ہے۔ آپ شہرت پسند نہیں کرتے بلکہ نہایت خاموشی سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔

۲۹ ستمبر سنہ ۴۰ء کے شام کو مظفرپور ٹاؤن ہال میں عالیجناب مسٹر ام۔ ذ۔ خاں۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے میل ملاپ کانفرنس کی افتتاح کی جسمیں قابل مقررین نے جیسے پنڈت جگت نارائن۔ مولانا محمد شفیع داؤدی۔ پروفیسر اجتبیٰ رضوی وغیرہ وغیرہ نے آپس میں اتحاد رکھنے کی پرزور تقریریں فرمائیں۔ اور مختلف مذاہب میں محبت دیرادرانہ سلوک کی اہمیت دکھائی۔ حاضرین جلسہ کی تعداد کافی تھی۔ پبلک نہایت متاثر ہوئی۔

امید کی جاتی ہے کہ ہر ضلع اور سب ڈویزن میں میل ملاپ کانفرنس قائم کر کے ہندوستان کو پُرامن اور لوگوں کو خوشحال بنانے کی کوشش کی جائیگی تاکہ پبلک غلط فہمیوں میں نہ پڑے اور ہر طرح کے بلوہ فساد و مذہبی تکرار کا مقامی طور سے وہیں صلح و امن کے ساتھ خاتمہ کر دے۔ (اڈیٹر)

اتحاد

از عالیجناب عبدالرشید صاحب۔ عرفان عظیم آبادی پٹنہ

(۱)

من موہن ساجن! لوگ کہتے ہیں برکھا کی رات بڑی
سہاون ہوتی ہے!
پر میرے پریتم! مجھے تو ان متوالے کالے کالے بادلوں
سے اُوداسی ٹپکتی اور سوگواری برستی معلوم ہوتی ہے۔۔۔!!
ساجن! مجھے تو یہ کالی کالی گھٹائیں ہمیشہ دُکھ پہنچاتی
ہی رہتی ہیں۔۔۔!!!
میں نے انکا کیا بگاڑا ہے میرے پریتم، جو وہ مجھے اسطرح
ستاتی رہتی ہیں۔ ؟
بولو میرے ساجن تم چپ کیوں ہو۔۔۔ ؟؟
میں جھوٹ تھوڑے ہی کہہ رہی ہوں، تم بھی آکر دیکھ
لو۔۔۔ تب تو تمہیں یقین ہو جائیگا۔۔۔ ؟

(۲)

سجنی! لوگ کہتے ہیں برکھا کی رات سہاون ہوتی ہے۔
لیکن۔۔۔ ایک برہا کی ماری کیلئے نہیں!۔۔۔!!
برہا کی ماری کیلئے نہیں!۔۔۔ !!
برکھا کی رات ہوتی تو ہے سُندر پر تو تنہائی میں نہیں میری
بھولی سجنی!
ایک دل کی گرمی سے یہ اُودے اُودے ٹھنڈے بادل
نہیں گرما سکتے، اسمیں دو دلوں کے مجموعی سانسوں کی ضرورت
ہے میری بھولی رانی!
آؤ ہم تم ملکر دیکھیں!۔۔۔ آؤ سجنی ملجائیں!!
دیکھو سجنی اب برکھا کی رات کتنی سہاون اور تراوٹ بخش ہے؟؟
ٹھیک ہے ساجن۔۔۔ ہر چیز میں اتحاد کی ضرورت ہے

مُحبّت کے گُل

از عالیجناب ڈاکٹر محمد مصطفےٰ۔ ایچ۔ ایم۔ پی۔ کمالؔ عظیم آبادی

شام کا وقت ہے۔ جمنا کے کنارے اونچے اونچے درخت ہوا میں جھوم رہے ہیں۔ کھڑکیوں سے چھن چھن کر سورج کی

آخری کرنیں منشی جی کے کمرہ میں آرہی ہیں۔ گھڑیال نے سر اُٹھایا اور مسلسل ۵ کی گھنٹی ماری۔ منشی جی! رام رام کرتے ہوئے اُٹھے، بہت دیر ہوگئی۔ ادھر اُدھر دیکھ کر کوئی نہیں ہے۔ ارے بدھو۔ سدھو۔ جھگو۔ ہائے کمبخت کسی کا پتہ نہیں ہے۔ بدھو۔ بدھو۔ حضور آیا۔ کیا ہے سرکار۔ ابے کہاں چلا گیا تھا! کتنی دیر سے چلا رہا ہوں۔ باہر ہی برآمدے میں تو تھا۔ ارے بیٹھا بیٹھا کھانے کو ہے یا کچھ کریگا۔ حضور میں کب بیٹھا رہتا ہوں جو کہتے ہیں کرتا ہی تو رہتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ بیل کو جوئی بھوسی کھلائی ہے۔ ارے اساموں کا کیا ہوا گیا تھا، کتنا لائے۔ حضور گئے تھے لیکن ان سبھوں نے کہا کہ فصل خراب ہوگئی ہے اسلئے ایک مہینہ کی مہلت چاہئی۔ ارے کمبخت تجھے تو میں کہتا ہوں کچھ کرتا ہے کچھ۔ ارے نہ دیا تو ایسے دینگے سبھوں کا پلنگ برتن۔ وغیرہ وغیرہ لے آنا۔ حضور منت کر کے کہا ہے ایک ماہ کی فرصت دیں وصول کر دیگا۔ جا کمبخت وصول کر دیگا ابھی سدھو جھگو وغیرہ کو لیجا کر ان سب کو لے آ۔ تھوڑے ہی دیر میں سبھوں کو لیکر حاضر ہوا۔ آداب سرکار! آداب ارے روپیہ اساموں کا دیگا یا نہیں کہ نالش کر دوں۔ حضور ابھی فصل خراب ہوگئی ہے ایک مہینہ کی مہلت دیں سب روپیہ چکا دونگا۔ منشی جی غصہ ہو کر، تو ہم کیا کریں۔ روپیہ چھوڑ دیں۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اس اثنا میں نادر آ پہونچا۔ یہ بھی پیادہ تھا "منشی جی" نادر! حضور! تمہیں ان سب سے لگان وصول کرنے کا حکم دیا جاتا ہے؟ جس صورت سے ہو وصول کر لاؤ۔ کیا کہا حضور جس صورت سے ہو وصول کرلاؤں لیکن میں نہیں سمجھا حضور۔ ارے روپیہ نہ دیں تو برتن پلنگ چوکی وغیرہ وغیرہ ہی اُٹھا لاؤ۔

حضور رحم! رحم۔ ایک مہینہ کی مہلت دیجئے سب ادائے کر دینگے۔ نادر، حضور مہلت مانگتے ہیں دے دیجئے دے دینگے۔ ارے نادر جا! لے آ! بگڑ کر میں کچھ نہیں سن سکتا ہوں بس جاؤ دے دو ورنہ کاہے کو جھن جھٹ پسارتے ہو۔ نادر جاؤ! حضور یہ مجھ سے نہ ہونیکا۔ کیا کہا نہ ہونے کا۔ سبب آپ ہم بلکہ ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ فصل اساموں خراب ہو گئی ہے۔ پھر ہم کس طرح انپر ظلم کریں۔ انکے اسباب اُٹھا لائیں۔ تو یہ غریب رہینگے اوڑھینگے کھائیں گے پہنینگے کہاں سے۔ حضور یہ کام مجھ سے نہ ہونیکا، کیا کہا نہ ہونیکا۔ چلا جا کمبخت نکل جا! خبردار پھر قدم رکھا تو۔ حضور اچھا لیکن ۲ ماہ کا مشاہرہ ہے اسے دے دیجئے۔ حساب مانگتے تجھے شرم نہیں آتی ہے کیسا حساب! میرے یہاں تیرا حساب و ساب کچھ نہیں ہے۔

نادر اچھا حضور۔ آداب۔ منشی جی خوش ہو کر نادر۔ نادر۔ جی حضور۔ سُن بیوقوف ارے ناحق اپنی نوکری کیوں گنواتا ہے جانتے ہو آجکل نوکری سے بڑھکر بیش قیمتی دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے ٹھیک ہے حضور لیکن۔ ایسی نوکری سے تو بھوکے مرنا بہتر ہے۔ ارے بیوقوف یہ سب ہندو ہیں تو مسلمان ہے تو کیوں انکے لئے اپنی نوکری خراب کرتا ہے۔ کیا کہا حضور ہندو ہندو اور مسلمان دونو کا مالک ایک ہے رام و رحیم ایک ہے یہ اور ہم ایک ماں کے اولاد ہیں یہ ہمارے بھائی ہیں۔ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہیئے

نہ کر اور تکلیف پہونچاؤں یہ ہم سے کبھی نہ ہوگا۔ چپ نمک حرام؟ بکواس بند کر۔ بڑا بھائی والا آیا ہے۔ ایسے اگر بھائی کہلانے کو بیٹھے تو ہمارے جسم پر کا ایک ایک ٹکڑا تک بٹ جائے آج ہندوستان بھر بھائی کہلائیں ٹھیک ہے حضور ہم سب بھائی ہیں۔ چپ بیہودہ بکواس بند کر۔ بابوجی آپ کے دل میں ذرہ برابر بھی ترس۔ رحم۔ محبت۔ نہیں ہے۔ کاشکہ بابوجی آپکے دل میں محبت رحم۔ ترس ذرہ برابر بھی رہتا تو آج ان کی مجبوریوں کو سمجھتے ان کے درد دکھ آپ کیا جانے آپ کی زندگی انکی زندگی میں زمین آسمان کا فرق ہے آپ روپیہ کی گود میں پیدا ہوے بڑھے جوان ہوئے اور یہ غریب ......

منشی جی غصہ میں آگ بگولہ ہو گئے اور ادھر اُدھر دیکھ کر کوئی ہے جب کسی کا بھی پتہ نہ پایا تو آپ ہی تن گئے اور مارنا ہی چاہتے تھے کہ رعیتوں نے اِردگرد ہو کر نادر کو بچالیا۔ اب منشی جی نے دیکھا کہ بغیر معاف کئے چھٹکارا نہیں ہے تب کہا اچھا بابا معاف کرتا ہوں۔ تب کہیں انکے جان کو چھٹکارا ملا اور نادر نے ایک کاغذ پر قلم فرسائی کی اس کے بعد دستخط لی منشی جی سے اب سب پریم اور محبت کی منڈ میں اتحاد کی دیوی بیٹھا کر اتحاد کی پوجا کرتے تھے! چین کی نیند سوئے۔

اگر قدم نہ محبت کا درمیاں ہوتا

اگر قدم نہ محبت کا درمیاں ہوتا — تو یہ زمین ہی ہوتی نہ آسماں ہوتا
نہ چھیڑتی اگر انسانیت ترانۂ شوق — زمانہ کشتۂ تسبیح قدسیاں ہوتا
نہ یہ بہار طرب خیز و غم ربا ہوتی — نہ یہ فروغ مئے تند و ارغواں ہوتا
نہ یہ خرام نسیم بہار کو ملتا! — نہ یہ نظام ستاروں کے درمیاں ہوتا
نہ کوئی زمزمۂ عمر جاوداں سنتا! — نہ کوئی بہرہ ور مرگِ ناگہاں ہوتا
نہ عقل، عشق و جوانی کے بھید پا سکتی — نہ علم، لالہ رخوں کا مزاج داں ہوتا
نہ آہ سرد لب زندگی پہ آ سکتی — نہ خون گرم رگ و پے میں دواں ہوتا
خدائی قلب کا ہلکا سا وسوسہ ہوتی — خدا، ضمیر کا دھندلا سا اک گماں ہوتا

خدا نکردہ جو ہوتا یہی مزاج حیات
نہ جانے جوش ٹھکانا مرا کہاں ہوتا

(حضرت جوش)

کیوں نہ مجھے بےنفس بنایا؟

از ڈاکٹر سید قمر الدین حیدر صاحب
(محمد آبادی) پٹنہ

بھرپور جوانی کی مالک رانی دھن دئی، لدی ہوئی ناؤ کیطرح ڈولتی، اٹھلاتی، بل کھاتی پائیں باغ میں آئی۔ پھولوں سے بسی ہوئی صبح کی ہوانے دماغ معطر کردیا۔ بلبلوں کی چہکار اور پپیہے کی "پی کہاں" کی صدانے دل و دماغ میں گرمی پیدا کردی۔ سوئے ہوئے جذبات جاگ اٹھے۔ رگ رگ میں خون دوڑا۔ دلکی دھڑکن محسوس ہوئی۔ چہرہ کا رنگ شفق کو شرمانے لگا۔ رخساروں کے دونوں جانب گرم گرم بھپھارے نکلنا شروع ہوئے۔ دماغ کیساتھ ساتھ ہاتھ پیر بھی چل نکلا۔ دوڑی دوڑی گلاب کے پاس پہنچی ایک پھول کو پیار کرتے ہوئے جوش میں پوچھنے لگی "سچ بتا! تجھے پیدا کرنے والی کی قسم! تیرا رنگ و بو، تری لچک، تری مسکراہٹ کیا مجھ سے بڑھکر ہے! بتا! بتا! مرے دھڑکتے دلکو تسکین دے! بول! بولتی کیوں نہیں؟ —— ہاں! تو نہیں بول سکتی۔ تو بےنفس ہے" سنبل کو اپنے ہاتھوں پر لیکر "کیوں ری سنبل! کیا مرے بل کھائے ہوئے بال تجھ سے بہتر نہیں ہیں؟ پھر تو کس گھمنڈ میں ہے جو نہیں بولتی! بتا! کیا میں غلط کہتی ہوں —— غور کرکے "ہاں بالکل غلط! گھمنڈ و غرور نفس کی خواہشیں ہیں اور تو بےنفس ہے"۔

وہاں سے دوڑی ہوئی نرگس کے پاس پہنچی! اسکو پیار کرکے پوچھنے لگی "سچ بتا! اللہ نے تجھے آنکھیں دی ہیں! مری ایسی آنکھ تونے کہیں دیکھی ہے؟ چشمک زنی کبھی تونے کی ہے؟ کبھی تری آنکھوں سے بھی جذبات کی کیفیات نمایاں ہوئی ہیں؟ اگر تری آنکھوں میں کشش ہو تو کہدے۔ نہیں! نہیں کہسکتی کیونکہ تو بےنفس ہے"، صندل کے درخت کے پاس جاکر "شاید تجھکو ناز ہو کہ مرا بائرا بہت صاف ستھرا ہے، خوشبودار ہے، چکنا اور بےعیب ہے! اگر تو کہے تو میں اپنا بدن عریاں کرکے دکھاؤں! دیکھ تناسب، صباحت، ملاحت اسے کہتے ہیں! ہیں! تو ہنستا بھی نہیں بولتا بھی نہیں! مرا ساتھ بھی نہیں دیتا۔ ٹھیک ہے! تجھی ناز، خود آرائی نفسانیت ہے اور تو بےنفس ہے"

چاروں طرف سے تھک کر ایک درخت کی شاخ پر بیٹھ گئی جس پر طرح طرح کے جانور میٹھی میٹھی بولیاں بول رہے تھے انکو مخاطب کرکے کہنے لگی "بلبلو! آؤ مرے کندھے پر بیٹھو! مرے گالوں کی سرخی دیکھکر چہکو! میں تم سے پیار کروں گی! تم اپنا چونچ مرے منہ پر رکھدینا! ہیں! میں بلاتی ہوں اور تم آتے نہیں! تم نہیں جانتے کہ میں تمہاری مالک ہوں! تم مرے لئے خلق ہوئے ہو! آؤ کہا مانو۔ اپنی میٹھی بولیوں سے مجھے مسرور کرو! اس صحرا کے تمام پرندو مرے قریب آؤ! مرے سر پر بیٹھو! مرے تمام جسم پر دوڑو! مجھے تمہاری دوڑ دھوپ، تمہارے میٹھے گیت، تمہارا چہچہانا بہت پسند ہے! کہنا مانو چلے آؤ! میں تمہاری ملکہ ہوں! ہیں! اب بھی نہیں آتے! میں تمہاری دوست ہوں دشمن نہیں! آؤ! پیار کرونگی! پیار کرونگی! بہت پیار کرونگی! نہیں آؤگے! اُف! ہے پرماتما مری کوئی نہیں سنتا! مری خوشامد پر بھی دھیان نہیں دیتا مرا اعتبار نہیں کرتا! ڈرتا ہے! ہاں پرماتما مجھی ڈرتا ہے اسلئے کہ میں انسان ہوں! خوف کھاتا ہے اسوجہ سے کہ میں بےنفس نہیں ہوں! کیوں نہ مجھے بےنفس بنایا مالک! ہاں! اسلئے کہ تو نفس کیساتھ بےنفسی چاہتا ہے"۔

کس چیز کیساتھ کیا کھانا منع ہے

(۱) مولی۔ دہی۔ پنیر ایک ساتھ کھانے سے درد قولنج کا خطرہ ہے۔

(۲) دودھ کے ساتھ ترشی کھانے سے درد معدہ اور خون جل جانے کا خوف ہے۔

(۳) مچھلی کے ساتھ دودھ یا نیشکر کا رس پینا یا شہد کھانا۔ جذام برص۔ درد قولنج۔ بواسیر اور داڑھ درد کے پیدا ہونے کا ڈر ہے۔

(۴) جانوروں کے گوشت کے ہمراہ دہی کھانے سے فالج وغیرہ کا خوف ہے۔

(۵) چاول کے ساتھ سرکہ کھانے سے درد معدہ پیدا ہوتا ہے۔

(۶) انگور کے بعد شہد کھانے سے بھی درد معدہ کا خوف ہے۔

(۷) گوشت کبوتر کیساتھ پیاز تھوم اور رائی کھانے سے درد شکم ہوتا ہے۔

(۸) کیلے کے ساتھ لسی کا پینا ہیضہ پیدا کرتا ہے۔

(۹) لہسن۔ پیاز۔ اخروٹ اور بادام کے مغز چاروں باہم ملا کر کھانے منع ہیں۔

(۱۰) لہسن، شہد اور خربوزہ کا اکٹھے معدہ میں جانا درد شکم کا باعث ہے۔

(۱۱) دودھ اور شراب کا ایک وقت معدہ میں جمع ہونے سے مرض نقرس کا خوف ہے۔

(۱۲) خربوزہ کھانے کے بعد دہی کا استعمال کرنا سخت منع ہے۔

(۱۳) گرم روٹی کے ساتھ دہی کھانا معدہ کو خراب کرتا ہے۔

(۱۴) کھچڑی کے ساتھ کھیر کھانے سے قولنج کا خوف ہے۔

(۱۵) شہد اور گھی ایک ساتھ کھانے سے فالج پیدا ہوتا ہے۔

(۱۶) گوشت مرغ کیساتھ مولی اور باسی غذا کا کھانا مضر صحت ہے۔

تمباکو

(۱) تمام دل کی بیماریاں تمباکو سے ہوتی ہیں . . . . (موکس)

(۲) امریکہ میں سب سے زیادہ پاگل تمباکو کے مرض سے ہیں . . . . . (بیروٹی)

(۳) تمباکو کا استعمال انسان کو کمزور کرتا ہے۔ جسمانی طاقت کم کرتا ہے۔ . . . . (گورماس)

(۴) تمباکو سے مرگی اور سکتہ کا نامراد مرض ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (چارلس)

(۵) تمباکو کی تعریف کرنا گناہ ہے۔ جس میں غذائیت نہیں ہے۔ جو دماغ کمزور کرتا ہے۔ ۔ ۔ (ہمفری)

(۶) تمباکو سے قوتِ ہاضمہ خراب ہو جاتی ہے۔ . . . . (ایڈورڈ)

(۷) سرطان لب اور سرطان زبان تمباکو سے ہوتا ہے . . . . . (سر جان ارن)

(۸) تمباکو میں نکوٹین زہر ہے اور زہر مار دیتا ہے۔ . . . . (نوکس)

(۹) تمباکو پینے والوں کے بچوں کے دماغ کمزور ہوتے ہیں . . . . . (کلبر)

(رتن)

कुछ इधर उधर की

(ले०—श्रीमती बख्शीजी, पटना)

बड़े लाट का बयान

कुछ ज़माना हुआ, बड़े लाट का बयान भारतवर्ष के राजनैतिक विधान के संबन्ध में प्रकाशित हुआ था। उसे पढ़ कर सभी लोगों को बहुत दुःख हुआ। आशा की जाती थी कि आज संसार की अत्यन्त नाज़ुक परिस्थिति में भी, जिसमें ब्रिटेन के लोग आज़ादी और न्याय की रक्षा के लिये बड़ी बहादुरी के साथ लड़ रहे हैं और इतनी ज्यादा क़ुर्बानियां कर रहे हैं, वे समय की पुकार ज़रूर व्यापक भाव से सुनेंगे। पर अफ़सोस कि अभी तक उनकी संकीर्णता दूर नहीं हुई। अफ़सोस कि अभी तक वे नहीं देख पाये कि यूरोप के छोटे २ देशों की जिस आज़ादी और न्याय के लिये वे इतना त्याग कर रहे हैं, उस आज़ादी और न्याय की हिन्दुस्तान जैसे एक बड़े देश क्या, महादेश, के लिये उनकी अपेक्षा किसी क़दर कम ज़रूरत नहीं। बल्कि यहाँ और भी ज्यादे इनकी ज़रूरत है, क्योंकि हिन्दुस्तान की आज़ादी में और हिन्दुस्तान और ब्रिटेन के, बराबरी की हैसियत से, एक साथ मिल कर चलने में ही इनका तथा सारे संसार का कल्याण है।

ईन्डो ब्रिटिश यूनियन

कुछ रोज़ पहले इङ्गलैन्ड के प्रधान मन्त्री ने फ्रैंको-ब्रिटिश यूनियन या संघ की योजना की थी। यह एक बहुत मार्के की योजना थी। इससे इस बात का पता चलता था कि इङ्गलैन्ड के वर्त्तमान प्रधान मन्त्री में दूरंदेशी की माद्दा मौजूद है। फिर वे उसी दूरंदेशी को हिन्दुस्तान के संबन्ध में क्यों नहीं लगाते? वे इन्डो-ब्रिटिश यूनियन की योजना क्यों नहीं पेश करते?

डा० जी० एस० अरण्डेल, प्रेसिडेन्ट, न्यू इण्डिया लीग, ने फ्रैंको-ब्रिटिश यूनियन की योजना के लाईन पर ही इन्डो-ब्रिटिश यूनियन की एक मस्विदा तैयार की है। उसका संक्षिप्त सारांश यह है कि हिन्दुस्तान और ब्रिटेन दोनों क़ौमें मिलकर एक क़ौम हो जायँ, दोनों को हर क़िस्म के अन्दरूनी और बाहरी मामलों में अपने तरीक़े से इन्तज़ाम करने की पूरी आज़ादी रहे, इत्यादि।

आपका कहना है कि ऐसी यूनियन या संघ के क़ायम होते ही इसका प्रभाव जादू के ऐसा सर्वत्र फैल जायगा। इससे न सिर्फ़ हिन्दुस्तान की ही हालत बदलेगी, बल्कि वर्त्तमान महा-युद्ध के शीघ्र ख़तम करने का भी यह एक प्रधान अङ्ग होगा।

क्या अधिकारी वर्ग इधर ध्यान देंगे?

शान्ति की योजना

थियोसौफिकल सोसाइटी के प्रेसिडेन्ट ने सोसाईटी के अड्यार हेड-क्वार्टर्स में शान्ति की योजना करने के लिये एक "पीस डिपार्टमेन्ट" ("Peace Department") या "शान्ति विभाग" की स्थापना की है। इसका प्रधान कार्य होगा शान्ति के संबन्ध में हर तरह की बातों पर सोच विचार करना, हर तरह की सामग्री इकट्ठी करना। आज तो संसार घोर लड़ाई में फँसा हुआ है। पर यह लड़ाई बहुत दिनों तक चलने वाली नहीं। इसका शीघ्र अन्त होगा। इस लड़ाई के बाद सारे संसार का सिलसिला भी एकदम बदल जायगा। फिर उस समय कैसी शान्ति रहनी चाहिये। उसके बारे में अभी से ही सोचना ठीक है। ठीक है नये युग के अग्रगामियों का तो ज़रूर यह काम है।

वारंगल की साम्प्रदायिक समझौता

मि० सैयद अब्दुल अज़ीज़, बार-ऐट-लॉ,

मेम्बर, एच० ई० एच० निज़ाम सरकार, हैदराबाद, की कीर्ति

वारंगल आन्ध्र लोगों की प्राचीन राजधानी है। यह एच० ई० एच० निज़ाम, हैदराबाद, के राज में है। गत वर्ष यहाँ हिन्दु मुसलमानों के बीच सख्त तनाव पड़ गया, जिसकी वजह से ये दोनों एक दूसरे के खेलाफ़ बेतरह उलझ पड़े थे। दिनोंदिन उनका मनोमालिन्य बढ़ता ही जा रहा था।

अन्त में मि० सैयद अब्दुल अज़ीज़, बार-ऐट-लॉ, मेम्बर, एच० ई० एच०, निज़ाम सरकार, हैदराबाद, ने बड़ी कोशिश कर के बहुत होशियारी से इनके बीच हाल में मेल कराया। अब दोनों जातियां फिर अमन-चैन से एक साथ रह रही हैं।

इसी मेल मिलाप की खुशी और यादगार में वारंगल के हिन्दू मुसलमानों ने मिल कर मि० अज़ीज़ को एक दावत दी थी। उस समय उनकी खुशी का हद न था। कैसे प्रेम के साथ उस दिन हिन्दू मुसलमानों के साथ और मुसलमान हिन्दुओं के साथ मिले-जुले, यह नज़ारा देखने ही लायक़ था।

वारंगल की यह समझौता अपने ढंग की निराली है। यह एक सुन्दर उदाहरण है जिसका अनुकरण सारे देश में होना चाहिये। इससे हम यह सबक़ सीखते हैं कि मान मर्यादा का झूठा ख्याल छोड़ कर बुद्धि विचार से काम लेने से कठिन से कठिन साम्प्रदायिक समस्या भी अच्छी तरह सुलझाई जा सकती है।

दावत के मौक़े पर मि० अज़ीज़ ने एक भावपूर्ण जोरदार भाषण दिया, जिसका सारांश यों है:—

इस समझौते को ऐसा समझना कि इस में किसी पार्टी को हारना पड़ा है बहुत खतरनाक भूल होगी। इस में हार जीत की कोई बात नहीं। समझौते में दोनों पार्टियों को कुछ देना लेना, घटना बढ़ना, ज़रूरी होता है। ठीक इसी भाव से यहाँ दोनों जातियों के बीच यह समझौता हुई है।

हिन्दू मुसलमान इस राज रूपी माता की दो आँखें हैं। अगर एक आँख को चोट लग जाय तो दूसरी भी कभी चैन से नहीं रह सकती।

ज़रा गौर कीजिये। अगर सरकार, आज यहाँ कल वहाँ, साम्प्रदायिक झगड़ों के तय करने में ही लगी रहे, तो लोगों के हित के लिये रचनात्मक कार्य करने का समय अथवा रुपया कहाँ से आयगा?

फिर सोचिये कि साम्प्रदायिक दंगों के रोकने में जो रुपये खर्च होते हैं वे कहाँ से आते हैं। क्या ये रुपये आप ही के नहीं हैं?

इसलिये आपने ईश्वर के सामने जो अपने पड़ोसियों के साथ अमन चैन से रहने का प्रण किया है, उसे आपको हमेशे याद रखना चाहिये।

फिर उन्हों ने दिखाया कि आली जनाब निज़ाम साहब के खानदान में बराबर से ही अपनी सारी प्रजा की ओर उदारता का भाव रहता आया है। यह सभी जानते हैं कि यह मुस्लिम रियासत है। लेकिन यहाँ बराबर से हिन्दू मन्दिरों आदि में बहुत जागीरें दी गई हैं। एच० ई० एच० निज़ाम साहब अपनी हिन्दू तथा मुस्लिम रियाया को एक नज़र से देखते हैं। जब कभी उनके बीच कुछ तफ़रक़ा पड़ता है तो आपको बहुत दुःख होता है।

पिता के साथ एक ओर खड़ा हो मुस्कुरा रहा था।

नसीर एक कवि था। उसने कविता द्वारा सरला देवी की प्रशंसा पत्र-पत्रिकाओं में करना चाहा। परन्तु वह अपनी कविता के ऊपर सरला देवी का चित्र भी अंकित करना चाहता था।

× × × ×

"देखिये, मिस्टर नसीर, ये सभी चित्र हमारे बचपन से अब तक के हैं। आप जिसे चाहें उसे पसन्द कर लें", सरला ने कहा। वीरेन ने भी हाँ में हाँ मिला दिया।

परन्तु, एक चित्र देख कर नसीर चौंक गया। वह एकाएक उतावला हो बोल उठा, "क्या यह सरला हमारी बहन नर्गिस तो नहीं हैं, जो आज बारह साल हुए गंडक में बह गई थी?"

उसका हृदय प्रेम से भर आया और आँखों से आँसू बहने लगे। पुरानी बातें याद आईं। उसने समझा—बहुत दिनों की खोई हुई अत्यन्त प्यारी चीज़ आज फिर मिली। खैर, दिल को संभाल कर उसने कहा, "चलो वीरेन, चलो नर्गिस; मैं ऐसा ही एक दूसरा चित्र दिखाऊँ! इतने दिनों का संयोगा चित्र आज काम आया!"

× × + ×

द्वारका बा०—"सरला आज तुम मुझसे अलग हो क्यों खाती हो? नसीर और तुम दोनों मेरे साथ आ जाओ।"

सरला—"क्योंकि अब मैं मुसलमान हूँ, और आपका धर्म नष्ट न करूँगी।"

द्वारका बा०—"बेटी! क्या तू समझती हो कि मैं मुसलमान से घृणा करता हूँ? अगर मुझको यह शक होता तो तुझे पाल पोस कर इतनी बड़ी क्यों करता। जिस समय तू यहाँ आई थी, उस समय तू मुस्लिम कन्या की तरह वस्त्र पहनी हुई थी और तू "मुर्गी" और "गोश" तुतला कर बोलती थी। मैंने तो तुझे मुसलमान जान कर साथ रखा था।

"तुम हिन्दू हो या मुसलमान, परन्तु हो तो भारत-सन्तान; फिर एक स्थान के रहने वाले तथा एक ही आहार करने वाले में भेद क्या? एक साथ रहने वाले जानवरों में भी छूआ-छूत नहीं, तो हम और तुम एक ही भारत के रहन वालों में छूत क्यों? क्या मैं पशु से भी गया गुज़रा हूँ?"

सरला—"क्या सचमुच आपका भाव ऐसा है?"

द्वारका बा०—"अगर तुम हमारे हिन्दू-मुस्लिम प्रेम पर शक करती हो, तो लो वीरेन का हाथ अपने हाथ में लो और नसीर तुम अपना हाथ हमारी छोटी लड़की कुसुम को पकड़ा दो।"

नसीर—"हमारे माता-पिता तो चल बसे; अब नर्जिस के धर्म-पिता ही मेरे पिता हैं। इसलिये, जो आपकी आज्ञा। आज से मैं कविता द्वारा हिन्दू-मुस्लिम प्रेम की ही गुरुता का वर्णन किया करूँगा।"

(शेष पेज १८७ से आगे)

और अविश्वास का साम्राज्य होता है। पिता-पुत्र, गुरु-शिष्य, मालिक-नौकर, राजा-प्रजा, इत्यादि, किसी को किसी पर विश्वास नहीं होता। अराजकता छाने लगती है, और दैवी प्रतिकार (reaction) के रूप में किसी डिक्टेटर या चीफ़ का मार्शल लौ (martial law) जारी हो जाता है।

यदि हम इससे देश को बचाना चाहते हैं, तो प्रत्येक प्रजा या जनता (citizen) का आर्थिक, और धार्मिक स्वत्व, चाहे वह किसी जाति या वर्ग का हो, बचाने की चेष्टा करें और मेल-मिलाप का सबक़ सीखें।

क्या मैं पशु से भी गया गुजरा हूँ।

(ले०—श्री चक्रधर "ताजपुरी," लंगरटोली, पटना)

गंडक नदी में ज़ोरों की बाढ़ आई थी। क्या पशु क्या मनुष्य, सबों पर आफ़त छाई थी। आफ़त अकेली नहीं थी; यह मौत को भी साथ लिये आई थी।

शेखोपुर के ज़मींदार बाबू द्वारका सिंह बाढ़-पीड़ित मनुष्यों की यथा-शक्ति सेवा कर रहे थे। उन्होंने अपनी प्रजा को इस साल के लगान से बरी कर दी। इसके लिये प्रजा उनको हृदय से धन्यवाद दे रही थी। द्वारका बाबू अपने कालेजी जीवन से ही बहुत उदार थे और किसानों के लिये इन्हें हार्दिक सहानुभूति थी। अगर इनको किसानों से तथा खेती से प्रेम नहीं रहता तो एम० ए० पास कर ज़माने के तक़ाज़े के मुताबिक़ ये भी कोई अफ़सर बनने की कोशिश क्यों नहीं करते?

प्रातः काल का समय था। हमारे द्वारका बाबू नदी किनारे टहल रहे थे और हृदय से सर्व-पाप-हारी तथा किरण-ज्वाला-धारी, उदय होते हुए, तपे हुए सोने के समान, सूर्य-देव से बाढ़-पीड़ितों के कल्याण के लिये प्रार्थना कर रहे थे। सूर्य-देव अपनी ज्योति की झलक से अंधकार तथा कुहेसा का नाश कर चुके थे। इनकी लाल किरणें नदी की धारा के ऊपर अत्यन्त शोभायमान दीख पड़ती थीं।

इन्हीं सुनहरी किरणों के बीच द्वारका बाबू ने नदी की धारा के साथ एक श्वेत वस्तु बहते देखी। तैराक द्वारका बाबू ठहरते क्यों? वे शीघ्र तैर कर एक श्वेत-वस्त्र-धारी बालिका के निकट जा पहुँचे और शीघ्र ही उसे किनारे पर ले आये। देखने में बालिका ४-५ वर्ष से अधिक की न थी। उसने बहुत पानी पी लिया था, परन्तु अभी उसकी साँस धीरे २ चल रही थी। द्वारका बाबू के उपचार से उसकी साँस ठीक से चलने लगी और वह होश में आ गई।

जब द्वारका बाबू कालेज में पढ़ते थे तो उन्होंने फोटो खींचने का कैमेरा खरीदा था। उसके द्वारा वह आज बाढ़ पीड़ित मनुष्यों के चित्र खींचा करते थे। उस बालिका का भी एक चित्र उन्होंने लिया।

लड़की के परिवार वालों का पता लगाना बहुत मुश्किल था। इसलिये उन्होंने उस बालिका को अपने यहाँ रख लिया। लकीर के फ़क़ीर ग्राम-वासियों को इस अज्ञात जाति-पाँति वाली बालिका को उनका अपने यहाँ रहने देना नहीं सुहाता था।

परन्तु बीरेन—हाँ वही बीरेन, द्वारका बाबू का सात वर्ष का पुत्र, बीरेन का क्या कहना? वह तो सरला (बालिका का द्वारका बाबू द्वारा रखा गया नाम) को एक मित्र बनाकर उसके साथ खेलता, कूदता, आनन्द सागर में हिलोरे लेता रहता था। द्वारका बाबू दोनों को क्रीड़ा करते देख एक विचित्र आनन्द का अनुभव करते थे। सरला इन्हें पिता कह कर पुकारा करती थी।

× × × ×

आज कालेज के संगीतोत्सव के अवसर पर सरला देवी ने कमाल कर दिखाया। उसकी सुरीली तान से दर्शक-गण तलमला उठे। खैर, संगीत समाप्त हुआ और सभी लोग सरला देवी की चर्चा करते घर चले।

जितने थर्ड इयर के विद्यार्थी थे सभी नज़दीक जा कर सरला देवी को धन्यवाद देने लगे। परन्तु, फोर्थ इयर का बीरेन नामक विद्यार्थी अपने

(पेज १८० से आगे)

है, दूसरी ओर इस संसार-व्यापी लड़ाई का। हिन्दुस्तान का आज़ाद होना अत्यन्त आवश्यक है। उसी तरह संसार के हर देश का आज़ाद होना भी अति आवश्यक है। इसीलिये तो यह लड़ाई हमारे सामने है। इसलिये इस लड़ाई मे भाग लेना भी सबका कर्त्तव्य है।

इन सभी मामलों में हिन्दुस्तान को कुछ अनुपम संदेशा सारे संसार को सुनाना है। हिन्दुस्तान आज़ाद होगा, ज़रूर आज़ाद होगा। कोई अब इसकी आज़ादी को रोक नहीं सकता। लेकिन हिन्दुस्तान की आज़ादी अपने ढङ्ग की निराली होनी चाहिये। इसके ज़रिये हिन्दुस्तान की असली आत्मा का प्रकाश व्यक्त होना चाहिये।

फिर, आज़ादी या स्वतन्त्रता का मानी दूसरे राष्ट्रों से बे-सरोकार रहना नहीं होना चाहिये। इसी लिये तो हिन्दुस्तान का सम्बन्ध ब्रिटेन तथा दूसरे देशों के साथ पहले से ही जुटा हुआ है। ग़ौर करने से मालूम होगा कि यह कोई आकस्मिक घटना नहीं है; बल्कि इसमें ईश्वर का कुछ ख़ास हाथ है। यह संयोग सारे संसार के हित के लिये है।

यह देख कर बहुत दुःख होता है कि आज़ादी के लिये हर तरह का त्याग करते हुए भी ब्रिटिश लोगों की आँखों पर अभी तक ऐसा परदा पड़ा हुआ है कि वे नहीं देखते कि हिन्दुस्तान को भी उसी आज़ादी की ज़रूरत है।

हमारे यहां के लोगों की आँखों पर भी कुछ कम परदा नहीं। इस समय ब्रिटेन ख़तरे में पड़ा है। जीने मरने का विकट प्रश्न उसके सामने उपस्थित है। ऐसे मौक़े पर हमारे यहाँ के लोग लड़ाई में मदद देने में उसके साथ शर्त शरायत करना चाहते हैं। यह कितना खोटा काम है? हिन्दुस्तान की ओज के मुवाफ़िक़ यह कार्रवाई नहीं। हिन्दुस्तान की बहादुरी का यह स्टैन्डर्ड नहीं।

अतः हम ज़ोरों के साथ अपील करेंगे कि इस समय हमें बहुत ऊँचे भावों से काम लेना चाहिये। आज हमें इस लड़ाई में दिल खोल कर ब्रिटेन की मदद करनी चाहिये, ताकि इस दुनिया में राक्षस राज क़ायम न होने पाये।

भगवान की लीला पर ग़ौर कीजिये। देखिये, आज इस लड़ाई में भगवान हमें किधर भाग लेने का इशारा कर रहे हैं। उस परम कर्त्तव्य के पालन करने में हमें हर्गिज़ नहीं रुकना चाहिये।

इस आदर्श की पूर्ति के लिये हमें कोई त्याग बहुत बड़ा नहीं समझना चाहिये। ऐसे त्याग में अगर प्रत्यक्ष में कोई क्षति नज़र भी आये, तो उसे असल में क्षति नहीं समझना चाहिये। त्याग से कदापि नुक़सान नहीं होता, बल्कि हमेशे उन्नति ही होती है। त्याग हमेशे, हर हालत में, हर क्षेत्र में, आदमी को ऊपर ही उठाता है।

अतः अगर आज सारी मनुष्य जाति के नाम पर राष्ट्रीयता का कुछ त्याग करना पड़े तो उसे ख़ुशी से करना चाहिये। उसके ज़रिये ज़रूर ही राष्ट्र उत्कृष्टता की अधिक ऊँचाई पर चढ़ सकेगा।

आज सभी राष्ट्रों को यह सबक़ सीखना है कि मनुष्य जाति की एकता और कल्याण के लिये उन्हें कुछ न कुछ त्याग करना चाहिये। हिन्दुस्तान के सामने आज यह मौक़ा है कि वह इस मामले में भी अग्रसर होकर—एक उच्च कोटि का आदर्श दूसरे राष्ट्रों के सामने रख सकता है।

असल में अत्यन्त ही उत्तम और सुन्दर अवसर आज हमारे सामने मौजूद हैं। क्या हम इन्हें छोड़ देंगे?

—सम्पादक।

एक नीति की बात

(ले०—श्री भगवती प्रसाद सिंह, छपरा)

जहाँ जहाँ सदाचार और लोक हित की बातों पर प्रकाश डालने की जरूरत है, वहाँ वहाँ "मेल-मिलाप" का क्षेत्र है। बिना सदाचार के मेल-मिलाप संभव नहीं। कलह या झगड़ा, दुराचार का आवश्यक परिणाम है। जहाँ कुमति है, वहाँ फूट और विपत्ति है।

सदाचार-शास्त्र (Ethics), समाज-शास्त्र (Sociology), धर्म-शास्त्र (Religion and Law) और नीति-शास्त्र (Politics) सभी का सिद्धान्त एक है। ये सब लोक-हित के लिये ही निर्माण किये जाते हैं। जिस देश की जनता सदाचारी है, जहाँ अधिकतर प्रजा-वर्ग में सुमति है, उस देश का भविष्य उज्ज्वल है। इसलिये दार्शनिकों और नीतिज्ञों को सदाचार और मेल-मिलाप पर खास कर अधिक जोर देना चाहिये। चाहे राज-सत्तात्मक शासन हो, चाहे प्रजा-सत्तात्मक, कोई भी उसी हालत में सफल या लाभ-दायक हो सकता है जब जनता में सुमति और सद्भाव हों।

जहाँ शासन है, वहाँ तीन भाव अवश्य ही प्रकट होते हैं, यानी शासक, शासित और शासन (The Ruler, the Ruled and the Rule)। किसी भी प्रकार का शासन हो, चाहे आप इसे जिस नाम से पुकारें, इन तीनों भावों से वह बरी नहीं हो सकता। ये तीनों बिल्कुल एक साथ मिले-जुले हैं। इनमें से कोई एक दूसरे से अलग नहीं किया जा सकता। एक के अच्छा होने ही से दूसरा अच्छा हो सकता है, अन्यथा नहीं।

उदाहरण के लिये डिमौक्रेसी को लीजिये। अपने अपने स्वार्थ में लगी हुई बहुत-सी दलबन्दियों के रहते डिमौक्रेसी का वही हाल है जैसे "बहुत योगी मठ का उजाड़"। सभी को सभी पर अविश्वास है, तो विश्वासपूर्ण शासन कैसे चल सकता है?

मतलब यह कि जिसको आप शासक बना कर भेजते हैं और जिसके हाथ में अधिकार सौंपते हैं, वह यदि न्यायशील और समदर्शी है, और प्रत्येक जनता, और प्रत्येक व्यक्ति का हित पालन अपना धर्म समझता है, तो शासन ठीक से चल सकता है; नहीं तो नहीं।

पतन काल के कितने नीतिज्ञ उपयोगिता-वाद (utilitarianism) की ओट में निर्दोष जनता का शिकार खेलना चाहते हैं। वे कहते हैं कि सौ प्राणियों की रक्षा करने के लिये अगर दस निर्दोष प्राणियों की हत्या कर दी जाय तो इसमें कोई हानि नहीं; अथवा, अपने कमजोर पड़ोसी का जबर्दस्ती धन छीन लेने में कोई हानि नहीं। परन्तु हमारे मत से ऐसा नीच सिद्धान्त और कोई भी नजर नहीं आता।

इन्सानियत का तक़ाज़ा तो यह है कि एक बे क़सूर ग़रीब की जान बचाने के लिये अगर हज़ारों जानें क़ुर्बान हों तो कोई अन्देशा नहीं। यही वीरता या बहादुरी है। हमारे भगवान का भी यही उपदेश है कि सारा ब्रह्माण्ड एक तरफ़ और एक भक्त की जान एक तरफ़। जहाँ इस सिद्धान्त के विपरीत क्रम चलने लगता है, वहाँ अन्याय, कलह

(शेष पेज १६०, कॉलम २ पर)

पारस्परिक मेल-मिलाप

(ले०—मु० यासीन "अन्सारी", साँढोखोर)

संसार की रचना इस भाँति है कि बिना एक दूसरे की मदद के कोई काम सुचारु रूप से नहीं चल सकता। अणु अणु तथा जर्रे जर्रे में मेल-मिलाप की आभा झलकती है।

भला कौन सी ऐसी वस्तु है जो एकाकी है और जिसमें किसी तरह की मिलावट नहीं? हवा जिसे हम स्पर्श करते हैं, जल जो तरल पदार्थ है, वह इससे शून्य नहीं। हमारा साढ़े तीन हाथ का साइन-बोर्ड (शरीर) भी इससे परे नहीं। एक के सहारे एक चलता है और एक के बिना एक पङ्गु दिखाता है।

पतली २ रस्सियों के मिलने से एक मजबूत रस्सा तैयार हो जाता है तथा एक भी कमजोर पड़ने से सारा रस्सा नष्ट भ्रष्ट होता दिखाई पड़ता है। मेल-मिलाप में ढीलापन ही तो खतरनाक है। एक और एक मिलकर ११ बनता है; पर एक हटते ही पुन: एक हो जाता है।

इसी तरह जब सारी सृष्टि ही इस प्रकार है तो हमारी क्या शक्ति है कि हम आपस में बैर विरोध रखें? यदि हम ऐसा करते हैं तो प्रकृति के नियमों की अवहेलना करते हैं और अपने आप को कीचड़ में फँसाते हैं।

अत: हमारा कर्त्तव्य है कि हम अपनी चारों तरफ़ देखें और एक २ प्राणी और वस्तु से शिक्षा ग्रहण करें। जिस दिन हम इनका अनुकरण करने लग जायेंगे, उसी दिन से सारे मत-भेद, सारे बैर विरोध तथा सारी कुभावनायें एवं कुप्रवृत्तियाँ समूल नष्ट हो जायेंगी।

प्राणी मात्र में मानव जाति श्रेष्ठ है; पर सब से अधिक उलझी हुई वही दिखलाई पड़ती है। इसका एक मात्र कारण है हममें मेल-मिलाप का अभाव हम अपना कर्त्तव्य समझते नहीं। मेल-मिलाप का पाठ पढ़ते नहीं। उसके मेम्बर होते नहीं, एवं उसका प्रचार करते नहीं।

तरह २ के धर्मों के बखेड़े में अपना समय नष्ट करते हैं। हिन्दू, मुसलमान, ईसाई, आदि के भाव पैदा करते हैं। जाति के बन्धन में पड़ते हैं और बैर विरोध के शिकार होते हैं।

चाहे हम मुसलमान हों, चाहे हिन्दू, पर हम एक जाति अर्थात् मानव जाति के तो हैं। जिस समय हम यह समझ लेंगे कि सारे मनुष्य हमारे मित्र हैं, उसी समय हम विश्व-बन्धुत्व का राज्य स्थापित कर सकेंगे और तरह २ के मत-भेदों का अन्त कर सकेंगे। किसी भी दो अबोध बच्चों को एक साथ रख दिया जाय तथा उनमें हिन्दू मुसलमान का भाव पैदा नहीं होने दिया जाय, तो वे सच्चे मित्र हो सकते हैं और आदर्श उपस्थित कर सकते हैं।

अत: हमें क्या करना चाहिये? हमें ऐसे २ स्थानों का निर्माण करना चाहिये जो विश्व-बन्धुत्व की शिक्षा दें, प्रेम उत्पन्न करें, आपस में मेल-मिलाप सिखावें। हमारी सभी संस्थाओं का भी यही मुख्य उद्देश्य होना चाहिये।

चाहे हम खुदा कहें या राम, किन्तु प्रार्थना यही रहे कि हममें बैर विरोध न हो। उसी राम का खुदा एवं खुदा का राम, नाम रख कर हम किस तरह का अनर्थ करते हैं। खुदा! हमें सुबुद्धि दे, ताकि हम सबका प्रेम-भाजन बन सकें!

"पथिक"

(र०—श्री राम अयोध्या सिंह, अध्यापक)

क्या बताऊँ कौन-से सं-
सार से मैं आ रहा हूँ।
जानता कुछ भी नहीं किस
देश को फिर जा रहा हूँ॥
देख कर मुझ को अकेला
वह अमा की रात आई।
दामिनी कादम्बिनी के
साथ वह बरसात आई॥
मधुर रस में डूब कर जब
खिल गये ये कुमुद मेरे।
थिरकने से लग गये बन
बाग में केकी घनेरे॥
पी रहे हैं प्राण कब से
माधुरी की मधुर ज्वाला।
खेलता है वेदना से
प्रेम यह कैसा निराला॥
सैर को निकला मुसाफ़िर
प्राण का पाथेय ले कर।
बन गया बन्दी पिपासित
नव सुधा का मूल्य दे कर॥
प्रकृति का प्यासा पथिक
बाजार में किस भाँति आया?
हास्य-क्रन्दन का गरल-
पीयूष का व्यापार पाया॥
नियति-परिचालित तरी मँझ-
धार में सब झेलने को।
आ गई है आज झँझा-
वात से ही खेलने को॥

आँख वाले पढ़ सकेंगे
यह अमर इतिहास मेरा।
उधर है सन्ध्या खड़ी तो
इधर है हँसता सबेरा॥
क्या बताऊँ कौन-से सं-
सार से मैं आ रहा हूँ।
जानता कुछ भी नहीं किस
देश को फिर जा रहा हूँ॥

सुखी संसार

(र०—श्री कुमारी सुनैना, बी० ए०)

चिर-सुखद संसार होगा।
जो यहाँ दो भाइयों में,
प्रेम का संचार होगा!!
चिर-सुखद संसार होगा!!
एक अवनी, एक अम्बर—
एक शशि, फिर एक दिनकर!
एक शीतल मलय मारुत—
एक गंध पराग मनहर!!
जब यहाँ इन्सान से इन्सान
का व्यवहार होगा!!
चिर-सुखद संसार होगा!!
भेद अपने बीच के जब—
हम मिटा कर यह कहेंगे!
यह हमारा मुल्क है, हम—
एक ही हरदम रहेंगे!!
स्वर्ग से भी उच्च उस दिन,
तब हमारा प्यार होगा!!
चिर-सुखद संसार होगा!!

आप इस लड़ाई के बारे में सोचें और इस दुष्ट राक्षस के खेलाफ़ ऋषियों के पक्ष में अपने दिल से खड़े हो जायँ।

जिस तरह हज़ारों वर्ष पहले ऋषियों ने हिन्दुस्तान में सिपाहियों की मदद की थी, वैसे ही वे आज भी यूरोप में अपने सिपाहियों की मदद करेंगे। आज ऋषियों के अधिकांश सिपाही मेरे जैसा उजले या गोरे रंग के हैं। लेकिन उनमें कुछ भूरे रंग के सिपाही भी शामिल हैं, क्योंकि हिन्दुस्तान से भी बहुत-से लोग वहाँ भेजे गये हैं।

इस तरह आज फिर संसार सुरक्षित होने जा रहा है जैसा हज़ारों वर्ष पहले हुआ था। हममें से किसी को डरने की कुछ ज़रूरत नहीं। हमारी निगहबानी ज़रूर की जायगी। हमारी रक्षा ज़रूर की जायगी। हमारी ज़िन्दगी, हमारे घर, हमारी कार्रवाइयाँ, पहले सी ही चलती रहेंगी। लेकिन अगर ऋषियों के लाखों करोड़ों सिपाही हमारे लिये लड़ रहे हैं, तो कम से कम हमें इतना उनके लिये ज़रूर करना चाहिये कि हम उनके पास अपनी सदिच्छायें और भारत-माता का आशीर्वाद भेजें।

हर हिन्दुस्तानी जानता है कि आत्म-बल दूसरे किसी क़िस्म की शक्ति के मुक़ाबले कहीं ज्यादे मज़बूत है। बुराई की शक्ति के ऊपर भलाई की शक्ति की जीत ज़रूर होगी। हिन्दुस्तान में भलाई की अगाध शक्ति मौजूद है। वह शक्ति आप लोगों में से हर किसी के अन्दर है। अगर आप कृतज्ञता या एहसान के साथ उन लोगों के बारे में सोचें जो आपके लिये लड़ रहे हैं, अगर विचार-शक्ति द्वारा आप उनमें बल बढ़ाते रहें, अगर आप बहुत ज़ोरदार ख्वाहिश करें कि ऋषियों की ज़रूर जीत होगी, तो निस्सन्देह यह जीत बहुत जल्द हासिल होगी।

इसका हासिल होना ज़रूरी है। इसे कोई रोक नहीं सकता। हिन्दुस्तान ग़ुलाम नहीं बनाया जा सकता। उसके घरों में गड़बड़ी नहीं फैलने दी जायगी। जैसे २ वक्त गुज़रता जायगा, वैसे २ उसके लोग ज्यादे से ज्यादे सुखी बनते जायेंगे।

ऋषियों के सिपाहियों की जीत ज़रूर होगी। लेकिन आप, अपने साधारण कामों में लगे रहते हुए भी, इन सिपाहियों के साथ मिल कर लड़ सकते हैं—उनकी जीत के लिये प्रार्थना कर के। शायद आप कभी कभी मन्दिरों में जाते हैं। उन पवित्र स्थानों में आप ऋषियों के सिपाहियों की जीत के लिये प्रार्थना कर सकते हैं। आपकी प्रार्थनाओं को वे महा-पुरुष ज़रूर सुनेंगे और पूरी करेंगे, जिनके पवित्र आश्रय में भारतवर्ष विराजमान है।

(शेष पेज १८२ से आगे)

और बाढ़ पर बाढ़ आवे, और समय समय पर जहाँ तहाँ धार्मिक तथा साम्प्रदायिक दंगे हों? सारे हिन्दुस्तान को एक-न-एक दिन किसी बहुत ही बड़ी और भयङ्कर आफ़त में पड़ने से बचाने के लिये यह बहुत ज़रूरी है कि इस बुराई के ख़ज़ाने की बहुत ऊँची सतह किसी सूरत से नीचे उतारी जाय।

भिन्न भिन्न राष्ट्रों और सारी मनुष्य जाति द्वारा धीरे धीरे जमा किये गये इस बुराई के ख़ज़ाने के खेलाफ़ महात्मा-गण सदैव ही भलाई के ख़ज़ाने को भरते रहते हैं। गत सौ वर्षों के अन्दर सबसे बड़ी कोशिश जो उन्होंने इसके लिये की है, वह थियोसौफ़िकल सोसाइटी की संस्थापना है। क्योंकि सोसाइटी का कर्त्तव्य है बुराई के कारणों को समझाना और भलाई बढ़ाने का उपाय बतलाना।

ऋषियों के पक्ष में

(ले०—डा० जी० एस० अरण्डेल, प्रेसिडेन्ट, न्यू इन्डिया लीग)

लड़ाई के पहले वर्ष-गाँठ के अवसर पर दिये भाषण का अनुवाद—सम्पादक।

आज लड़ाई चलते पूरा एक साल हो गया। आप सभी लोगों ने आज से कई हज़ार वर्ष पहले बीते महाभारत के महायुद्ध के बारे में सुना है। आज यह दूसरा महाभारत हमारे सामने है।

आज इसका केन्द्र भारतवर्ष में नहीं है, जैसा उस बार था। अभी इसका केन्द्र यूरोप के महादेश में है, जो यहाँ से सात हज़ार मील की दूरी पर है। उस विशाल महादेश में एक राक्षस है और उस राक्षस से लड़ने वाले भी हैं। यानी, आज भी एक ठीक वैसी ही लड़ाई हमारे सामने है जैसी आज से कई हज़ार वर्ष पहले हुई थी।

जो इस राक्षस से लड़ रहे हैं उनको मदद और आशीर्वाद देने वाले संसार के महान् ऋषिगण हैं। यह ठीक है कि यह राक्षस राक्षसों में सब से बड़ा नहीं है। लेकिन यह भी बहुत मज़बूत है। राक्षस हमेशे बहुत बली हुआ करते हैं और उनके नाश करने में काफ़ी वक्त भी लगता है। यह ख़ास राक्षस, जिसका नाम हिटलर है, ऋषियों के सिपाहियों से कई लड़ाइयां जीत चुका है। लेकिन मैं उम्मीद करता हूँ और मेरा विश्वास है कि ये जीतें अब आगे क़ायम रहने नहीं पायेंगी।

लेकिन हमारी इस मातृ-भूमि को भी एक भारी ख़तरा है। क्योंकि यह राक्षस सारी दुनिया पर अपना राज जमाना चाहता है। वह सभी लोगों को ग़ुलाम बनाना चाहता है। वह स्त्रियों की इज्ज़त प्रतिष्ठा का हरण करना चाहता है। वह बच्चों को क़त्ल करना चाहता है। यहाँ से सात हज़ार मील दूर के महादेश में उसने ये सब कर्म किये हैं। वह ऐसा ही यहाँ हिन्दुस्तान में भी करना चाहता है।

उसे ऐसा करने नहीं दिया जायगा। उसके और उसकी संसार-व्यापी जीत के बीच में ब्रिटिश साम्राज्य खड़ा है। ब्रिटिश साम्राज्य भी जहाँ तहाँ जीत हासिल करने लगा है। ग्रेट ब्रिटेन हथिआर-बन्द आदमियों से भरा है। वहाँ की स्त्रियां भी देश की रक्षा करने में मदद दे रही हैं। उसकी जल-सेना भी बहुत बड़ी और मज़बूत है। उसके पास हवा में उड़ने वाले हवाई जहाज और पानी में डूब कर चलने वाले पनडुब्बी जहाज़ भी हैं। इन बलों के साथ उसने धीरे धीरे राक्षस को हराना शुरू कर दिया है। इसलिये हमें पक्का विश्वास है कि यह राक्षस दुनिया को जीत कर उसे अपना ग़ुलाम न बनाने पायेगा।

लेकिन ब्रिटेन को हिन्दुस्तान के आशीर्वाद की ज़रूरत है। ब्रिटेन ने अब तक बहुत सुन्दर २ काम कर दिखाये हैं। उसके पुरुष वीर हैं और उसकी स्त्रियां वीराङ्गनायें। लेकिन उसे ज़रूरत है मदद की, आशीर्वाद की, हिन्दुस्तान के आत्म-बल की।

आज लड़ाई के इस वर्ष-गाँठ के दिन हम आपसे यही आशीर्वाद देने की प्रार्थना करते हैं। हम आप से रुपया नहीं माँगते। मैं समझता हूँ कि आपमें से बहुतों के पास रुपया है ही नहीं, जो आप देगें। हम आपसे फ़ौज में भर्ती होने के लिये भी नहीं कहते। लेकिन हम ज़रूर आपसे चाहते हैं कि

मनुष्य के ज़रिये पैदा की गई शक्तियों के ही ज़रिये कार्य कर सकते हैं। वे कहीं बुरे कर्म के सोते को रोक सकते हैं, तो कहीं भले कर्म के सोते का मुँह कुछ ज़्यादा चौड़ा कर दे सकते हैं। वे कुछ कमी बेशी कर सकते हैं और मिला-जुला कर कुछ काम निकाल सकते हैं। लेकिन कर्म का एक छोटा कण मात्र भी वे नाश नहीं कर सकते।

वे बुराई के ख़ज़ाने का मिलान भलाई के ख़ज़ाने में अधिक भलाई मिलाकर करने की कोशिश करते हैं। धर्मों के संस्थापक उन्हीं में से आते हैं। हर धर्म आदमी के अन्दर भलाई करने की शक्ति बढ़ाने की कोशिश करता है। लेकिन कुछ थोड़े ही दिनों तक धर्म का पूरा काम ठेकाने से चलता रहता है। बहुत जल्द धर्म के अन्दर कड़ापन या ऐंठन आ जाती है। तब अन्दरूनी ज़िन्दगी को छोड़कर बाहरी शक्ल यानी रस्म रेवाजात पर ही विशेष ज़ोर पड़ने लगता है, और धर्म के पुजारियों का स्वार्थ उसे एक निर्जीव क्रीड बना देता है।

जैसे २ धर्म में कट्टरता आती जाती है, जैसे जैसे धर्म हृदय और मस्तिष्क का जीवन न रह कर सिर्फ़ एक रस्म निबाहने की चीज़ रह जाता है, वैसे वैसे बुराई का ख़ज़ाना बढ़ता जाता है। ऐसी कोई बात नहीं कि धर्म के ज़रिये बुराई पर ज़ोर दिया जाता हो। लेकिन जब बुराइयों के रोकने की कोशिश नहीं की जाती है, तो उसका यही नतीजा निकलता है। सभी क़िस्म की बुराइयां जिनसे बुराई का ख़ज़ाना बढ़ता है, उन्हें हम एक शब्द में कह सकते है—क्रूरता या बे-रहमी।

एक दूसरे को चोट पहुँचाने और सृष्टि के छोटे छोटे प्राणियों के साथ बे-रहमी करने के अनगिनत रास्ते निकल चुके हैं। डा० जी० एस० अरण्डेल, प्रेसिडेन्ट, थियोसौफ़िकल सोसाइटी, ने हाल में बे-रहमी के अनेकों कारण दिखलाये हैं। उन्होंने ख़ास कर मांस भक्षण के लिये जानवरों और सजावट के लिये जानवरों और चिड़ियों की हत्या की बे-रहमी पर बहुत ज़ोर दिया है।

हाल में मैं लण्डन के एक मशहूर फ़ैशनेबुल दूकान से होकर गुज़रा, जहाँ धनी लोगों को अपने मन के मुवाफ़िक़ चीज़ें मिलती हैं। वहां मैंने एक ख़ास नुमाइश देखी जिसमें क़रीब तीन सौ लोमड़ियों के चमड़े सजे गये थे। ख़रीदारों का ध्यान आकर्षित करने के लिये जानवरों के चमड़े चारों ओर फैलाये और टांगे गये थे। मुझे तो वह दूकान एक बड़ा क़साई घर सा दीख पड़ा। लेकिन मुझे संदेह है कि कोई भी औरत, जो लोमड़ी के चमड़े को अपने गले में लपेटने और उसे गर्म रखने के लिये ख़रीदती है, वह शायद कभी नहीं सोचती होगी कि इन चमड़ों के हासिल करने में कितनी भयङ्कर बे-रहमियां करनी पड़ी होंगी।

जहाँ कहीं भी घृणा और विरोध के भाव प्रगट किये जाते हैं, तो उनसे बुराई और मुसीबत का भण्डार बढ़ जाता है। ज़रा हिन्दुस्तान में बड़ी जातियों की ओर छोटी या अछूत जातियों के जो रंज और मलाल हैं, उनके बारे में आप सोचें। आप देखेंगे कि कई हज़ार वर्षों से बड़ी जातियों के करोड़ों आदमियों के ख़िलाफ़ करोड़ों अछूतों के जो दुःख के भाव प्रगट होते रहे हैं, उनकी वजह से हिन्दुस्तान की बुराई का ख़ज़ाना कितना ज़्यादे बढ़ गया है।

ऐसी हालत में क्या, इसमें कोई तअज्जुब की बात है कि हिन्दुस्तान में अकाल पर अकाल पड़े

(शेष पेज १८४ कॉलम २ पर)

भलाई और बुराई के ख़ज़ाने

(ले०—मि० सी० जिनराजदास, एम० ए०)

जब कोई पानी का हौज़ कुछ ऊँचाई पर रखा जाता है, तो उसमें से पानी ज़मीन पर दो ही तरीक़े से आ सकता है। या तो उस में लगे हुए छोटे २ नलों के ज़रिये धीरे २ पानी आ सकता है, या उस हौज़ में छेद हो जाने से बाढ़ के समान पानी नीचे बह जा सकता है।

जब तक यह छोटे २ नल सुचारु रूप से काम करते रहते हैं, तब तक सब कुछ ठीक रहता है। लेकिन अगर ये नल बन्द हो जायँ, और ख़ास कर के अगर एक-ब-एक बहुत पानी बरसने से हौज़ में पानी भर जाय या बहुत ऊँचा उठ जाय, तो हौज़ फट जाता है और पानी का सैलाब बह चलता है। जो लोग उस सैलाब के रास्ते में पड़ते हैं उनके भाग्य में बहुत दुःख झेलना पड़ जाता है।

दुर्भाग्य वश बहुत ज़माने से जमा होते होते मनुष्य जाति के बुरे कर्मों का ख़ज़ाना बहुत बढ़ गया है। हर पीढ़ी में इस ख़ज़ाने की सतह कुछ कम होती रहती है। यह कमी उन आफ़तों और मुसीबतों के ज़रिये होती है जो समय २ पर आदमी के सामने आती हैं। लोग भूल से समझते हैं कि ये आफ़तें ईश्वर की बे-दिली और निर्दयता की वजह से आती हैं। पर असलियत कुछ और ही है।

सोचने की बात है कि जैसे जैसे विज्ञान रोगों को रोकता जाता है, वैसे २ नये नये रोग क्यों पैदा होते जाते हैं। अगर थाइसिस या तपेदिक़ की कमी होती है, तो कैनसर या नासूर की बढ़ती।

ऐसा वक्त पहले कभी नहीं था जब प्रकृति पर इतना अधिकार मनुष्य का रहा हो जितना आज है। संसार का धन बढ़ गया है। फिर भी क्या वजह है कि आख़िरी चन्द सालों से लाखों करोड़ों आदमी बेकारी से इस क़दर दुःखी हो रहे हैं?

आज मनुष्य को पहले से ज़्यादे धन है, पहले से ज़्यादे स्वास्थ्य है, पहले से ज़्यादे स्कूल हैं, पहले से ज़्यादे किताबें हैं, पहले से ज़्यादे सुख के तरह तरह के सामान हैं। फिर भी, साथ ही साथ, घृणा की वजहें भी पहले से ज़्यादे बढ़ी हुई हैं और घृणा ज़ाहिर करने के मौक़े भी पहले से कहीं ज़्यादे बढ़ गये हैं।

ख़ुलासा यह कि जैसे जैसे ख़ज़ाने की सतह हमारी मामूली आफ़तों के ज़रिये कम होती है, वैसे ही मनुष्यों की घृणा की वजह से उसकी सतह बराबर ऊपर भी उठती रहती है।

लड़ाई सिर्फ़ दो क़ौमों के बीच हो सकती है। उस हालत में सिर्फ़ उन्हीं दो क़ौमों की आपस की कार्रवाइयों से सरोकार रहता है। लेकिन कभी २ बहुत-सी क़ौमें शामिल हो जाती हैं, जैसे १९१४—१८ की लड़ाई में हुई थीं। उस समय एक ओर सत्ताइस क़ौमें साथ थीं और दूसरी ओर चार। फिर, लड़ाई में नहीं भाग लेने वाली क़ौमें भी उस लड़ाई के असर से अलग नहीं रह सकी थीं, क्योंकि तेजारत की बर्बादी से सारी दुनिया को दुःखी होना पड़ा था।

महात्मा लोग भी सर्व-शक्तिमान नहीं हैं। उन की दया विशाल है और सभी दुखियों के लिये एक समान है। वे अपनी दया के सञ्चार में किसी जाति या धर्म का कुछ भेद नहीं करते। लेकिन वे

वाले ये तपस्वी आगे चलकर उनके परम शिष्य बने।

अस्तु, इस कहानी से एक बहुत सुन्दर सबक़ हासिल होता है। तपस्या बहुत ऊँचे दर्जे की चीज है। लेकिन शायद तपस्या की आड़ में इस शरीर को गला कर इस का नाश कर देना उचित नहीं। इसलिये तपस्या के साथ २ खान पान का भी यथेष्ट प्रबन्ध रखना ही उससे भी ऊँचे दर्जे की तपस्या समझनी चाहिये।

इसी तरह अहिंसा के आदर्श के ऊंचे होने के बारे में किसी को कदापि कोई सन्देह नहीं हो सकता। लेकिन भगवान की लीला में हिंसा और अहिंसा दोनों की जगह है। इसलिये हमें बहुत सतर्क रह कर देखना चाहिये कि कहीं ऐसा न हो कि जहाँ हिंसा की जरूरत हो, वहाँ अहिंसा की आड़ मे हम अपने उचित कर्त्तव्य में चूक जायँ।

अहिंसा का सब से ऊँचा भाव है ईश्वर की इच्छा में अपनी इच्छा का लय कर देना और इस प्रकार हर तरह की ममता मोह को छोड़ कर ईश्वर की लीला की पूर्त्ति में अपने आप को लगा देना। अतः दैवी विधान के अनुकूल जहाँ अहिंसा की जरूरत हो वहाँ अहिंसा दिखलाना और जहाँ हिंसा की जरूरत हो वहाँ हिंसात्मक कार्य में लगना ही मनुष्य का परम कर्त्तव्य है। हिंसा की जगह पर अहिंसा दिखलाने में भी असल में हिंसा है।

फिर, एक दूसरे पहलू से इस प्रश्न पर विचार कीजिये। एक सच्चे गुरु का कर्तव्य है कि वह लोगों की अवस्था और योग्यता के अनुकूल आदर्श उनके सामने रखे। तभी किसी आदर्श की सफलता और लोगों की असली सेवा हो सकती है। आदर्श गुरुओं ने हमेशे ऐसा ही किया है। इसके खेलाफ़ चलना समाज को हानि पहुँचाना है और अपने इष्ट आदर्श की कुसेवा करना।

यह प्रत्यक्ष है कि मनुष्य जाति विकास की भिन्न भिन्न मंज़िलों पर है। इसलिये भिन्न २ श्रेणी के लोगों के लिये भिन्न २ श्रेणी के आदर्शों की जरूरत है। एम० ए० का ज्ञान बहुत ऊँचा है। लेकिन इसी नाते अगर कोई शिक्षक एम० ए० की किताब किसी स्कूल के छठें दर्जे के विद्यार्थियों को पढ़ाने लगे तो आप ख़ुद सोचें कि आप उस शिक्षक को कैसा समझेंगे।

आदर्श की उचित उपयोगिता का एक उदाहरण हम यहाँ देना चाहते हैं। साधारण तौर से लोग समझते हैं कि हज़रत मुहम्मद साहब ने अहिंसा की कोई शिक्षा लोगों को नहीं दी। लेकिन हमारा ख्याल है कि उस ज़माने के अरब के लोगों को अहिंसा का जो अच्छा से अच्छा पाठ पढ़ाया जा सकता था वही मुहम्मद साहब ने उनको पढ़ाया।

उस ज़माने में वहाँ के लोग कोई नियम जानते ही नहीं थे। लूटना, पीटना, मारना, काटना, यही उनका जीवन था। ऐसी हालत में भला वे अहिंसा को क्या समझते? लेकिन फिर भी हज़रत साहब ने अहिंसा का पहला सबक़ उनको सिखाया। आपने खाने की चीज़ों को दो दर्जे में बाँट दिया—हलाल और हराम। आपने सब चीजें खाने की इज़ाज़त दी, लेकिन सूअर से परहेज़ कराया। यह कुछ साधारण बुद्धिमानी का काम नहीं था। असल में इसी तरह आदर्श की व्यावहारिक शिक्षा दी जाती है। इसलिये अहिंसा का पाठ मनुष्य मात्र को धीरे ही धीरे सिखाया जा सकता है।

अस्तु, आज की लड़ाई में हम क्या करें? यही प्रश्न हमारे सामने है। एक ओर आज़ादी का सवाल

(शेष पेज १८८ पर)

हिन्दुस्तान की आज़ादी और वर्त्तमान लड़ाई

कुछ लोगों को तअज्जुब होता है कि "मेल-मिलाप" में भला लड़ाई की बात क्योंकर आती है। लेकिन सच्ची बात यह है कि हम मेल-मिलाप को लड़ाई से दूर कर ही नहीं सकते। अगर लड़ाई न हो तो मेल-मिलाप की जरूरत ही कैसे हो? इन दोनों का सम्बन्ध ठीक वैसा ही है जैसा दिन का रात के साथ अथवा सुख का दुःख के साथ।

भाइ, द्वन्द या दुई पर ही तो यह सारी सृष्टि क़ायम है। और जब तक सृष्टि चलती रहेगी, तब तक किसी न किसी रूप में द्वैत भाव जरूर बना रहेगा। अतः मेल-मिलाप के साथ लड़ाई का जिक्र आ जाने में कुछ बुरा या अनुचित नहीं मानना चाहिये।

फिर, क्या आप नहीं जानते कि मेल-मिलाप की सबसे ऊँची शिक्षा हमें कहाँ और कैसे मिली थी? यह शिक्षा हमें कृष्ण भगवान द्वारा कुरुक्षेत्र के मैदान में प्राप्त हुई थी। वही श्रीमद्भगवद्गीता है। आश्चर्य न कीजिये। भगवद्गीता के ही शब्दों में भगवद्गीता "योग-शास्त्र" अर्थात् मेल-मिलाप का सबसे ऊँचा विज्ञान है। और इस ज्ञान के सिखाने वाले महा पुरुष परम योगेश्वर अर्थात् मेल-मिलाप के सबसे ऊँचे अध्यक्ष थे। अतः इस विचार से भी मेल-मिलाप में लड़ाई की बात का आना क्षम्य ही नहीं, बल्कि उचित भी समझना चाहिये।

कुछ लोग समझते हैं कि अहिंसा परम धर्म है और लड़ाई अहिंसा का विरोधी है; इसलिये हमें लड़ाई के साथ किसी भी रूप में कोई सरोकार नहीं रखना चाहिये और केवल अहिंसा भाव का प्रचार करना चाहिये। माहात्मा गाँधी इस आदर्श के इतने जबर्दस्त समर्थक हैं कि वे बहादुर लड़ने वाले अंग्रेज़ों को भी सलाह देते हैं कि—वे लड़ाई बन्द कर दें और अगर हिटलर तथा मुसोलिनी उनके घरों में घुसना चाहें तो खुशी से घुस जाने दें।

अहिंसा परम धर्म है, इसमें कोई संदेह नहीं। लेकिन परम अहिंसात्मक भाव से लोगों की हत्या तक की जा सकती है—इस भाव को हम पिछले अंक में 'अहिंसा और धर्म-युद्ध" शीर्षक लेख में दिखा चुके हैं (देखिये पेज १७५)।

यहाँ पर हमें एक छोटा क़िस्सा याद आता है। भगवान बुद्ध-देव की जीवनी से आप सभी लोग परिचित हैं। हम अच्छी तरह जानते हैं कि बहुत दिनों तक बिना आहार अथवा जल के रह कर उन्हों ने अत्यन्त घोर तपस्या की थी। कुछ और साधु भी ऐसी तपस्या आप के साथ कर रहे थे। पर अन्त में बुद्ध भगवान ने देखा कि इस प्रकार इस शरीर को घोर कष्ट पहुँचाने से ही कुछ खास फ़ायदा नहीं। जिस लक्ष्य की खोज में वे पड़े थे वह इस रास्ते से मिलता हुआ नहीं नजर आया। इसलिये आपने मध्यम मार्ग को ग्रहण कर खाना पीना शुरू कर दिया। और इसी मार्ग से चल कर आगे आपने परम पद को प्राप्त किया।

लेकिन जब आप के साथी, दूसरे तपस्वियों ने आपको खाते पीते पाया, तो वे इनको घृणा की दृष्टि से देखने लगे। उन्होंने समझा कि यह तपस्या के ऊंचे आदर्श से एकदम नीचे गिर गया। इसलिये वे इन से अलग हो गये। पर इसका क्या नतीजा हुआ—यह सब पर जाहिर है। बुद्ध भगवान परम पद को प्राप्त हुए और उनके साथ घृणा करने

असली प्रजा-तन्त्र

(ले०—डा० एनी बेसेन्ट, भूत-पूर्व प्रेसिडेन्ट, थियौसौफ़िकल सोसाइटी)

हर देश में ग़ैर जिम्मेवार हल्ला करने वाले तो झुण्ड के झुण्ड भरे पड़े हैं। ये अक्सर किसी ग़ैर-जिम्मेवार आन्दोलन करने वाले आदमी के बहकावे में पड़ कर, जोश में आ कर, क्षण भर में बे-तरह उभड़ पड़ते हैं और फिर क्षण ही भर में ऐसे ठंडे भी हो जाते हैं कि उनका कुछ पता तक नहीं रह जाता। ऐसे लोगों से असली प्रजा-तन्त्र नहीं क़ायम हो सकता।

लेकिन अगर हर देश में वहाँ की जनता—वहाँ को असली जनता—बोलने लग जाय, अपने भावों तथा विचारों को प्रगट करने लग जाय, तो सारी दुनिया में असली प्रजा-तन्त्र कायम हो जाय। असली प्रजा-तन्त्र का मतलब है—जनता या लोगों का राज, लोगों के लिये, लोगों के ज़रिये, बिना अधिकार के हक़ जमाने वालों के ज़रिये नहीं।

जहाँ लोगों को बोलने नहीं दिया जाता और उन्हें जबर्दस्ती मूक बना कर रखा जाता है, वहाँ समझना चाहिये कि जोर व ज़ुल्म का राज फैला हुआ है और आगे भी फैलता जा रहा है।

असल चीज़ तो जनता या लोग हैं। उन्हीं की गिनती सबसे पहले होनी चाहिये। क्योंकि लोग से मतलब व्यक्तियों से है। लोग या जनता व्यक्तियों के ही मिलने से बनती है: और व्यक्ति ही बहुत बड़ी बड़ी तायदादों में इकट्ठे हो कर लोग या जनता को बनाते हैं।

इस लिये असल ध्यान देने की चीज़ है व्यक्ति —उसका जीवन, उसकी ज़रूरतें, उसकी आशायें, उसके सुख, उसके दुःख, उसकी शान्ति, उसका आनन्द। उसके बाद ही दूसरी किसी चीज पर ख़्याल करना चाहिये।

इसलिये यह बहुत ज़रूरी है कि हर व्यक्ति को बिना किसी डर भय के, दिल खोल कर, खुलासा बोलने देना चाहिये। उसी राष्ट्र का शासन या इन्तज़ाम समुचित समझना चाहिये, जहाँ हर व्यक्ति को यह अधिकार हासिल है कि वह बिना किसी डर के खुले तौर से अपनी आवाज़ बलन्द कर सकता है, अपनी ज़रूरतों को बतला सकता है, अपनी नापसन्दियों को ज़ाहिर कर सकता है और परिवर्तन या अदल-बदल करने के लिये अपनी माँगें पेश कर सकता है।

इसलिये, व्यक्तियों को हर जगह अपनी २ बातें बोलने देना चाहिये। व्यक्तियों को अपनी उचित जगहों पर आ जाने देना चाहिये। लोगों को राज करने देना चाहिये।

नोट—यह वर्णन डा० एनी बेसेन्ट की लिखी "समय का भाव" ("The Spirit of the Age") नामक किताब के एक हिस्से का अनुवाद है। उसमें बहुत अच्छी तरह से दिखलाया गया है कि आज वक्त का रुख़ किस ओर है, आज समय हमें किधर ले जाना चाहता है।

अस्तु, हमारे देश में भी अपने विचारों के प्रगट करने की कमी बहुत लोगों में है। असली जनता अभी तक किस क़दर चुप्पी साधे हुए है? आज़ादी के लिये इस चुप्पी का टूटना बहुत ज़रूरी है।

—सम्पादक।

मेल-मिलाप

भाग १ | पटना, १७ अक्टूबर, १६४० | संख्या १२

भादव की रातें

विद्युत की द्युति से जगमगतीं
भादव की काली रातें।
चुपके से सुख दुख में कवि को
कह जातीं कुछ ये बातें॥
घन की इस बूँदा-बूँदी में,
ओत-प्रोत हैं पारावार।
अँसुवन के निर्मल प्रवाह में,
छिपा हुआ मोती का हार॥
अंधकार की श्यामलता में,
घन प्रकाश का है विस्तार।
दुख के अन्तस्तल में देखो,
भरा अमित सुख का भण्डार॥
जग जीवन में जस अपजस औ'
जन्म मरण की मृदु घातें।
चुपके से सुख दुख में कवि को
कह जातीं कुछ ये बातें॥
आज देख लो, कैसी आँधी,
कैसा रे, घन का गर्जन।
कल फिर शीतल मंद पवन है,
सूर्य्य चंद मय विमल गगन॥
चलने दो यूंही चलता है
प्रकृति देवि का यह नर्तन।
डटे रहो निज कर्त्तव्यों पर
अचल बना लो चंचल मन॥
भूषण जैसी बन जायेंगी,
तब भृगु-भूसुर की लातें।
चुपके से सुख दुख में कवि को
कह जातीं कुछ ये बातें॥

एक सम-भावी धुन

जय सूरज जय चंद महेश।
जय रघुपति गोपाल रमेश॥ १॥
जय तीर्थंकर, जय जय बुद्ध।
जय मसीह पैग़म्बर शुद्ध॥ २॥
जय गुरु जय लघु सन्त महन्त।
जय अग जग के जीव अनन्त॥ ३॥
भू, जल, अनल, अनिल, आकाश।
जय मन, बुद्धि, अहं-विश्वास॥ ४॥
जयति शक्ति की ज्योति अमन्द।
निर्गुण-सगुण, सच्चिदानन्द॥ ५॥
सब धर्मों का तत्व महान।
सत्य प्रेम मय श्री भगवान॥ ६॥
व्यापक विभु जगदीश्वर एक।
अणु अणु में ब्रह्माण्ड अनेक॥ ७॥
नाम रूप सब सत्याभास।
विश्वम्भर का सहज विकास॥ ८॥
पूर्ण ब्रह्म अविचल अद्वन्द।
व्यक्त रूप हैं सूरज चंद॥ ६॥

[रच०—भगवंत सूरज-चंद सत्य-प्रेमी (डाँगी जी महाराज), वर्धा]

گورنمنٹ بہار۔ اڑیسہ۔ سی۔پی۔ یوپی۔ و سندھ کے محکمہ تعلیمات سے منظور شدہ

جلد ۲ | نومبر سنہ ۱۹۴۰ء | نمبر ۱

ہدیہ تشکر

از طرف ادارہ

میل ملاپ

بحضور اعلحضرت ہنر اگزالٹڈ ہائنس، حضور نظام حیدر آباد دکن

نظم

مرحبا تاجدار مالک دکن — نیک دل نیک بخت نیک شعار
علم جو علم دوست علم پناہ — خوش بیان خوش مذاق خوش گفتار
آپ کی ذات عین عدل و کرم — مرجع خلق آپ کا دربار
آپ کا فعل ایک قدس عمل — ہر عمل اک نمونۂ ایثار
آپ کو سلطنت پہ فخر نہیں — سلطنت آپ سے ہی باغ و بہار
ہے نظر آپکی وہ جوہر بیں — چھانٹ لیتی ہے گوہر شہوار
سچ تو یوں ہے کہ ہو نہیں سکتا — آپ کی خوبیوں کا حصر و شمار
کیوں نہ پھیلے جہاں میں میل ملاپ — جبکہ حامی ہو آپ کی سرکار
آپ کی اک نگاہِ لطف کے ساتھ — مل گئے تیس سو روپے یکبار
یہ ادارہ بصد خلوص و ادب — آپ کے فیض کا ہے شکر گزار
آپ کی بخشش و عطا کا عوض — جز دعا اور کیا کرے نادار

آپ قائم رہیں ہزاروں سال
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ایڈیٹر

اعلیٰ حضرت (ہز اگزالٹڈ ہائنس) حضور نظام حیدرآباد دکن کا میل ملاپ کو گرانقدر عطیہ

میل ملاپ نومبر ۱۹۴۰ء میں اپنی زندگی کے دوسرے سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ بڑی خوشی کی بات تو یہ ہے کہ میل ملاپ کی ایک قلیل مدت کی خدمت نے ہندوستان کے ایک بڑے فرمانروائے سلطنت کو اسکی طرف مخاطب کیا اور حضور نظام نے ایک گرانقدر عطیہ مبلغ تین ہزار روپیہ کا مسٹر سید عبدالعزیز۔ بار۔ایٹ۔لا مشیر قانون سلطنت عثمانیہ کے ذریعہ سے عطا فرمایا جسکا بحد تشکر یہ ادارہ میل ملاپ کی طرف سے اعلیٰ حضرت کی خدمت عالی میں پیش کیا جاتا ہے اور امید ہے دربار جلالت مآب میں شرف قبولیت حاصل ہوگا۔ حضور نظام کو جسقدر ہندو مسلمان رعایا کے ساتھ محبت اور ہمدردی ہے دنیا کو معلوم ہے۔ میل ملاپ میں تفصیل سے ہم اسکے متعلق کئی بار لکھ چکے ہیں۔ حکومت دکن کی ہندو مسلمان رعایا میں باوجود بیرونی شورش کے بہترین اتحاد اور خوشگوار تعلقات ہیں اور امید ہے کہ حضور نظام کی سرپرستی میں یہ رشتہ اخوت اور بھی پختہ اور آہنی ہوتا رہیگا۔ اور شورش پسندوں کو کسی طرح کی کامیابی نہ ہوسکیگی۔ دکن کے باشندے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان نہایت سنجیدہ مزاج اور روشن خیال ہیں۔

میل ملاپ دوسرے رسالوں کی طرح سے مالی مشکلات میں گھر چکا تھا۔ کاغذ اور دوسرے سامان کی گرانی نے مزید بوجھ ڈالکر اور بھی پریشان کر دیا تھا اور کچھ پریشانی ہو رہی ہے لیکن ہمیں اپنے سرپرستوں کی ہمت افزائی اور سرگرمی سے بڑی امید ہے، ہمارے مشکلات ہمارے اچھوتے مقاصد کا خیال کرتے ہوئے ہمارے ہمدردوں کے دست کرم و کوشش سے دور ہوجائینگے۔

میل ملاپ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اسکی اشاعت دو چار ہزار تک بڑھا کر اکتفا کر لیا جائے۔ ہندوستان ایک بڑا ملک ہے اور اس میں کروڑوں کی آبادی موجود ہے۔ جبتک اسکی اشاعت تیس ہزار سے تجاوز نہ کر جائے اوسوقت تک ہمارے مقصد کا پرچار ملک میں کافی ہونا ممکن نہیں ہے میل ملاپ کی وجہ سے اگر ہندو مسلم فساد اور بلووں میں کچھ بھی کمی ہوئی تو آئندہ اس سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ ہوسکتی ہیں۔ سیکڑوں خون ناحق سے ملک محفوظ رہیگا۔ وہ دن بھی دور نہیں ہے جبکہ دو لڑنے والے فرقے ایک ہی پلیٹ فارم پر آکر ترانہ محبت گائیں اور ہندو مسلم آپس میں بھائی بھائی ہوکر اپنی زندگی امن و امان اور خوش حالی سے بسر کریں۔ ہندوستان کا اتحاد اور ہندوستان کی بلندی صرف ہندوستانیوں ہی کیلئے مفید نہیں ہوسکتی ہے بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے مفید اور باعث اطمینان ہوگی۔ ساری دنیا اتحادی بنکر اپنی زندگی کے پیچیدہ مسائل کو بخوبی حل

کر سکیگی ۔ جنگ و جدال اور مار کاٹ کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔

ہمیں اپنے ہمدردوں پر کامل بھروسہ ہے کہ ہماری اپیل پر نہایت مستعدی سے اس کار خیر میں حصہ لینگے ۔ اور میل ملاپ کی مشکلات میں ہاتھ بٹائینگے۔ ہم یہ نہیں کہنا چاہتے کہ ہمیں بڑی سی بڑی رقم دیجائے اسکا انحصار سرپرستوں کی مہربانی اور جذبہ سرپرستی پر ہے اسکے متعلق ہم اتنا کہینگے کہ ۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

ہمیں اپنے سرپرستوں سے یہ اُمید ضرور ہے کہ جلد از جلد اپنے اثر سے جہانتک زیادہ ممکن ہو میل ملاپ کے خریداروں کی تعداد بڑھائینگے اس طرح سے مُلک کی بہت بڑی خدمت پوری ہوتی رہیگی ۔

میل ملاپ کی وجہ سے مختلف مقامات پر اتحاد کی نئی روح پھُونک چکی ہے ۔ بعض مقامات پر میل ملاپ کانفرنس بھی ہوئیں اور ان سے بہت اچھا مقامی اثر ہوا ۔ ادارہ میل ملاپ کا اپنا ایک پریس بھی ہے لیکن سامان کی کمی سے ابھی تک اس پریس میں میل ملاپ نہ چھپ سکا لیکن عنقریب اپنے سرپرستوں کی ذات سے اور اونکی کوشش سے امید ہے کہ میل ملاپ اپنے پریس میں چھپنا شروع ہو جائے گا ۔ پریس چالو ہے اور پبلک کے کام اس میں چھپتے رہتے ہیں ۔

علاوہ میل ملاپ کے ادارہ نے یہ بھی طے کر لیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے رسالے زندگی کے ضروری مسائل اور اتحاد کی ضرورت پر نہایت دلچسپ طریقہ سے پبلک کے سامنے پیش کیا جائے ۔

میل ملاپ کی زبان پر اکثر احباب کا مشورہ ہوتا رہا ہے کہ معیار کو اور بلند بنایا جائے ۔ لیکن اسکی تعمیل میں مجبوری رہی ۔ ہمارا مقصد ہے کہ ہر طبقہ کے اور ہر حیثیت کے علمی لیاقت رکھنے والے اشخاص بلا کسی دقت اور مشکل کے اسکے مضامین کو سمجھ سکیں اور اُس سے فائدہ اٹھائیں ۔

پیتم سے گلہ ═ تم مجھے بھُول جاؤ گے

عالیجناب سید محمد عسکری صاحب طباطبائی بی ۔ اے ۔ شرش لکھنوی جھانسی

مجھے آپکے مقاصد سے پُرخلوص ہمدردی و دلچسپی ہے ۔ خدا کرے آپکی کوششیں بارآور ہوں ۔ آپکے رسالے کے لئے اپنی ایک نظم روانہ کرتا ہوں جو اپنے موضوع، جذبات اور زبان کے لحاظ سے ٹھیٹھ ہندی و ہندوستانی ہے ۔ ظاہر ہے کہ آپ کے رسالے کے لئے اس سے بہتر پیشکش مجھ سے اور کیا ہو سکتی تھی ۔ خدا کرے لوگ اسطرف متوجہ ہوں اور اس قسم کی ادبی کوششیں بھاشا ، اور اردو کا اتصال رنگین ثابت ہو سکیں ۔

چاہ بہت جتاؤ گے دیدہ و دل پہ چھاؤ گے
تم مجھے بھول جاؤ گے !

سر کی قسم بھی کھاؤ گے پہلے تو یوں لُبھاؤ گے
آنکھ نہ پھر ملاؤ گے !

جور پہ جور اُٹھاؤنگی چوٹ پہ چوٹ کھاؤنگی
اُف نہ زباں پہ لاؤنگی شانِ وفا دکھاؤنگی

دکھ کی جو دکھاؤ گے!
تم مجھے بھول جاؤ گے!

میں نے یہ مانا بیتی بھی　　رات برہ کی دکھ بھری
ٹھنڈی ہوائیں صبح کی　　آنکھ اگر جھپک گئی
سپنے میں بھی نہ آؤ گے!
تم مجھے بھول جاؤ گے!

فصلِ بہار آئیگی　　غم کا پیام لائیگی
زخم جگر کھائیگی　　دل کو جنوں سکھائیگی
ہوش مرے اُڑاؤ گے!
تم مجھے بھول جاؤ گے!

کوئلیں گی کوئلیں ادھر　　پاپی پپیہا بھی اُدھر
"پی کہاں" چیخ چیخ کر　　توڑے گا دل میں نیشتر
خون مجھے رُلاؤ گے!
تم مجھے بھول جاؤ گے!

اوس کی ننھی بوندیاں!　　نے کی بھری کٹوریاں!
چاندنی رات کا سماں!　　دل پہ گرینگی بجلیاں!
تم نہ لگی بجھاؤ گے!
تم مجھے بھول جاؤ گے!

چاند چکور اور چھور،　　موانی پاس ایک مور!
تڑپے گی غم میں پور پور　　دھڑکے گا دل بھی زور زور
تم نہ درس دکھاؤ گے!
تم مجھے بھول جاؤ گے!

جب مری روح بید یار　　ہوگی عدم میں بیقرار
ڈھونڈھیگی تمکو بار بار　　ٹھوکریں کھائیگی ہزار
پھر بھی ترس نہ کھاؤ گے!!
تم مجھے بھول جاؤ گے!

x o x

محبّت

از عالیجناب ڈاکٹر سید عظیم الدین احمد صاحب عظیم۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ عظیم آبادی۔ پٹنہ

جناب علامہ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ ممدوح پٹنہ کالج کے شعبہ فارسی اور عربی کے صدر۔ جرمنی اور انگریزی ادبیات و فلسفہ کے ماہر اور اردو کے مسلم الثبوت شاعر ہیں۔ میں نہایت ممنون ہوں کہ جناب نے وقتی طور سے اپنے چند اشعار عطا فرمائے جو ناظرین کے لئے پیش کئے جاتے ہیں

نظم

محبت ہے وہ افسانہ جو تازہ بھی کہن بھی ہے　　یہ ہے وہ بحر جو ساکن بھی ہے اور موجزن بھی ہے
یہی اکسیر ملت ہے مگر زہر عداوت بھی ہے　　یہی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے مگر دل کی جلن بھی ہے
جہاں ملکر رہیں شیخ و برہمن یہ وہ کعبہ ہے　　یہ وہ آزر ہے جو بت گر بھی ہے اور بت شکن بھی ہے

عالیجناب مسٹر سید عبدالعزیز بار ایٹ لا مشیر قانون حکومت حیدرآباد دکن کی پٹنہ میں تشریف آوری

اڈیٹر

یوں تو مسٹر سید عبدالعزیز مدت سے صوبہ بہار میں ممتاز اور پبلک میں بیحد عزیز رہے۔ لیکن اس مرتبہ جناب کی تشریف آوری کے موقعہ پر اسکا پورا پورا پتہ چلا کہ ممدوح صرف مسلمانوں ہی میں ہر دلعزیز اور قابل احترام نہیں ہیں بلکہ ہندو مسلمان اور حکام میں بھی بیحد ہر دلعزیزی ہے۔

پٹنہ جنکشن کا پلیٹ فارم کافی وسیع ہے لیکن اسقدر ہجوم اسٹیشن پر جناب کے استقبال کے موقع پر ہوا کہ بعض معززین پلیٹ فارم تک نہ پہونچ سکے اور باہر ہی رہنا پڑا۔

جناب ممدوح کا قیام پٹنہ میں اسقدر مختصر رہا کہ آپکے احباب اور معترفین کو دل کھولکر ملنے کا موقع کم ملا بہمہ وقت جناب کی مشغولیت اور احباب و پبلک کی دعوتوں کی بھرمار رہی۔ کافی آرام بھی نہ کر سکے۔

ہمارے ہر دلعزیز سرپرست کی میل ملاپ پر جسقدر نظر کرم اور توجہ ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ جناب ہی کی صدارت میں ہمارے پٹنہ تھیا صوفیکل لاج میں اس تحریک کی افتتاح ہوئی اور ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت پر جناب کی جو تقریر ہوئی تھی وہ آجتک پبلک کو یاد ہے۔ جناب کے دلمیں وطن کی محبت ہے اور تمنا ہے کہ ہندو مسلم اتحاد جس طرح سے ممکن ہو ہو کر رہے۔

اپنے دشمن ہٹلر اور مسولینی سے ایک ہندوستانی سپاہی کی مخاطبت

از اے۔ آر۔ عرفان عظیم آبادی پٹنہ

سمندر میں آندھیاں آتی ہیں تو بڑے بڑے عظیم الجثہ جہاز بھی ڈگمگا جاتے ہیں، لیکن میرے ارادے! ــــ میرے ارادوں کو کوئی طاقت بھی اس دنیا کی جنبش نہیں دے سکتی میں مستعد ہوں۔ قول کا سچا ــــ دُھن کا پکا ــــ گورنمنٹ کا بہی خواہ ــــ میرے رگ رگ میں خون کھول رہے ہیں ــ میرے ہر ہر رونگٹے سے چنگاریاں نکل رہی ہیں ــ میرے منہ سے شرارے اُبل رہے ہیں۔

میں اسوقت جوالا مُکھی ہوں ــــ میرے سامنے جو دشمن آئیگا خاک و خون میں نہائیگا۔ میں دیش پر جان و مال نچھاور کر دینے والا ہوں، میں اپنی سلطنت سیوا میں سربلند پہاڑوں کی بلندی اور گہرے وادیوں کی بے انتہا گہرائیوں کو برابر کر دینے والا ہوں۔ اگر میرے زد سے کوئی نکل گیا تو میں تختہ زمین کو اُلٹ ڈالنے والا ہوں ــ میں جوان ہوں ــ میرے بازو ہیں اور بازو میں

ہاقت، مجھ میں جوش ہے اور جوش میں ولولہ۔ میرے پہلو کے اندر ایک جوشیلہ دل ہے اور اس دل کے اندر احساس!۔ میں جوار بھاٹہ ہوں، عظیم الشان سیلاب ہوں، لیکن بغیر اپنے ارادوں میں کامیاب ہوئے واپس آنا میری تعلیم نہیں!۔

میں "آزاد رو ہوں اور مسلک میرا ہے صُلح کل"۔ میں بے گناہوں کو نہیں ستاتا، یہ میرا پیشہ نہیں!۔ میں مظلوموں کو نہیں ستاتا، یہ میرا شیوا نہیں؛ حق پر مرمٹنا ہی اپنا پیشہ ہے مظلوموں کی سہایتا کرنا ہی اپنا شیوا ہے۔!! میں اپنے خون سے ہی ہولی کھیلتا ہوں۔ میں اپنے گھر میں آگ لگا کر تماشہ بھی دیکھتا ہوں۔ لیکن۔ میں کسی کو ستاتا نہیں ہوں!!!

میں ساری دنیا پر بلا بنکر چھانا نہیں چاہتا۔ لیکن میں اپنے دشمنوں کیلئے بلائے ناگہانی سے بھی زیادہ مہیب و ہائل ہوں۔

میں وہ کر سکتا ہوں جو ہم ہندوستانیوں کا خمیر ہے۔

میں حق پر مرمٹنے کیلئے ہمیشہ سینہ تانے گولیوں کی بوچھاڑ پر ثابت قدمی سے کھڑا رہ سکتا ہوں۔ ریگستان کی انسانی ہڈیوں کو چٹخا دینے والی چلچلاتی گرمی دھوپ ہو۔ یا۔ نفس کو ٹھنڈا۔ پاؤں کو شل۔ بدن کو برف کر دینے والی، موسم سرما کی ٹھنڈی ہوائیں ہوں سب میرے لئے برابر ہیں۔!!!

مجبوریوں کے انتہائی نقطہ پر اپنا ٹھکانا ہے۔ میرا مستقبل امید و یاس کے اتھاہ سمندر میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ میں ایک ہندوستانی سپاہی ہوں۔ وفاشعاری اور افسر کی اطاعت میرا فرض ہے۔

میں ہمیشہ موت و زندگی سے کھیلتا ہوں۔

کم سن دوستو!

تم جانتے ہو کیا ہو اور آئندہ کیا ہونے والے ہو؟

تمہارے پروان چڑھنے کی دعائیں بفضلہٖ تمہارے شامل حال ہیں۔ یقین مانو دعا کسی کی بیکار نہیں جاتی ہے۔ خدا یا ایشور بڑا مہربان ہے۔ رحم کرنے والا ہے۔ تم بے گناہ فرشتہ صفت اور اچھے ہو۔ تم پر دعا کا اثر ہو کر رہیگا۔ تم ایک دن جوان ہو کر تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے اپنے اسکول اور کالج سے گھر پلٹو گے۔ تم اوسوقت ویسے نہ ہو گے جیسے اسکول میں داخلہ کے وقت تھے۔ تمہارے گھر والے۔ پڑوسی اور وطن کے لوگوں کی ہزاروں اُمیدیں تم سے وابستہ ہونگی۔ یہ لوگ تمکو اتنا بلند اور اتنا اچھا دیکھنا چاہتے ہیں جتنا کہ تمہارے خاندان اور پڑوس میں دوسرا کوئی پہلے نہ ہوا ہو۔

محبت کی نگاہیں تم پر اُٹھینگی اور وہ لوگ یہ چاہینگے کہ تم بھی اُدمی محبت اور سچے خلوص سے ملو۔ جو عزت کرنے کے لائق ہے اوسکی عزت کرو جو ہمدردی کا محتاج ہے اوسکی ہمدردی کرو جو پڑھا لکھا

سمجھکر مشورہ لینا چاہیے اوسکو سچے دل سے اور دیانت کے ساتھ مشورہ دو خواہ وہ تمہارے قوم اور مذہب کا ہو یا نہ ہو لیکن تمہارا سلوک اوسکے ساتھ برادری اور بھائیچارہ کا ہو۔ یہ باتیں تمکو دوسروں کی نظروں میں اور بلند بنا ئینگی۔ تمہاری قدر اور عزت زیادہ ہوگی۔ سیکڑوں تمہارے خیرخواہ اور سچے ہمدرد ہونگے جب تم پر کوئی آڑا وقت آئیگا وہ تمہارے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کو امادہ ہو جائینگے۔

تمکو یاد رکھنا چاہیئے کہ کل تمہیں میں سے اپنے ملک کا حاکم ہوگا تمہیں میں سے ہائیکورٹ کا جج اور بڑے بڑے عہدوں والا ہوگا۔ تمہیں ملک کے سرکاری کاموں میں مشورہ دوگے کانسل کی ممبری اور قانون سازی کی ذمہ واری بھی تمہارے ہی ہاتھوں میں ہوگی۔ ایک معمولی سی سرکاری ملازمت سے لیکر بڑی سے بڑی ملازمت تمہیں لوگوں کے سپرد ہوگی۔ اپنے ملک کے ہر پیشہ اور تجارت میں تمہارے ہی دم کی روشنی ہوگی۔ تمہیں فوج کے سپاہی سے لیکر اعلی افسر ہوگے۔ ہوائی جہازوں کے کارنامے اور ملک میں امن و امان اور بہبودگی تمہارے ہی دم سے ہوگی تمکو یہ باتیں خواب اور کہانی سمجھکر بھول نہ جانا چاہیئے بلکہ تمکو ان کاموں کے لئے تیار ہونا چاہیئے تاکہ جب اسکول اور کالج سے باہر آؤ تو اپنی ذمہ واری کے کاموں کو خوبی اور نیک نیتی سے انجام دے سکو۔

یہ باتیں تمکو جب ہی آئینگی جب تم اپنے اوستاد اور پروفیسر کی محبت اور عزت کرو۔ دنیا کے واقعات پڑھکر بہتر سے بہتر تہذیب اور شائستگی حاصل کرو۔ شور وغل اور اوستاد کے خلاف کوئی ہیجان پیدا کرنے والی تحریک میں شامل نہ ہو۔ ماں باپ کے پیسے فضول کھیل تماشوں میں خرچ کرکے ماں باپ کو زیر بار نہ کرو۔ اسکا نقصان آج نہیں کل تمہیں کو برداشت کرنا ہوگا۔

دُنیا کے دھرموں کا سنگم

(اڈیٹر)

دنیا کے مختلف مذہبوں میں ہم آہنگی (ایکائی) کا موجود ہونا ایک ایسی صداقت ہے جسکی تبلیغ عالم کے تمام رہبر اور پیشوا اپنے اپنے وقت میں زمانہ کے مطابق برابر کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ کوئی زبانی دعوی نہیں ہے بلکہ اسکے ثبوت میں متعدد مذہبی کتابوں کے حوالے بھی پیش کئے جاتے ہیں جسے ٹھنڈے دل سے پڑھنے کے بعد اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ سہولت کے خیال سے صرف اشلوک اور آئتوں کے مستند ترجمے ہی لکھے جائینگے۔

ہندو دھرم چونکہ سب سے قدیم کہا جاتا ہے لہذا میں پہلے اُسی مذہب کی معتبر کتابوں کو پیش کرنا چاہتا ہوں اور اسکے بعد حسب ترتیب دوسرے مذاہب کی کتابوں کے اقتباسات بھی پیش کرونگا۔

(۱) اوپنشد (UPANISHAD) ہندوؤں کی مشہور مذہبی کتاب ہے۔ اسکا ایک اشلوک ملاحظہ ہو۔ "جسطرح گائے کے مختلف رنگوں کے باوجود بھی سب کا دودھ سفید ہی ہوتا ہے اسیطرح دنیا کے مختلف مذاہب کے پیشوا اگرچہ اپنے اپنے خاص رنگ میں تبلیغ کرتے رہے ہیں لیکن ان سبھوں کے اندر صداقت اور حقیقت ایک ہی ہوتی ہے" یہاں پر ایک فارسی گو صوفی شاعر کا شعر بھی ملاحظہ ہو۔

جامۂ صد رنگ زاں خم صفا   سادہ و یکرنگ گشتہ چوں ضیا

(۲) بھگود گیتا میں ایک جگہ سری کرشن جی یوں فرماتے ہیں۔ "راہیں کتنی ہی مختلف ہوں لیکن دراصل تمام مخلوق کی منزل مقصود ایک ہی ہے۔ وہ منزل مقصود "خود شناسی" اور "ہمہ اوست" کی منزل ہے جو بظاہر بہت دور لیکن حقیقت میں بہت قریب ہے۔ اسی منزل کی تلاش میں ساری مخلوق اپنے خالق کے اشارہ پر چل رہی ہے"۔

(۳) اسی بھگود گیتا میں ایک جگہ ارجن کو تعلیم دیتے ہوئے سری کرشن مہاراج یوں تلقین کرتے ہیں" میں تمہیں جو ہدایت کر رہا ہوں وہ کوئی نئی ہدایت نہیں بلکہ ایسی ہی تلقین "دیو اسوان" (VIVASVAN) نے "منو" کو کی تھی اور اس کے بعد "منو" نے "اکشواکو" (IKSHVAKU) کو۔ اور انکے بعد جتنے بھی مہاتما اور رشی گذرے ہیں وہ سب کے سب یکے بعد دیگرے ایسی ہی ہدایت کرتے چلے آئے ہیں۔ لہذا تم یاد رکھو کہ خدا کے علم میں ہر چیز ہر وقت یکساں موجود رہتی ہے اسلئے کہ خدا ہی عالم الغیب یعنے سَرب گیانی (OMNI-SCIENT) ہے اور وہی قادرِ مطلق یعنے سَرب شکتی مان (OMNI-POTENT) اور وہی حاضر و ناظر یعنے سَرب بیاپی (OMNI-PRESENT) ہے"۔

(۴) حضرت زردشت کے ماننے والے جنکو زردشتی یا پارسی (ZORASTARIAN) کہتے ہیں انکی مذہبی کتاب میں جو اقوال ملتے ہیں وہ یہ ہیں۔ "ہم تو مذاہب سابق کے ماننے والے ہیں جو یقیناً صداقت پر مبنی تھے (ملاحظہ ہو کتاب یاسنا۔ باب ۱۲۔ آیۃ ۷)

(۵) جس زمانہ میں ہندوستان کے اندر مہاتما گوتم نے بدھ مذہب کی بناڈالی تقریباً اسی زمانہ میں ملک چین میں کنفیوشس ازم (CONFUCIANISM) کے ہیرو کنگ فیوٹزے (KUNG-FU-TSE) جو کہ لاؤٹزے (LAOTSE) کے معصر تھے یوں ارشاد کرتے ہیں" ہم اگلی ہی باتوں کو دوہراتے ہیں اور کوئی انوکھا پیغام اپنی طرف سے گڑھکے پیش نہیں کرتے"۔

(۶) اسی طرح مہاتما گوتم بدھ اور جین مذہب کے پیشوا مہاتما جین کی بھی متعدد ہدایتوں سے یہ صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دونوں بزرگ ہستیاں بھی اُسی ایک صداقت کی بتانے والی تھیں جسکی تبلیغ کل اگلے مہاتما اور پیغمبر کرتے چلے آئے ہیں۔ (ان بزرگوں کے اقوال کے ترجمے بخوف طوالت مضمون ترک کئے جاتے ہیں)

(۷) مذہب عیسوی کے پیغمبر حضرت مسیح کے ذریعہ انجیل مقدس میں جو پیغامات ملتے ہیں وہ بھی عنوان بالا کی تائید ہی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر صرف ایک قول نقل کیا جاتا ہے" میں قانون سابقہ کی بربادی کے لئے نہیں بلکہ گذشتہ پیغمبروں کی تصدیق کیلئے آیا ہوں"۔

اب حضرت محمد مصطفےٰ صلعم یعنے پیغمبر اسلام کی زبانی قرآن شریف کی بتین ہدائتیں ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ خود ہی فیصلہ کیجیئے کہ عنوان بالا ایک حقیقت ہے کہ نہیں۔ مولانا فرمان علی صاحب قبلہ مرحوم نے جو قرآن پاک کا بامحاورہ ترجمہ فرمایا ہے اسی سے بلاکم وکاست نقل کیجائیگی اور آخر میں حوالہ بھی دیدیا جائیگا۔

(۸) "یہ (محمدؐ) بھی اگلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا پیغمبر ہے" (حوالہ۔ پارہ ۲۷ سورہ النجم۔ آیت ۵۶ صفحہ ۸۴۳)

(۹) اور ہم نے (خدا نے) تو ہر امت میں ایک رسول اس بات کیلئے ضرور بھیجا کہ لوگو خدا کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت سے بچو...... ذرا تم لوگ روئے زمین پر چل پھر کے دیکھو تو کہ پیغمبران سابق کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا"
حوالہ:۔ پارہ ۱۴ سورہ النحل۔ آیت ۳۶ صفحہ ۴۲۱

(۱۰) اور ہم نے (خدا نے) ان ہی پیغمبروں کے قدم بقدم مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو چلایا اور جو کتاب توریت کی جو کہ انکے سامنے پہلے سے موجود تھی (تصدیق کرتے تھے)، اور ہم نے انکو انجیل بھی عطا کی جسمیں ہدایت تھی اور نور۔ اور جو کتاب توریت کی تصدیق کرنیوالی تھی اور پرہیزگاروں کیلئے ہدایت اور نصیحت تھی"
(حوالہ:۔ پارہ ۶ سورہ مائدہ آئت ۴۶ صفحہ ۱۸۳)

(۱۱) اور ہم نے (خدا نے)، تم پر بھی (اے رسولؐ) ایک ویسی ہی برحق کتاب نازل کی جو اس کتاب کی جو اسکے پہلے سے موجود ہے تصدیق کرتی ہے اور اسکی نگہبان بھی ہے...... اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے واسطے (حسب مصلحت وقت) ایک ایک شریعت اور خاص خاص طریقہ مقرر کردیا۔ اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کے سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر خدا کا مقصود یہ تھا کہ تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے اسمیں تمہارا امتحان کرے۔ بس تم نیکیوں میں لپک کے آگے بڑھجاؤ کیونکہ تم سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔۔۔ الخ" (حوالہ:۔ پارہ ۶ سورہ مائدہ آئت ۴۸ صفحہ ۱۸۳)

(۱۲) "ہم (خدا) ہی نے یقیناً تمکو (محمدؐ کو) خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا پیغمبر بناکے بھیجا اور کوئی امت بھی دنیا میں ایسی نہیں گذری جس کے پاس ہمارا ڈرانے والا پیغمبر نہ آیا ہو۔ جو کچھ اُن رسولوں کے اوپر خدا کی طرف سے نازل ہوا اسپر محمدؐ ایمان لے آئے اور انکے ساتھ کل مومنین بھی خدا۔ فرشتے۔ اور رسولوں پر ایمان لے آئے...... الخ"
(حوالہ:۔ پارہ ۳ سورہ بقر ۲ آیت ۲۸۵ صفحہ ۷۵)

کلام پاک کی ان کھلی کھلی آئتوں سے کم از کم اتنا تو ضرور ثابت ہو گیا کہ دنیا کے تمام مختلف مذاہب میں ایکائی ایک حقیقت ہے اور ہر مذہب کے ماننے والے کو اپنی ہی مذہبی کتاب پر ایمان رکھتے ہوئے اس حقیقت سے انکار کی مجال نہیں۔ بلکہ تھوڑے سے غور کے بعد یہ امر بھی اچھی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ فی الحقیقت "دین خدا" ایک ہی ہے اور اسکو مختلف رہبروں نے وقت و مقام کی ضرورتوں کی بنا پر حسب منشائے الٰہی اپنے اپنے عنوان سے پیش کیا ہے۔ ایک بات اور بھی خاص طور سے غور کرنے کی ہے وہ یہ کہ چاہے شریعت ظاہری میں کتنا ہی فرق ہو لیکن طریقت باطنی۔ عرفان یا "ودیا" (WISDOM) میں کوئی تفرقہ نہیں۔ اور تفرقہ ہوتا کیوں اسلئے کہ آبحیات چاہے جام سفالی میں ہو یا چینی ساغر میں بہرحال آب حیات ہی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ آگ چاہے لکڑی کی ہو یا پتھر کوئلے کی دونوں کا ایک ہی فعل جلا دینا ہے۔ اسیطرح زندگی کے ہزاروں شعبے ہیں لیکن سب میں

ایک ہی روح واحد کار فرما ہے دنیا میں ہزاروں
پیغمبر آئے اور اپنے اپنے طریقے کی تعلیم دیتے رہے لیکن ان سبھوں کی
تعلیم میں ایک حقیقی ہم آہنگی موجود رہی جسکو بالفاظ دیگر "دنیا
کے دھرموں کا سنگم" کہئے۔ آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ آج
بھی ملک چین میں تین بڑے مذاہب کے پیرو موجود ہیں اور لطف
یہ کہ ایک ہی خاندان میں کیا کہ اکثر ایک ہی گھر میں مختلف عقائد کے
لوگ آباد ہیں۔ جب عبادت کا وقت آتا ہے تو جہاں وہ اپنے اپنے عقائد
کے مطابق علٰحدہ علٰحدہ عبادت کرتے ہیں وہاں تینوں عقیدے کے
لوگ ملکر بھی ایک متحدہ دعا یا بھجن (PRAYER) اپنے اوپر
فرض سمجھتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں مذہبی جھگڑے کا نام بھی
نہیں۔

ایک واقعہ جاپان کا بہت ہی مشہور ہے وہ یہ کہ ۱۶۲۱ء
میں جب وہاں کے پرنس ریجنٹ "شو ٹوکو" نے یہ دیکھا کہ جاپان
کے قدیم مذہب شنٹو ازم (SHANTOISM) اور اسکے بعد کے
دو مذاہب کونفیوشین ازم (CONFUCIANISM) اور بودھ
ازم (BUDHISM) کے درمیان سخت کشیدگی بڑھتی جارہی
ہے تو یہ فرمان جاری کردیا کہ اس نے خود غور کرنے کے بعد مذکورہ
بالا تینوں مذہبوں میں "ودیا" یعنے "عرفان" کی تعلیم ایک ہی سی
پائی ہے اور دراصل ان تینوں مذاہب میں حقیقی اختلاف نہیں
لہذا ہر جاپانی چاہے وہ کسی مذہب کا بھی پابند ہو اسکا یہ فرض ہو
کہ ایک دوسرے سے محبت کرے۔"

غرض یہ کہ دنیا کے مختلف مذہبی پیشواؤں اور پیمبروں کا
تبلیغ "صداقت" میں ہم آواز ہونا بہرصورت مسلم ہے۔ اسی
سلسلہ میں ایک امر یہ بھی دیکھنے کے لائق ہے کہ جب ہم آپ مختلف
مذہبی کتابوں کو ایک دوسرے سے متقابل کرکے پڑھتے ہیں
تو اسکا صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ جہاں تمام اصولی باتیں
(ESSENTIALS) ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں وہاں ایک
لطف کی بات یہ بھی ہے کہ مختلف رشی اور پیغمبروں نے جو جو نام
اللہ تعالیٰ کے بلحاظ صفت بتائے ہیں انکے مفہوم میں بھی ذرہ برابر
فرق نہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ ایک ہی صفت خدا کو مختلف بانوں
میں ادا کیا گیا ہے مثال کے طور پہ ملاحظہ ہو۔

اسلام میں خدائے واحد الوجود کو بلحاظ صفت بزرگی
"اللہ اکبر" کہا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی صفت بزرگی کے لحاظ سے
خدا کو ہندو دھرم میں "پرم ایشور" یا "مہا دیو" بتایا گیا ہے۔
اسیطرح اسلام میں اللہ تعالیٰ کا ایک نام "رحیم" بھی ہے
جسکے بالکل ہم معنے ہندو دھرم میں "شیو" اور "رحمان"
کیلئے "سنکر" اور "قادر" کیلئے "بھگوان" موجود ہے۔
مختصر یہ کہ جب بھی ان دو مذہبوں کے پیشواؤں نے خدا کا
کوئی نام بلحاظ صفت بتایا تو اسمیں ہم آہنگی موجود رہی۔ یہ
اور بات ہے کہ فی زمانہ بھگوان داس اور عبدالقادر
چاہے معنوی حیثیت سے اسلئے متحد ہوں کہ لفظ بھگوان کا مرادف
قادر اور داس کا مرادف عبد ہے مگر عمل میں ایک دوسرے
سے کوسوں دور ہیں۔ لیکن خدارا آپ ہی غور فرمائے کہ اس
بوجھ کی تاناتنی میں ہمارے آپکے مذہب کا کیا قصور ہے ہاں اگر
کچھ قصور ہے تو تعصب اور بے اصول پابندی مذہب کا یا
رہبروں کی اصلی تعلیم طریقت سے بیخبری کا نتیجہ۔ آج بھی
ہندوستان میں اگر مختلف مذہبوں کے ماننے والے اپنی اپنی
مذہبی کتابوں پر سچے دل سے عمل درآمد کرنا شروع کردیں تو

جیسا اوپر بیان ہو چکا ہے سارے ہندوستان میں کیا کہ سارے عالم میں ایک ہی صداقت کی آواز سنائی دینے لگے۔ بقول:۔ ع۔ فقط تفاوت ہے نام ہی کا در اصل سب ایک ہی ہیں یارو
جو آب صافی کی موج میں ہے اُسی کا جلوہ حباب میں ہے

قبل اسکے کہ میں اس مضمون کو ختم کروں جناب محمد مصطفےٰ صلعم کے بڑے نواسے حضرت امام حسنؑ کے ایک ارشاد کو مختصراً عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا میں خداوند عالم نے ۱۰۴ آسمانی کتابیں نازل کیں اور ان سب کا مجموعہ زبور۔ توریت۔ اور انجیل میں جمع کرنے کے بعد آخر میں قرآن پاک کے اندر کل کا نچوڑ جمع کر دیا گیا۔ آپ ہی قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد خود ہی فیصلہ فرمائے کہ اسلامی تعلیم کیا ہے۔

(۱۶) (اے مسلمانو تم یہ) کہو کہ ہم تو خدا پر ایمان لائے اور اسپر جو ہمپر نازل کیا گیا (قرآن)، اور جو صحیفے ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ اور اولادِ یعقوب پر نازل ہوئے تھے۔ اور جو کتابیں موسیٰ عیسیٰ کو دیگئی تھیں اس پر بھی ایمان لائے اور جو (دوسری کتابیں) اور پیغمبروں کو انکے پروردگار کی طرف سے دیگئی تھیں انپر بھی ایمان لائے۔ اور ہم تو ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے۔ اور ہم تو خدا ہی کے فرمان بردار ہیں۔"

(حوالہ:۔ پارہ ۱ سورہ بقر آیت ۱۳۶ صفحہ ۳۱)

روحانی دنیا

علوم روحانی اور پیشوایانِ دین کی غفلت!

اڈیٹر

اکتوبر کی اشاعت صفحہ ۸۶ کے آخر میں تصوف کا بیان کرتے ہوئے میں نے روحانی درجات کا ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ تصوف میں عالم ناسوت۔ عالم ملکوت۔ عالم جبروت۔ عالم لاہوت اور سب سے آخری درجہ کو عالم ہاہوت کہتے ہیں۔ اور بغیر ان مدارج کو طے کئے ہوئے انسان روحانی ترقیوں سے بے بہرہ رہتا ہے۔ اُسی کے ساتھ ساتھ میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ تھیاسوفیکل سوسائٹی ان ہی تصوف کے مسائل کو سائنس اور فلسفہ کی روشنی میں پیش کرتی ہے۔

یہ غلط خیال ہے کہ سائنس اور مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ اس بیسویں صدی میں سائنس اور مذہب کو ساتھ ساتھ مطالعہ کرنے اور مطابقت کرنے سے مذہب کی عظمت اور صداقت کا زیادہ پتہ چلتا ہے۔ جو باتیں اس وقت تک سائنس سے مطابقت نہیں کر سکی ہیں وہ آئندہ کی تحقیقات پوری کر دینگی۔ سائنس ابھی تک اپنے ابتدائی مدارج میں ہے اور مذہب مکمل انسان کو دیا جا چکا ہے اسلئے فی زمانہ بعض اختلاف کا پایا جانا ممکن ہے۔

بہر کیف مندرجہ بالا مدارج کو تھیاصوفی میں یوں بتایا گیا ہے۔

۱ فزیکل پلین (PHYSICAL PLANE)

۲. اسٹرل پلین (ASTRAL PLANE)

۳. منٹل پلین (MENTAL PLANE)

۴. بُدھک پلین (BUDHIK PLANE)

۵. انوپادک پلین (ANUPADAK PLANE)

۶. آدی پلین (ADI PLANE)

اس آخری درجہ کا نام تصوف میں عالم ہاہوت ہے۔

یہ بات ہر مذہب میں مان لی گئی ہے کہ عالم ناسوت یعنی مادی دنیا میں انسان پانچ حواس کا مرکب ہے جسے حواس خمسہ کہتے ہیں۔ ان حواس کا احساس مادی قوت احساس سے ہوتا رہتا ہے۔

ان حواس خمسہ کے علاوہ اور بھی لطیف حواس ہیں جنکا اجسام لطیف سے تعلق ہے۔ ان حواس لطیف کا احساس قوت لطیفہ سے ہوا کرتا ہے۔ جو کہ ہر انسان میں پوشیدہ ہے اور ان حواس کا انکشاف یا مظاہرہ باطنی روحانی قوتوں کے بیدار کرنے سے ہوتا ہے۔ غافل یا بے حس انسان اپنی ظاہری شان وشوکت اور مفروضہ اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے دن رات سیکڑوں مشاغل اور خواہشات میں آلودہ رہتا ہے لیکن وہ اپنے مذہب کی تعلیم اور اوسکے ارکان کی طرف ذرا غور سے نہیں دیکھتا۔ دن رات میں دس منٹ بھی ایسا وقت مقرر نہیں کرتا کہ وہ رموز تعلیم مذہب پر خود بھی غور کر سکے۔ بلکہ میں نے تو اکثر ایسے انسان بھی پائے ہیں کہ باوجود نہایت پرہیزگاری اور مذہبی پابندی کے وہ خود سے غور و فکر کرنا یا دوسروں سے ایسی باتوں کو سننا فضول نہیں بلکہ گناہ اور خدا جانے کیا کیا سمجھتے ہیں۔ یہ بات ماننے کی ضرورت ہے۔ کہ آجکل کے بعض مذہبی پیشوا اور واعظین ہر مذہب و ملت کے عوام کو اُن رموز کی طرف مخاطب نہیں کرتے۔ بلکہ اکثر وہ بھی کان پر ہاتھ رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسکی وجہ دو ہی ہو سکتی ہے یا تو خود اُن پیشواؤں نے باوجود علم ہونے کے ان معاملات پر غور و فکر کرنے کی کوشش نہیں کی اور کفر والحاد کا فتویٰ صادر فرما دیا اور اس طرح سے اپنے ملنے والوں کو بھی مغالطہ میں ڈالا یا ان مسائل کو کچھ سمجھا اور غور کیا مگر اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے خود غرضی سے کام لیا۔ یہاں پر یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں نوے فی صدی ایسے پیشوائے مذہب ہیں وہاں دس فی صدی سچے اور باخبر حضرات بھی ہیں جو بلا خوف تردید اپنے خیالات اور اپنی تحقیقات کو سمجھدار انسانوں کے درمیان میں بیان کر دیتے ہیں۔

علم ترقی کر گیا ہے سائنس نے پردے بہت اُٹھا دئے ہیں دوسری جماعتیں بھی ایسی ہیں جو مذہب پر غور و فکر کرنے لگی ہیں۔ ایسے زمانہ میں مذہب کو معمہ بنا کر اپنے قبضہ میں کوئی نہیں رکھ سکتا ہے۔ اوسکو زمانہ کے ساتھ چلنا ہے اور چلنا پڑیگا ورنہ اپنے فرائض مذہبی کو ہرگز پورا نہ کر سکیگا اور اکثر مخلوق گمراہ ہو جائیگی۔

آجکل ضرورت اس بات کی ہے کہ زمانہ جس ماحول سے گذر رہا ہے اور جن علوم کی طرف مائل اور فریفتہ ہے اونہیں علوم کا مطالعہ کر کے عوام کی تبلیغ کی جائے۔ جو شخص جس معیار علم کا ہے اوسکو اُس کی حیثیت کے مطابق تعلیم دی جائے۔ تاکہ اس نازک زمانہ میں مذہب سے بدگمان ہو کر لامذہبیت کی طرف مائل نہ ہو جائے۔

اب یہ زمانہ نہیں ہے کہ انگریزی بال دیکھکر یا انگریزی وضع کا انسان دیکھکر اوس پر یہ بدگمانی ہو جائے کہ مذہبی جذبات اوسمیں پیدا نہیں ہو سکتے ہیں یہ غلط ہے۔ ان ظاہری باتوں پر نگاہ رکھنے کا زمانہ گذر چکا مذہبی پیشواؤں کو انکے قلوب پر اثر

سمجھانا چاہئے۔ انکو اوسی فلسفہ سے مذہبی خوبیوں کو بتانا چاہئے جس سے کہ یہ مانوس ہیں۔ پرانی عبادتوں کو دہرانا انکے لئے فضول ہے۔ ہندوستان میں خواہ ہندو ہو یا مسلمان کیسا ہی بظاہر لامذہب اور گمراہ دکھائی دیتا ہو مگر اوسکے دل میں ایک تڑپ اور پیاس اس بات کی ضرور ہے کہ اپنے زندگی کے مستقبل مسائل پر غور کرے۔ دنیا میں اپنے وجود کا مقصد سمجھے اور بعد موت کی زندگیوں پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ جب ان مسائل کی طرف کوئی شخص مخاطب ہو جائیگا تو لازمی طور سے اوسکی تشفی مذہب ہی کے اصول سے ہوگی کیونکہ ہر مذہب ان مسائل کا جواب دینے کے لئے کافی سرمایہ رکھتا ہے (باقی آئندہ)

اگر ہندو مسلم اتحاد نہ ہوا تو مہاتما گاندھی اپنی زندگی کا مقصد پورا نہ کر سکے

(اڈیٹر)

ہندوستان جن اندرونی کشاکش سے گذر رہا ہے دنیا اس سے واقف ہے، مہاتما گاندھی ایسا ذی اقتدار اور نتیجہ پر ہر امر کے نظر رکھنے والا لیڈر اسوقت دنیا میں مشکل سے ملیگا۔ زندگی کے کشاکش اور پیچیدگیوں کے تجربہ کے علاوہ ہندوستان کی نبض کو ٹٹولنا بھی ان سے بہتر دوسرا شخص نہیں جانتا۔

آج نہیں بلکہ کئی سال پیشتر سے مہاتما ہندو مسلم اتحاد کی تحریک کے موجد ہیں اور اسی غرض سے آپنے خلافت تحریک میں بردست حصہ لیا اور برابر ہندو مسلم اتحاد کی آجتک تحریک کرتے رہے لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہی کہ آپکے نزدیک اس تحریک میں کوئی اہمیت خاص نہیں ہے بلکہ جہاں ہریجن تحریک اور نمک بنانے کی تحریک وقتی طور سے آپکے دماغ میں آئی اور کچھ دنوں کے بعد سرد ہونے لگی اوسی طرح سے ہندو مسلم اتحاد کا تصور بھی آپکے خیال میں مٹتا ہوا خاکہ ہے جسکا نقش اب ابھرتا ہوا نہیں معلوم ہوتا ہی اگر مہاتما تھوڑے دنوں کے لئے کل تحریک کو بند کر کے ہندو مسلم اتحاد کی تحریک کے لئے اپنی زندگی کو سال دو سال کے لئے وقف کر دیں تو کامیابی شرطیہ ہوگی۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ مہاتما کی اہمسا (عدم تشدد) والی تحریک کا مقصد بھی پورا ہوگا۔ اسوقت اتحاد نہ ہونے سے آپس میں کشیدگی۔ بلوہ۔ خون۔ جھگڑا۔ فساد۔ بد دلی اور بے اعتباری پھیلتی جاتی ہے۔ صلح پسند انسانوں کی زندگی ہیجان میں پڑ گئی ہے۔ اگر اہمسا کا مقصد پورا کرنا ہے تو اوسی وقت ممکن ہے جبکہ عملی اقدام کیا جائے ہندو مسلم اتحاد سچے معنوں میں پیدا کرا کر دکھایا جائے۔ اگر ہندو مسلم اتحاد نہ ہوا تو مہاتما گاندھی اپنی زندگی کے مقصد کو پورا نہ کر سکے۔ جسکا افسوس اپنے وطن کے سچے ہمدردوں اور خیر خواہوں کو ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ اور بجائے اہمسا (عدم تشدد) کے خانہ جنگی جاری رہیگی۔ جسکی ذمہ داری اخلاقی طور سے مہاتما ہی پر آئیگی کیونکہ ہندوستان میں سب سے بڑے لیڈر ہونے کی وجہ سے یہ آپ ہی کا فرض ہے کہ دو جھگڑنے والی قوموں میں اتحاد پیدا کرائیں خواہ اس میں آپ کو کتنی ہی جفاکشی اٹھانی پڑے۔

دائمی صلح

ام۔ کے۔ نواب صاحب۔ پٹنہ سٹی

آجکل تقریباً یورپ کی تمام متمدن قومیں آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ آج سے کچھ ہی پہلے انہیں قوموں کا یہ دعوی تھا کہ تہذیب و تمدن صرف انہی کی میراث ہے مگر افسوس اب وہی ایک دوسرے کو وحشی ترین انسان بلکہ درندہ حیوانوں کی طرح چیر پھاڑ کھانے کی فکر میں لگی ہوئی ہیں۔ انسانیت سوز اور وحشیانہ آلات جنگ کے شور و غل میں صلح کی نحیف پکار کون سنتا ہے لیکن پھر بھی سنجیدہ دماغ اسکی دھن میں غرق ہیں۔
ایک طرف اگر صدر جمہوریہ امریکہ صلح کی انتھک کوشش کا اعلان بہ بانگ دہل کرتا ہوا سنائی دیتا ہے تو دوسری طرف تمام مخلوق خدا سے ہمدردی رکھنے والا اور اپنے وقت کا ایک مسلم مفکر یعنے ڈاکٹر جی۔ اس۔ آرنڈیل (DR. G. S. ARUNDALE) صدر نیو انڈیا لیگ اس جنگ عظیم کے بعد جو صلح ہونیوالی ہے اسکے لئے ابھی سے زمین ہموار کرتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ چند ہی دن ہوئے کہ موصوف کا منجملہ اور مضامین کے ایک طویل مضمون "صلح کی تیاریاں" مورخہ ۳۰ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء کے انگریزی اخباروں میں شائع ہو چکا ہے جسکو میں اپنی زبان میں مختصراً پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

وہ فرماتے ہیں کہ وہ جسوقت بھی آئندہ صلح کے متعلق کچھ غور کرتے ہیں تو فوراً یہ خیال ذہن میں آتا ہے کہ آیا وہ کون سے زریں اصول ہوں کہ جنپر صلح کرنے کے بعد دنیا میں مستقل امن و امان بھی قائم ہو جائے اور خوددار قوموں کی خودداری کو بھی ٹھیس نہ لگے۔ بسنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد جو صلح کا مسودہ تیار کیا گیا اس میں جو جذبہ غالب نظر آتا ہے وہ یہ کہ مفتوح قوم کو جہانتک ہوسکا کمزور سے کمزور تر بنا کر لامحدود پابندیوں میں جکڑ دیا گیا لیکن چونکہ وہ شرائط صلح طمع، تعصب اور خودغرضی پر مبنی تھیں اسلئے چند ہی برسوں کے اندر ناقابل عمل ثابت ہوئیں اور دنیا پھر جنگ عظیم کی بلا میں مبتلا ہوگئی۔ کاش اسوقت ہمارے ذمہ داران حکومت جہاں اپنی آزادی کی بقا ضروری سمجھتے تھے وہاں دوسروں کو آزاد رہنے کا مناسب موقع دئے ہوتے تو آج جسطرح ہٹلر اور مسولینی ابتداءً صرف اپنی کھوئی پوزیشن، عظمت اور آزادی کی واپسی کی آڑ میں فی الجملہ دنیا کی ہمدردی کے ساتھ ساتھ اپنے ظلم کی نشو و نما کرتے رہے اسکا انکو قطعاً موقع نہ ملتا اسلئے کہ شروع ہی میں دنیا انکی ناپاک اسکیم کی اتنی سختی سے مخالفت کرتی کہ انہیں کوئی نئے اقدام کی ہمت ہی نہ پڑتی۔

سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد والی صلح میں جو سب سے بڑا عیب نظر آتا ہے وہ یہ کہ اسوقت جو نقشۂ عالم کی تقسیم کیگئی اسمیں صرف اسی کا خیال رکھا گیا کہ مفتوح قوموں کی املاک چھینکر فاتح قوموں کے درمیان تقسیم کر دی جائے لیکن اسکا مطلق بھی لحاظ نہ کیا گیا کہ آیا جو ممالک بانٹے جا رہے ہیں اور ایک سے لیکر دوسرے کو دئے جا رہے ہیں اسکو خود وہاں کے باشندے بھی پسند کرتے ہیں کہ نہیں۔ کاش اسوقت عام رائے لینے کا اصول یعنے پلیبی سائٹ (PLEBISITE) کا طریقہ برتا جاتا تو آج ہٹلر کو کیوں اسکا موقع ملتا کہ جب اسکے بعض بعض ہتھیائے ہوئے علاقوں میں رائے عامہ لیگئی تو کثرت آرا اسکے ساتھ نکلی۔
اس غلطی سے ہٹلر نے کچھ ایسا فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہا ہے کہ عالم کے

سیاست دانوں کے پاس کوئی جواب نظر نہیں آتا ہے مگر انسان کچھ کچھ ہی کر سکتا ہے۔ اب دنیا نے ہٹلر اور مسولینی کی فریب کاریاں دیکھ لی ہیں اور ممکن ہے کہ اختتام جنگ تک اور بھی نئی نئی عیاریوں کا تجربہ ہو جائے اسلئے اب جو بھی مسودہ صلح تیار کیا جائے اسمیں ان باتوں کا لحاظ رکھنے کے علاوہ متعلقہ اقوام کے نوجوانوں کو پہلے کی طرح بالکل ہی چھانٹ نہ دیا جائے اسلئے کہ جو بھی صلح ہوگی اس کا فائدہ یا نقصان آئندہ نسلوں ہی کو اٹھانا ہوگا اور اسی لئے نہیں چاہے وہ مرد ہوں یا عورت اسی وقت سے اپنا پوزیشن اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ لیکن میری اس اسکیم سے کسی کو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو جائے کہ خدانخواستہ ہمارے بڈھے نا اہل یا ناکارہ ہیں بلکہ مقصد صرف اتنا ہے کہ بزرگوں کی قیادت میں نوجوانوں کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے اور انکے آزاد مشوروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صلح کی تکمیل کیجائے۔ اس بات سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ بوڑھا باپ اپنے نوجوان بچوں کے لئے ہمیشہ بھلائی ہی کی فکر میں رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ امر بھی مسلم ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کی تمام ضروریات کو بغیر اُن سے دریافت کئے خود ہی سمجھ نہیں لیتا۔ وہ ان سے پوچھتا ضرور ہے لیکن جہاں بچوں کی لغزش نظر آتی ہے اسکو وہ اپنے تجربوں کے سہارے درست کر لیتا ہے جب یہ زریں اصول ایک گھرانے کیلئے مفید ثابت ہو چکا ہے تو پھر دنیا کی بڑی سی بڑی قوموں کیلئے کیوں مفید نہ ہوگا۔ دوسری وجہ اس عرضداشت کی یہ بھی ہے کہ جب کبھی بھی کوئی فتح حاصل کیجاتی ہے تو وہ صرف ایک بوڑھے اور تجربہ کار جنرل ہی کی بدولت نہیں ہوتی بلکہ نوجوانوں کی انتھک اور دلیرانہ کوششوں کا بھی نتیجہ ہوتی ہے لہذا اُن کو اُنکے خون بہانے کا صلہ اس سے بہتر اور کیا دیا جا سکتا ہے کہ صلح کے وقت اُنکو آزادرائے دہندگی کا موقع دیا جائے اور اُنکی آئندہ تمام ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر مسودہ صلح تیار کیا جائے تاکہ اسمیں پائیداری ہو۔

ڈاکٹر آرنڈیل صاحب موصوف نے مسودہ صلح کی تیاری کے سلسلہ میں کچھ اور باتیں بھی تحریر فرمائی ہیں انہیں سے چند ایک یہاں درج کیجاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب اتحادی اس بات کے دعویدار ہیں کہ وہ صحیح معنوں میں آزادی اور انصاف کیلئے جنگ کر رہے ہیں تو انکو جلد سے جلد صاف صاف الفاظ میں ان دونوں کے مفہوم کو بیان کر دینا چاہئے جسکے لئے ہندوستان کی سب سے بڑی جماعت بھی پرزور مطالبہ کرتی چلی آرہی ہے ایسا کرنے سے کم ازکم یہ غلط فہمی تو ضرور ہی دور ہو جاتی ہے کہ آئندہ چلکر اگر خدا نخواستہ خودغرضی اور لالچ کا بھوت سر پر سوار ہوگیا تو پھر مفتوح اور انکے ساتھ ساتھ دیگر کمزور قوموں کیلئے کوئی پناہ کا موقع نہ رہیگا۔ بلکہ دنیا کو اسکا کامل یقین دلا دیا جائے کہ ہرگز ہرگز کامیابی کے گھمنڈ میں پڑ کر صرف سرمایہ داروں ہی کا خیال نہ کیا جائیگا بلکہ مزدور پیشہ جماعت بھی اپنا پورا حصہ پائیگی۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے رہبروں کو گذشتہ واقعات نے کافی تجربہ بہم پہونچا دیا ہے اور اب وہ جب بھی صلح کی میز پر جمع ہونگے تو اُسوقت انکے دل و دماغ میں عام جذبہ اتحاد موجزن ہوگا اور عام بھائی چارہ کا زریں اصول پیش نگاہ رہیگا۔ مجھے یقین ہے کہ اسوقت ہرگز ہرگز رنگ و مذہب یا مقامی اختلافات کا کوئی جھگڑا باقی نہ رہیگا اور جو بھی صلح کیجائیگی وہ عام انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے۔ وہ آگے چلکے فرماتے ہیں کہ ابکی کی صلح چاہے لندن میں ہو یا برلن میں کبھی بھی وارسلیز (VARSALLIES) کی صلح نہیں ہو سکتی اب جو صلح ہوگی

وہ آئندہ نظام عالم کی سب سے پہلی دستاویز ہوگی اور اگر خدا نے چاہا تو ہندوستان کا نام اس میں سنہرے حروفوں میں چمکتا نظر آئیگا۔

جنگ یورپ

اڈیٹر

امن و امان کی گھڑی آئے　　　چین دنیا میں آدمی پائے
ناس ہو جائے اس لڑائی کا　　　فتح برطانیہ کی ہو جائے

ابھی تک ہٹلر اور مسولینی کو شکست کیوں نہ ہوئی اور بجائے اس کے ہٹلر نے رومانیہ میں اپنا اقتدار جمانا چاہا ہے اور مسولینی نے بے گناہ یونان پر دھاوا بول دیا ہے اس پر تعجب اور حیرت کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جنگ حق اور باطل کے درمیان میں ہو رہی ہے۔ برطانیہ حق اور اصول پر جنگ کر رہی ہے اور ہٹلر و مسولینی باطل کی حمایت کر رہے ہیں۔

دنیا کو معلوم ہے کہ باطل کی طرف شیطان ہوا کرتا ہے۔ حق کی طرف خدا ہوتا ہے۔ وہ شیطان کو ڈھیل دیتے دیتے یکایک شکنجہ میں کستا ہے۔ اور پھر خدائی طاقت باطل پرست کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیتی ہے۔

آج یہ ہی نقشہ سامنے موجود ہے۔ برطانیہ اسوقت جہاں جہاں برسر پیکار ہے وہاں کامیابی برطانیہ ہی کے حق میں زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ اور امن و امان کے دشمنوں کو اب پتہ چل رہا ہے کہ حق کی مخالفت کرنے والوں کو کن آفات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ دشمنوں نے فتح کا خواب دیکھنا شروع کیا تھا مگر تعبیر برعکس ہو رہی ہے۔ ذلت اور شکست نے ان کی گردنوں میں اپنی بانہیں ڈالدی ہیں اور وقت انکو اس بات پر مجبور کریگا کہ اپنی شرارتوں سے باز آئیں اور ہمیشہ کیلئے خاموش ہو جائیں۔

نومبر کا میل ملاپ اپنے دوسرے سال کا پہلا پرچہ ہے۔ جن صاحبوں کے چندہ کی معیاد گذر گئی ہے اور جن صاحبوں نے ایک سال تک رسالہ لینے کے بعد بھی چندہ ادا نہیں کیا ہے براہ مہربانی منی آڈر سے بھیجدیں۔ منیجر

ہندوستانیوں کو چاہئے کہ انسانیت کے دشمن ہٹلر اور مسولینی کو شکست دینے کیلئے اپنی انتہائی کوششوں سے وار کمیٹیوں کے مقاصد کو پورا کریں۔

یہ غلط خیال ہے کہ برطانیہ کو امداد دینے سے ہندوستانیوں کا فائدہ نہ ہوگا۔ ایسے خیالات ہندوستان کے ہمدرد اور وطن پرستوں میں نہیں ہو سکتے ہیں۔ عقل یہ بتاتی ہے کہ اگر دوسرے محلے میں آگ لگی ہو تو اسے جا کر وہیں بجھا دیں تاکہ وہ آگ پھیلتے پھیلتے ہمارے محلہ کی طرف رخ نہ کرے اور ہماری جان و مال کو نقصان نہ پہنچائے۔ لہذا برطانیہ کی مدد کرنا در اصل اپنی مدد کرنا ہے۔ اس امداد کا فائدہ اپنے ہی وطن کو پہنچیگا۔

एक नेमाज़ उसने क़ज़ा नहीं की। क़ुरान हमेशे उसकी ज़ुबान पर थी। लेकिन वह एक कट्टर ब्राह्मण घर की रस्म-रिवाज की एक २ बात जानता था और उसकी क़दर करता था। हमारे घर के कई मेम्बरों को उसने पाला पोसा। जब हम लोग शिव रात्रि और गोकुलाष्टमी के अवसर पर बम्बई जाते, तो वह पुरोहित को बुला लाता, फूल लाता, घर का दरवाज़ा खोलता और इस बात का पूरा ख़्याल रखता कि आधी रात के समय हमारे गृह-देवता की उचित रीति से पूजा हो।

फिर, हमारे एक रिश्तेदार थे एक बहुत कट्टर ब्राह्मण। वह एक शरीफ़ मुसल्मान घराने में नौकरी करते थे। उस परिवार का एक भेद नहीं था जो वह नहीं जानते और उनके मालिक के यहाँ एक मज़हबी त्यौहार नहीं होता जिसकी निगहबानी वह ख़ुद नहीं करते।

उस समय ईसा का भाव हमारे साथ था!

मैंने अपना राजनैतिक जीवन एक मुस्लिम राजनैतिक नेता के मातहत शुरू किया। वह हमारी संस्था के प्रेसिडेन्ट थे और मैं था सेक्रेटरी। वह अपने राजनैतिक विचारों को खुले तौर से हमारे सामने ज़ाहिर करते थे और हम ख़ुशी से उनमें शिरकत देते थे। एक आवाज़, एक शब्द उनमें ऐसा नहीं रहता था जिसे साम्प्रदायिक कहा जा सकता। वह पहले हिन्दुस्तानी थे जिन्होंने इस मक़ूले पर ज़ोर दिया कि "हिन्दुस्तान हिन्दुस्तानियों के लिये।" उन्हीं की बदौलत लखनऊ का हिन्दू-मुस्लिम पैक्ट सम्भव हुआ।

वह थे मुहम्मद अली जिन्ना। उस समय तक ईसा का भाव उनके अन्दर मौजूद था!

मैं डाक्टर अन्सारी के मकान पर रहा और मुझे कभी यह महसूस करने का मौक़ा नहीं हुआ कि वह मुस्लिम थे और मैं हिन्दू। मैंने ख़ाँ अब्दुल गफ़्फ़ार ख़ाँ को, जो क़ुरान से अपने जीवन की प्रेरणा हासिल करते हैं, और गाँधीजी को, जिनकी ज़िन्दगी की साँस गीता है, सेवा ग्राम में एक ही झोंपड़ी के अन्दर रहते देखा है। दोनों अपने २ धर्म के बड़े पक्के, दोनों ईश्वर के सच्चे भक्त, जिनकी हर कार्रवाई उसी की मर्ज़ी के मुवाफ़िक़ होती है, पर जो अपने सन्देशे को उनके लिये दो भिन्न २ धर्मों के ज़रिये प्रगट करता है; फिर भी दोनों को मैंने पूरी मिल्लत के साथ एक साथ रहते देखा है।...

भाई, हिन्दू मुस्लिम मेल तो पक्का है, अस्ली है, स्थायी है। हम दोनों के रगों में एक ही ख़ून दौड़ रहा है। हमने एक ज़ुबान बोलना सीखा है। हमने विभिन्नता के अन्दर एकता पैदा की है, जिसके चमकीले उदाहरण अकबर और कबीर हैं। हिन्दू मुस्लिम विचारों ने एक दूसरे पर गहरा प्रभाव डाला है। कितने ही हिन्दू, जिन्होंने इस्लाम मज़हब को क़बूल किया मुसल्मानों के पीर बने। कितने ही मुस्लिम चैतन्य सम्प्रदाय के बड़े २ वैष्णव सन्त बने। गुरु नानक और कबीर की शिक्षायें और खोजा लोगों की फ़िरक़ादारी हिन्दू-मुस्लिम मेल-जोल के ही नतीजे हैं। हमारे कार-धन्धे, आमोद-प्रमोद कला-कौशल, गान और साहित्य में हिन्दू-मुस्लिम मेल-जोल अच्छी तरह मौजूद है।...

सदियों के मेल जोल ने हमें एक सूत्र में एक साथ बाँधा है। किसी आदमी की ताक़त नहीं कि उस सूत्र को बिल्कुल तोड़ दे!

ईसा के भाव की ज़रूर जीत होगी!

ईसा के भाव की ज़रूर जीत होगी

(ले०—मि० के० एम० मुन्शी, भूत-पूर्व मेम्बर, बम्बई सरकार)

काठियावाड़ में लोग अभी तक ईसा का गीत आदर के साथ गाते हैं। ईसा की कहानी यों है—

एक जाट मुसल्मान हो गया था। उसकी लड़की बहुत खूब-सूरत थी। सिन्ध के सूमरा या सरदार की बुरी नजर उस पर पड़ी। वे उसे जबर्दस्ती अपनाना चाहते थे। इसलिये उनके और मुसल्मानों के बीच बड़ी लड़ाई हुई। एक हजार से ज्यादे मुसल्मान मारे गये और जो बचे थे, उन्हों ने हिन्दू परामरों की मदद चाही। नतीजा यह हुआ कि उस मुस्लिम लड़की की इज्जत बचाने के लिये मुसल्मानों के साथ २ सैकड़ों जाटों और हिन्दू परामरों ने भी अपनी जान निछावर कर दी।

इसी सिलसिले में माण्डव पहाड़ी पर दो आदमी सख्त घायल मिले। उनमें से एक था ईसा, एक मुस्लिम बहादुर, और दूसरा उसका दोस्त, एक हिन्दू। मरते दम ईसा ने देखा कि उसके खून की धारा बहती हुई उसके हिन्दू दोस्त के खून की धारा की ओर जा रही है। वह बहुत सच्चा दोस्त था। वह अपने दोस्त के धार्मिक भावों की बड़ी क़दर करता था। उसे यह अच्छा नहीं लगा कि मरने के समय उसका खून उसके हिन्दू दोस्त के खून के साथ मिल कर उसे नापाक करे। इसलिये उसने कराहते हुए थरथराते हाथों से धूल बटोर कर अपने और अपने दोस्त के बीच एक छोटी सी मेड़ बना दी, ताकि दोनों के खून की धारायें मिलने न पायें।

परामर ने अपने दोस्त की यह आखिरी कार्रवाई देखी। उसका हृदय पिघल गया। लेकिन इसके अन्दर जो जुदाई का भाव भरा था, उसे वह बर्दाश्त न कर सका। इसलिये मरते दम उसने कहा, "ईसा, उस मेड़ को हटा दो। मौत में भी हम अलग न रहें!"

यह है ईसा का भाव!...

हिन्दू-मुसलमानों के बीच तो साम्प्रदायिकता का भाव हाल में बढ़ा है। अलग २ चुनाव की प्रथा ने इस भाव की विशेष पुष्टि की है। नहीं तो इसके पहले हिन्दू मुसलमान दोनों के अन्दर ईसा का भाव अच्छी तरह मौजूद था। मुझे अच्छी तरह याद है कि आज से चालीस वर्ष पहले हमारे शहर में हिन्दू मुसल्मानों के अन्दर कैसा सुन्दर भाव था।

एक सज्जन थे फैसा मियाँ। मेरे चचा के बहुत नजदीकी दोस्त थे। हम लोग उनको "काका" कह कर पुकारा करते थे। वह हम लोगों को ज़िद कर के अपने घर पर ले जा कर भोजन कराते। अपने आँगन का एक हिस्सा हिन्दू नौकरों से साफ़ कराते थे। एक ब्राह्मण भोजन तैयार करता था। और हम लोग कट्टर ब्राह्मण रेशमी कपड़े पहन कर ब्राह्मण रीति से भोजन करते थे। बूढ़े मियाँ साहेब कुछ दूर पर बैठते और यह सोच कर कि वह अपने मित्र को उनकी मर्जी के मुवाफ़िक़ रीति से भोजन कराते थे, उनका चेहरा मारे खुशी के दमदमा उठता था। और खुद भी चचा के घर प्रायः हर रोज़ आते, बैठते, बातें करते, खाना खाते और घरेलू मामलों में सलाह दिया करते थे।

हमारे यहाँ एक मुसल्मान नौकर था, जो हम लोगों के साथ तीस साल से अधिक रहा। तस्बीह या माला कभी उसके साथ से अलग नहीं हुआ।

क्या बला है। फिर, एक मुसलमान के लिये गोधन करोगी?

राधा—क्यों नहीं जानेगा, माँ! इतने हिन्दुओं के बीच में रह कर गोधन नहीं जानेगा? फिर, हिन्दी पढ़ी है उसने! वह हमारे त्यौहारों को जरूर अच्छी तरह जानता होगा। जो हो, मैं तो गोधन करूँगी तो उसी के लिये, माँ; नहीं तो नहीं करूँगी। उसके जैसा भ्रातृत्व का भाव मुझे अन्य किसी में नहीं मिलता।

किशोरी ने राधा का जी दुखाना नहीं चाहा। उसने कहा, 'तुम बड़ी समझदार हो, राधा! तुम स्वयं जो अच्छा समझो करो। जाओ, अपने व्रत की तैयारी करो।'

राधा पुलकित मन से गोधन की तैयारी करने मे लग गई। दूसरे दिन सब लड़कियों के साथ अपने सलीम भैया को ध्यान मे धर, राधा ने भी बड़ी हँसी खुशी से गोधन की विधियाँ समाप्त कीं।

नियमानुसार विधियाँ समाप्त कर के राधा ने एक कुल्हिया में चने और मिठाइयाँ (गोधन का प्रसाद) सलीम के लिये भर लिया। राधा की प्रकृति बड़ी लजीली है। वह सलीम से कुछ भी नहीं कह सकती। वह कुल्हिका लेकर सलीम के घर चली गई और उसकी माँ से कहा, 'चच्ची, मैं ने सलीम भैया के लिये गोधन किया है। लो यह प्रसाद और इसे मेरे सामने ही सलीम भैया को बुला कर मेरी तरफ़ से दे दो।'

नसीम मुस्कुराई। उसने कुल्हिया हाथ में लेकर सलीम को पुकारा। सलीम आ कर माँ के पास खड़ा हो गया। पूछा, 'क्या है माँ?'

नसीम ने कहा, 'देख, बेटा, राधा ने तुझे अपना भाई मान कर गोधन व्रत किया है। यह प्रसाद है गोधन का। राधा इसे मेरे वास्ते लाई है। लो और राधा के सामने ही इसे खालो, जिससे राधा प्रसन्न हो। फिर राधा को प्यार से कुछ पुरस्कार स्वरूप दे दो।'

सलीम ने मुस्कुराते हुए पूछा—'क्या सचमुच राधा! जब राधा अपने मुँह से कहेगी तब लूगाँ, माँ।'

राधा ने लाज से मुस्कुरा दिया। सलीम की ओर देखकर दबी जुबान में उसने कहा, 'हाँ, भैया' और फिर आँखे नीची कर लीं।

सलीम गद्गद् हो गया। उसने कुल्हिया हाथ में लिया और उसमें से चने और मिठाइयाँ निकाल कर बड़े बड़े फांके मुँह में डालने लगा। खुशी के मारे ऐसा लगता मानो सब एक ही बार में खा जाना चाहता है। राधा अपनी सफलता पर प्रसन्न, पुलकित नेत्रों से रह रह कर असीम को देख लिया करती। प्रसाद खा चुकने पर सलीम ने अपनी जेब से एक मुहर निकाल कर कहा, 'लो, राधा, यह अपने उपहार का पुरस्कार' और उसने मुहर प्यार से उसके आँचल की छोर में बाँध दिया। फिर प्यार से उसकी ठुड्ढी हिलाते हुए सलीम ने कहा, 'ईश्वर करे, राधा, हम भाई तुम बहिनों की रक्षा के लिये काम आयें।'

राधा गद्गद् हो गई। सलीम जैसा भाई पा कर वह फूली न समाई। अपने को उसने उतनी ही सौभाग्यवती समझा जितनी रामदुलारी अपने को समझती थी। राधा को अपने सलीम भैया पर उतना ही गर्व हुआ जितना रामदुलारी को अपने रमेश भैया पर।

"गोधन"

(ले०—मौ० अब्दुल बरकात)

(गोधन का मतलब यहाँ 'भ्रातृ-भगिनी भोजन' से है। चूँकि यह त्योहार यहाँ गोधन नाम से ही प्रचलित हो गया है, इसलिये जबतक कोई अर्थोचित शब्द इसके लिये नहीं है मैं यही नाम व्यवहार कर रहा हूं।)

राधा—मैं भी गोधन करूँगी, माँ; शारदा, विमला सभी कर रही हैं।

किशोरी—तुम कैसे गोधन करोगी, राधा? गोधन तो भाई वाली लड़कियाँ ही करती हैं। यह त्योहार भाई के लिये ही है। तुझे तो परमेश्वर ने कोई भाई ही नहीं दिया है, राधा;—कहते कहते किशोरी के आँसू छलक पड़े।

राधा—रामदुलारी को कहाँ भाई है, माँ? वह भी तो गोधन कर रही है।

किशोरी—रामदुलारी को भाई नहीं है, लेकिन रमेश जो उसके पड़ोस में रहता है, उसे अपनी बहन से भी अधिक दुलार करता है। वह उसी को चने खिलाती है; और वह प्यार से पुरस्कार उसके आँचल की छोर में बाँध देता है। दोनों घरों में बड़ा मेल रहता है, बेटी; ईश्वर करे संसार का घर घर इस पवित्र प्रेम-सूत्र में बँध जाय।

राधा चुप हो गई, मानो वह किसी चिंता में डूब गई। कुछ देर मौन होकर किशोरी ने सोचा, "राधा बच्ची है। सभी बच्चियाँ हँसी खुशी से गोधन करेंगी, एक साथ स्नान करेंगी, लाल पीली साड़ियाँ पहनेंगी, इसी सब से इसका भी जी चाह रहा है गोधन करने का। सचमुच में यह दिन बच्चियों के लिये बड़े आनन्द का दिन है। मेरी यही तो एक बेटी है। इसे ही मैं क्यों इस आनन्द से वंचित रक्खूं।' उसने राधा से कहा, 'अच्छा, बेटी, अगर तुम भी गोधन करना चाहती हो तो करो। प्रसाद अनील को खिला देना। वह तो तुम्हें बहुत मानता है। मुझे भी माता की ही दृष्टि से देखता है।'

राधा का मुँह क्रोध से भर आया। उसने कहा, 'माँ, अनील को कहती हो? तुझे वह माता समझता होगा, पर मुझे उसकी चाल चलन अच्छी नहीं लगती। वह हमेशे बुरी २ गालियां बका करता है और बे मतलब बे-गुनाह बच्चे बच्चियों को तंग किया करता है। तुम्हारे सामने भले ही वह साधु बन कर अच्छा दिखाता हो, पर वह दिल का बड़ा काला है। मैं ऐसे आदमी को भाई नहीं बनाऊँगी।

किशोरी—यह बात है! कलियुग है, राधा; किसी की बातों का कोई एतबार नहीं। मैं नहीं जानती थी, अनील का चरित्र ऐसा है। अच्छा, तुम्हीं देखो, राधा; मुहल्ले के किसी लड़के को भाई मान कर उसी के लिये गोधन कर दो।

कुछ देर सोच कर राधा बोली, "मैं सलीम के लिये गोधन करूँगी, माँ। वह बड़ा भलामानुस है। मैं उसे छुटपन ही से सलीम भैया कहा करती हूँ। वह भी मुझे छोटी बहिन के ऐसा ही प्यार करता है। वह बड़ा नेक आदमी है और हमेशे बहुत लेहाज ख़्याल रखता है। तुम भी तो कहती थी, वह बचपन में मुझे स्नेह से खेलाया करता था। और तुम्हारा भी तो वह बड़ा लिहाज़ रखता है, माँ। कैसी तुम्हारी धारणा है उसके बारे में?

किशोरी—हाँ, है तो बहुत अच्छा; लेकिन वह तो मुसलमान है, राधा! वह क्या जाने गोधन

हेगेल के मतानुसार राष्ट्र (State) का निर्माण ही समाज का सर्वोत्तम सुसंगठित रूप है। इससे राजनीतिक शास्त्र की महान मर्यादा प्रतीत होती है। परन्तु इससे कदापि यह नतीजा नहीं निकाला जा सकता कि प्रत्येक मनुष्य को राजनीतिज्ञ बनना ही चाहिये। सब कोई एक ही काम में दक्ष कैसे हो सकते हैं? और सब कोई अगर एक ही काम करने लगें या एक ही शास्त्र पढ़ने लगें, तो इससे संसार कैसे चल सकता है?

एक वर्ग को चाहिये कि दूसरे वर्ग पर विश्वास करे और उससे सहायता ग्रहण करे, न कि एक दूसरे का काम बिगाड़े। यदि हर एक चाहेगा कि हमी नीतिज्ञ और शासन-करता हों, तो इस अनुचित स्वार्थ से शासन कार्य भ्रष्ट हो जायगा। चाहिये कि जो शासन करने योग्य हों वही शासन करें, परन्तु वे न्याय-शील और उदार हों और दूसरे के हित को अपने हित के समान समझें और पूरी जवाब-देही के साथ उसकी रक्षा करें।

ऐसा होने ही से पार्टी-पॉलिटिक्स या वर्ग-नीति का लोप हो जायगा, जिसके द्वारा आज-कल इतनी अशान्ति देखने में आती है। जब तक वर्ग-नीति रहेगी, तब तक कोई प्रजा-तन्त्र शासन या किसी प्रकार का स्वतन्त्र शासन सफलता से नहीं चलाया जा सकता। इसलिये हमें चाहिये कि देश के स्वास्थ्य को पार्टी-पॉलिटिक्स के विकार से खराब न होने दें।

हर शख्स पालिटिकल या राजनैतिक दायरे में ज़बर्दस्ती घुसने की कोशिश न करे, बल्कि अपने २ मुवाफ़िक़ काम में लगा रहे। हर शख़्स एक दूसरे पर एतबार करे और एक दूसरे के एतबार के क़ाबिल बने।

क्या ज़रूरत है कि हर एक जमायत अपना २ कट्टर रिप्रेज़ेन्टेटिभ या प्रतिनिधि भेजें। इससे तो आपस की बद-गुमानी और सलतनत संभालने वालों में जवाब-देही की कमी सरासर महसूस होती है। वैधानिक सुव्यवस्था के लिये किसी प्रतिनिधि को भी निष्पक्ष विचार का होना चाहिये। न कि अपने दल का ग़ुलाम और अपने ही पक्ष का अन्धा हो, जिससे औरों के साथ बात २ में विरोध और अड़ंगा पैदा किया करे। ऐसा होना वर्ग-विधान के प्रतिनिधित्व (party representation) में संभव है।

वर्ग-वाद के हल्ला में जनता की आवाज़ सुनाई नहीं देती। प्रेस की सुविधा या स्वतन्त्रता भी उन्हीं लोगों को है जो किसी वर्ग के उपासक हैं। जनता का हित चाहने वाले बहुतेरे ऐसे स्वतन्त्र विचार के लोग होंगे जो किसी विशेष वर्ग के उपासक नहीं, तथापि जनता के हित का संदेश सुनाने के लिये कदाचित् इनके पास पर्याप्त साधन नहीं है। इस लिये जनता दुःखी है।

जब तक व्यक्ति-व्यक्ति के सुख का प्रबन्ध न हो तब तक सामूहिक सुख प्राप्त नहीं हो सकता। किसी यंत्र का एक भी पुर्ज़ा ख़राब होने से यंत्र ठीक से नहीं चल सकता। व्यक्ति से ही समाज का निर्माण होता है, इससे पृथक समाज का कोई अर्थ ही नहीं। व्यक्ति में शिष्टता और मिल्लत रहने से समाज अच्छा बन सकता है।

इसलिये व्यक्ति अर्थात् व्यक्ति मात्र की भलाई की नीति उपास्य या मानने योग्य है, किसी विशेष वर्ग या पार्टी की नीति नहीं। अभिप्राय यह कि राष्ट्रीय एकता के लिये व्यक्ति-व्यक्ति को एक इन्सान की नज़र से देखते हुए, बाहरी मिल्लत तथा जनता के सुख और समृद्धि का प्रयत्न करना उचित है।

"एक नीति की बात"

(श्री भगवती प्रसाद सिंह, "शूर," छपरा)

(२)

मनुष्यता क्या है? मिल-जुल कर रहना। मनुष्यों के प्रति मनुष्य का भाव रखना। अपने को मनुष्य समझना तथा औरों की भी प्रतिष्ठा एक मनुष्य की भाँति करना। अपना मान करना, अपनी अन्तरात्मा का मान करना, मनुष्य जाति का मान करना तथा सब प्राणियों का मान करना। केवल स्वार्थ-साधन की चिन्ता न करना, बल्कि उचित और सामाजिक सुविधा के लिये त्याग और उदारता से काम लेना।

लोग कहते हैं कि गुलामी करना बुरा है, परन्तु इस का वास्तविक अर्थ नहीं समझते। गुलामी चाहे बुरी हो पर अपने से श्रेष्ठ की मातहदी करना तो कभी बुरा नहीं कहा गया है। यदि ऐसा हो तो समाज का काम ही चलना असम्भव हो जाय—नौकर मालिक की पाबन्दी न करे, शिष्य गुरु की आज्ञा न माने, फौज कमाण्डर के अधीन न रहे, एवं सभी कार्य-प्रणाली का और नियम का संसार से लोप हो जाय; और तब कदाचित् किसी के शब्दों में पूर्ण स्वतन्त्रता या पाशविक स्वतन्त्रता का राज्य हो। "जिसकी लाठी उसकी भैंस" वाली कहावत चरितार्थ हो।

अस्तु गुलामी का वास्तविक अर्थ क्या है? अपनी अन्तरात्मा को मार कर किसी के प्रलोभन या दबाव में पड़ कर, कोई अनुचित कार्य करना।

गुलामी की वृद्धि युग के दोष से हुआ करती है। किसी किसी ज़माने में गुलामी की प्रथा यद्यपि प्रचलित थी, तथापि प्राय: नाम ही को गुलाम देखने में आते थे। उस समय के गुलाम आज कल के कितने आज़ाद लोगों से बहुत अधिक सुखी और स्वतन्त्र थे।

अच्छे युग में नाम मात्र को गुलामी रहती है, परन्तु बुरे युग में स्वतन्त्रता के नाम पर भी गुलामी ही गुलामी देखने में आती है। महा-भारत का समय भी एक ऐसा ही समय था कि भरी सभा में एक अबला का चीर-हरण हुआ। हम तो कहेंगे कि उस सभा में बहुतेरे बीर नहीं, बहुतेरे गुलाम बैठे थे। तभी तो चीर-हरण मानो संभव हुआ और इसका परिणाम जो हुआ, आप सब जानते ही हैं।

जन-तंत्र, पूँजी-वाद और विज्ञान (democracy, capitalism and science) मनुष्य की भलाई के लिये बने हैं, परन्तु अध्यात्म (spiritualism) तथा उचित मनो-वृतियों (sentiments) के अभाव में इनका उल्टा ही असर देखने में आता है। मेल-मिलाप के साधन का लोप होने से जगत का यह हाल है।

जहां धर्म युद्ध और अधर्म युद्ध का विचार नहीं है, दिन रात लड़ाई होती ही रहती है, सोते-जागते, खाते-पीते, सभी समय, और सशस्त्र-नि:शस्त्र, सभी पर, प्रति दिन आघात हुआ करता है, भला उसका भविष्य क्या पूछना! जिस बात के लिये हम पूँजी चाहते हैं वही बात जब संसार से लोप हो जाय, तो हम पूँजी रख ही कर क्या करेंगे! अन्न, जल, वायु, वस्त्र, गृह, कुटुम्ब और न्याय का जिस सभ्यता में ह्रास हो, वह सभ्यता किस काम की, और वह युग-धर्म किस काम का!

कीर्तन और ज़िक्र

एक सज्जन के अनुभव

इस महीने के आरम्भ में पटना थियोसौफ़िकल हेडक्वार्टर्स में दो रोज़ बनारस के राय बहादुर पण्डा बैजनाथ, रिटायर्ड एक्स्ट्रा ऑसिस्टेन कमिश्नर, सी० पी०, और माता जी (श्री मती भगवान सहाय) की अध्यक्षता में कीर्त्तन और ज़िक्र हुए।

कीर्तन के बाद कुछ हिन्दू तथा मुस्लिम भाइयों ने मिल कर "ला इलाह इल्ला हू" का उच्चारण किया। दस बारह मिनट तक यह उच्चारण जारी रहा। इस बीच में मुझे कई अजीब अनुभव प्राप्त हुए, जिनका ज़िक्र संक्षेप में नीचे करता हूँ।

"ला इलाह" के हर उच्चारण के समय मुझे मालूम होता था कि बहुत बड़े पैमाने में शक्ति ऊपर से नीचे उतरती थी और जिस समय "इल्ला हू" का उच्चारण होता था उस समय वह शक्ति संसार के कल्याण के लिये चारों ओर फैल जाती थी।

इसी बीच में मैंने अपनी खुली आँखों से दो महापुरुषों को उजले चमकीले तख्तों पर नीचे उतरते देखा। तब मेरी आँखें बन्द हो गईं और मैं बेहोश हो गया। मैंने सिजदे में सर झुका लिया। मैं घुटने के बल पर बैठा था, और उनमें से सुन्दर काली दाढ़ी वाले एक महापुरुष, जो नीले रंग की पोशाक पहने थे और सर पर एक बहुत सुन्दर साफ़ा बाँधे हुए थे, वे मेरे पास आ कर ठहर गए और जब मैं गिर गया तो उन्होंने अपने दोनों हाथों से मेरे सर को पकड़ कर आशीर्वाद देते हुए कहा, "मेरे बच्चे, तुम मेरे दूसरे बच्चों के साथ मिल-कर काम करो। मैं तुम्हें मदद दूँगा।"

दूसरे महापुरुष ने, जो गुलाबी रंग की लम्बी पोशाक पहने थे, अपने हाथों को क्रॉस के रूप में एक दूसरे पर रख कर मुझे आशीर्वाद दिया। उनका औरा या तेज-मण्डल बहुत बड़ा था। वे मुस्कुराते थे और अपने हाथों को सबों की ओर फेरते हुए आशीर्वाद देते जाते थे। एक व्यक्ति की ओर उनके हाथ कुछ देर तक रुके रहे। ये महापुरुष पहले अन्तर्ध्यान हो गये।

एक तीसरे महापुरुष भी थे जो पीली पोशाक पहने हुए थे। उनका तेज-मण्डल बहुत बड़ा नहीं था। ये थोड़ी ही देर तक वहाँ ठहरे और अन्तर्ध्यान हो गये।

(पेज ८ से आगे)

बात की बात में सारी बस्ती पुलिस से घिर गई। क्या हिन्दू क्या मुसलमान, सब की ख़बर एक ही डंडे से ली जाने लगी। बस्ती के जितने सरगने थे चुन चुन कर पकड़े और चालान किये जाने लगे। सबके मज़हब भूल गये, होश ठिकाने आने लगे।

आख़िर एक रात को हिन्दू मुसलमान सब एक दालान पर जमा हुए। आपस में बिचार किया— जो होना था हो गया, उसे हम लोग भूल जावें। आगे के लिये फिर हमलोग एक बनें। किसी का कुछ नहीं चलेगा। पुलिस भी किसी का कुछ बिगाड़ नहीं सकेगी। सबने हाथ उठा कर सपथ ली। बाद एक हफ़्ता तक पुलिस दंग फ़ग कर के चली गई। पता न लगा। पक्का सबूत न मिलने की वजह से जो लोग पकड़े गये थे छूट गये। तब से दोनों जातियाँ फिर भाई भाई की तरह रहने लगीं।

साम्प्रदायिकता देवी शान्त हुईं, पर दो परिवार के कुल-दीपकों का बलिदान लेने के बाद !

"बिहार मेरा"

(र०—श्री योगेन्द्र प्रसाद, "योगी", एम० ए०, बी० एल०)

रट रहा है तू बिहारी,
क्यों बिहार बिहार मेरा ?
क्या नहीं है चीन अपना,
क्या नहीं जापान तेरा ?
सोच तो किसका अरब है,
क्या नहीं ईरान तेरा ?
तू बता ब्रीटेन किसका,
और किसका अमरिका है ?
रोम बर्लिन क्या न तेरे,
रूस क्या घर गैर का है ?
क्या नहीं पंजाब अपना,
क्या नहीं बंगाल तेरा ?
इन सबों को खो चला क्यों !
देखा क्या है हाल तेरा ॥
क्या न निज काशी मदीना,
क्या नहीं अडयार तेरा ?
रट रहा है तू बिहारी,
क्यों बिहार बिहार मेरा ?
एक क्या राजेन्द्र अपना,
औ' जवाहर दूसरे का ?
क्या नहीं गांधी भी तेरे,
सरहदी वह खां पराया ?
दास किसके, बोस किसके,
लाजपत थे नाज़ किसके ?
थे तिलक, गोखले किसके,
मालवी, आज़ाद किसके ?
भक्त ईसा क्या न तेरे,
क्या न अपने वह नबी थे ?
क्या किसी के और शंकर,
क्या कपिल भी अन्य ही थे ?
क्या न 'रवि' पर नाज़ अपना,
या रमन से प्यार तेरा ?
रट रहा है ०॥
भूलता है तू बिहारी,
मूर्ख अज्ञानी न बन तू ?
एक सरिता बन बिहारी,
कूप का पानी न बन तू ?
बुद्ध का हामी बना है,
विश्व-व्यापी प्रेम उनका !
कर न परिमित यों बिहारी,
तू अपरिमित नेम उनका ?
तू कहे कि अशोक अपना,
यह कहाँ अधिकार तेरा !
सब जगत से प्यार उनको,
और एक बिहार तेरा !
अमर विद्यापति सुकवि के,
गान क्या तू गा सकेगा ?
क्या भला संकीर्ण कूजे में,
समुन्दर ला सकेगा ?
बन न हिन्दी, बन न हिन्दू,
बौद्ध मुस्लिम औ इसाई ।
आदमी है, आदमी बन,
इक ख़ुदा है, इक ख़ुदाई ॥
सब मनुज परिवार तेरे,
है सकल संसार तेरा ।
रट रहा है० ॥

बुलाहट, हुक्का-तम्बाकू तो बन्द ही कर दिये गये, कई मुक़दमों में उन्हे मुद्दालह भी बनाया गया। सब होने पर भी वह हिमालय की तरह अटल रहा। मुक़दमों में मुसलमानों की हार होने लगी। महबूब हर मुक़दमे में बे-दाग़ निकलने लगा। मुसलमानों का द्वेष दिन २ बढ़ता गया। अब महबूब को काफ़िर की उपाधि मिली।

हाथी चले बाजार, कुत्ते भुंकें हजार।

मानो महबूब को इन बातों का ज्ञान ही न हो। पर हरिहर तथा उसकी माँ को इन सभी बातों का पता था। वे समझते थे कि उन्हीं के कारण महबूब पर क्या २ बीत रहे हैं।

आख़िर, मुसलमानों को यह झूठा भ्रम हो गया कि महबूब के द्वारा ही हम लोगों का सारा भेद हिन्दुओं को मालूम हो जाता है। इसलिये उन लोगों ने हरिहर के ही हाथ महबूब का अन्त करा देने का षड्यन्त्र रचा। "एक पंथ दो काज।" महबूब साफ़ और हरिहर पर ख़ून का मामला!

जहर मिला कर गुड़ की एक भेली बनाई गई। मौक़े से हरिहर के हाथ में दे कर उससे कहा गया कि "महबूब भाई मुझसे कुछ ख़फ़ा हो गये हैं, मेरा बैना शायद नहीं लें। तुम इसे ले जाओ और उनसे कहना कि मेरे नानिहाल से यह भेली आई है। माँ ने अपनी सपथ दिलाई है। आप इसे मेरे सामने खाइये।"

यद्यपि हरिहर लड़का था, पर उस भेली में उसे कुछ रहस्य का सन्देह हुआ। वह जानता था कि उसके महबूब चाचा से इन दिनों उन मुसलमानों से कैसा पट रहा है। भेली हाथ में ले कर आगे बढ़ा तो, पर उसका हृदय काँप उठा। पैर लड़खड़ाने लगे। वह समझने लगा कि उसी के कारण उसकी संसार नैया के एक मात्र पतवार महबूब चाचा पर उसी के हाथ कैसा घातक आक्रमण कराया जा रहा है।

फिर कुछ सोच कर अपने जी को उसने कड़ा कर लिया और आगे बढ़ा। भेली का एक टुकड़ा ख़ुद खा लिया। फिर तेज़ी से आगे बढ़ा और अपने चाचा के घर पहुँचा।

महबूब अली अपने दरवाजे पर बैठ चाय पी रहे थे। हरिहर को देखते ही पूछा, "बेटा, कहो, अच्छे तो हो? क्या तुम्हें कुछ कहना है?"

हरिहर—"चाचा, मेरे ही कारण, हाँ, हाँ, ठीक मेरे ही कारण, आपकी जान लेने के लिये मेरे ही हाथ से यह गुड़ की जहरीली भेली किसी ने भेजी है। आप···ओ ··मे···री···सौ···गन्ध ··(गिर जाता है) ह···र···गि···ज···न···खा··· ।

महबूब को मानो लकवा मार गया। वह चुपचाप बैठा देखता रहा। वह न कुछ बोल सका न उठ सका। शायद पहले उसे कुछ समझ ही में न आया। कुछ देर के बाद जब भेली का कुछ भाग टूटा हुआ देखा तब धीरे २ उसकी समझ में सारी बातें आ गईं।

मन में विचार किया—हरिहर ने सौगन्ध दी है कि गुड़ न खाना। पर जब सुन्दर नहीं, हरिहर नहीं, तो महबूब का यहाँ कौन काम और अब क़सम किसकी? गुड़ की भेली उठा कर एक कवर में जितना काट सका काट कर जल्दी २ चबा गया।

थोड़ी देर बाद ही बड़े जोर से बोल उठा, "··अल्लाह! अल्लाह!! पर · वर · दि···गा···र तू ··ख़ ··ब···र—ले···ना ·· ।

दूसरे ही दिन दनादन पुलिस दमकने लगी।

(शेष पेज १० पर)

गुड़ की भेली

(ले०—श्रीमती लालपरी देवी, C/o बा० परमेश्वर प्रसाद, बनौली, दरभंगा)

सुन्दर सिंह और महबूब अली में गाढ़ी दोस्ती थी। लोग कहा करते थे—"दोनों एक जान दो क़ालिब" हैं। बिना आपस की मशिवरा के कोई काम ही नहीं होता। सुन्दर सिंह के परिवार में एक स्त्री और एक लड़का के सिवाय और कोई न था। महबूब को एक बूढ़ी माँ, एक बीबी, एक लड़की और दो लड़के थे। माली हालत भी महबूब की अच्छी थी। यद्यपि दोनों एक ही ग्राम के रहने वाले थे, पर टोले दोनों के दो थे। दोनों के घरों का फ़ासला चौथाई मील था। पर शायद ही कोई दिन ऐसा होता कि दोनों को भेंट न होती।

महबूब अली के बच्चे सुन्दर सिंह को अपना सगा चाचा समझते और सुन्दर सिंह का बच्चा महबूब को। प्रत्येक पर्व्व त्योहार, उत्सव में जब तक एक दूसरे के यहाँ तोहफ़ा (बैना) न भेज लेते तब तक चैन न मिलता।

सुन्दर सिंह बीमार पड़ा; उसकी हालत दिन दिन बिगड़ती गई। महबूब अली ने उनकी दवा दारू, सेवा-सुश्रूषा में कोई क़सर न रखी। दिन-रात बिना दाना पानी के उसकी सेवा में लगा रहा। उसके लिये नींद हराम थी, पसीना पानी था, पैसे ठिकड़े थे। पर जिसका चिट्ठा पूरा हो जाता है उसको कौन रोक सकता है?

मंगल का दिन था दो-पहर का समय। सुन्दर सिंह घर में एक चौकी पर पड़ा है। नीचे उसकी स्त्री बैठी पंखा झल रही है और पायताने में उसका लड़का चुप बैठा माँ की ओर देख रहा है।

महबूब अली वैद्य के यहाँ से दवा लेकर आया और हरिहर, हरिहर, करता भीतर घर में दाखिल हुआ। सुन्दर सिंह की हालत और दिनों से कुछ सुधरी सी मालूम होती थी। उसने महबूब को सामने पड़ी तिपाई पर बैठ जाने का ईशारा किया। उसको होश में देख कर महबूब के चेहरे पर एक बार आशा-रेखा दौड़ गई। वह ज्योंही बैठा कि सुन्दर की आँखों से अविरल अश्रु-धारा बहने लगी। उसने महबूब का हाथ पकड़ कर अपने लड़के हरिहर का हाथ पकड़ाते हुए कहा, "दोस्त, क्षमा करो। अपनी थाती अपने सुपुर्द...करो। मैं ...त्रि...दा... माँ · ग...ता...।

घर क्रन्दन-क्षेत्र बन गया। "सुन्दर" सुन्दर पुरी सरक गया। ठठरी का संस्कार समाप्त हो गया।

हरिहर तथा उसकी बिधवा माता के लिये यह संसार सूना, नीरस और अगम मालूम होने लगा। उन अनाथों का नाथ, रक्षक, सहायक अथवा यों कहो कि डूबते के लिये तिनका जो कुछ भी हो वही एकमात्र महबूब अली है। वह बेचारा अपने जानते उन लोगों के लिये कुछ उठा नहीं रखता।

कुछ दिनों से इस बस्ती का मजहबी वायु-मंडल बहुत बिगड़ गया था। हिन्दू मुसलमानों में छोटे मोटे मज़हबी मसले लेकर मामला-मुक़द्दमा को कौन कहे, मार-काट भी होने लगे थे। पर महबूब के मिजाज में कोई तबादिला नहीं हुआ। हरिहर और उसकी माँ की देख भाल वह पूर्ववत् करता रहा। इसके लिये उसके ऊपर मुहल्ले के मुसलमानों का जोर जुर्म भी शुरू हो गया। सामाजिक बहिष्कार की बेढंगी बातें भी सामने आने लगीं। बेरादरी की

मिल्लत

ले०—आर्गेनाइज़िंग सेक्रेटरी, "गणेश" (N.19.-11, F.T.S)

(बाल-बालिकाओं के लिये—पहली किताब से)

आपस के झगड़े बुरे होते है। सबको आपस में मिलकर रहना चाहिये। कभी लड़ाई-झगड़ा नहीं करना चाहिये। लड़ाई-झगड़ा करने से फ़ायदा कुछ नहीं होता, नुक़सान ही होता है।

हिंदुस्तान में कई मज़हब के लोग रहते हैं—हिंदू, मुसलमान, सिख, पारसी, ईसाई, आदि। सब इसीका अनाज खा कर और पानी पीकर बड़े होते हैं। तो क्या हम सब भाई-भाई नहीं हैं?

सबका एक ही ईश्वर है। वही सबको पालता है। सब उसी की औलाद हैं। लेकिन हम उसको जुदा-जुदा नामों से पुकारते हैं। हिंदू मंदिरों में जाकर उसी की पूजा करते हैं। वे उसको ईश्वर या भगवान कहते हैं। मुसलमान मसजिदों में नमाज़ पढ़ते हैं और उसकी दुआ मांगते हैं। वे उसे अल्लाह कहते हैं। ईसाई अपने ईश्वर की पूजा गिरजाओं में जाकर करते हैं। यह सब फ़रक सिर्फ नाम का है। असल में हिंन्दू, मुसलमान, ईसाई, वग़ैरह, में कोई फ़रक नहीं हैं। और सब को मिलकर रहना चाहिये। जाति और मज़हब का फ़रक मान कर आपस में झगड़ना बेवक़ूफ़ी है। सच पूछो तो मिल्लत में ही ताक़त है।

(नोट—यह छोटा लेख मद्रास प्रान्त के हमारे एक मित्र ने छापने के लिये भेजा है। वे शिक्षा विभाग के एक अच्छे कार्य्य-कर्त्ता हैं और मेल-मिलाप के कामों में अच्छी दिलचस्पी रखते हैं।

हम इस लेख को खुशी से "मेल-मिलाप" में स्थान देते हैं। बच्चे बच्चियों की पुस्तकों में शुरू से ही यदि ऐसे ही भाव भरें जायँ तो मेल-मिलाप की विकट समस्या बहुत सुगम हो जाय। शिक्षा विभाग के अधिकारी-गण को ज़रूर इस ओर विशेष ध्यान देना चाहिये।—सम्पादक)

किये हैं और आज भी कर रहे हैं। आज हमारी आपत्तियों का यह कुछ साधारण कारण नहीं है। पशु वास्तव में हमारे छोटे भाई हैं। उनको दुःख पहुँचा कर हर्गिज़ हम सुखी नहीं रह सकते। इसलिये उनके प्रति अपना उचित कर्त्तव्य पालन करना हमें सीखना ज़रूरी है।

"मेल-मिलाप" हमें यह भी याद दिलाता है और दिलाता रहेगा कि ऋषि-महात्माओं, देवी देवताओं, आदि, विश्व के अदृश्य प्राणियों के साथ भी हमारा घनिष्ट सरोकार लगा हुआ है। उस सरोकार को भी याद रखना और उसके प्रति भी अपना उचित कर्त्तव्य पालन करना हमारा ज़रूरी धर्म है। इस कर्त्तव्य का पालन हम यज्ञ, जप, भजन, कीर्त्तन, आदि, के ज़रिये करते हैं। इसलिये "मेल-मिलाप" में समय २ पर इनका भी ज़िक्र आया करेगा।

अन्त में, "मेल मिलाप" हमें ईश्वर के पास पहुँचाये बिना छोड़ नहीं सकता। यही असल "योग" है, यही "मेल-मिलाप" है, जिसका अत्यन्त सुन्दर वर्णन हम श्री मद्भगवद्गीता में पाते हैं। अत: योग सम्बन्धी बातें भी "मेल-मिलाप" में आती रहेंगी।

क्षेत्र असीम है! जहाँ तक सेवा बन सके!

—सम्पादक।

यह शोभा नहीं देगा कि वह उससे अलग होने की बात सोचे। आज समय ऐसा आ गया है जब हर राष्ट्र के लिये यह सीखना लाज़मी हो गया है कि संसार अथवा सारी मनुष्य जाति के कल्याण के लेहाज़ से उसे ज़रूर कुछ न कुछ त्याग करना चाहिये।

इस त्याग का एक सुन्दर उदाहरण संसार के सामने पेश करने का एक बहुत ही अच्छा अवसर आज हिन्दुस्तान को मिला हुआ है। इसलिये इस अवसर को हमें हर्गिज़ हाथ से जाने नहीं देना चाहिये। हमें अच्छी तरह जान लेना चाहिये कि ईश्वर के दरबार में कोई त्याग हर्गिज़ बेकार नहीं जाता। हिन्दुस्तान की आज़ादी का वक़्त तो आज आ ही गया है। वह आज़ादी जितने ही पवित्र त्याग की बुनियाद पर क़ायम होगी, उतना ही उसका महत्त्व अधिक बढ़ा रहेगा, उतनी ही शीघ्र आज़ादी हासिल होगी।

फिर, "मेल-मिलाप" आज की संसार-व्यापी लड़ाई को भी छोड़ नहीं सकता। यह लड़ाई सारे संसार को एक साथ मिलाने आई है, "मेल-मिलाप" का व्यापक कार्य साधने आई है, सभी राष्ट्रों और सभी लोगों में संसार-व्यापी भाव भरने आई है। विकास के दुश्मन संसार को इस उत्तम आदर्श की ओर बढ़ने से रोकने पर तुले हैं और देश देश पर घोर अमानुषिक अत्याचार करते चले जा रहे हैं। उनके प्रचण्ड प्रकोप से संसार की रक्षा करना इन्सानियत का सब से पहला तक़ाज़ा है। इस युद्ध में ब्रिटिश लोग संसार और संसार के दुश्मनों के बीच अभेद्य ढाल बन कर खड़े हैं, और दुश्मनों का छक्का छुड़ाने पर कमर कस कर मैदान में डटे हैं। अहा! वे कैसी बहादुरी के साथ लड़ रहे हैं! आज़ादी और इन्साफ़ के नाम पर कितने पहले दर्जे का त्याग कर रहे हैं!

हाँ, यह ठीक है कि उनके अन्दर कमज़ोरियाँ भी हैं। किसके अन्दर कमज़ोरियाँ नहीं है? अफ़सोस कि अभी तक उनकी आँख इस हद तक नहीं खुली है कि वे देख सकें कि जिस आज़ादी और न्याय की ज़रूरत यूरोप के छोटे २ देशों के लिये है, उसी आज़ादी और न्याय की ज़रूरत हिन्दुस्तान जैसे एक महान् देश के लिये उनकी अपेक्षा किसी दर्जे कम नहीं, बल्कि कहीं ज़्यादा है। हम पूरे तौर से विश्वास करते हैं कि उनकी आँख खुलेगी, बहुत जल्द खुलेगी। वे देखेंगे और अपना कर्त्तव्य पालन करेंगे।

लेकिन सवाल यह है कि हम क्या करें। क्या हम भी उन्हीं के ऐसा खींचा-तानी करते रहें? ऐसा करना भारतवर्ष की प्राचीन सभ्यता और गौरव के बिल्कुल ख़िलाफ़ होगा। इस लड़ाई में ज़रूर ही ईश्वर का कुछ विशेष आशय है। इसलिये हमारा कर्त्तव्य है कि हम भगवान की इस लीला के रहस्य को समझें, उच्च दृष्टि से सारी बातों को देखें और उसी के अनुकूल अपना आचरण बनायें। यह दुर्लभ अवसर आज हमारे सामने मौजूद है।

ख़ुलासा यह कि आज हमें सभी दूसरे ख़्यालों को छोड़ कर दिल खोल कर, तन, मन, धन से, हर सूरत से, इस लड़ाई में इंगलैन्ड की मदद करनी चाहिये, ताकि यह लड़ाई शीघ्र ख़तम हो, संसार का संकट दूर हो और शान्ति और सुख का राज्य तमाम फैले।

फिर, "मेल-मिलाप" मनुष्य जाति के छोटे भाईयों अर्थात् पशुओं को भी नहीं भूल सकता। हम मनुष्यों ने पशुओं के ऊपर घोर अत्याचार

शहर हो जहाँ "मेल-मिलाप" चाव से न पढ़ा जाता है।

पर हम अभी इसके प्रचार से सन्तुष्ट नहीं। हमें तो उस वक़्त तक चैन नहीं पड़ेगा जब तक "मेल-मिलाप" का प्रचार दस हजारों की तायदाद में न होने लगेगा, जब तक सभी स्कूलों और लाइब्रेरियों की मेजों पर यह न पहुँच जायगा।

यदि हमारे सहायक गण इस ओर थोड़ा ध्यान देने का कष्ट स्वीकार करें तो यह काम आसानी से पूरा हो जायगा। हम अपने पुराने ग्राहक-गण से प्रार्थना करेंगे कि वे कृपया नये साल का चन्दा "मेल-मिलाप" आफ़िस में अविलम्ब भेज दें, और हर ग्राहक अपने इलाक़े से कम से कम ५ नये ग्राहक देने का प्रयत्न करें। "मेल-मिलाप" के समर्थक सभी महानुभावों से हमारा सविनय अनुरोध है कि वे कृपया अपने अड़ोस पड़ोस के स्कूलों और लाइब्रेरियों में "मेल-मिलाप" को जरूर पहुँचाने की कोशिश करें।

इस सिलसिले में पटना सिटी के हमारे एक दोस्त, मि० मिर्ज़ा क़ैसर नवाब, ने एक दूसरा छोटा और हल्का, पर सुन्दर और कार्य-शील, उदाहरण पेश किया है। आपने अपनी ओर से १२ लाइब्रेरियों में "मेल-मिलाप" मुफ़्त में भेजने के लिये चन्दे दिये हैं। इस उदाहरण के फल स्वरूप पटना म्युनिसिपैलिटी के कई कमिश्नरों ने यथा-शक्ति दो, चार, दस लाइब्रेरियों के लिये चन्दे अपनी २ ओर से दिये हैं। आशा है अन्य महानुभाव भी इस उदाहरण का अनुकरण कर इस महान् कार्य को सुगम करने में सहायक बनेंगे।

अब अन्त में इस नये वर्ष के आरम्भ में अपने आदर्श को फिर से एक बार याद कर लेना अच्छा होगा। "मेल-मिलाप" सदा इस बात की कोशिश करता रहेगा कि देश के अन्दर हिन्दू, मुसलमान, पारसी, ईसाई, बौद्ध, आदि सभी धर्मों में एक दूसरे के प्रति सहानुभूति और प्रेम-भाव बढ़े; राजा-प्रजा, पूँजीपति-मजदूर, बड़े-छोटे, धनी-ग़रीब, मालिक नौकर, स्त्री-पुरुष, आदि, सभी श्रेणी के मनुष्यों में सच्चा मेल और प्रेम भाव फैले। ख़ुलासा यह कि "मेल-मिलाप" यह दिखलाने की कोशिश करता रहेगा कि एक गुलदस्ते के रंग-बिरंगे फूलों की नाईं इन विभिन्न श्रेणी के मनुष्यों के अस्तित्व से राष्ट्र रूपी गुलदस्ता अधिक सुन्दर और समुन्नत बनता है।

"मेल-मिलाप" आदर्श राष्ट्रीयता का भाव लोगों के सामने रखता रहेगा। किसी राजनैतिक दल से इसका कोई ख़ास सरोकार नहीं। पर यह आदर्श रूप से यह दिखलाने की कोशिश करता रहेगा कि हिन्दुस्तान की असली आत्मा का क्या स्वरूप है, इसका क्या निरालापन है और राष्ट्रीय नव-निर्माण में किस तरह उस सुन्दर निरालेपन को प्रगट करना चाहिये।

फिर "मेल-मिलाप" हिन्दुस्तान और इंगलैन्ड के सयुक्त संघ का पक्का हामी है। इसका ख़याल है कि इन दोनों देशों का संयोग इनके व्यक्तिगत हित के साथ २ सारे संसार के कल्याण के लिये अत्यन्त आवश्यक है। हाँ, यह ठीक है कि दोनों को समानता के भाव से मिल कर रहना चाहिये। अर्थात्, इनका संयोग अब "इन्डो-ब्रिटिश कॉमनवेल्थ" के रूप में परिणत हो जाना चाहिये। इंगलैण्ड के लिये यह फ़र्ज़ है कि वह अविलम्ब भारत को अपना आजाद साथी बनाले।

पर यदि इंगलैन्ड ग़लती करे, तो संसार की मौजूदा नाजुक परिस्थिति में भारत के लिये हर्गिज़

नये वर्ष का शुभागमन !

आज "मेल-मिलाप" दूसरे वर्ष में प्रवेश कर रहा है। यह हमारे लिये बड़े ही आनन्द का अवसर है। जिस समय यह पत्र जारी किया गया, बहुतों ने इसकी सफलता तथा इसके भविष्य के बारे में सख्त बद-गुमानियाँ ज़ाहिर की थीं। उनका ख़्याल था कि यह पत्र चन्द महीनों से आगे न जा सकेगा। लेकिन भगवान की असीम कृपा से यह पत्र सुचारु रूप से जनता की सेवा करता आया है और आगे भी इसकी सेवा जारी रहने की पूरी उम्मीद ही नहीं, बल्कि पूरा विश्वास भी है।

इसमें सन्देह नहीं कि इस पहले साल में इस पत्र को सख्त कठिनाइयों का मुक़ाबला करना पड़ा है। बीच में कई बार ऐसा समय आया जब आर्थिक कठिनाइयों की वजह से इसके बन्द होने की सम्भावना हुई। लेकिन इसके आदर्श, इसके भाव और इस पत्र के समर्थकों ने बड़ी परेशानी उठा कर और काफ़ी त्याग कर के इसे अकाल मृत्यु से बचाया।

इस सम्बन्ध में बिहार थियोसौफ़िकल फ़ेडरेशन के प्रमुख सदस्यों ने विशेष सहायता की। अतः हम विशेष रूप से उनके आभारी हैं। साथ ही हम उन सभी सज्जनों को भी हृदय से धन्यवाद दिये बिना नहीं रह सकते जिन्हों ने दिल खोल कर "मेल-मिलाप" के लिये दान दिये और दान दिलाये, ग्राहक बने और ग्राहक बनाये, लेख लिखे और लेख लिखवाये। उन्हीं की कृपा का यह फल है कि "मेल-मिलाप" आज तक ज़िन्दा है और आगे भी सफलता पूर्वक ज़िन्दा रहने तथा बढ़ने की आशा रखता है।

जगह की कमी से हम किसी ख़ास आदमी का नाम नहीं देते। लेकिन एक सज्जन का नाम लिये बिना हम नहीं रह सकते। ये हैं एच० इ० एच० निज़ाम, हैदराबाद। आपकी सरकार ने मेल-मिलाप के आन्दोलन और "मेल-मिलाप" पत्र को बहुत पसन्द किया और इस कोशिश को जारी रखने के लिये ३०००) हाल में दान दिये। आपका यह सुन्दर उदाहरण अत्यन्त ही अनुकरणीय है। आशा है हमारे देश के दूसरे राजे-महाराजे, सेठ-साहूकार तथा अन्य धनी-मानी सज्जन भी हृदय खोल कर इस पवित्र तथा आवश्यक कार्य में उदारता पूर्वक दान देकर देश की एक अत्यन्त विकट समस्या को हल करने में हाथ बटायेंगे, और इस प्रकार महान् यश के भागी बनेंगे।

अब ज़रा सोचना चाहिये कि इस पहले वर्ष में "मेल-मिलाप" की कार्रवाई कहाँ तक बढ़ पाई है। "मेल-मिलाप" की प्रशंसा हिन्दू, मुस्लिम, पारसी, ईसाई, आदि, सभी धर्मों तथा विचारों के नेताओं ने हृदय से की है। हिन्दी, उर्दू तथा अंग्रेज़ी पत्र-पत्रिकाओं ने भी ख़ूब ही इसकी तारीफ़ की है।

बिहार, संयुक्त-प्रान्त, मध्य-प्रान्त और बरार, सिन्ध, और उड़िस्सा सरकारों के शिक्षा-विभागों ने इसे स्कूलों, कालेजों, होस्टलों और लाइब्रेरियों के लिये मंज़ूर किया है। बंगाल, बम्बई और मद्रास प्रान्तों में इस प्रकार की मंज़ूरी का सिलसिला उठा दिया गया है। अतः अब "मेल-मिलाप" के लिये इन आठ प्रान्तों के विद्यालयों के दरवाज़े खुल गये हैं।

"मेल-मिलाप" आज हर किसी का अपना प्यारा पत्र हो चला है। हिन्दुस्तान के कोने २ में इसका प्रवेश हो गया है। शायद ही कोई बड़ा

संसार का नव-निर्माण

मि० सी० जिनराजदास का प्रस्ताव

लंदन में यूरोपियन फ़ेडरेशन कौन्सिल की मीटिंग में ता० १४ मई १६४० को मि० जिनराजदास ने नीचे दिया प्रस्ताव पेश किया, जो सबकी राय से पास हुआ—

"राष्ट्रीय थियोसौफ़िकल सोसाइटियों के यूरोपियन फ़ेडरेशन की यह कौन्सिल यह प्रस्ताव करती है कि यूरोप और दुनिया के नव-निर्माण—जिस का लड़ाई के बाद होना बिल्कुल जरूरी है—के हर पहलू में—चाहे वे राजनीति, धन, काम-धन्धा या समाज, किसी से सम्बन्ध रखने वाले क्यों न हों—नीचे दिये सिद्धान्तों का जरूर पालन होना चाहिये:—

(१) यह कि मनुष्य जाति की असली तरक़्क़ी के लिये यह जरूरी है कि हर आदमी आज़ादी के साथ उन्नति कर सके;

(२) यह कि इस तरक़्क़ी में जाति-पाँति, रूप-रंग, धर्म-सम्प्रदाय, स्त्री-पुरुष के भेद की वजह से कोई बाधा न पहुँचे;

(३) यह कि हर व्यक्ति का सरोकार अपने राज्य के साथ, जिसका वह एक अङ्ग है, इस तरह का होना चाहिये कि अपने व्यक्तित्व के स्वतन्त्रता पूर्वक प्रगट करने में कोई रुकावट उसके सामने न पड़े, सिवाय इस रुकावट के कि कहीं उसके अपने व्यक्तित्व के प्रगट करने की वजह से दूसरों के अपने २ व्यक्तित्व के स्वतन्त्रता पूर्वक प्रगट करने के हक़ में कुछ खलल न पहुँचे।"

नोट—यह प्रस्ताव बड़े ही महत्व का है। यह साफ़ २ बतलाता है कि आगे मनुष्य जाति को किस आदर्श की ओर बढ़ना चाहिये। अब तक संसार में बहुत सी सभ्यताएँ आईं और गईं। अब फिर एक नई सभ्यता के क़ायम होने का समय आ गया है। इस सभ्यता की बुनियाद किन २ सिद्धान्तों पर क़ायम होनी चाहिये, उसका बहुत ही सुन्दर भाव इस प्रस्ताव में दिखाया गया है।

सब से पहली बात नोट करने की यह है कि आज़ादी का सब से प्रधान आशय अथवा लक्षण है व्यक्तिगत आज़ादी। अब मनुष्य जाति विकास की उस मंज़िल पर पहुँच गई है जब हर मनुष्य को अपने तरीक़े से उन्नति करने का पूरा मौक़ा दिये बिना काम नहीं चल सकता। इसलिये अब संसार के नव-निर्माण में व्यक्ति से सरोकार रखने वाली हर पद्धति में इस व्यक्तिगत आज़ादी को सब से पहली जगह मिलनी चाहिये।

दूसरी बात यह है कि अब समाज में सभी श्रेणी के व्यक्तियों को अपने २ तरीक़े से आगे बढ़ने का समान अधिकार मिलना चाहिये। अभी भी एक जाति वाले दूसरी जाति वालों के साथ, एक धर्म वाले दूसरे धर्म वालों के साथ, एक देश वाले दूसरे देश वालों के साथ, प्रायः घृणा का भाव रखते हैं और एक दूसरे को नीचे दबाने का ख़याल रखते हैं। संसार के नये निर्माण में इन सारे भेद भावों को जड़ से उखाड़ फेंकना चाहिये।

फिर, व्यक्ति को राज्य की चक्की में दब कर पिसते ही नहीं रहना चाहिये। यह ठीक है कि हर व्यक्ति को अपनी पूरी ताक़त भर राज्य की सेवा करनी चाहिये। लेकिन साथ ही राज्य का यह कर्त्तव्य है कि वह हर व्यक्ति को उसके व्यक्तित्व के पूर्ण प्रकाशन में पूरी सहायता दे।

—सम्पादक।

मेल-मिलाप

वर्ष २ | पटना, १७ नवम्बर, १९४० | संख्या १

प्रेम की धारा !

श्री पं० जगत नारायण, सम्पादक

हे प्रेम-सिन्धु ! प्रेम की
धारा वहे, वहे !
हर ओर प्रेम, प्रेम की
धारा बहे, बहे !!
हे प्रेम-सिन्धु !० ॥१॥
हा प्रेम ! प्रेम ! प्रेम की
धारा बहे, बहे !
सब ओर प्रेम, प्रेम की
धारा बहे, बहे !!
हे प्रेम-सिन्धु !० ॥२॥
हर देश, हर विदेश में,
हर प्रान्त में बहे !
हर जाति, हर जमाति में,
हर हृदय में बहे !!
हे प्रेम-सिन्धु !० ॥३॥
हर धर्म, सम्प्रदाय में,
हर क़ौम में बहे !
हर भाव, हर विचार में,
हर कर्म में बहे !!
हे प्रेम-सिन्धु !० ॥४॥
हर क्षेत्र, हर समाज में,
हर अङ्ग अङ्ग में !
बस प्रेम, प्रेम, प्रेम की
धारा बहे, बहे !!
हे प्रेम-सिन्धु !० ॥५॥

नोट—पाठक-गण से निवेदन है कि भजन मण्डलियों तथा कीर्तन समाजों में इस पद्य का खूब प्रचार करें। पहले दो पद्य कीर्तन के लिये बहुत अच्छे पाये जायेंगे।

"प्रेम-सिन्धु" की जगह पर "प्रेम-देव", "करुणा-निधि", "दीन-बन्धु", "महादेव". "अवढर'-ढर', "जगद्गुरू", "मुरली-धर", 'सिया-राम", "प्रेम-देवि", "जगजननि", आदि, शब्द रख कर ईश्वर के किसी स्वरूप अथवा किसी देवी देवता का आशीर्वाद उतारा और फैलाया जा सकता है।

अभिनन्दन !

श्री पं० सूरज-चन्द्र सत्य-प्रेमी (डाँगीजी)

आ, नव वर्ष ! करें अभिनन्दन।
उठीं हृदय में भाव तरंगें,
जागीं मन की मस्त उमंगे।
धर्म धर्म में, जाति जाति में,
देखें एक प्रेम का बन्धन ॥
आ, नव वर्ष !० ॥१॥
उदित होयँ आदित्य कलाधर,
चमकें सरवर अधर धराधर।
सत्य अहिंसा को सारा जग,
करता रहे निरंतर बन्दन ॥
आ, नव वर्ष !० ॥२॥

گورنمنٹ بہار۔ اڑیسہ۔ سی۔پی۔ یو۔پی وسندھ کے محکمہ تعلیمات سے منظور شدہ

میل ملاپ

جلد ۲	دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء	نمبر ۲

فلسفۂ محبّت

عالیجناب زائرالقادری صاحب زائر فیروزپوری

محبت کے معمے کو کوئی حل کر نہیں سکتا
کوئی اس کی کہانی کو مکمل کر نہیں سکتا
محبت دیکھتی ہے دل کی دزدیدہ نگاہوں سے
محبت بولتی ہے عاشقوں کی سرد آہوں سے
محبت کھیلتی ہے نوجوانوں کی جوانی سے
نہاتی ہے محبت تیز تلواروں کے پانی سے
محبت بے خطر رقصاں ہے تلواروں کی دھاروں پر
محبت گل فشاں آئی شہیدوں کے مزاروں پر
محبت قہرماں ہو تو بگڑ جاتی ہیں تدبیریں
محبت مہرباں ہو تو سدھر جاتی ہیں تقدیریں
محبت کا جو بندہ ہے وہ ہر دم شاد رہتا ہے
گرفتار محبت ہر جگہ آزاد رہتا ہے
کہیں یہ طور پر خود اپنے ہی جلوے سے ناکارہ
کہیں یہ نجد کی وادی میں مجنوں بن کے آوارہ
محبت کرشن کی بنسی میں چشتیؔ کے ترانوں میں
محبت نانک و گوتم کے جاں پرور فسانوں میں
محبت نے جمال ایزدی کا روپ دھارا ہے
جمال ایزدی بحر محبت کا کنارا ہے
محبت کو بشر روز ازل سے ساتھ لایا ہے
بشر درس محبت سیکھ کر دنیا میں آیا ہے
محبت جلوہ گر ہے ہر جگہ نور خدا ہو کر
یہ ہر اک رنگ میں رہتی ہے لیکن بے بتا ہو کر
ہوئی آدم کی پیدائش سے پہلے ابتدا اس کی
ہے بحر بیکراں کوئی نہیں ہے انتہا اس کی

محبت کا تو زائرؔ ہر جگہ پیغام دیتا جا
مئے الفت کا ہر سرشار کو اک جام دیتا جا

اڈیٹوریل

میل ملاپ

آپ بھی سوچئیے

ہمیں یہ دیکھکر دُکھ ہوتا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو مثل درندوں کے دکھ دینے اور تکلیف پہونچانے کی فکر کرتا ہے۔ انسان کُل کائنات سے افضل اور بہتر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ہی وہ درجہ ماتہ ہی زندگانی کا ہے جہاں اچھے یا بُرے اعمال (کرم) سے بلندی یا پستی حاصل ہوسکتی ہے۔

ننو میں نوے ایسے انسان ہیں جو اپنے حواس خمسہ کا زیادہ پاک اور صاف ہونا امکان سے باہر سمجھتے ہیں۔ بعض ایسی سمجھدار ہستیاں بھی ہیں جو شمس التبریز یا سلمان فارسی کے اتنی اپنی بلندی ناممکن اور بڑی جسارت سمجھتی ہیں۔ یہ خیالات کچھ تو لاعلمی کے باعث پیدا ہوتے ہیں یا کم سنی سے انکے مذہبی پیشواؤں نے انکو ایسے ہی خیال کا بنا رکھا ہے۔ ایسی سمجھ والے انسان بظاہر بُرے سیل۔ شریف النفس اور نیک ہوتے ہیں لیکن باطن انکا کثیف رہتا ہے۔ انکی ظاہری خوبیوں کی وجہ سے انکے اندرونی روحانی مخزن میں ہیجان پیدا ہوتا ہے اور بُرائیاں قدرتی طور سے اُبھرنا شروع ہوتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے نفس پر قابو رکھنا نہیں جانتے اور نہ اسکے سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اسلئے نفسی کثافت کو نیکی پر فتح ہوتی ہے اور بُرے سے بُرا پروپگنڈا خطرناک اور خونی مناظر پیدا کرنے والی اسکیم ایسے انسان بنایا کرتے ہیں۔

اگر صرف اپنی دنیاوی اور مذہبی کاموں میں یہ ہی یاد رکھیں کہ خدا حاضر و ناظر ہے۔ اور وہ دیکھتا اور جانتا ہے تو بُرائی ان سے نہیں ہوسکتی ہے۔

دنیا میں آجکل خون۔ تباہی۔ دشمنی اور کینہ پروری جو کچھ پھیلی ہوئی ہے وہ بظاہر اچھے ہی لوگوں کے دماغ کی آورد ہے۔ اچھے ہم اس لئے کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ دنیا میں اچھے سمجھے جاتے ہیں یا اچھے سمجھے جاتے تھے لیکن عملی تجربہ اور دیکھ بھال کے بعد یہ معلوم ہوا کہ بجھائے ہوئے زہر ہیں ہندوستان کے علاوہ مہذب ہونے کا دعویٰ کرنے والی یورپین قومیں ہیں اور ایسی ایسی مفید اور اُمید بخش باتیں ان کے دماغوں سے نکلتی رہتی ہیں جنے کہ دنیا کو بڑے بڑے مغالطہ میں کر رکھا ہے۔ انکی چڑھی بارگاہ نے مسیح ثانی کا درجہ انکے ملک میں دے رکھا ہے۔ ان خود ساختہ اچھے لوگوں کی اتنی وقعت اور اتنا اقتدار ظاہر ہوگیا ہے کہ مذہب عیسائیت کی بھی وہ وقعت یورپ میں نہ رہی۔ ان ہی خود ساختہ ڈکٹیٹروں کے احکام انجیل مقدس سے بھی زیادہ مقدس اور اہم ہیں۔ ان ہی ڈکٹیٹروں کی ذہنی گندگی اور کثافت روحانی کا نتیجہ منظر خونی یورپ میں موجود ہے صرف انکی خود غرضی اور لالچ کی پیاس بجھنے کی غرض سے علاوہ عیاری اور مکاری کے موت کی مینہ برستی رہتی ہے۔

ان ڈکٹیٹروں کی ڈکشنری میں ظلم اور ہٹ دھرمی کا نام رحم اور عدل و انصاف ہے۔ لیکن خدائی طاقتیں جو پوشیدہ طور سے یورپ میں کام کر رہی ہیں وہ مسولینی اور ہٹلر کو بتا دینگی کہ مسیح مقدس کا نام پھر سے یورپ میں بلند ہوگا اور ان خود غرضوں کو خود بخود جان کے لالے پڑ جائینگے۔ ان کے ملک کی بغاوت انکا خود بخود ستیاناس کر دیگی۔ اوس وقت دنیا کو معلوم ہوگا کہ یہ بظاہر بڑے اچھے اور اقبال مند انسان تصور کئے جاتے تھے مگر دراصل خونخوار تھے۔ درندگی اور حیوانیت انکی اصلی خصلت تھی جسکا روپ اسوقت یورپ میں دکھائی دے رہا ہے۔

چند ہندو مسلمان مشہور لیڈروں کو چھوڑ کر تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان میں بھی بظاہر اچھے اور باطنی بدنفس اور وطن کے دشمن بہت سے انسان بھرے پڑے ہیں۔ آہستہ آہستہ انکی اصلی نفسی شکل ظاہر ہوتی جاتی ہے۔ اور برائیاں پھر کر ملک میں مثل بادل کے گھنگھور گھٹا کی شکل اختیار کر رہی ہیں۔ اس گھٹا سے بجائے اسکے کہ رحم۔ عدل۔ محبت۔ پریم بھائی چارہ اور اکتا کی بارش ہو۔ بغض۔ کینہ۔ ہندو مسلمان کے جھگڑوں کی بارش ہونا شروع ہوگئی ہے۔ جدھر دیکھو ایسے خود غرض انسان موجود ہیں جو دیکھنے میں بڑے بھلے مانس۔ نام آور اور مشہور ہیں مگر ملک میں ہندو مسلمان کو لڑا کر خانہ جنگی کرانے کے لئے تلے بیٹھے ہیں۔ ان شیطانی خیالوں کی رسی اور بھی دراز اس لئے ہے کہ بڑے لیڈر جنکا اثر ملک پر ہو سکتا ہے وہ ہندو مسلمان کی اکتا اور میل ملاپ سے غافل ہیں۔ زبان سے بولتے سب کچھ ہیں۔ لیکن دل میں انکے اس میل جول اور آپس کے بھائی چارہ کی کوئی خاص اہمیت اور ضرورت نہیں دکھائی دیتی ہے۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ لیڈر صاحبان جیل جانا اور ملک میں شور غل مچانا۔ شورش پسندوں کو شورش کرنے کا موقع دینا پسند کرینگے لیکن ہندو مسلمان کا میل اور بھائی چارہ جو ضروری چیز ہے اوسکو پسند نہیں کرینگے۔ مہاتما جی بھی یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ موجودہ ستیہ گرہ کے ہنگامہ سے ہندو مسلم اتحاد بھی ہو جائیگا۔ لیکن ان بے محل اور غیر ضروری ہنگامہ اور ملک میں برا اثر پیدا کرنے والی شورش سے کیونکر اچھے نتائج پیدا ہونگے۔ یہ سو فیصدی انسان کی عقل میں نہیں آتا۔

آجتک اتنے ہنگامے جو اٹھائے گئے جس میں ہندو مسلمان نے حصہ لیا۔ قید کی سختیاں بھی اٹھائیں مگر بجائے اتحاد اور میل کے آپس میں دوستی اور پریم بندھن کا سامان نہ ہو سکا تو آج ہمارے لیڈروں نے کونسے منتر کا جاپ کر لیا ہے جو ہندو مسلمان کو آپس میں ایک کر دیا جائیگا۔ موجودہ ہنگامہ کبھی ہندو مسلمان کو ایک نہیں بنا سکتا ہے۔ ہم ہندو اور مسلمان دو توبھائیوں سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آپلوگ اس ستیہ گرہ اور ہنگامہ سے علحدہ رہیں۔ کسی فساد پیدا کرنے والی اور ملک میں بدامنی پھیلانے والی تحریک سے اچھے نتیجہ کی امید رکھنا غلط اور دھوکا ہے۔

ہم اپنے ملک کے با اثر اور بڑے لیڈروں سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہندو مسلمان اتحاد کے لئے جان توڑ کوشش کریں۔ آپس میں سچ مچ ملجائیں۔ اصل سوراج امن

اور آرام کی زندگی ہے۔ امن اور آرام دینا حکومت برطانیہ کا کام نہیں ہے۔ اگر ہم خود امن وامان سے رہنا پسند ہی نہیں کرتے ہیں تو پھر برطانیہ کا اسمیں کیا قصور ہو سکتا ہے۔ اگر ہمارا ایکا اور ہمارا سماج مضبوط ہوتا تو برطانیہ بھی کب کا ہم پر بھروسہ کرتی اور آزاد بنا دیتی۔ آپس کی خانہ جنگی میں آزادی طلب کرنا حماقت اور نادانی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اس مکدر فضا میں جبکہ جنگ کی وجہ سے ہر ملک کے سامنے حیات اور موت کا سوال در پیش ہے ہمارے ملک کے مدبر اور صاحب ہوش وعقل آزادی ملک کے لئے ستیہ گرہ پر تُلے ہوئے ہیں یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ اگر یہ لوگ جیل سے باہر ہوتے تو ملک کا کلیان اور بھلائی کرتے۔ جیل میں جا کر تعطیل منانے کی تجویز کبھی اپنے سامنے نہ آنے دیتے۔

ایک بار ہم اس بات کی اپیل کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ بجائے جیل جانے اور ستیہ گرہ کرنے کے ملک کے دس بااثر اور ملک کی سچی محبت رکھنے والے اس بات کا عہد کریں کہ حُسن وخوبی سے اور نہایت پرامن طریقہ سے یہ لوگ ہندو مسلم اتحاد ملک میں پیدا کرا چھوڑینگے۔ اگر اس کام کو ہمارے لیڈروں نے اپنے ذمہ لیا اور ہندو مسلمان کے جھگڑوں کو ہمیشہ کے لئے کامل طور سے مٹا دیا تو اوسوقت یہ بات ضرور سمجھ میں آئیگی اور یہ یقین ہوگا کہ ہمارے لیڈروں کے دل میں ملک کی سچی محبت ہے اور یہ صرف دنیا میں نام پیدا کرنے کی لالچ سے لیڈر نہیں بنے ہیں۔ بلکہ اپنے دیش کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔

دنیا میں میل جول ہو کر رہیگا

از عالیجناب محمد اسحاق الحسینی صاحب۔ بارودی پٹنہ سٹی

آپس کا میل جول جسقدر ضروری ہے اوسی قدر اوسکے عملدر آمد میں دولت وغربت کا وہ آہنی دیوار حائل ہے جو کبھی ایک دوسرے کو پہلو بہ پہلو بیٹھنے نہیں دیتی جہاں ایک غریب کسی دولت مند کے پاس بہزار خرابی گیا نظر حقارت سے دیکھا گیا اور اوس سے موہنہ موڑ لیا گیا۔ یہانتک کہ انسانیت کا مفہوم دولت میں محدود کر دیا گیا۔ غریب کی ظاہری صورت اوسکی گرد آلود صورت اوسکو آدمیت سے خارج کر دیتی ہے۔ کیا مجال کہ وہ کسی مسند کے گوشہ پر جگہ پا سکے چہ جائیکہ اوسکے دکھ درد کو کوئی سُن سکے۔ یہ متکبرانہ غیریت دولتمندوں میں یکساں پائی جاتی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

یہی وہ فرعونیت تھی جسے اسلام نے سب سے پہلے دنیا سے مٹانا چاہا۔ اور چونکہ اسلام غربت ونا داری کے آغوش میں پلا اسلئے فاقہ کشی اور سوکھی روٹیوں ہی سے اس نجس اور گندہ خون کو صاف کیا اور دنیا کو سمجھایا کہ انسان آپس میں بھائی ہیں۔ سب ایک ہی آب وگل کے مخلوق ہیں اور سب کا خالق وہی قادر مطلق ہے جسکو بالفاظ چند کوئی ایشور کوئی بھگوان کوئی خدا کہتا ہے۔ اور اوسی کا یہ واجب العمل فرمان ہے کہ انسان کو انسان کا خون نہ بہانا

چاہئیے۔ بلکہ انسانی سیوا کرنا۔ اوسکے مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ بھوکوں کو کھلانا اور ہر حال میں اوسی کے آگے سربسجود رہنا سب سے پہلا فریضہ انسانی ہونا چاہئیے۔ مگر خدا بُرا کرے اس دنیاوی جاہ و منزلت ثروت و دولت کا جسنے خود غرضانہ بوالہوسی میں یہ سب کچھ بھلا دیا اور اس ہدایت سے روگردانی کرکے خدا سے زیادہ اپنے آگے بندوں سے سجدہ کرانا ضروری سمجھا۔ اور یہ مرض ایسا عالمگیر ہو گیا جس سے کوئی قوم محفوظ نرہ سکی۔ نہ مسلمان نہ ہندو نہ عیسائی کسی نے بھی اس ہدایت سے فائدہ نہ اوٹھایا۔ سب نے دولت کی پوجا اختیار کرلی اور اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ الگ کرکے صرف غریبوں کو مٹانا۔ مار ڈالنا۔ قتل کر ڈالنا۔ تباہ کر دینا معیار انسانیت قرار دے رکھا۔ یہانتک کہ یورپ جسکو اپنی تعلیم یافتگی کا بڑا ناز تھا اوس نے انسانی وجود مٹانے کے جتنے آلات جتنے اسباب جمع کئے یا ایجاد کئے کسی درندہ خونخوار آدم خوار کیلئے نکرسکے۔ اونکا علم انسانیت کے فنا کر دینے تک محدود ہو گیا۔ مثلاً آج جسقدر بہیمیت اور انسانی خونریزی یوروپ میں ہو رہے ہیں اور اس وبانے دنیا کو گھیر رکھا ہے اوسے ذرا چشم غور و عبرت سے لوگ دیکھیں۔

ظالم ہٹلر جسنے خاموش دنیا میں اسوقت آگ لگا رکھی ہے کیا کوئی بھی اوسے اچھی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اوسنے جسقدر بنی نوع انسان کے خون سے ہولی کھیلی یا کھیل رہا ہے کیا اوس سے انسانیت کو فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اوسے کیا حق حاصل ہے کہ وہ یوں انسانوں کا خون بہائے۔ کیا واقعی اپنی موت سے مطمئن ہے وہ مرنیوالا انسان نہیں ہے؟

تاریخ نے ایسے ظالمین کے بہتیرے واقعات لکھے ہیں مگر وہ آج کہاں ہیں اور اونکی حکومتیں کدھر ہیں۔ اسیطرح اونکی حالات بھی سرخ روشنائی سے لکھی جائینگی۔ اور دنیا ایک روز کروٹ لیگی۔ عدل و انصاف قائم ہوکر رہے گا۔ اور اگر دنیا میری آواز سننا پسند کرے تو میں یقین کیساتھ یہ کہونگا کہ جبکہ حضرت مہدی موعود عجل اللہ فرجہ کا ورود مسعود ہوگا۔ اوسوقت سارے عالم سے ظلم و جبر مٹایا جائے گا اور سب کا فیصلہ عدل و انصاف سے کیا جائے گا۔ اوسوقت ساری دنیا میل جول کیساتھ مساویانہ اور برادرانہ زندگی بسر کریگی۔ خدا وہ دن جلد لائے (آمین)

نوٹ:- (دنیا کا آخری پیغام)

افسانہ — فرق

از عالیجناب اے۔ آر۔ عرفان عظیم آبادی

"دیوی ——— سنتی ہیں!! ——— کیا میں اُس اچھوت سے بھی گیا گزرا ہوں جسے تیری درشن کی اجازت تو ہے پر مندر میں داخل ہوکر پاؤں چھونے کا حکم نہیں!!! ———

دیوی! میں نے مانا کہ میں پاپی ہوں، اپرادھی ہوں گنہگار ہوں اور قصوروار بھی ہوں ——— لیکن ساتھ ساتھ چھما کا خواستگار بھی ہوں۔ دیوی!!

رحم! دیوی رحم کرو!!

دیوی آپ نہیں دیکھتیں؟ سچ مچ نہیں دیکھتیں ———

آہ! دیکھو دیوی اندھیری راتیں، کالی گھٹائیں، سنہیل بوندیں، رم جھم مینہ اور — اور آپکی شفاف آنکھوں کی طرح چمکدار بجلی اور کیا نہیں؟؟ دیوی؟؟؟ جانتی ہیں! یہ سب میری آرزوؤں کو جھنجھوڑ ڈالتی ہیں میری تمناؤں کو بیدار کر دیتی ہیں میں پاگل ہو جاتا ہوں میرے منہ سے چیخ نکل جاتی ہے دیوی! — لیکن ایک دلخراش چیخ!! دیوی — تیرا خوبصورت بے حس مجسمہ مسکرا رہا ہے — جیسے تو میرے بے حسی کا مذاق اڑا رہی ہو؟ — دیوی میں! کچھ نہیں چاہتا — میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ یہ گھٹائیں دور ہو جائیں یہ بدلیاں معدوم ہو جائیں، بجلی نہیں چمکے، بادل نہیں گرجے، پانی نہیں برسے — نہیں — نہیں دیوی میں یہ نہیں چاہتا۔ دیوی میں صرف اسقدر چاہتا ہوں کہ تیری چرنوں میں جگہ پاؤں تو بڑی دیالو ہے تب ہی تو لوگ تجھے دیوی کہتے ہیں، اجازت دیدے دیوی!!

ناگاہ پتھر کی مورتی کو حرکت ہوئی اور دیوی کے بے حس چہرے سے جلال نمودار ہوا — بے نور لیکن چمکیلی آنکھیں اور چمکنے لگیں — ساتھ بارعب آواز میں — ایک آواز آئی — جا کل آنا!!

بھور ہوئی — آکاش پہ لالی چھائی — پھول کھلے۔ غنچے چٹکے اور خوبصورت پجاری اپنی ڈلیا لیکر پائیں باغ میں پھول لانے گیا۔ پھول! دیوی پر چڑھانے کے لئے!!

اس نے دیکھا کہ ایک خوبصورت، بلا کی حسین نازنیں اپنے دامن میں سارے پھول چن چکی ہے — غصہ سے اسکے بدن کانپنے لگے — اس نے ڈپٹ کر کہا بلا اجازت کسی کے باغ میں گھسنا تمہیں کس نے سکھایا ہے۔ بے شرم! نازنیں نے سارے پھول اسکے قدموں پر ڈالدئے اور کہا معاف کیجئے مہاراج؟ پجاری نے ایک دھکا دیکر اسے نکالدیا اور اتنے محنت و مشقت سے یکجا کئے ہوئے پھول لیکر دیوی کی مندر میں آیا — سنگھاسن پر دیوی مسکرا رہی تھیں۔ پجاری کے ہواس باختہ ہو گئے — وہ لڑکی۔ نازنین — خوبصورت دوشیزہ خود دیوی تھیں۔ ذراسی غلطی پر یہ آگ بھول ہو گیا تھا۔ اور اس ناقابل برداشت بے ادبی پر دیوی صرف مسکرا رہی تھیں! اسے معلوم ہو گیا کہ ابھی کتنا فرق ہے — وہ دیوی کے چرن تو کیا منہ کے نزدیک بھی نہیں پہنچ سکتا!!!

افسانچہ

ملاپ

عالیجناب سید قمرالدین حیدر صاحب قمر افسانگار پٹنہ

”کیوں للتا! منش کے سنگ بھلائی کرنا کیسا ہے؟ کیا تم بتا سکتی ہو؟“

”کیوں نہیں سوامی! بھلا یہ بھی کوئی ایسی کٹھن بات ہے جو نہ بتائی جا سکے“

”تو پھر کہو نہ للتا! ذرا میں بھی تو سنوں۔“

”سوامی! میں تو جانتی ہوں کہ منش کے سنگ کرنا گویا اپنے سنگ بھلائی کرنا ہے۔“

”کیا مطلب! کیا اپنے پرائے میں دوئی نہیں للتا! سب ایک ہیں؟“

”ہاں ہاں سوامی! میں تو یہی سمجھتی ہوں“

"یہ کیسے ہو سکتا ہے للتا۔ اس سنسار میں کوئی دوست ہے
ئی دشمن، کوئی سادھو، کوئی چور، کوئی پاپی، کوئی سادھو، کوئی امیر
ئی غریب۔ سب کیسے ایک ہو سکتے ہیں للتا۔ ذرا سوچو تو۔"

"سچ ہے سوامی آپ کا کہنا سب سچ ہے پر یہ سب کچھ
ں سنسار کی لیلا اور سوبھا ہے اور ہمارے تمہارے سمجھ کا پھیر! سوچو
معلوم ہو کہ سب کی ابتدا' انتہا ایک ہے! مالک کی پیدا کی ہوئی
ز سب کے لئے برابر ہے"

"کہاں سے یہ باتیں تم نے سیکھیں للتا"

"جی! بھاگوت گیتا سے! کرشن بھگوان رادھا سے یہی تو کہہ
ہے تھے کہ سنسار میں سب ایک ہیں اور ہم رکھوالے"۔

"یہ کہو! آج تمہاری باتیں سنکر جی کو بڑا آنند ہوا! تم تو
پنے وقت کی دیوی ہو"

"سوامی! اپنی فطرت پر نہ آؤ۔ جھوٹ بڑائی نکرو دیوی
در مہاتما کہاں اور کہاں میں"

"اچھا مطلب کی بات سنو! اگر میں اپنے بیری کو تباہی سے
بچانے اور سیدھے رستے پر لانے کی کوشش کروں تو کیسا ہے"

"بہت سندر! سوامی! بیری کو اپنانے کیلئے سیوا سے بڑھکر
ور کون بات ہو سکتی ہے! ضرور ایسا کرو سوامی!" "چاہے
ہ میرے اور تمہارے باپ' دادا کا دشمن ہی کیوں نہو؟

"ہاں! ہاں! کچھ ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ منش تو
ہے۔ اسکی تباہی اپنی ہی تو ہے۔"

"اگر نام لیلوں للتا تو تم گھبرا کر کانوں پر ہاتھ رکھو گی۔
سنو! خانصاحب کے صاحبزادے "رشید" کو تو تم بھی جانتی ہو
جنکے گھرانے سے اور مرے باپ دادا سے جنم کی دشمنی چلی آتی ہے!
تمکو خیال ہوگا کہ یہاں کے روز اسی پاپی نے تمکو گھورا تھا اور تم نے
شکائت کی تھی ——— آج گھر پھونک تماشا کر رہا ہے۔ باپ کا
سایہ سر سے اٹھتے ہی پیٹ سے پانوں باہر نکالے۔ بری
عادتوں کا چسکا پڑ گیا۔ آنکھ بند کر کے روپیہ لٹا رہا ہے! بال
بال قرض سے لدا ہوا ہے! اب آج اپنا گھر گروی کرنے
جا رہا ہے! تمہیں بتاؤ اتنا بڑا خاندانی آدمی! یوں تباہ ہو"

"سوامی! مرے اچھے سوامی! اسکی باتوں کو بھول
جاؤ۔ بھلے کو بھلائی کے راستہ پر لگانا ہی سچی بھلائی ہے!
اسکو آنکھ دو سوامی! وہ اندھا ہو رہا ہے! وہ نہیں دیکھتا
کہ اژدہے کے منہ میں جا رہا ہے! سوامی اسے بچا لو۔"
"چاہے مجھے کتنا ہی دکھ بھوگنا پڑے؟ کیوں للتا برداشت
ہو؟ دکھ جھیلو گی؟"

"ہاں ہاں سوامی! میں سب کچھ جھیلنے کو تیار ہوں۔
پر اسے بچا لو۔

—— :: ——

دو مہینہ کے بعد ایک روز رمیش تھکا ماندہ ــ اداس ـ
کسی خیال میں غرق ــ پریشان گھر میں آیا ــ للتا نے دیکھتے
ہی تاڑ لیا اور پوچھا "کیوں سوامی؟ آج چہرہ کیوں
ملیں ہے"؟

"کچھ نہیں للتا ــ تھک گیا ہوں ــ شاید یہی وجہ
ہو! ذرا چائے پلا دو تو تازگی آ جائے"

"چائے مہری لاتی ہے! مگر سوامی تم کچھ کہنا چاہتے
ہو! مجھسے نہ چھپاؤ سوامی ــ کہو کہو ــ چپ مت رہو سوامی"

"للتا! آج مری انتہائی خوشی کا دن ہے۔ میں بڑا

بھاگوان ہوں! بڑی خوشی کا دن ہے للتا۔ خوشی سے کھڑے ہوکر للتا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے، میں نے اُسے پالیا للتا۔ ہاں ہاں پالیا۔ میں نے اُسے بچالیا ضرور بچالیا۔ مگر۔ مگر اپنے کو پھنسا کے۔ للتا میں نے اسے پا تو لیا ضرور مگر اپنے کو کھو کر۔ میں نے اسے گڈھے سے نکال لیا مگر خود کو گرا کے۔ میں نے اسے ڈوبنے سے بچالیا مگر خوب ڈوب کر۔"

"کیسے! کیسے! سوامی! کیا ہوا سوامی! ہائے جلدی کہو مرا کلیجہ منہ کو آرہا ہے سوامی۔"

"للتا۔ للتا۔ تم اور کلیجہ منہ کو آئے۔ آخر کمزور فطرت مخلوق ترا نام عورت ہے۔" سُن!!! میں نے اس کا قرض ادا کر دیا مگر اسے علم نہ ہونے دیا۔ اس کا گھر گرو ہونے سے بچالیا مگر اسے انجان ہی رکھا۔ یہ سب جتن کئے مگر وہ اپنی عادت سے باز نہ آیا آخر مجبور ہو کر میں نے اسکی دلچسپی کا گھروندہ توڑ ڈالا۔ پکڑا گیا۔ رشید۔ آہ رشید نے مقدمہ چلا کر گرفتار کرا دیا میں نے جرم کا اقرار کر لیا ہے۔ میں اقراری مجرم ہوں۔ آج فیصلہ ہے۔ ۶ ماہ کی قید اچھا دل کو مضبوط رکھو للتا۔ میں جاتا ہوں۔ پھر ملونگا مگر ۶ ماہ بعد۔"

---:---

جیل سے چھوٹ کر رمیش للتا سے اپنی رام کہانی سنا رہا تھا۔ دروازہ پر کسی کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ رمیش باہر گیا۔ دیکھا۔ رشید ہاتھ باندھے مجرموں کی طرح کھڑا آنسو بہا رہا ہے۔ رمیش کا دل تڑپ اٹھا۔ دوڑ کر پہلے ہاتھ کھولا پھر سینہ سے لگا لیا۔ رشید کی زبان پر احسان! احسان کا لفظ تھا اور رمیش کی زبان پر شانتی! شانتی۔

بچھڑے مل جاتے ہیں جب فضل خدا ہوتا ہے

فسانہ — میل ملاپ

از
محمد قمرالدین۔ قمر عظیم آبادی پٹنہ

میر صاحب اور لالہ جی سے ان بن ایک اتفاقی امر تھا۔ اور وہ بھی محض ذرا سی بات کیلئے۔ پندرہ سولہ برس کی گہری اور پرانی دوستی کو مرغی کی ایک پرواز نے زیروزبر کر دیا۔ بات یہ ہوئی کہ انگنائی میں مرغیاں ادھر اُدھر پھدک رہی تھیں۔ میر صاحب کے منجھلے صاحبزادے کو شرارت سوجھی تو ایک بڑا سا ڈنڈا لیکر لگا زور زور سے پھیرنے۔ مرغیاں سمجھیں۔ کوئی آفت آئی۔ پھر سے اُڑ کر لالہ جی کے دیوار پر جا بیٹھیں۔ ہزار بڑی بی (میر صاحب کی ماں) پکاراکیں۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ لیکن مرغیوں نے ایک "کٹ کٹ" کے سوا کچھ جواب نہ دیا۔ اور لالہ جی کے آنگن کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ اُن میں سے ایک مرغی نے تو یہاں تک دیدہ دلیری کی کہ پھر سے لالہ کے آنگن میں اُتر پڑی۔ اور رکھی ہوئی بالٹی پر بیٹھ گئی۔ لالہ جی کی بیوی نے جو دیکھا تو دست پناہ لیکر "ہٹ تیری مرغی کی" کہتی ہوئی دوڑیں۔ مرغی ڈر سے وہاں سے تو اُڑی لیکن اُس نے اُس کے بعد اپنا رُخ رسوئی گھر کیطرف کر دیا۔ جب وہاں بھی پیچھا کیا گیا۔

تو وہ دوسرے والان میں اور دوسرے سے تیسرے میں۔ حالت یہ تھی کہ آگے آگے مرغی تھی اُس کے پیچھے لالہ جی بیوی اور اُن کے پیچھے اُنکی بیٹیاں اور بچے دوڑ رہے تھے اور چیخ رہے تھے ارے گھر میں گھسی۔ ہائے ہائے کھانا خراب کیا۔ ارے باپ رے باپ دال کی ہانڈی کو چھوا۔ ہائے مارو۔ پکڑو۔ پکڑو۔

بےچاری گھریلو مرغی تھی نا۔ جلد تھک گئی ہوگی۔

پھر اُچک کر اُسی دیوار پر آبیٹھی۔ اور اُسکے بعد میر صاحب کے آنگن میں تھی۔

چھی چھی۔ مرغی بہت گندی چیز ہے۔ ساری ہانڈیاں پھینکی گئیں۔ گھڑے توڑ دئے گئے۔ پیتل اور لوہے کے برتنوں کو کئی کئی بار ملا گیا۔ اور اُن میں آگ ڈال ڈال کر اُنھیں پاک بنایا گیا۔ کھانے کی چیزوں کو پھینک دیا گیا۔ اور نہ معلوم کیا کیا مراسم طہارت ادا کئے گئے۔ لیکن سب سے افسوسناک بات یہ ہوئی کہ لالہ جی اور میر صاحب کی عورتیں آپس میں لڑ پڑیں۔ لالہ جی کے گھر کوٹھا تھا۔ جس پر کھڑے ہوکر میر صاحب کے آنگن اور سامنے والے دالان کو بآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ اور وہیں سے اُن دونوں گھروں کی عورتیں آپس میں فرصت کے اوقات گفتگوئیں کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ آج بھی لالہ جی کے اُسی کوٹھے اور میر صاحب کے دالان میں مورچہ بندی قائم ہوگئیں اور سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کوٹھے سے سوال ہوتا اور یہاں میر صاحب کے دالان سے اُسکا جواب دیا جاتا۔ بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپس میں شعر لڑایا جا رہا ہے۔ اور واقعی ایسے ایسے تشبیہات اور استعارے استعمال کئے گئے جنہیں سُنکر دَور جدید کے شعرا ضرور کانوں پر ہاتھ دھر لیتے۔ خیر شام کو میر صاحب بھی گھر میں نازل ہوئے اور لالہ جی بھی۔ دونوں کی بیویاں اور بیٹیاں اپنا اپنا روزنامچہ لیکر بیٹھ گئیں۔ اور دن بھر کی کارگزاریوں کو نمک مرچ لگا کر ایسا پیش کیا کہ میر صاحب لالہ جی کے خلاف اور لالہ جی میر صاحب کے خلاف ہوگئے اور اُس دن سے مراسم دوستانہ بند۔ علیک سلیک بالائے طاق۔ خیریت یہ ہوئی کہ ان دونوں یاروں میں تو تو میں میں کی نوبت نہ آئی اور بات اسی حد تک پہونچ کر ختم ہوگئی۔

میر صاحب کی فضول خرچیوں نے (جو کہ اُن کا طرہ امتیاز رہا تھا) اُن کا دیوالہ نکال دیا۔ مفلسی نے خوب ہاتھ پاؤں نکالے۔ لڑکی جوان ہوگئی لیکن ابھی تک شادی کا نام بھی نہ تھا۔ میر صاحب پریشان تو تھے ضرور لیکن کیا کر سکتے تھے۔ لوگوں سے اپنی دکھ درد بیان کرتے اور چپ ہو جاتے لیکن کسی سے کچھ مانگنے کی عادت نہ تھی۔ البتہ قرض کیلئے منہ خالی کرتے لیکن وہ ملنا محال تھا۔ اُڑتے اُڑتے یہ خبر لالہ جی کے کانوں میں پہونچی۔ اُن کے دل میں میر صاحب کی محبت دوبارہ عود کر آئی۔ اُنھوں نے سوچا۔ لڑکی کے بیاہ کا مسئلہ ہے۔ لڑکی محلہ بھر کیلئے بھاری ہے۔ خواہ وہ ہندو کی ہو یا مسلمان کی یا اور کسی مذہب کی۔ اگر میں اس لڑکی کی بیاہ میں میر صاحب کی کچھ مدد کر دوں تو کیا حرج ہے۔ بلکہ ثواب ہی ہوگا۔ پڑوسی ہیں۔ اُنکا حق بھی مجھ پر ہے۔ دوسرے بہت پرانی محبت اور دوستی تھی۔ پھر مجھ سے کوئی لڑائی بھی تو نہیں ہوئی ہے۔ قصور بھی میرے ہی یہاں کی عورتوں کا

ا بھلا میر صاحب نے اپنی مرغی کو سکھا تھوڑی ہی دیا تھا کہ وہ
رے آنگن میں چلی آئیں۔ لیکن لالہ جی کے پاس روپے نہ تھے۔
خود خواج انسان تھے۔ البتہ انکو قرض مل سکتا تھا۔ دوڑے
ئے ایک مہاجن کے یہاں گئے اور اپنی ذمہ داری پر تین سَو
روپے لے آئے۔ اور میر صاحب کو اکیلے میں بلا کر حوالہ کیا۔ میر صاحب
کا کلیجہ لالہ جی کی اس نیک نفسی پر امنڈ آیا۔ اور وہ لالہ جی سے
لپٹ کر رونے لگے۔ اور خوب روئے۔

دھیرے دھیرے میر صاحب نے سارا روپیہ لالہ جی کو
وصول کر دیا۔ لیکن لالہ جی بھی کوئی امیر آدمی نہ تھے۔ کچھ روپے
انھوں نے مہاجن کو دئے اور کچھ روپے ان سے اپنی ذات میں
خرچ ہو گئے۔ مہاجن نے بہت تقاضے کئے۔ میر صاحب کو بھی یہ
حال معلوم ہوا۔ انھوں نے چاہا کہ کچھ روپے اور لالہ جی کو دے
دوں تاکہ وہ اس مصیبت سے نجات پا جائیں۔ لیکن اکٹھے
بہت سے روپیوں کا انتظام اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ تاہم
وہ اس کے حصول کیلئے کوشش کر رہے تھے۔ مشکل یہ تھا کہ مہاجن
دو چار روپے لینا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کی خواہش تھی کہ اُسے
پچاس ساٹھ یکمشت ملیں۔ مشیت ایزدی۔ مہاجن نے ایکبار
ایک ایسے آدمی کو لالہ جی کے پاس بھیجا جو بہت زیادہ زبان دراز
تھا۔ اس پر غضب یہ کہ مہاجن نے اُس سے چلتے وقت کہدیا
تھا "جسطرح ہو آج کچھ وصول کر لاؤ" اُس نے آتے ہی لالہ جی
کو بہت سخت سست کہا۔ لالہ جی نے نرمی سے کسی اور دن
آنے کو کہا۔ لیکن اسکے باوجود اُس نے لالہ جی کے شان میں
نہایت ہی غیر شریفانہ جملے استعمال کئے۔ لالہ جی شریف آدمی

تھے۔ انھوں نے آجتک کسی کی سرد و گرم نہ سہی تھی۔ وہ
اُسکی گالیاں برداشت نہ کر سکے۔ نزدیک ہی ایک بڑا سا
پتھر رکھا تھا۔ اُٹھا کر اُس کے سر پہ دے مارا۔ وہ اس ضرب
شدید کی تاب نہ لا سکا۔ اور فوراً ہی ختم ہو گیا۔ لالہ جی پکڑے
گئے۔ مقدمہ ہوا۔ خون ثابت تھا۔ اسلئے اُنھیں پھانسی کا حکم
سُنا دیا گیا۔ میر صاحب نے جب یہ سُنا تو اُنکے پیروں تلے
سے زمین نکل گئی۔ اُنھوں نے سوچا۔ یہ سب کچھ میرے
سبب سے ہوا۔ مجھے بھی حق دوستی ادا کرنا چاہئے۔ جج کے
اجلاس پر گئے۔ جسوقت جج نے صاحبان جوری کو مقدمہ سمجھا
کر اپنی رائے دے دینے کی رخصت دی۔ میر صاحب کھڑے
ہوئے اور جج اور جیوریوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ جتنے
واقعات آپ کے سامنے مسل میں لائے گئے۔ اور مقدمہ کی
جو نوعیت قائم کیگئی ہے وہ حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔
جتنی شہادتیں گذری ہیں۔ کُل کی کُل جھوٹی ہیں۔ میں نہیں
چاہتا کہ آپ لوگوں کو ایک مظلوم انسان کے خون سے اپنے
ہاتھ رنگنے دوں۔ اور ایک انسان کا ناحق خون بہا دیا
جائے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ مہاجن کے آدمی کا اصلی قاتل تو میں
ہوں۔ جو اسوقت آپ تمام حضرات کیسامنے اپنا اقرار جرم
اور لالہ جی کو بری کرانے آیا ہوں۔ تمام لوگ حیرت کے ساتھ
میر صاحب کو دیکھنے لگے۔ جج نے پولیس کو اشارہ کیا میر صاحب
کو ہتکڑیاں ڈال دی گئیں۔ لیکن لالہ جی بھی برابر اپنے
مجرم ہونے کا اقرار کرتے رہے۔ ادھر میر صاحب جلد طلب
فیصلہ پر زور دیتے رہے۔ الغرض پورا اجلاس محو حیرت
بن گیا۔ تاریخ بڑھائی گئی۔ جج نے مخفی طور پر خود تحقیق

حالات کئے۔ میر صاحب اور لالہ جی کے تعلقات دوستی کا سا حال معلوم ہوگیا۔ چونکہ مقدمہ کی مسل اور بعض گواہوں کے بیان سے شبہات بھی پیدا ہو رہے تھے۔ اور قانون نے شبہات سے فائدہ اٹھانیکا حق مدعا علیہ کو دیا ہے۔ اسلئے باتفاق جوریاں دونوں کو رہا کیا گیا۔ اور پھر نئے سرے سے یہ دونوں گھر اللہ پاک نے آباد کرادئیے۔

عورت کی زندگی اور اُس کے سہاگ کیا ہیں

عالیجناب نواب سید صفدر علیخاں عرف
چھبن نواب صاحب جبار صفوی مظفر پور

عورت دنیا کی رونق ہے۔ اس کے بغیر گھر سونا ہے مکان خالی رہجاتا ہے۔ عورت خدا کی مخلوق ہے جس کی صورت میں تقدس نگاہوں میں عصمت آواز میں شیرینی برتاؤ میں نیکی ہو۔ عورت وہ جسکی ہر آواز میں جادو ہے۔ دنیا کی رشی منیوں پیر پیغمبروں اولیاؤں نے عورت ہی کا ... بیا تھا ہے نیک عورت تیرا زیور سونا چاندی نہیں بلکہ تیری حیا ہے۔ تیرا حسن تیری شکل و صورت نہیں بلکہ تیری پاکیزگی ہو۔ تیرا لباس ریشم و مخمل نہیں بلکہ تیری سلیقہ شعاری ہے۔ اگر تو غریب ہے تو اپنے افلاس پر رنج و قلق کے آنسو نہ بہا۔ دنیا میں اکثر عورتیں تجھ سے بھی غریب ہیں۔ اگر خدا نے تجھے خوبصورتی کا جادو دیا ہے تو غرور نہ کر۔ دنیا میں تجھ سے بھی زیادہ حسین ہیں۔ اگر تیرا چہرہ دلکش نہیں تو اپنی حالت پر افسوس نہ کر۔ دنیا میں تجھ سے بھی زیادہ بدصورت ہیں۔ ہنس مکھ خاتون دوزخ کی مصیبت کو بھی راحت بنا دیتی ہے۔ مگر بدمزاج عورت بہشت کی برکتوں کو بھی خوفناک عذابوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔

تو شادی شدہ ہے تیری دنیا تیرا شوہر ہے۔ اپنے آپ کو اس دنیا سے باہر نہ لیجا اپنے شوہر کے سوا کسی دوسرے کی طرف نہ دیکھ ورنہ تیرے خاوند کا دل تجھسے صاف نہ رہیگا۔ اپنا دل شوہر کو دے۔ اسکا دل خود تیرا ہو جائیگا۔ اپنے شوہر کے نقص نہ دیکھ وہ تیرے نقص نہ دیکھیگا۔ اپنے شوہر کے عیوب کسی دوسرے سے نہ بیان کر۔

تین باتیں یاد رکھ کسی ندی نالے یا تالاب وغیرہ پر نہ جا تیرا تیرتھ اپنا گھر ہے۔ گلی کوچہ کی عام مستورات کے ساتھ میلاپ نہ رکھ تیرا وقت تیرے ساس سسر خاوند اور گھر کے کام کاج کے لئے ہے۔ تیرا شوہر اپنے والدین کا بیٹا بھی ہے۔ اسے انکی خدمت سے باز نہ رکھ۔ اونہوں نے اسکی خبر گیری کی ہے۔ جب تو اپنی ماں کے شفقت کے سائے تلے گڑیوں سے کھیلتی پھرتی تھی "نیکی کا معاوضہ نیکی ہے" بیاہ کے بعد اپنے سسر اور ساس کو اپنا ماں باپ سمجھ۔ اونہوں نے تیرا رستہ بڑے شوق سے اور چاہ سے دیکھا ہے۔ انکے سخت الفاظ پر ان سے خفا نہ ہو۔ عورت ایک پھول ہے۔ وہ پھول دماغ و دل کو معطر کر دیتی ہے۔ عورت ایک تصویر ہے۔ عورت زندگی و کیف کا مزا دیتی ہے۔ عورت ایک محبت و راحت کی ہے۔ عورت ایک مہتاب ہے۔ اسکی کرنیں مسرت و شادمانی کا پیغام لیکر آئی ہیں۔ عورت غم کی شریک ہے۔ عورت دکھ کی علاج ہے۔ عورت

اطمینان قلب کے لئے سکون ہے۔ عورت بےچین دل کے لئے راحت ہے۔ عورت مصیبت زدہ کے لئے ایک رحمت ہے۔ اگر عورت نہ ہوتی تو دنیا میں کچھ نہ ہوتا۔ عورت ایک نعمت ہے۔ اگر عورت نہ ہوتی تو راحت نہ ہوتی۔ چین نہ پڑتا آرام نہ ہوتا۔ سکون نہ ہوتا۔ زندگی کی دلفریبیاں نہ ہوتیں۔ شباب کی سحر کاریاں نہ ہوتیں۔ غمزدہ دل کی دوا نہ ہوتی۔ روح کے لئے غذا نہ ہوتی۔ حسن پرست کے آنکھ کے لئے نظارہ نہ ہوتا۔ کان کے لئے دلکش نغمہ نہ ہوتا۔ عورت پُر کیف سرور ہے۔ ای عورت تو ایک پیکر جمال ہے۔ تو عیش کی دنیا ہے تو راحت کے لئے لمحہ ہے۔ تو محبت کی داستان ہے۔ تو شکوہ و شکایت میں شریک ہے۔ عورت تاریک زندگی میں راحتوں میں لبریز نظر آتی ہے۔ اُجاڑ گھر میں ایک ملکہ کی حکومت کا سکہ قائم کرلیتی ہے گھر کے انتظامات کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے پورے انہماک کے ساتھ اپنے فرائض کی تکمیل کرتی ہے۔ یہ پکیزہ ناز ایک دلداری کے لئے گھر چھوڑتی ہے جہاں وہ پلی بڑی ہوئی۔ جہاں شباب کے خوبصورت لباس پہن کر ماں باپ کو چھوڑ کر آئی۔ بہن بھائی کو چھوڑا۔ اعزا کو چھوڑا۔ ان تمام چیزوں کو صرف شوہر کی محبت نے اوسکو فنا کردیا اسکے ارادے شوہر کی محتاج رہیں۔ اسکے تمام شوق مجازی خدا کے رضامندی پر منحصر ہے۔ اسکی نقل و حرکت کا دار و مدار ایک دوسری ذات پر ہے۔ دیکھنے میں وہ انسان ہے لیکن حُسن کی دیوی ہے۔ مگر حقیقت میں اب کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اپنے شوہر کی محبت جذب کرنیکے لئے اپنی ذات کو اس کی ذات میں فنا کر چکی ہے اب اس کی خوشی اس کے غم کا دار مدار ایک ذات پر ہے۔ اگر وہ چاہے اس کے نازک دل میں مسرت شادمانی کی لہر دوڑا سکتی ہے اگر چاہے تو اوسے آٹھوں پہر اشکوں میں غرق رکھ سکتی ہے۔

روحانی دنیا

مناظر ملکوتی یا نظر باطنی

اڈیٹر

جو نام نہادی پیشوائے دین ہونے کا دعوے کرتے ہیں اونکا ذکر نہیں میں اون علما (پیشوایان دین ہے (جو صحیح معنوں میں ہادی و پیشوا ہیں) عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ حضرات علوم روحانی کی طرف بھی متوجہ ہوں۔ اپنے اپنے دین کی روحانی پہلو کو بھی فلسفہ اور سائنس کی روشنی میں پیش کریں۔ اسکا عملی علم حاصل کریں کتابی علم پر اکتفا نہ کریں۔ اب بھی بیدار ہوں اور اپنے حلقہ کی گروہ کو صحیح راہ عمل پر لگائیں تاکہ انسانوں میں جذبہ محبت خلاص اور بھائیچارہ پیدا ہو۔ لڑنے اور لڑانے سے کسی کی مُکتی (نجات) ممکن نہیں ہوتی۔ فرقہ وارانہ جنگ نے عبد و معبود کے رشتہ کو روشن نہیں بنایا ہے۔ دنیاوی پستی کے علاوہ مذہبی توہین ہوتی ہے۔ روحانی بلندی اور قدرت کے راز و نیاز کا لطف انسان کے لئے مفقود ہو جاتا ہے۔

انسان کی نظر ناسوتی (نظر مادّی)، جو کچھ دیکھتی ہے۔

قدرت کا ایک ادنیٰ اور ہلکا سا نقش ہے۔ کائنات کی دلفریب خوبیاں اور ظاہری حسن اوسقدر دلکش نہیں ہیں جسقدر کہ منظر ملکوتی کے مشاہدات ہیں۔

آج میں نظر ملکوتی کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں یہ وہ نظر ہے جس سے مادی آنکھوں کی بینائی سے نہیں بلکہ روحانی آنکھوں سے غیر مادی دنیا کی سیر ہوتی ہے۔ اس مادی دنیا کے بعد جو دنیا اس دنیا سے لطیف تر ہے اور مادی نظر سے دکھائی نہیں دے سکتی ہے اسی کو عالم ملکوت کہتے ہیں۔ عالم برزخ یا ایسٹرل پلین بھی کہتے ہیں۔ ایسے ایسے سات عالم ہیں۔ اور ہر عالم کی سیر کے لئے اوسی عالم کی بینائی اپنی روحانی مشق وارتقائے روحانی سے پیدا کرنی پڑتی ہے۔ یہ بینائیاں انتہائی محنت، نفس کشی اور خودی وانانیت کے مٹانے سے حاصل ہوتی ہیں۔ ہر انسان میں یہ کمالات یکساں طور سے بہت کم ہوا کرتے ہیں۔ لیکن ابتدائی مدارج کے لئے زیادہ زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نظر ملکوتی پیدا ہوجاتی ہے۔ عالم برزخ کا منظر اسی زندگی میں سامنے آجاتا ہے۔

نظر ملکوتی کسی مرشد کی خوشی اور بخشش سے نہیں ملتی۔ بلکہ انسان کی لامعلوم پوشیدہ طاقتوں اور امکانات کے خزانہ کا ایک ادنیٰ ابھار ہے۔ یہ طاقت ہر قسم کے انسانوں میں کم وبیش پوشیدہ ہے۔ جو اس قوت کو جگاتا ہے وہ گوشِ ملکوتی اور نظر ملکوتی حاصل کرتا ہے۔ یہاں واضح کردینا زیادہ بہتر ہوگا کہ موجودہ سائنٹفک محاورہ میں نظر ملکوتی کو ASTRAL VISION یا CLAIRVOYANCE وغیرہ بھی کہتے ہیں اور عام محاورہ میں روشن ضمیر بھی اسی باطنی نظر رکھنے والے کو کہا جاتا ہے۔

اگلے زمانہ میں جبکہ دنیا ارتقائی منازل میں اب سے پیچھے تھی اوسوقت اس نظری طاقت رکھنے والے کی بڑی آؤ بھگت ہوا کرتی تھی۔ جھنڈ کے جھنڈ مرد اور عورت اظہار عقیدت کے جوش میں قدم چوما کرتے تھے اور خدا جانے کون کون سی مرادیں وابستہ رہتی تھیں۔ عام طور سے لوگوں کا خیال ہی نہیں بلکہ ایمان تھا کہ چند غیب کی باتیں بتادینے والا یا مشاہدہ کرنے والا دنیا کو دکھی ہونے سے بھی بچا سکتا ہے۔ ہر شخص کے دکھ درد ناپید ہوسکتے ہیں۔ بس یہ غرض اور لالچ بھی جس سے نظر باطنی والے مرکز تقدس و پرستش بنے تھے اور مرنے کے بعد بھی اونکی یاد مثل مذہبی پیشواؤں کے منائی جاتی ہے۔ آج بھی اندھی عقل اور اندھے اعتقاد کے انسان ہزاروں ایسے زندہ ہیں جو معمولی معمولی روحانی طاقت اور کرشمہ دکھانے والوں کے گرویدہ ہوا کرتے ہیں۔ باوجودیکہ یہ قوت خود ان میں بھی محفوظ ہے اور انکی نادانی یا جہالت سے مقفل ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نظر ملکوتی رکھنے والا انسان لازمی طور سے انسان کے دکھ درد کی دوا نہیں کر سکتا ہے۔ اگر اس پر قادر ہوسکتا ہے اور عوام کے دکھ کی کچھ بھی دوا کر سکتا ہے تو اوسکو نظر باطنی کی طاقت کے علاوہ کچھ اور طاقتوں کو بھی اپنے میں پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لئے باطنی ایثار و قربانی بھی ضروری ہے۔

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نظر ملکوتی کے حاصل کرنے سے آخر فائدہ کیا ہے؟ کیا صرف قدرت کے پوشیدہ نوازشوں کو دیکھکر خدا پر مزید یقین لاتا ہے یا اوسکی مخلوق کو کچھ فائدہ پہونچانا مقصود ہے؟ مجھے اس مضمون کے سلسلہ کے لئے جو کچھ تحریر میں لانا ہے اوسکے متعلق خلق اللہ کی خدمت اور اون ہستیوں کی خدمت ہے جو مرنے کے بعد عالم الارواح یا عالم ملکوت میں بیتاب اور بےچین پھرتی ہیں۔ زمانہ تک اون کی ارواحوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ جسم کثیف کو چھوڑکر روحانی پیکر میں بے سروسامان ہیں، مذہب سے لاپرواہی اور اعمال کی گندگی سے تاریکی میں سیدھی راہ ٹٹول رہی ہیں۔

جس طرح دنیا میں آفت زدہ اور مصیبت کے مارے طرح طرح کی بلا اور تکلیف میں مبتلا ہیں اور اپنے ہم جنس انسانوں کی ہمدردی کے محتاج ہیں۔ اسی طرح سے جو روحیں دنیا سے چھوٹ کر عالم ملکوت میں آتی ہیں وہ دنیا والوں سے زیادہ عالم برزخ میں لائق ہمدردی قابل امداد ہیں۔ اس عالم میں مصیبت برداشت سے باہر ہوتی ہے۔ اور انکی امداد کرنے والے بھی بہت کم ہوتے ہیں۔ یہانتک کہ اپنے بال بچے اور رشتہ دار بھی فراموش کرجاتے ہیں اور انکی ارواح سے ڈرنا شروع کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے کو اس عالم میں مدد کرنے کا اہل بنا سکتے ہیں وہ صرف روحانی علم وعمل سے اس خدمت کے اہل ہو سکتے ہیں تاکہ ارواح کو صحیح راہ بتا سکیں۔ دنیا کے تخیلات اور فرض کئے ہوئے سیکڑوں مغالطے دنیاوی لالچ اور رشتے کی بندھن روحوں کو سخت مصیبت میں رکھتی ہیں۔

عام انسان یا جو لوگ مذہب کے غلط پہلو پر اڑے بیٹھے ہیں وہ اس دنیا سے اوس دنیا کے باشندوں کی امداد کو ناممکن سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس روحانی عمل سے ذرا پست ہوکر نذر و نیاز اور فاتحہ خوانی کے قائل ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ جسکا فائدہ بھی روحوں کو کافی پہونچتا ہے۔

مان لیا جائے کہ ایک انسان جسکو عمل روحانی سے روحانی طاقت کچھ بھی حاصل ہو چکی ہے اور نظر باطنی کھل چکی ہے وہ عالم ارواح میں اپنے کو بقید ہواس جسم لطیف کے ساتھ پہونچاتا ہے اور جسم کثیف کو دنیا میں تنہا مقام پر چھوڑ دیتا ہے۔ عالم برزخ یا عالم ملکوت میں جو روحیں مختلف کیفیتوں میں مبتلا ہیں اور مصیبت بڑھتی جاتی ہے اونکے پاس جاکر بتایا جاتا ہے کہ وہ خودساختہ مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔ اونکو اس فریب اور مشکل سے کیونکر نجات حاصل کرنی چاہیئے۔ اور کیونکر صحیح راستہ پر چلنا چاہئے۔ کیونکر اون ظالمین اور بدکاروں کی گروہ اور جمگھٹے سے بچنا چاہئے۔ اپنے اپنے ہادیان دین کی بخششوں اور رہنمائی کی برکتوں کو کیونکر حاصل کرنا چاہئے۔ غرضکہ ایسی ہزار ہا ضرورتوں کی مجبوری دنیا سے کوچ کرنے کے بعد روحوں کو پیش آتی ہیں۔ اور عالم ارواح کی ہلچل اور زلزلہ انگیز لعنتیں اوسوقت تک جلد دور نہیں ہوسکتی ہیں جبتک کہ مادی دنیا کے انسان اونکی نجات کی فکر وکوشش نہ کریں۔ ارتقائی منزل حاصل کرنے کے لئے ایک انسان کے نجات کی کڑی کی بندش دوسرے انسان کے ساتھ

بندھی ہوتی ہے خواہ وہ کسی مذہب اور عقیدہ کا ہو۔ اسی وجہ سے ہر مذہب کے پیشوا نے اتحاد انسانی۔ اخوت اور بھائیچارہ پیدا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور قریب قریب بھائیچارہ اور خلوص پیدا کرنا بھی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ معاشرت دنیا کے علاوہ معاشرت ملکوتی بھی زیادہ ضروری اور کفیل ہے۔

آجکل یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ آپس کا چھوت چھات اور مذہب کا اختلاف بھائیچارہ نہیں ہونے دیتا ہے۔ یہ خیال غلط ہے ایک ساتھ کھانے سے نہ روحانیت زیادہ ہو سکتی ہے اور نہ اتحاد بڑھ سکتا ہے۔ عملی روحانیت میں تو چھوت چھات کی قید اور بھی سخت ہے۔ یوں تو ایک ہندو دوسرے ہندو کا پانی و کھانا استعمال کر سکتا ہے اسی طرح سے مسلمان ایک دوسرے کی چیزیں کھا پی سکتا ہے لیکن عملی روحانیت کے عامل کو تو اپنے سوا دوسروں کی پکائی ہوئی یا چھوئی ہوئی چیزوں کا کھانا بھی دشوار اور مشکل ہے۔ آخر درجہ تو یہاں تک آجاتا ہے کہ کسی کے ہاتھ کا چھوا ہوا خواہ وہ اپنا لڑکا ہی کیوں نہ ہو استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے۔

انسانوں میں بھائیچارہ۔ خلوص اور محبت پیدا کرنے کے لئے یہ لازمی نہیں ہے کہ عملی روحانیت کا مالک ہو۔ یوں بھی خلق اللہ کی بھلائی اور خدمت کر کے منزل ارتقائی حاصل کر سکتا ہے لیکن یہ ترقی سست اور طویل ہوگی اور اتنے دنوں تک مادی زندگی کا برقرار رہنا دشوار ہے۔ اگر روحانیت کا لگاؤ بھی رہا۔ اور سلامت روی کے ساتھ مذہبی پابندی کی گئی تو ارواح کے کاروان جو پہلے جا چکے ہیں اونکی بڑی خدمت ہو سکتی ہے۔

ایسے انسان زیادہ ہیں جنکو روحانیت کی دعوت کانٹی ہے۔ بعض مولوی صاحب یا پنڈت جی مذہب پر اعتراض سمجھتے ہیں۔ کبھی کبھی ہلکے سے کفر۔ شرک اور الحاد کا فتویٰ بھی دے دیتے ہیں۔ ایسی ذہنیت والوں سے محبت کرنا۔ یا اُنسے نفرت کرنا بھی روحانیت کے ماہرین کے لئے حرام ہے۔ بجائے نفرت اور عناد کے انکی ارتقاء کے لئے دست بدعا ہونا زیادہ مفید ہوگا۔ اسلئے کہ روحانی قوانین اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی کو بُرا بھلا کہا جائے۔ باوجودیکہ وہ شخص واقعی بُرا ہو۔ کیونکہ بُرے کو بُرا کہنا اوسکو اور بھی بُرا اور خطرناک بناتا ہے۔ انسان جو کچھ بولتا ہے یا خیال کرتا ہے اسکا مقناطیسی نقش فضا میں ابھرتا ہے اور اسکی مقناطیسی شعاعیں اگر اچھے الفاظ سے بنی ہیں تو اچھا اور بُرے الفاظ سے بنی ہیں تو بُرا اثر پیدا کرتی ہیں۔ اگر بُرا شخص بُرا اسطرح سے اور زیادہ بنایا گیا تو پھر اوسکی برائی اور بڑھ جائیگی اور اوس برائی میں شرکت لازمی طور سے ہماری بھی ہوگی کیونکہ ہم نے اپنی خیالی طاقت سے ان برائیوں کو اوس بُرے شخص سے پیوستہ کیا ہے۔ زندہ انسانوں سے زیادہ بُرائی کا اثر مردہ انسانوں کی روح کو ہوتا ہے کیونکہ ارواح کی قوت حرکت یقینی زیادہ قوی ہے بہ نسبت مادی قوت کے۔ روحیں تیز حس انسانوں سے ہوتی ہیں۔ یہ ہر خیال کے اثر کو جلد جذب کر کے کارفرما ہو جاتی ہیں اپنی عقل بہت کم صرف کرتی ہیں۔ اگر دنیا کا باشندہ انسان اپنی روحانی پرواز سے جسم ملکوتی کے ساتھ اوس عالم میں پہونچ گیا تو پھر ان منتشر خیال ارواح کو صحیح راستہ پر لگا کر آگے

بڑھا دیتا ہے۔

نوجوانوں کو سب سے پہلے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ کسی کے مذہبی تعلیم کو حقیر نہ سمجھیں۔ کسی مذہب کے جذبہ کو نہ ٹھکرائیں۔ کیونکہ ہر دین و مذہب میں صداقت اور خوبیاں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

تصوف کی باتیں

عالی جناب ام۔ کے نواب صاحب عظیم آبادی

نوٹ:۔ ذیل کا مضمون گرچہ مختصر ہے لیکن سمجھنے والے اسکا لطف ضرور اُٹھائیں گے۔ (اڈیٹر)

جب خالق حسن نے اپنے جمال لازوال کو خود مشاہدہ کرنا چاہا تو اس کے لئے اس نے مختلف آئینے خلق کئے۔ نورانی اور ملکوتی۔ آئینوں کے بعد ایک مادی آئینہ ایسا جمیع الصفات بنایا کہ جس کو دیکھکر وہ خود وجد کرنے لگا اور اسکا نام آدمؑ رکھکر تمام فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا۔ اس آئینہ میں خود بینی سے مراد صرف اتنی تھی کہ عینیت حقیقی یعنے آتم ادویتا ستا (THE TRUTH OF THE SELFs ONENESS) کا مسکت جواب غیریت اعتباری یعنے اتیسرا بھاسا (THE HYPOTHETICAL OTHERNESS) کے ذریعہ دید یا جائے اسی کو کسی صوفی شاعر نے یوں کہا ہے۔

درآئینہ گرچہ خود نمائی باشد — پیوستہ زخویشتن جدائی باشد
خود را بلباس غیر دیدن عجب است — کہ آن بوالعجبی کار خدائی باشد

خالق محبت کے عجب کرشمے ہیں اور اسکی عاشقی کے انوکھے انداز۔ ایک طرف تو وہ خود ہے اور دوسری طرف اسکا ہو بہو عکس بظاہر دونوں میں ذرا فرق نہیں لیکن پھر بھی وہ وہی ہے اور عکس عکس ہی ہے۔

یہ امر بالکل ہی غیر ممکن ہے کہ کسی دماغ میں کوئی خیال پیدا ہو اور اسکا اثر دماغ مقابل پر نہ پڑے۔ اسلئے کہ بغیر اس کے کسی تخیل کا کوئی لطف ہی نہیں ملتا۔ چنانچہ مقرر کو سننے والوں کی ایک فطری خواہش ہوتی ہے اور اسیطرح مصنفین کو پڑھنے والوں کی تمنا۔ اور یوں ہی ایک مصور یا آرٹسٹ کو اس کے کاموں کے سراہنے والوں کی تلاش۔۔۔

جب کوئی ایک شخص جو مختلف زبانوں کا ماہر ہو ایک ہی تخیل کو مختلف زبانوں کی مدد سے سمجھنے کے بعد دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے تو اسکے لطف کی انتہا نہیں رہتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سننے والا ایک ہی وقت میں مختلف ممالک کے رہنے والے مگر دلی دوستوں سے ملاقات کا مزہ لے رہا ہے۔۔۔

اگر تم اپنے محبوب کو صرف اپنے ہی ایسے لباس میں ملبوس دیکھنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری خود غرضی اور عشق کی خامی ہے۔ تمہیں تو اپنے معشوق کو طرح طرح کی دلکش پوشاک میں دیکھنا ہی مرغوب ہونا چاہیئے اور وہ کسی وضع قطع میں بھی ہو تمکو اسے پہچان لینے میں ذرا بھی تکلف نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر تم خود اپنے کو متعدد بار مختلف لباس میں دیکھو تو ایک بار بھی تمکو یہ دھوکا نہیں ہو سکتا کہ تم واقعی بدل گئے۔ اسیطرح

تمہارا محبوب کسی زبان میں بھی گفتگو کرے چاہے وہ سنسکرت ہو یا عبرانی۔ عربی ہو یا لاطینی۔ چینی ہو یا جاپانی۔ پالی ہو یا گورمکھی تمکو اپنے معشوق کا مطلب بہر صورت اسلئے سمجھ لینا چاہیے کہ در حقیقت سچے عاشق و معشوق کے درمیان کوئی شئے رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتی۔ بقول شاعر ؎

تفرقہ در نفس حیوانی بود   روح واحد روح انسانی بود

(اڈیٹر) میل ملاپ کے ساتھ پبلک کی ہمدردی

صوبہ بہار میں عموماً ہندو اور مسلمان معززین اس بات کی حس کر رہے ہیں کہ جہانتک ہو فرقہ وارانہ جنگ سے صوبہ بہار کو بچایا جائے اور اسکی مثال تمام ہندوستان پر پڑے اور مختلف فرقوں میں بھائی چارہ و خلوص پیدا ہو۔ اس غرض کے پورا کرنے کے لئے ایک ایک حضرات پانچ پانچ اور دس دس لائبریری میں اپنے پاس سے چندہ ادا کر کے رسالہ میل ملاپ جاری کرا رہے ہیں۔ میں اکبر علی کریم بھائی صاحبان کا خط ذیل میں شایع کرتا ہوں۔ جس سے عام پبلک کی ہمدردی کا ثبوت ملتا ہے۔

دوسرے صوبوں کے معززا اور ہمدرد اشخاص سے اپیل ہے کہ اگر آپ پیغام اتحاد اور پیغام صلح اپنے بھائیوں میں پہونچانا چاہتے ہیں تو رسالہ میل ملاپ اس خدمت کے لئے حاضر اور موجود ہے۔ اسکو ہندوستان کی لائبریریوں میں۔ انجمنوں میں اور تعلیم گاہوں میں جاری کرائیں۔ اور اسطرح سے ملک کی خدمت کریں جو صاحب رسالہ جاری نہیں کرا سکتے ہیں وہ آپس کے میل اور بھائی چارہ پر مضمون لکھکر بھیجدیا کریں (اڈیٹر)

آپکا رسالہ قابل تعریف ہے

از

عالیجناب اکبر علی کریم بھائی چوک بازار۔ اجین

تسلیم آنکہ عرض ہے کہ رسالہ میل ملاپ کے چار نمبر آپ کی طرف سے آچکے ہیں۔ پہلے ایک نمونہ کے لئے خط لکھا تھا نمونہ کے علاوہ آپ خریداری کے ۳ کاپی روانہ فرمایئے ہیں۔ آپکا رسالہ قابل تعریف ہے آپ کے خیالات سے ہمیں کامل اتفاق ہے ہندوستان کی نجات امن اور ترقی آپس کے اتحاد اور میل ملاپ ہی میں مضمر اور پوشیدہ ہے۔ آپکے رسالہ کی نسبت یہاں مقامی شہری یوراج جنرل لائبریری میں جاری کروانے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ آپ کا پیغام سینکڑوں لوگوں کو پہونچے۔

دلچسپ معلومات اور صحت کے اصول

عالیجناب سید علی حیدر آرزوی صاحب صفیر بکڈپو مرادپور پٹنہ

ہندوستان کے کالج اور اسکول = آرٹ کالج (۲۱۱) انجیرنگ کالج (۷) لا کالج (۱۳) زراعتی کالج (۵) تجارتی کالج (۱۴) طبی کالج (۸) ٹرینگ کالج (۲۱) ویٹرنری کالج (۳) جنگلات کالج (۲) میزان (۲۸۴) ہائی اسکول (۲۶۰۴) مڈل سکول (۳۳۳۰) مڈل ورنیکلر سکول (۴۲۹۹) پرائمری اسکول (۱۹۹۷۰) خاص اسکول (۷۷۰۴) میزان کل (۲۵۹۳۳)

بچوں کو چاہیئے کہ وہ ہر روز کھلے میدان میں جاکر کھیلیں کودیں۔ پانی میں نمک ملاکر غرارے کرنے سے منہ کی بدبو زائل ہوجاتی ہے۔ مکوکی بھاجی پکاکر کھانے سے استسقا اور ورم جگر میں نہایت مفید ہے۔ جو عورت بچہ کو زیادہ عرصہ تک دودھ پلائے اُسکی آنکھیں کمزور ہوجاتی ہیں۔ سانس ہمیشہ ناک کے ذریعہ لینی چاہیئے کیونکہ ناک کے ذریعہ ہوا صاف۔ گرم اور چھنی ہوئی داخل ہوتی، جو پھیپھڑوں کو طاقت دیتی ہے منہ کے ذریعہ داخل ہونیوالی ہوا پھیپھڑوں کیلئے مضر ہوتی ہے۔ پاؤں کے تلوے صاف رکھنے سے دماغ صاف رہتا ہے۔ مکانات کی تمام کھڑکیاں اور دروازے ہر روز کھول دینے چاہیئے تاکہ دھوپ اور تازہ ہوا اندر آسکے۔ پیدل ہواخوری کے دوران میں اگر ایک آدھ نارنگی یا کوئی اور پھل کھایا جائے تو ہواخوری کا اور بھی فائدہ ہوتا ہے۔ ہفتہ میں ایک دن مکمل فاقہ کرنے سے صحت عمدہ رہتی ہے۔ کمرہ میں تھوڑا سا برادہ صندل جلادینے سے مچھر مرجاتے ہیں، تنگ ٹوپی۔ تنگ کالر۔ تنگ بنیائن۔ تنگ اچکن اور تنگ کوٹ صحت کیلئے سخت خطرہ ہیں۔ لیٹ کر پڑھنے میں روشنی مطالعہ کرنیوالے کی لیشت پر ہوتی چاہیئے تاکہ روشنی صرف کتاب پر پڑے اور آنکھ پر نہ پڑے۔ پان کھانے والوں کو نمک اور سرسوں کا تیل دانتوں پر ملنا ضروری ہے۔ تمباکو نوشی سگریٹ نوشی آنکھوں کیلئے مضر ہے اور دماغ کیلئے نقصان دہ اور پھیپھڑوں کیلئے خطرناک ہے۔ ننگے پاؤں پھرنے سے زکام کھانسی اور سرسام ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ چہرہ پر کریم کی مالش کرتے وقت سوائے ناک کے نیچے سے اوپر کی طرف مالش کرنی چاہیئے ورنہ جلد لٹک پڑیگی۔ موٹے آٹے کی روٹی اور شہد کا استعمال دائمی قبض کیلئے مفید ہے۔ ہکلے آدمی اگر کان میں بات کریں تو رکاوٹ کم ہوتی ہے یا دس روز تک بالکل بولتے نہ دیں۔ پھر رفتہ رفتہ آہستہ بولنے کی مشق کریں۔

سرکاری اطلاع

صوبہ کے تعلیمی نظام میں تبدیلی کی ضرورت

تعلیمی کمیٹی کی سفارشات پر ایک نظر

۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء کے ایک ریزولیشن کے ماتحت بہار کی صوبائی حکومت نے ایک کمیٹی صوبہ کی تعلیم کا جائزہ لینے اور فوقانی اور تحتانی اور صنعتی و حرفتی تعلیمات کی توسیع کے احکامات پر غور کرنے کے لئے مقرر کی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر پروفیسر کے ٹی شاہ تھے اور بابو راجندر پرشاد، ڈاکٹر سچدانند سنہا، ڈاکٹر ذاکر حسین شیخ الجامعہ اور مسٹر غلام السیدین پرنسپل علی گڈھ ٹریننگ کالج جیسی شخصیتیں اس کمیٹی کی رکن تھیں۔ کمیٹی مذکور نے سکنڈری (وسطانی) پرائمری۔ تحتانی تعلیم کے علاوہ یونیورسٹی کی فوقانی تعلیمات پر ایک تنقیدی نظر ڈال کر اپنی رپورٹ مرتب کر دی۔ تعلیم کے دوسرے شعبوں پر بھی نظر ڈالی جائیگی اور رپورٹ مرتب کی جائیگی۔ کمیٹی نے اپنی سفارشات کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے جن کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

پرائمری تعلیم

صوبہ کا ہر وہ لڑکا جس کی عمر مدرسہ جانے کے قابل ہو گئی ہو اس کو ابتدائی تعلیم حکومت کی طرف سے مفت ملنی چاہیئے۔ ابتدائی تعلیم کی عمر کمیٹی نے ۷ سال سے ۱۴ سال تک مقرر کی ہے اور سفارش کی ہے کہ اس تعلیمی پروگرام کو تدریجاً جبری بنا دیا جائے۔

کمیٹی مذکور نے صوبہ کے تمام معاشرتی میلانات کا احترام کرتے ہوئے یہ سفارش کی ہے کہ جہاں تک لڑکیوں کی جبری ابتدائی تعلیم کا تعلق ہے وہاں تک حکومت کو یہ چاہیئے کہ وہ ۱۲ سال کی زیادہ عمر والی لڑکیوں پر جبری تعلیم کے قانون کا نفاذ نہ کرے اور جبری تعلیم کے قانون کو بتدریج وسعت دے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ تمام قابل تعلیم بچے جن کی تعداد ۲۰ بیس کروڑ سے زیادہ سمجھی جاتی ہے اس کے حدود میں آجائیں۔ اس ابتدائی تعلیم کے طریقۂ کار کو بچوں کے مذاق، طبیعت کے مطابق ایسا ہونا چاہیئے کہ یہ تعلیمی سرگرمیاں ان کے لئے ایک دلچسپ مشغلہ بن جائیں۔

گود کے بچوں کی تعلیم کا نظم

چونکہ قدرتاً بچوں کا زمانہ ان کی پیدائش سے لیکر ۵-۶ سال تک کی عمر تک ہے اور تمام والدین اس قومی امانت کی صحیح پرداخت نہیں کر سکتے ہیں اسلئے کمیٹی نے ۳ سے ۶ سال

تک کے بچوں کے لئے موڈل ادارے اور تربیت خانے
کینڈر گارٹن سسٹم کے اصول پر جاری کرنے کی سفارش کی ہے
اور یہ بھی زور دیا ہے کہ گورنمنٹ اس مقصد کے لئے مشق یافتہ
معلمین اور معلمات فراہم کرے استادوں سے زیادہ اس سلسلہ
میں اُستانیاں چھوٹے بچوں کے لئے نفع رساں ثابت ہونگی اسلئے
ضرورت ہے کہ تعلیم یافتہ عورتوں کی توجہ کو اس نئے پیشہ کی طرف
متوجہ کرنیکی کوشش کی جائے۔ ۱۰ سال کی عمر تک بچوں اور بچیوں
کی ایک ساتھ تعلیم ہو اور مخلوط تعلیم کے طریقہ کو اس عمر تک جائز سمجھا
جائے مگر فی الحال لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جو جداگانہ مدارس
قائم ہیں ان کے نظم کو برہم نہ کیا جائے۔ جہاں تک مذہبی تعلیم کا
تعلق ہے کمیٹی کا خیال ہے کہ پبلک اور سرکاری روپوں سے جو اسکول
جاری کئے جائیں ان میں باقاعدہ مذہبی تعلیم سرکار کی طرف سے
نہ جاری کی جائے اور اس سلسلہ میں حکومت کی طرف سے سہولتیں
مہیا کی جائیں۔

انہیں بہرحال مہیا کیا جائے۔ بچہ کی ترقی اور جسمانی تندرستی
کا خاص لحاظ رکھا جائے۔ جسمانی ورزش اور کھیل کود کی اسامیاں
فراہم کی جائیں اور درسگاہوں کا ہمیشہ طبی معائنہ بھی ہوتا رہے
کمیٹی کا خیال ہے کہ ان درسگاہوں کا ایک دن بطور قومی تہوار
کے مقرر کیا جائے جس میں ہر جماعت اور ہر فرقہ کے معلمین حصہ لیں
چونکہ حسب ضرورت اچھے معلمین کا صوبہ میں قحط ہے اسلئے کمیٹی سفارش
کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ٹریننگ اسکول کھولے جائیں اور اگر ممکن
ہو تو ضلع اسکولوں کو ٹریننگ سکول میں تبدیل کر دیا جائے صوبہ
کی تعلیمی سرگرمیوں کی نگرانی کرنے کے لئے ایک تعلیمی بورڈ قائم کیا
جائے کمیٹی نے صوبہ کے تعلیمی نظم و نسق معلمین کی ملازمت کے قواعد
وضوابط کے متعلق بھی سفارشیں کی ہیں یہ تفصیلات اس چھپی
ہوئی رپورٹ سے معلوم ہو سکتی ہے جو سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ پریس
گلزار باغ سے قیمتاً مل سکتی ہے۔ درس و تدریس کا سہل ترین
طریقہ اور موجودہ امتحانات کے سلسلے میں تبدیلی کے امکانات پر
بھی کمیٹی نے غور و فکر کر کے نئی ہدایات مرتب کی ہیں۔

سکنڈری ایجوکیشن (درمیانی تعلیم)

کمیٹی کے خیال میں وسطانی تعلیم کا جو طریقہ صوبہ میں جاری ہے
وہ جہاں تک مفاد عامہ کا تعلق ہے اپنے مقصد میں انتہائی ناکام
ہے ان کے خیال میں موجودہ طریقہ بہت زیادہ ادبی، شاعرانہ اور
زندگی کی حقیقتوں سے بہت دور ہے۔ انگریزی تعلیم پر خواہ مخواہ
کا زور دیا جاتا ہے اور انفرادی اور اجتماعی میلانات کے علاوہ حالات
اور ماحول کی تفریق کو بالکل نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ موجودہ تعلیم
کو افراد اور جماعت کی ماحولی ضروریات کے مطابق ہونا چاہیے
جہاں تک وسطانی تعلیم کا تعلق ہے کمیٹی اس کو جبری بنانے کے حق
میں نہیں ہے وہ اس تعلیم کو مفت بھی کرنا نہیں چاہتی۔ ہاں البتہ
عورتیں اور پست قبائل اس قاعدہ سے مستثنیٰ کئے جا سکتے ہیں درمیانی
تعلیم کو ۱۱-۱۲ سال کی عمر سے شروع ہو جانا چاہیے اور ۱۶-۱۷
سال کی عمر تک ختم ہو جانا چاہیے۔ اس تعلیمی منزل میں لڑکیوں کے
لئے جداگانہ اسکول ہوں اور ان کی تعلیمی حوصلہ افزائی کے بعض خاص
سہولتیں اور خاص دلچسپیاں بھی پیدا کرنی چاہئیں۔ سکنڈری
اسکولوں کی تعداد اور ان کی نوع کا تعین مقامی حالات پر منحصر
کیا جائے نمونہ کے طور پر چند صوبائی مرکزی اسکول حکومت کی
طرف سے قائم کئے جائیں۔ طلبا کو حکومت خود اختیاری کی مبادیات

سے روشناس کرانیکی غرض سے ہر اسکول کے ساتھ ایک پارلیامنٹری ادارہ کو اپر یٹو سوسائٹی یا کلب وغیرہ قسم کی انجمنیں بھی ہوں۔ جن کا نظم ونسق قطعی طلبا کے ہاتھوں چھوڑ دینا چاہیے۔ ذریعہ تعلیم ہندوستانی ہو لیکن صوبہ میں جن کی مادری زبان ہندوستانی نہ ہو ان کو ان کی مادری زبان سیکھنے کی بھی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ تعلیم یافتوں کی بے روزگاری کو دور کرنے کی غرض سے کمیٹی نے عملی کاموں کا تمام محکموں میں اُمیدواری کے طریقہ کو توسیع دینے کی خاص سفارش کی ہے معلمین کے انتخاب اور ان کے حقوق کی نگہداشت کے سلسلے میں بھی کمیٹی نے مفید سفارشیں کی ہیں۔ امتحانات کے موجودہ طریقہ کو ناپسند کرتے ہوئے کمیٹی نے ایک نیا طریقہ کا استدلال یا ہے جس کی تفصیل مطبوعہ رپورٹ میں مل سکتی ہے۔ ہریجنوں کے لئے علحدٰہ اسکول کے قیام کو ناپسند کرتی ہے اور کسی سرمایہ دار طبقے کے لئے بھی خاص اسکولوں کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ وسطانی مدرسوں کو عوام اور ان کے علاوہ پیشہ ورانہ اداروں اور تجارتی حلقوں سے رابطہ قائم رکھنا چاہیئے درمیانی تعلیم کے موجودہ نظم ونسق سے بھی کمیٹی مطمئن نہیں ہے اور اس سلسلے میں اس نے بہت ہی مفید سفارشیں کی ہیں۔

یونیورسٹی کی فوقانی تعلیم

کمیٹی نے پٹنہ یونیورسٹی کی ازسرنو تنظیم کی سفارش کی ہے سفارش کرتے ہوئے اس کے تعلیمی اور تنظیمی ضوابط میں بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت محسوس کی ہے۔ اس کے خیال میں یونیورسٹی کو اپنے تعلیمی شعبوں کی ازسرنو تنظیم کرنے کے بعد ایم۔اے۔ وغیرہ کی تقسیم کا ایک بلاواسطہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔

یونیورسٹی کے دستور وضوابط کو نسبتاً پہلے سے زیادہ جمہوری ہونا چاہیئے۔ یونیورسٹی سنیٹ میں ممبروں کے انتخاب کا جو طریقہ ہے اس کو اور جمہوری بنانے کی ضرورت ہے۔ اسلئے ان دہندگان کے حلقہ کو پہلے سے زیادہ وسیع تر ہونا چاہیئے۔ سنڈیکیٹ کی تنظیمی مجلس کے علاوہ ایک تعلیمی مجلس بھی ہونی چاہیئے جو تعلیمی سرگرمیوں کی نگراں رہنما اور ذمہ دار ہو۔ یونیورسٹی کے تنظیمی معاملات کے سلسلے میں نئی سفارشات پیش کرتے ہوئے کمیٹی نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ یونیورسٹی پر سرکاری اثرات کو کم سے کم کر دینا چاہیئے۔ گورنمنٹ کے لئے لازم ہے کہ وہ فوقانی تعلیمات کے سلسلے میں جتنی رقم صرف کر رہی ہے وہ سب کی سب یونیورسٹی کی مرضی اور فیصلہ پر چھوڑ دے۔ کمیٹی کے خیال میں وائس چانسلر کی نامزدگی کا جو طریقہ ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اس کی جگہ انتخاب کا طریقہ جاری ہونا چاہیئے۔ منتخب شدہ وائس چانسلر تین سال تک اپنے عہدہ پر رہے اور تعلیمی معاملات کے سلسلے میں اس کی حیثیت گورنمنٹ کے ایک مشیر کی ہو اور اسے ایک مناسب اعزازی تنخواہ بھی دی جائے۔ ایم۔اے کی تعلیمات کے لئے کمیٹی نے ایک پوسٹ گریجویٹ بورڈ بنانے کی ضرورت محسوس کی ہے صنعتی اور حرفتی تعلیمات کے سلسلے میں ایک تحقیقاتی شعبہ قائم کرنے کی کل سخت ضرورت ہے اسی سلسلہ میں صوبہ کے مشہور حرفتی اداروں اور کارخانوں کا اشتراک عمل حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ اس قسم کے فنی اداروں کے قیام کیلئے یونیورسٹی کے ذمہ دار ارکان کو ایک عملی خاکہ بنانے کی دعوت دے۔ کمیٹی کا خیال ہے کہ موجودہ حالات میں یونیورسٹی کی تعلیم کا لسانی ذریعہ انگریزی زبان رہے اور

اس عرصہ میں صوبہ کی زبان کو اس طرح ترقی دینے کی کوشش کی جائے کہ وہ جلد سے جلد ذریعہ تعلیم بنے کی اہل ہو جائے صوبہ کے وہ طلبا جو عملی اور تحقیقاتی تجربہ حاصل کرنے کی غرض سے غیر ممالک میں جائیں ان کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا کی جائیں اور یونیورسٹی کے مالی وسائل کو بڑھانے کے لئے بھی تمام امکانی ذرائع کام میں لائے جائیں۔

کم سن دوستو! تمہارا فریضہ

اڈیٹر

اسوقت جبکہ دنیا میں تباہی و بربادی کی آگ سلگ رہی ہے۔ انسانیت کے دشمن یورپ کے سربلند مغرور ڈکٹیٹر اپنی کثافت نفس سے خون کی ہولی کھیل کر تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ اپنی شاطرانہ چال سے دنیا کو اپنے ناگہانی حملوں سے ڈرا رکھا ہے۔ ہر ملک کے باشندے اپنے ملک کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں اسوقت دنیا کی بہترین دماغ رکھنے والی ہستیاں مصلح قوم و آدرشی (IDEALIST) بھی سوچ بچار کر کے ایک نئی دنیا کے اصول قواعد کے طریقہ بنا رہے ہیں۔ مختلف اشخاص کی مختلف رائیں شائع ہو رہی ہیں۔ موجودہ جنگ لازمی طور سے دنیا کے ہر گوشہ زندگی میں انقلاب پیدا کر کے رہیگی اور اسکے زد سے کوئی چیز بچ نہیں سکتی ہے۔ کیونکہ اس منحوس لڑائی نے دنیا کو کافی طور سے متحرک اور بے چین کر دیا ہے اور موجودہ شائستگی و نظام کی بیخ و بنیاد کو ہلا دیا ہے۔

آج کی دنیا تو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اور اسکے نتائج بھی ظاہر ہیں لیکن کل کی دنیا ہمارے کم سن دستوں اور نوجوانوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔ اسلئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختلف نقطہ نگاہ سے نئے تجاویز اور مستقبل ترتیب پر بچار کیا جائے اور تعمیری تجاویز کو زیر غور رکھتے ہوئے نئی دنیا کی ترتیب پر بھی نگاہ رکھی جائے۔ خواہ موجودہ تجاویز کو رد کر دینا پڑے یا انکی خوبیوں کو آئندہ اختیار کرنا پڑے لیکن نوجوانوں کو ایک روز اس پر عمل کرنا ہی پڑیگا چاہے یہ کسی ملک کے باشندہ ہوں۔ یہ ہی دنیا کی عمارت نو کے معمار ہونگے اور انہیں کی ذمہ واریوں پر نئی تہذیب۔ نیا تمدن ملکی آزادی۔ عدل۔ بھائیچارہ۔ اور امن و امان پنپتے ہوئے نظر آئینگے۔ نوجوانوں کی رضامندی اور شرکت کے بغیر کوئی اسکیم سرسبز نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ آئندہ کی دنیا انہیں کے ہاتھوں سے آباد ہوگی اور انہیں کے دماغی کاوش کا نتیجہ ہوگا۔

ایسی اسکیم اسوقت بھی دنیا کے مختلف مقاموں میں پیش ہے۔ موجودہ نسل انسانی اپنے اپنے اصول اور رواج زندگی اور ضروریات زندگی کے مطابق سوچ رہی ہے۔ اور خدا معلوم خاتمہ جنگ تک کتنی بیش بہا اسکیم پیش نظر رہیگی۔ کلیرنس۔ کے۔ اسٹریٹ کی ایک اسکیم جسکا نام "یونین نو" (UNION NOW) ہے اسوقت

زیادہ شہرت حاصل کررہی۔ آئندہ کہاں تک اس کو رائے عامہ سے تقویت پہونچیگی اسکو زمانہ ہی بتا سکیگا۔ اسکے متعلق کوئی خاص رائے قائم کرنا قبل از وقت ہے۔

فیڈرل یونین کا تخیل جیسا کہ بعض معزز حلقہ سے تقویت حاصل کررہا ہے اور ذمہ دار اشخاص اسکی تائید اس خیال سے کررہے ہیں کہ یہی اسکیم پولیٹیکل اور اقتصادی پیچیدگیوں کو جو کہ اسوقت دنیا میں رونما ہے حل کردیگی۔ اس کے آخری نتیجہ پر ابھی کوئی رائے زنی نہیں کی جاسکتی ہے کہ یہ تجویز اپنے مقررہ وقت پر جسوقت اسکی ضرورت ہوگی کہاں تک کامیاب ہوگی اور دنیا کا رخ کیا ہوگا یہ بتانا بڑی جسارت ہوگی۔ لیکن اتنی بات تو مانی ہوئی ہے کہ نظام عالم اور انسان کے بنائے ہوئے قوانین میں سخت سے سخت تغیر اور تبادلہ ہوگا۔ بہتیروں کے اقتدار ملیامیٹ ہوجائینگے اور بہتیری جماعتیں یا حلقے صاحب اقتدار ہوجائیں گی۔ موجودہ نصاب تعلیم کو کھوکھلے درخت کی طرح کاٹ چھانٹ کر پھینکدیئے جائینگے۔ انہوں نے دنیا میں شانتی اور امن پیدا کرنے میں کوئی امداد نہ پہونچائی۔ جہالت اور بیکاری مٹانے کے لئے ملک کا روپیہ پانی کی طرح سے بہایا جائیگا۔ سامان جنگ اور سامان بربادی کے فراہم کرنے میں اصراف نام تباہی ہوا کرینگے۔
افلاس۔ غربت اور بیماری سے نجات دلانے کے لئے بہترین انتظامات ہوں گے۔ ان انتظامات کے سلسلہ میں ہندوستان کو بھی بیدار ہونا پڑیگا۔ نوجوانوں کو ہاتھ بٹانا پڑیگا۔ ہندو مسلم اور فرقہ وارانہ جھگڑے اگر اسوقت نہ مٹ سکے تو اوسوقت مٹانا پڑیگا۔ آئندہ ترقی جھگڑا اور نفاق رکھتے ہوئے نہیں ہوسکتی ہے۔ ہر گھر میں اتحاد بھائی چارہ اور خوشی کی لہر دوڑیگی۔ دنیا کا آئندہ مذہب بھی وہ مذہب نہ ہوگا جسکی مٹتی ہوئی نشانی آجکل موجود ہے۔ کہنے کو تو ہر مذہب والا اپنے مذہب کا پابند اور دلدادہ ہے مگر عمل کے میدان میں ہر شخص کچا اور کھوٹا نظر آرہا ہے۔

ہم اپنے کم سن اور نوجوان دوستوں سے یہ ضرور کہینگے کہ بظاہر مستقبل اچھا اور بڑا خوشگوار دکھائی دے رہا ہے۔ اور اس دنیا کی مصیبت کے پردہ میں دائمی صلح اور امن کی کرن چمکتی ہوئی نظر آرہی ہے لیکن اس کی کامیابی اور اس خواب کی تعبیر نوجوان کی سعادتمندی۔ سلامت روی۔ آپس کی محبت اور نیک نیتی پر منحصر ہے۔ اس کے لئے نوجوانوں کو ابھی سے تیار ہونا چاہیئے۔ اپنے چلن اور اصول زندگی کو اس طرح سے بنانا چاہیئے کہ لغزش اور کمزوری کا نام تک نہ ہو۔ اور دنیا کے دوسرے نوجوانوں سے کسی طرح سے ہندوستانی نوجوان تہذیب اور اصول زندگی میں کمزور نہ پڑیں۔ بلکہ دنیا کو اپنی خوبیوں کی شعاعوں اور کرنوں کی چمک دکھا کر سیدھی راہ بتائی جائے۔

सब धर्मों का मेल

श्री परमहंस राम-कृष्ण देव जी के वचन

("श्री श्री राम-कृष्ण श्री के उपदेश" नामक पुस्तक से निकाल कर)

गैस (या बिजली) की रोशनी एक ही स्थान से तो निकलती है। परन्तु शहर में नाना स्थानों में नाना भाँति से जलती रहती है। वैसे ही भिन्न भिन्न देशों के और भिन्न २ जातियों के धार्मिक लोग उसी एक ईश्वर से आते हैं; परन्तु नाना देशों में नाना भावों से प्रकट होते हैं।

माता का स्नेह तो सब लड़कों पर समान है, किन्तु किसी को पूड़ी और किसी को खील और बताशा आदि जिसको जैसा आवश्यक समझती है, उसके लिये वे वैसा ही प्रबन्ध करती हैं। इसी प्रकार भगवान भी भिन्न २ साधकों को शक्ति और अवस्था के अनुसार साधन का प्रबन्ध करते हैं।

\+ + + +

इस जड़वादिता (Materialism) के युग में आध्यात्मिकता या विश्व-बन्धुत्व का सिद्धान्त किस को पसन्द आयेगा? इस जमाने में कितने व्यक्ति हैं जो "वसुधैव कुटुम्बकम्" का उपदेश सुनना पसन्द करेंगे—उसके अनुसार चलना तो दूर रहे? आज तो सभी अपनी अपनी डफली लेकर अपना २ राग अलापने में मस्त हैं। स्वार्थ का बोलबाला है, "जिसकी लाठी उसकी भैंस" वाली कहावत चरितार्थ हो रही है। इसी से तो आज की दुनिया में इतनी अशान्ति छाई हुई है।

* * * *

बड़े २ विचारशील पुरुष बीच बीच में भड़क उठने वाली खूँ-रेजी, आपस के लगातार बैर-विरोध, निरन्तर बढ़ते हुए मनोमालिन्य को दूर करने में एड़ी का पसीना चोटी कर रहे हैं, तौभी कोई रास्ता नजर नहीं आता। मेरी तुच्छ बुद्धि में इसका एक ही निपटेरा हो सकता है, और वह है माताओं के हाथ में।

* * * *

मातायें यदि अपनी सन्तानों को बचपन ही से भाईचारे के भाव (Universal Brotherhood) की शिक्षा देने लगें तो कुछ दिनों के बाद जो नागरिक तैयार होंगे वे विश्व-बन्धुत्व के भाव में सने होंगे—किसी जाति या मनुष्य के प्रति उनके हृदय में द्वेष का भाव लेश-मात्र भी न होगा। इस तरह कुछ दिनों के बाद जाति जाति के, मनुष्य मनुष्य के भेद-भाव का सर्वथा लोप हो जायगा।

* * * *

गत महायुद्ध के बाद, यदि यूरप के भिन्न भिन्न देशों की मातायें अपनी संतानों को शांति, एकता, और भाईचारे की शिक्षा दी होतीं तो आज का यह विनाशकारी युद्ध कभी संभव न था। किन्तु हुआ ठीक इसके उल्टा। दलित देशों की माताओं ने अपनी संतानों के रग रग में लड़कपन ही से विजेता जातियों के प्रति विद्वेष का भाव भर दिया। फल यह हुआ कि जो नागरिक तैयार हुए वे एक खास उद्देश्य से तैयार हुए—वह उद्देश्य था शत्रुओं से बदला लेने का। वर्तमान युद्ध का मूल कारण मातायें हैं। यदि मातायें चाहें तो संसार से युद्ध का सर्वथा लोप हो जाय। क्या मातायें इसको अपने हाथ में लेंगी?

कुछ इधर उधर की

(ले०—श्रीमती बख़्शी जी, पटना)

यूरप में जो लड़ाई चल रही है उसके विषय में 'मेल-मिलाप' की कई पाठिकाओं ने "युद्ध और स्त्रियां" विषय पर मेरी निजी स्वतन्त्र सम्मति माँगी है। मैं नहीं जानती कि मेरी सम्मति का मूल्य ही क्या है ? किन्तु चूँकि सभी स्त्रियाँ इस महत्वपूर्ण विषय पर अपनी राय देने के लिये स्वतन्त्र हैं, मैं भी कुछ कहूँ तो शायद मैं अपने दायरे के भीतर ही रहूँगी।

* * * *

मेरा ख़याल है कि इस पृथ्वी के कई टुकड़े कर और उन टुकड़ों का भिन्न भिन्न नाम, जैसे, इंगलैंड, जर्मनी, हिन्दुस्तान, आदि देने के बदले इसे सम्पूर्ण ही रहने दिया जाय और एक ही नाम 'प्राणी-स्तान' रखा जाय तो आज के लड़ाई झगड़े का सर्वथा लोप हो जाय। इस पृथ्वी पर मनुष्यों के रहने का जितना अधिकार है, उतना ही हक़ दूसरे प्राणियों का भी है। जैसे हम उस पिता की संतान हैं, वैसे ही सभी प्राणी उसी एक पिता की संतानें हैं। इसलिये इसे 'प्राणी-स्तान' जीव-स्तान, कहना ही ठीक है।

* * * *

चूँकि पृथ्वी के सभी प्राणी मनुष्यों से नीचे दर्जे के हैं, उनकी रक्षा का भार मनुष्यों पर ही आता है। यदि यह विचार हमारे हृदय में स्थान पा जाय तो आज दिन छोटे २ प्राणियों के साथ हमारा जो निर्दयता का बर्ताव होता है उसमें बहुत कुछ परिवर्तन हो जाय और हमारे मूक असहाय 'छोटे भाइयों' का बड़ा कल्याण हो—कीड़े-मकोड़े, पशु-पक्षी आदि तो हमारे "छुट भैया" ही हैं न !

* * * *

अब, मनुष्य-समाज को लीजिये। मनुष्य प्राणियों की एक खास जाति है। चाहे वह हिन्दुस्तान में रहता हो, चाहे इंगलिस्तान में, चाहे ध्रुवों पर या मरु-भूमि में, चाहे नगरों में या जंगलों में, वह है मनुष्य ही। उसे चाहे हम ब्राह्मण के नाम से पुकारें, चाहे हरिजन नाम से, चाहे उसका चमड़ा सुफेद हो या काला, है तो वह मनुष्य ही; चाहे वह बालक हो या युवा या वृद्ध, चाहे वह पुरुष हो या नारी—है तो वह इन्सान ही और है तो वह उसी परम परमात्मा का पुत्र जिसे हम भिन्न २ नामों से पुकारते हैं।

* * * *

भिन्नता को ही प्रकृति कहते हैं। दिन रात कभी समान नहीं होते। आज का दिन कल के दिन से भिन्न है। सूर्य कभी भी एक नहीं रहता—जिस सूर्य को आज हम देख रहे हैं वह, वह सूर्य नहीं है जिसे हमने कल देखा था, या देखेंगे। नदियां क्षण क्षण बदल रही हैं। उसी प्रकार सभी मनुष्य एक नहीं हैं—कोई तो अधिक विकसित हैं और कोई कम। जो अधिक उन्नत हैं उन्हीं के साये में कम उन्नत मनुष्य आश्रय लेते हैं। किन्तु वे इसका बेजा फ़ायदा उठाते हैं और अपनी उंगली का सहारा दे पतितों को उठाने के बदले उन्हें और भी नीचे गिराते जाते हैं। इसका फल प्रत्यक्ष है—उन्नत व्यक्ति उन्नति करने के बदले नीचे गिरते जाते हैं। "आप गये, औरन को घालें।"

ग्रामिण—आमदनी तो अच्छी है, परन्तु वह क़र्ज़ में नाक तक डूबा हुआ है।

पुरोहित—(स्वतः) तब माल तो खूब पटेगा। (मल्लू दास के दरवाजे पर) दासजी, आपका लड़का हमें पसन्द है।

मल्लू दास—पण्डित जी, आपके यजमान की हैसियत क्या है? मेरे लड़के का मोल अधिक है।

पुरोहित—मेरा यजमान लाखपती है और उनको एक ही लड़की है।

मल्लूदास—(आपही आप) यदि लाखपती हैं और उनको एकही लड़की है तो ऐसा सम्बन्ध जरूर करना चाहिये। समधी की मृत्यु के बाद सब सम्पत्ति हमारे ही लड़के की होगी। (प्रकट) हाँ, पण्डितजी, आप के यजमान के भाई भतीजे भी हैं?

पुरोहित—जी नहीं; उनको सिर्फ एक ही लड़की है। यही लड़की वारिश है।

मल्लूदास—वाह! वाह खैर मैं शादी के लिये तैयार हूँ। बतलाइये आप क्या क्या दिलावेंगे?

पुरोहित—यजमान हमारे लाखपती हैं। आप अगर पण्डित ब्राह्मण और दरबारी लोगों को खुश कर सकेंगे तो आप भी खुश हो जावेंगे।

मल्लु—अजी! साफ़-साफ़ कहिए कितना देंगे।

पुरोहित—अगर मेरी दक्षिणा मामूली रहेगी तो एक हजार दो हजार बस है। नहीं, अगर सैकड़ा पचीस दें तो पांच हजार तक तिलक दिला सकता हूँ

मल्लू—(आप ही आप) वाह! यह तो अच्छा है। अगर यह पांच हजार दिलावे तो सैकड़ा पचीस देने में घाटा ही क्या है। (प्रगट) पण्डित जी, मुझे मंजूर है।

(दृश्य ३)

पुरोहित घर लौट आता है।

पुरोहित—जजमानिन! नया गांव के मल्लू दास का लड़का पांच हजार में ठीक हुआ है। लड़के की उम्र पन्द्रह वर्ष की है।

लल्लू की मां—पुरोहित जी! अगर आपको घर-वर पसन्द है तो हमें कोई उज्र नहीं। (मुनीम से) मुनीम जी, आप विवाह खर्च की फिहरिस्त बनाकर जल्द लाइये।

		रुपये
तिलक	... ..	५०००
गहना	... ...	१५००
दुलहा के वास्ते कपड़ा घड़ी चैन	...	३०००
भोज	... ...	१०००
आतिशबाजी, मोजरा, बाजा, बारात...		२५००
कपड़ा	... ...	१५००
दूसरे खर्च	... ...	५००
	जोड़ ...	१५०००

लल्लू की माँ—(फिहरिस्त देखकर) ठीक है। मुनीम जी रुपया मौजूद रखना होगा।

मुनीम—हाँ, माताजी, रुपया तहवील में है। अगर नहीं भी मौजूद होगा तो इतने रुपये तुरत झूठा राम रेलिया राम की गद्दी से मँगवा सकता हूँ और कपड़ा सोना चांदी वग़ैरह तो उधार मंगवा सकता हूँ।

लल्लू की माँ—(मन में) हा नसीब! लल्लू के बाप के समय लोग हमारे घर से पैंचा उधार ले जाते थे। लेकिन अब यह झूठा राम रेलिया राम का नाम लेता है। खैर, मैं क्या करूं? लड़का ही मेरा नालायक़ निकला।

(क्रमशः)

जागरण

(ले०—श्री रामदेव सिंह, अनीसाबाद, पटना)

(स्थान—लल्लू का घर)

लल्लू की माँ—(पतोहू से) बहू! मैं अब बूढ़ी हो गई। मेरी इच्छा है कि पोती की शादी देख लूँ। तुम्हारी क्या राय है?

पतोहू—माँ, हमारी भी यही राय है कि आप शादी अपने सामने करा देतीं। बच्ची के बाबूजी जिस तरह रुपया फेंक रहे हैं, मुझे डर होता है कि शादी के समय आते २ कुछ रहेगा या नहीं।

माँ—मैं जोर लगाऊँगी और पुरोहित जी को लड़के की खोज में भेजूँगी।

लल्लू की माँ—पुरोहित जी, बच्ची की अब शादी होनी चाहिये। आप बिरादरी में घूम-घाम कर लड़का खोज लाइये।

लोभी चौबे—हाँ, यजमानिन! आपका विचार हमेशा ऊँचा रहता है। आपका सोचना बहुत अच्छा है। अब लड़की साढ़े सात वर्ष की हो गई। अभी शादी करने से गौरी-दान का फल होगा। अपनी जिन्दगी में ही शादी कर दीजिये। लड़के की तलाश में मैं जाता हूँ। कुछ राह खर्च चाहिये।

लल्लू की माँ—मुनासिब खर्च दूकान से निकास कर लीजिये। (पुरोहित दूकान पर जाता है।)

पुरोहित—भाई, मुनीम।

मुनीम—कहिये, पण्डित जी।

पुरोहित—मुझे बच्ची के बर की खोज में जाने की आज्ञा हुई है। इसके लिये मैं आपसे राह खर्च लेने आया हूँ।

मुनीम—वाह, पण्डित जी! इस साल तो आपका पौ-बारह है। आप बड़े नसीबवर हैं।

पुरोहित—मुनीम जी, आँख मत लगाइये।

मुनीम—ऐसा कहने से नहीं चलेगा। उसमें पचहत्तर की बाक़ी मेरी होगी। कहिये मंजूर है न?

पुरोहित—नहीं, भाई, इतना मुँह मत बढ़ाओ; कुछ ब्राह्मण का भी तो ख्याल कर के कम करो।

मुनीम—अजी, कितना कम? कुछ बोलो भी तो।

पुरोहित—भाई, तुम बहुत तंग करते हो। अगर पचहत्तर की बाक़ी नहीं तो नब्बे की बाक़ी में क्या उज्र है। जितनी अधिक आमदनी होगी उतना ही अधिक कमीशन भी दिया जायगा।

मुनीम—बहुत अच्छा, पण्डित जी; आप घबड़ाइये नहीं, मैं आपकी पूरी मदद करूँगा।

पुरोहित—हाँ, यार! देखो भाँजी न मारना।

मुनीम—हर्गिज़ नहीं; आप बे-फ़िक्र रहिये। अच्छा, कहिये तो हमें कितना मिलेगा?

पुरोहित—अरे दस तो कह चुका।

(मुनीम आठ रुपये पण्डित जी को देता है और बही मे दस रुपये लिखता है।)

पुरोहित—जय हो यजमान की, जाता हूँ (प्रस्थान करता है।)

(दृश्य २)

(एक गाँव में)

पुरोहित—(एक ग्रामीण से) भाई साहब, इस गाँव का क्या नाम है?

ग्रामीण—नया नगर।

पुरोहित—यह बड़ा मकान किसका है?

ग्रामीण—मल्लू दास का।

पुरोहित—इनकी आमदनी क्या है?

श्री हनुमान जी पास ही खड़े हैं।

जैसे ही श्री विभीषण जी श्री रामचन्द्र जी के राजद्वार पर पहुँचे, द्वारपाल ने जा कर सूचना दी कि लङ्केशानुज विभीषण दर्शन चाहते हैं। यह सम्वाद पाते ही राज-सभा में खलबली-सी मच गई। तरह-तरह के विचार उठने लगे। सबके हृदय में घोर शङ्का उत्पन्न हुई कि यह परम शत्रु, नीच राक्षस, जिसके अधर्म के कारण संसार त्राहि त्राहि पुकार रहा है, और जिसकी निशाचरी माया कभी जानी नहीं जाती, निश्चय किसी गूढ़ उद्देश्य से आया है। संभव है कि भेद लेने के लिये उसने यह माया-जाल पसारा हो। मन्त्री-गण आपस में राय मशवरा करने लगे। अन्त में सबों ने यही निश्चय किया कि उसे बन्दी करके रखा जाय।

श्री हनुमान जी की दशा दयनीय थी। एक ओर उनका भक्ति से ओत-प्रोत हृदय और दूसरी ओर नीति-निपुण मस्तिष्क; दोनों के बीच घोर संघर्ष मचा हुआ था। वे बिलकुल नहीं सोच सकते थे कि क्या करना चाहिये। कुछ बोलने की सोच ही रहे थे कि स्वामी के मुख से सहसा निकल पड़ा, "मम प्रण शरणागत भय हारी"; और इनको आज्ञा हुई कि विभीषण को आदर-पूर्वक अंदर लाओ। हनुमान जी के आनन्द का ठिकाना न रहा। जय-जय की ध्वनि से सभा-मण्डप गूँज उठा।

श्री रघुनाथ जी ने विभीषण जी को जब गले लगाया तो विभीषण जी आनन्द से विह्वल हो उठे। उनके हृदय की कायरता, अपने पहले के पापों की डरावनी याद और अन्दर की घोर शंका—सब मानो उस प्रेमालिङ्गन के पवित्र स्रोत में साथ ही बह गये। जिनके निकट आने से वे डरते थे उन्हें साक्षात कृपासिन्धु पाकर वे आनन्द से गद्गद हो गए।

कुछ माँगने के पूर्व उन्हें समस्त लङ्कापुरी का राज्य दे दिया—'ऐसो को उदार जग में।' जो लंका का सिंहासन रावण को अपना दश-शीश अर्पण करने पर प्राप्त हुआ था, वह विभीषण को बिना माँगे ही मिल गया। इससे भी भक्त-वत्सल भगवान को सन्तोष न हुआ। किसी भी दुखी जीव को शरणागत देख कर उनके हृदय में करुणा का स्रोत उमड़ पड़ता था। पुनः आज्ञा हुई, "कुछ माँगो।" पर विभीषण और क्या माँगते? हाँ, एक ही वस्तु शेष रह गई थी—भगवान की सच्ची भक्ति। इसी भक्ति की भिक्षा विभीषण ने माँगी और उनका मनोरथ पूर्ण हुआ।

यदि आप स्वयं परमात्मा की प्राप्ति के सच्चे अभिलाषी हैं तो माँगिए उनसे केवल उनकी सच्ची भक्ति; जाइए उनकी शरण में शीघ्रातिशीघ्र। संसार के जीवों की सेवा में अपना सर्वस्व समर्पण कर दीजिए। सेवा से बढ़ कर कोई व्रत नहीं, कोई धर्म नहीं; कोई नेम नहीं। सेवा के मार्ग में कोई भेद-भाव नहीं। मनुष्य-मात्र की सेवा, पशुओं की सेवा, सभी जीव-जन्तुओं की सेवा, ही सब धर्मों का मूल है। संसार में सबसे बड़ा धर्म यही है। इसी से परमात्मा की सच्ची भक्ति मिल सकती है।

अतः हमें चाहिए कि अपने भेद-भाव, विरोध वैमनस्य को मिटा कर, विभिन्न धर्मों के झमेले से अपने को दूर रख कर, समस्त संसार में प्रेम-गंगा बहाएँ। तभी 'मेल-मिलाप' का वास्तविक आदर्श सार्थक हो सकेगा।

ईश्वर की शरणागति और लोक-सेवा

(ले०—श्रीयुत् अखौरी वासुदेव नारायण सिंह, पटना)

संसार के झंझटों को छोड़, संसारी उन्नति के पथ से मुख मोड़, त्याग और तपस्या के लिए तत्पर व्यक्ति परोपकार एवं परमार्थ में अपने को खपा कर, पाप-पाखण्ड, छल कपट से भरे इस संसार की असंख्य आपदाओं तथा कष्टों का सहर्ष स्वागत कर सकता है। ऐसे व्यक्ति के हृदय में परमात्मा के समीप पहुँचने की एक प्रबल अकांक्षा होती है।

परमात्मा कौन हैं? किस देश वा प्रदेश में उनका निवास है? उनका रूप कैसा है? अथवा वे निरे रूप-हीन हैं, निराकार हैं? सर्व-व्यापी है अथवा किसी व्यक्ति विशेष, प्रतिमा विशेष या स्थान विशेष में वे रहते हैं? इन सब बातों को जानने की आवश्यकता नहीं। और न आवश्यकता है उन्हें सम्बोधन करने के लिये किसी भाषा-विशेष की ही।

हाँ, आवश्यकता है तो एक हृदय को दूसरे हृदय के साथ मिला कर, समस्त मानव-जाति को एक व्यापक सूत्र में एक साथ बाँधने तथा उनके अपने २ निराले स्वाभाविक भावों तथा पथों द्वारा उनके आन्तरिक सन्देशों को उस अनन्त शक्ति तक पहुँचाने की। अपने हृदय की वीणा को बजा कर उसमें एक अमर संगीत को उत्पन्न करना होगा, जो उस अलौकिक स्थान तक पहुँच सके, जहाँ जाति-पाँति, रूप-रंग, धर्म-अधर्म आदि के सभी भेद-भाव मिट जाते हैं।

उस अद्भुत और पुरानी सत्ता के चिन्तन में लीन मनुष्य संसार के समस्त प्राणियों के साथ एकता का अनुभव करने लगता है और उनकी एकान्त सेवा के लिए सहज ही कटिबद्ध हो उठता है। असल में उस व्यापक शक्ति का सच्चा अनुभव और तदनुसार अपने कर्त्तव्य का निर्णय तथा पालन ही हमारा परम धर्म है। मत-मतान्तर और नाम आदि की विभिन्नताएँ तो केवल अज्ञान की उपज मात्र हैं।

उस जगदाधार जगदीश्वर के नज़दीक पहुँचने के लिए उन सात्विक भावों की ज़रूरत है, जिनसे प्रेरित हो कर रावण के छोटे भाई, विभीषण, ने अपने इष्ट-देव, श्री रामचन्द्र जी, के श्री चरणों में आत्म-समर्पण किया था। जिस समय विभीषण जी 'अपने सहज पाप प्रिय तामस देहा' को ले कर चले तो उनका हृदय डाँवाडोल हो रहा था। एक ओर उन्हें अपने पापों का स्मरण कर घोर निराशा हो रही थी और दूसरी ओर भगवान के सर्व-पाप-नाशक स्वरूप का ध्यान कर उनके हृदय में साहस एवं आशा की ज्योति छिटक रही थी।

क्या मेरे जैसा पापी भी परमेश्वर की सेवा के योग्य है? क्या मुझमें अवगुणों का भण्डार नहीं? क्या मैं पाप-मूर्त्ति नहीं? क्या मेरे पाप कभी धुल सकते हैं? इसी प्रकार की भावनायें उनके हृदय में उठती और गिरती जा रहीं थीं। इसी दशा में विभीषण जी अपने आराध्य-देव की सेवा में गए। और आज हम यह देखते हैं कि संसार के अधिकांश व्यक्तियों के हृदय की ऐसी ही अवस्था है। वहाँ पहुँचकर विभीषण जी ने देखा कि दरबार लगा हुआ है; मर्यादा पुरुषोत्तम श्री रामचन्द्र जी अपने मन्त्रियों के साथ बैठे हुए हैं और परम सेवक

वहारों ने पालकी रख दी। मैं कुछ ख़ौफ़ की वजह से फ़ौरन पालकी से बाहर निकल आया और अदब के साथ सलाम अर्ज़ किया। मुझे देखते ही पूछा, "कौन हो, बाबू ? क्या नाम है ? किसके बेटे हो ?" मैंने जवाब में सब कुछ बताया। फ़रमाया, "यह नहीं। कुछ आगे का नाम बताओ। तुम्हारे दादा का क्या नाम है ?" मैंने अर्ज़ किया, "सैयद लताफ़त हुसेन, वकील, पटना।"

सुनना था कि मुझे गोद में उठा लिया। सीने से लगा लिया। आँखों में आँसू भरे थे और ज़ुबान कह रही थी, "लताफ़त भाई का पोता, लताफ़त भाई का पोता, फ़ज़्ल इमाम के बेटा···शाम को और मेरे दरवाजे से गुज़र जाय ? नहीं हो सकता। चलो, घर चलो। यहाँ तुम्हारी दादी हैं, तुम्हारी फुफुएं हैं, तुम्हारी भावजें हैं। तुम्हें देखकर ख़ुश होंगी।

ख़ैर, वह बुज़ुर्ग मेरा हाथ पकड़ कर मकान में ले गये। मुझे उस बहुत ही बड़े मकान का नक़्शा आज भी याद है ; मगर यह नहीं मालूम आज वह किस हालत में है, क्योंकि मैं मुसलमान हूँ और शोरमपुर का घर आज हिन्दू घर है।

बहर हाल, जनाना में गया। औरतों ने घेर लिया। उनमें बूढ़ी भी थीं, जवान भी और मेरी हम-उम्र बच्चियां भी। मैंने सबको सलाम किया। बूढ़े दादा बताते जाते थे—ये हैं तुम्हारी दादी, ये हैं तुम्हारी फुफुएं, और ये हैं फ़लाँ और ये हैं फ़लाँ। आज मैं सब भूल गया हूँ, क्योंकि मैं कट्टर मुसलमान हूँ और वे कट्टर हिन्दू।

मुझे जनाने में बहुत देर ठहरना पड़ा, क्योंकि औरतों ने शिकायत के दफ़्तर खोल दिये। फ़लाँ तकरीब हुई, फुलवारी से क्यों औरतें न आईं ?··· आँखें बदल गईं। दिमाग़ फिर गया।...कह दीजियो अपनी अम्माँ को, जब तक हम लोग ज़िन्दा हैं ऐसा नहीं हो सकता।····

बहुत देर के बाद बाहर जाने की इजाज़त मिली। रात हो चुकी थी। खाना भी तैयार था। शायद आप समझें—मैं कट्टर मुसलमान, वह कट्टर हिन्दू, मैं म्लेच्छ, वह पवित्र—कुछ दाल दलिया, थोड़ी पूड़ी कचौड़ी, मिट्टी का बरतन या पत्तल होगा, कुत्तों की तरह से अलग खाना ऊपर से डाल दिया गया होगा। सुनिये, जनाब ! मुर्ग़ पोलाव, मुर्ग़ क़ोरमा, घर की बहुत अच्छी पकी हुई रोटी, चन्द क़िस्म की सब्ज़ी तरकारी, कई तरह के अण्डे और बहुत सी मिठाइयाँ, साफ़ सुथरा सुफ़ेद दस्तरख़ान, चीनी के तमाम बरतन—यह थी एक कट्टर मुसलमान की कट्टर हिन्दू के यहाँ दावत।

गर्मियों का मौसिम था। मैंने चाहा सहन में सोऊँ। बूढ़े बुज़ुर्ग ने फ़रमाया, "नहीं, शबनम से ज़ुकाम हो जायगा। ओसारे में मेरी बग़ल में ही पलंग बिछेगा। आदमी रात भर पंखा झलता रहेगा। तुम आराम से सोना।" और यही हुआ।

बचपन की नींद, सुबह ही को आँखें खुलीं। नाश्ता भी उसी शान का था। चलने लगा तो जनाना से भी तलबी हुई। गया तो मेरा जेब रुपयों से भर दिया गया। इसके साथ कुछ तरह २ का हलुआ, कुछ मिठाइयाँ, और मालूम नहीं क्या २ चीजें साथ कर दी गईं, और एक भारी बोझा मेरे सर पर सलाम व दोआ का लादा गया।

आह ! ये कल की बातें हैं। कल का हिन्दुस्तान वह था ! और आज का हिन्दुस्तान अल्लाह, तेरी पनाह ! क्या इस कहानी से आज के हिन्दू मुसलमानों के लिये कोई सबक़ है ? कोई शर्म है ? कोई ग़ैरत है ?

सुनो सच्ची कहानी

(ले०—मौ० सैयद हसन आरज़ू साहब, फुलवारी शरीफ़, पटना)

हिन्दुस्तान पर बहुत दिन नहीं गुज़रे जब यहाँ के रहने वाले एक दूसरे के दोस्त, एक दूसरे के प्यारे, एक दूसरे के भाई-भाई थे। मज़हब और उसका अक़ीदा या अमल तो इतना बता देता था यह हिन्दू है, यह मुसलमान। लेकिन इसके सिवाय दिन रात की मुहब्बत, प्रेम और उसके तअल्लुक़ात से कोई दूसरा फ़र्क नज़र न आता था। मगर आज तो कुछ न पूछिये।···किसी परब का दिन आते ही डर होने लगता है कि कहीं बलवा न हो जाय, लाठियां न चल जायें, खून न बह जाय। यह है मौजूदा हिन्दुस्तान और उसकी असली तस्वीर।

कल हिन्दुस्तान क्या था, ज़रा मुझसे इसकी गुज़री कहानी को तरह खुदा के लिये सुनते जाइये कि यह आप बीती है। मेरा वतन फुलवारी सदियों से सूबे बिहार में इल्म व रूहानी (आध्यात्मिक) तालीम की वजह से ख़ास महत्व रखता चला आता है।

शोरमपुर फुलवारी के जवार में हिन्दू आबादी का पुराना मशहूर दौलतमन्द गाँव था। मि० कृष्ण सहाय, सूबे बिहार के पहले एक्ज़िक्यूटिव कौन्सलर के दादा और मि० चन्द्र वंशी सहाय, मौजूदे बैरिस्टर के परदादा, शोरमपुर के सबसे बड़े दौलतमंद और जवार के सबसे बड़े रईस समझे गये हैं।

इस ज़माने का कोई हिन्दू या मुसलमान यक़ीन करेगा और मुझे सच्चा मान सकेगा अगर मैं यह कहूँ कि फुलवारी और शोरमपुर के इन हिन्दू और मुसलमान घरानों का अब से पहले एक खानदान की दो शाख़ समझा जाता था? आप यह सुन कर हैरान रह जायेंगे कि इन दोनों घरानों में कोई तक़रीब अंजाम नहीं पा सकती थी जब तक दोनों घरानों की औरतें इकट्ठा न हो लेतीं; यहाँ तक कि शादियों में मँड़वा, जो ख़ास अज़ीज़ों या रिश्तेदारों की शिरकत का रस्म था, खड़ा नहीं हो सकता था, जब तक दोनों घरानों के लोग मौजूद न होते।

अब मैं अपना एक वाक़या या घटना सुनाऊँ मेरी उम्र क़रीब दस साल की थी। मुझे बिरादरी की एक बरात में एक ऐसे गाँव जाना था जिसके रास्ते में शोरमपुर पड़ता था। मैं बरात करके जब मकान लौट रहा था तो शोरमपुर पहुँचते २ शाम हो रही थी और फुलवारी शायद अभी दो कोस दूर थी। मेरी पालकी, जिस पर मैं सवार था शोरमपुर बस्ती में दाखिल हुई और एक बुलन्द फाटक वाली इमारत के सामने से गुज़र रही थी।

फाटक पर एक बूढ़े ज़ईफ़, मगर बहुत ही रोबदार, बुज़ुर्ग हाथ में पतली सी छड़ी लिये खड़े थे मेरी पालकी देखकर कड़क की आवाज़ के साथ बोले (उस आवाज़ को आज भी मेरा कान भूला नहीं है), "किसकी पालकी जा रही है? किसकी सवारी है?"

मेरा नौकर बोला, "मुहब्बत अली, फुलवारी की सवारी है। फुलवारी जा रही है।" बूढ़े बुज़ुर्ग ने उसी आवाज़ के साथ फ़रमाया, "फुलवारी की सवारी और यह शाम, और मेरे घर से गुज़र जाय? रोको पालकी"; और खुद आगे बढ़े।

"वसुधैव कुटुम्बकम्"

(ले० मु० यासीन अन्सारी, साँढ़ो खोर सारन)

जब तक हमारी बुद्धि संकुचित रहती है हम अपने को अपना समझते हैं। उम्र के साथ ज्यों २ अथवा समय के अनुसार ज्यों ज्यों बुद्धि का विकास होता है हम समझते हैं कि हमारे सगे भाई, भाई हैं और निकटस्थ सम्बन्धी भी भाई हैं। यों ही घर वाले, फिर मुहल्ले वाले तथा गाँव वाले भाई दिखलाई पड़ते हैं। मौक़ा पड़ने पर पार्टीबन्दी होती है तो भाई भाई एक तरफ़, फिर मुहल्ले वाले एक तरफ़ हो जाते हैं।

ठीक इसी तरह हमारा विकास होता है और एक जवार के तथा एक इलाक़े के लोग भाई के रूप में दीख पड़ते हैं। पुनः हम उन्नतावस्था में पदार्पण करते हैं और एक थाने एवं परगने के लोगों को भाई बनाते हैं तथा थोड़ा अधिक विकास होने से जिला वालों के प्रति सहानुभूति होती है।

एक जाति के, एक वर्ग के, एक श्रेणी के लोग पहले अपना होते हैं। पुनः हम एक क़दम बढ़ते हैं और अन्यों को अपनाते हैं तथा ग़रीब, दुखियों को भाईचारे में शामिल करते हैं। एवं प्रकार से हम कमिश्नरी तथा सूबे में भाईचारा फैलाते हैं और एक तरह का भाव पैदा करते हैं, जिससे साथ ही तरह की कुभावनायें भी जागृन होती हैं।

जब हम इस पर अमल कर लेते हैं तो उसे और विकसित करते हैं। अपने संकीर्ण दायरे को बढ़ते हैं और विवेक दृष्टि से देखते हैं तो समझ में आता है कि सभी एक देश के लोग भाई हैं।

इसी तरह हम अपने परिवार को फैलाते हैं और एक से दो, दो से चार तथा सैकड़ों हजारों एवं लाखों को एक समझने लगते हैं। जब हम इस अवस्था को पहुँचते हैं तो यह कहने का दावा करते कि हम भारतीय हैं, हम अङ्गरेज, अमेरिकन हैं, जापानी हैं तथा अन्य ऐसे हैं।

पुनः हम अधिक सभ्भ हो यह कहते हैं कि तुम पूर्वीय सभ्यता के हो, हम पश्चिमीय के हैं। ऐसे ही हम अपना सम्बन्ध फैलाते फैलाते सबको अपना बन्धु बनाते जाते हैं। तरह तरह के गोल-मटोल, भेद भावों को दूर करते जाते हैं। अन्य धर्म वालों को अपना भाई समझते हैं। फिर अन्य पार्टी के लोग भाई के रूप में दिखलाई पड़ते हैं।

ज्यों ज्यों हम उन्नतावस्था को प्राप्त होते जाते हैं हम अपने भावों को उन्नत करते जाते हैं। ऐसा करते २ जब हमारी आत्मा महान् हो जाती है, तो हम विश्व-बन्धुत्व स्थापित करते हैं और सारे संसार को अपना भाई समझने लगते हैं। किसी से बैर विरोध नहीं रखते। सबको अपनाते हैं। ऊँच नीच, धनी ग़रीब, अन्त्यज का भाव मिटाते हैं। हमें सभी प्रिय हो जाते हैं। हम तब सारे मानव समाज को एक विशाल परिवार के रूप में पाते हैं जिसके हम एक सदस्य ठहरते हैं।

इतना ही क्यों? इससे भी हम उन्नत होते हैं और सारे प्राणी मात्र को एक समझते हैं। सब में एक ही आत्मा की झलक दिखलाई पड़ती है। उस समय हम प्राणी मात्र से भाईचारे का नाता स्थापित करते हैं।

इसी को कहते हैं सम-भाव हो जाना और यही हमारी सबसे उन्नतावस्था है। तभी हमारी विश्व-बन्धुत्व पूरा होता है। उस समय हमारे लिये "वसुधैव कुटुम्बकम्" चरितार्थ होता है।

हमें इस्लाम प्यारा है

[र०—सूरजचन्द सत्य-प्रेमी (डांगीजी महाराज)]

अह्ले इन्साफ़ का हामी,
हमें इसलाम प्यारा है।
मुसीबत और आफ़त में,
इबादत का सहारा है॥
सुलहकुन अम्बिया भेजे,
ख़ुदा ने हर जमाअत में।
सभी थे रहनुमा अपने,
क़ुराँ में यह इशारा है॥
भले वे काम हैं जिनमें,
भरी हर दिल अजीज़ी हो।
सभी सच्चे मज़ाहिब मे,
मुहब्बत आशकारा है॥
सभी इन्सान भाई हैं,
नहीं कोई उदू अपना।
यहाँ अम्नो-अमाँ फैले,
यही मक़सद हमारा है॥
हक़ीक़त में तरीक़त की,
हिमायत है रसूलों को।
शरीयत के उसूलों की,
उदूली नागवारा है॥
अक़ीदा, इल्म, ईमाँ हो,
अमल लेकिन जरूरी है।
दिल मोमिन में देखो,
वह ख़ुदा का नूर सारा है॥
मसाजिद चर्च बुतख़ाने,
इबादतगाह हैं सारे॥
हर इक जा हक़-परस्तों ने,
ख़ुदाई को पुकारा है।
जमाना देख नबियों की,
हिदायत भी बदलती है।
हमारे मुस्तफ़ा ने भी,
रिवाजों को सुधारा है॥
बिना मिहनत किये अह्दी,
न जब पूँजी बढ़ा कोई।
अजब तब सूद ख़ोरी का,
किया बेजा पसारा है॥
गुनाहों से बचो, बन्दो,
तभी तौहीद पक्की है।
जहाँ बे-ऐब दिल पाते,
वहीं सिज्दा हमारा है॥
वही नेकी समझ ली,
बस यही सच्ची हयादानी।
यही उस लापता बहरे-
हक़ीक़त का किनारा है॥
वहम की आज तारीकी
जहाँ में है ग़ज़ब छाई।
अजब सत्प्रेम सूरज-चन्द
सा रौशन सितारा है॥

(फुटकर पद)

प्रेमानन्द शान्ति सुख बरसे,
जग की भीषण भास बुझै।
भाईचारा चहुंदिशि फैले,
रगड़ा-झगड़ा सब सुलझै॥
झरझर प्रेम चहुँदिशि बरसे,
जग में छाय शान्ति अपार।
सत्य न्याय का झण्डा फहरै,
दुखियों का हो बेड़ा पार॥

पर हित बस जिनके मन माहीं।
तिन कँह जग दुर्लभ कछु नाहीं॥

करूँ मैं दुश्मनी किस से, कोई दुश्मन भी हो अपना?
मुहब्बत ने नहीं छोड़ी जगह दिल में अदावत की॥

श्री रूपकला जी ने भगवद्गीता के बारहवें अध्याय की टीका में स्वयम् लिखा है—"सब भाइयों को अपने अपने धर्म के कर्म-काण्ड में दृढ़ अवश्य रहना चाहिये, जो भक्ति की नींव है। सम्पूर्ण भारतवर्ष में जो लोग धर्म की एकता किया चाहते हैं, वे भूलते हैं। खाने पीने में, धर्म में सम्प्रदाय में, पन्थ वा मत में, भारत भर के लोगों की एकता असम्भव, अनुचित तथा अनावश्यक है। प्रिय भाइयो! आप अपने को जिस नाम से क्यों न पुकारिये, परन्तु एक की, केवल एक की सन्तति अपने को जान कर भाइयों का सा मेल और परस्पर व्यवहार में एकता का आग्रह और नेम सबके सब आपस में वर्त्तिये; शुभ अभ्यास तथा निज निज धर्म में पक्के, क्षमा-शील, सत्य-प्रिय, सत्य-व्रती, उद्योग-तत्पर, स्वच्छ, शुद्ध, सर्व-हित-रत और अति दृढ़ रहिये। फिर भी उसके साथ ही साथ 'भिन्न-चित्तता, निन्दा, मत्सर, दम्भ, स्वार्थ वा फूट' से बच कर 'परस्पर मेल, उदारता, परमार्थ, ऐक्य का वर्त्ताव अवश्य पूरा पूरा रखिये। फूट से केवल धर्म की ही हानि मात्र होगी सो बात नहीं, वरंच जान रखिये, भूखों भी मरना पड़ेगा। अपने अपने धर्म, मत तथा सम्प्रदाय में ही स्थिर रह कर, विरोध तज कर, परमात्मा में भक्ति, तथा उद्यम व्यवहार में, परिश्रम करने में, निन्दा, लड़ाई, फूट और मतभेद न करने में, वरञ्च मिलजुल के वर्त्ताव और ऐक्य आपस में रखना—यही "भूखों न मर के चित्त और आनन्द पाने तथा लोक परलोक में दुःख न उठाने की सहज रीति है।"

ऊपर दिये उपदेशों से साफ़ ज़ाहिर होगा कि श्री रूपकला जी आपस के मेल-मिलाप पर कितना ज़ोर देते थे।

(शेष पेज २४ से आगे)

सभी विषय अन्त में दुःख-दायक हैं। सत्य की खोज करो। नीच-ऊँच, जात-पाँत के बन्धनों का परित्याग करो। हिन्दू, मुसलमान, ब्राह्मण, क्षत्रिय, वैश्य, शूद्र, सब एक ही के बनाये हुए हैं।

इसी तरह से आप अनेकों तीर्थों, स्थानों का भ्रमण करते निमाज़-गाहों, दरगाहों, मन्दिरों, मस्जिदों में जा २ कर सब को सत्य, प्रेम और ज्ञान का उपदेश देते हैं।

अनेकों कष्टों को सहे, बहुत दुःख उठाये—केवल परोपकार के लिये, लोगों को कुमार्ग से हटा कर सत्य-मार्ग ग्रहण कराने के लिये।

भाइयो, अब आप श्री गुरु नानक देव जी के मिशन को भली प्रकार समझ गये होंगे। आप किसी ख़ास मज़हब या धर्म को नहीं मानते थे। आपका मज़हब सत्य, प्रेम, दया और निराली ईश्वर-भक्ति का था। इसी लिये दुनिया के, क्या हिन्दू क्या मुसलमान, सभी मज़हब वाले उनको अपने २ दीन या मज़हब का कह कर उनके चरणों में श्रद्धा के फूल चढ़ाते हैं। ईश्वर करे हम सब में भी गुरु नानक जी के मिशन का प्रचार हो और गुरु नानक साहिब की हम पर मेहर या दया हो। हम इन मज़हबी झगड़ों से दूर हों। दया हमारा धर्म हो। सत्य हमारा रास्ता हो। प्रेम-मय हमारा जीवन हो। और फिर हम अपने में गुरु नानक का ईश्वरीय जलवा देखें।

श्री रूपकला जी और मेल-मिलाप

(ले०—श्री धर्म-नाथ सहाय, वकील, छपरा)

श्री भगवान के जो सच्चे भक्त हैं उनके हृदय में ऊंचे दर्जे की उदारता होती है। वे किसी दूसरे सम्प्रदाय के प्रति कुभावना नहीं रखते। वे समझते हैं कि सबही भगवान के हैं और भगवान के नाते सबही हमारे हैं। फिर हम किस से बैर विरोध करें?

उमा जे राम चरणरत, विगत काम मद क्रोध।
निज प्रभु मय देखहिं जगत, का सन करहिं विरोध॥

श्री रूपकला जी एक ऐसेही उच्च कोटि के सन्तों में से थे, जिन्होंने अपने चरित्र, उपदेशों और लेखों द्वारा सब जीवों का कल्याण किया और सब सम्प्रदायों को आदर की दृष्टि से देखा। आप बाल्यावस्था ही से ईश्वर भजन में मस्त रहते थे, सब धर्म वालों से मिला करते थे और उनके सिद्धान्तों को सुनते, समझते और चरितार्थ करते थे। यथार्थ ईश्वर प्रेमी का यही कर्तव्य है कि सबको अपना समझे, सबसे प्रेम रखे, सबसे मिले, सब सम्प्रदाय और सब मत-मतान्तर के विवाद से अलग रहकर उनके सद्‌गुणों और सदुपदेशों को ग्रहण करे।

श्री रूपकला जी के पास जो कोई जाता था, उसको उसी के धर्म के अनुसार उपदेश किया करते थे। इसाई को 'गौड', मुसलमानों को 'अल्लाह', का स्मरण करने का आदेश दिया करते थे और आपस में सबसे भ्रातृ-भाव रखने का उपदेश दिया करते थे। आपका कहना था कि डाह और मत्सर का भाव हर्गिज़ नहीं लाना चाहिये और सबको ईश्वर का बन्दा समझ कर सबसे प्रेम और भ्रातृ भाव रखना चाहिये—"मानिय सबहिं राम के नाते"। सुरपुर तक "रेकावत" जरूर होती है। परन्तु भगवान के चाहने वालों में 'रेकावत' नहीं, दूसरों के साथ भी 'रेकावत' नहीं। वे खूब मिल-जुल के रहते हैं—"तुम्हे चाहं तुम्हारे चाहने वाले को भी चाहें"। मजनूं लैला के कुत्ते को भी चाहता है।

सच पूछिये तो (१) जेहालत या अज्ञानता और (२) खुदी या स्वार्थ—यही दो भ्रातृ-भाव के अभाव के मुख्य कारण हैं। पराये को फायदा पहुँचाने का क्या फल है, जब यह समझ में आ जायगा तो भ्रातृ-भाव अवश्य होगा। एक दूसरे को सहायता पहुँचाना जीव मात्र का मुख्य कर्तव्य है; तन, मन, धन से दूसरे की सहायता करना अवश्य सबको उचित है, पर रुपये लगाना ही सेवा नहीं है। सब के हित में लगे रहना, सबका सेवा-सत्कार करना, सबकी पूजा करना, सबके चित्त को प्रसन्न रखना—यही उत्तम पूजा है।

श्री रूपकला जी बराबर कहा करते थे कि गृहस्थ सब धन अपने में नहीं लगाता, क्योंकि वह जानता है कि उसको बेटा है, भाई है, स्त्री है, कुटुम्ब है, जिसका उस पर अधिकार है। इसी तरह जब यह समझ में आ जाय कि हमलोगों के अलावे और सम्प्रदाय वाले भी हैं जिनका हक़ हमलोगों पर है, तो अपना स्वार्थ कम होगा और परमार्थ की चेष्टा होगी। जब हम दूसरे के स्वार्थ को समझने लगेंगे और अपना स्वार्थ कम होगा और सबको 'निज-प्रभु-मय' देखने लगेंगे, तो भ्रातृ-भाव बढ़ेगा और आपस का बैर विरोध जाता रहेगा। यथा—

पर हित सरिस धर्म नहिं भाई।
पर पीड़ा सम नहीं अधमाई॥

दुःखों को हरने के लिये, अपने तमाम ऐश्वर्य को छोड़ कर, प्यारी बहन, माता पिता, स्त्री पुत्र, मित्रों सम्बन्धियों, के लाख कहने और रोकने पर भी न रुकते हुए, घर से निकल पड़ते हैं। इस सफ़र के दो और साथी भी चुन लिये हैं, एक भाई बाला जो ज़ात का हिन्दू है और दूसरा मर्दाना जो मुसलमान (मिरासी) है। तीनों चल पड़ते हैं। किस लिये? दुनिया में सत्य, प्रेम, एकता, ईश्वर-भक्ति, दया, धर्म, तथा ज्ञान का प्रचार करने और पाप, दुःख, अधर्म को दूर करने।

आपने देखा कि हिन्दू मुसलमान सभी अपने अपने कर्त्तव्य को भूल चुके है। वहमों और भ्रमों ने इनसे सत्य छीन लिया है। दया और धर्म संसार से अलोप हो गये हैं। लूट मार का बाज़ार गर्म है। लोग विषय वासना में फँस कर ईश्वर को बिलकुल भूल गये हैं। प्रेम का स्थान द्वेष ने ले रखा है। भाई भाई एक दूसरे की जान का प्यासा है। संसार में दुखी, दीन पुकार कर रहे हैं।

आपसे संसार की यह दयनीय दशा देखी न गई। और फिर? आपने चल दिये मीठी तथा मन-मोहनी वाणी से पत्थर दिलों को भी मोम करने, डाकुओं तथा लुटेरों को दया और धर्म का पाठ पढ़ाने, कौर जैसे मनुष्य-अहारियों को भी ईश्वर-भक्ति और ज्ञान का मार्ग दर्शाने।

घने जङ्गलों में से गुज़रते, नदियों पर्वतों को चीरते, आप बढ़े चले जाते हैं। आप मुख से मुर्दों को भी जीवन प्रदान करने वाली मीठी वाणी का उच्चारण करते हैं; मर्दाना रबाब बजाता है।

हरद्वार में पहुँच जाते हैं। मेले की भीड़ है। हज़ारों आदमी गङ्गा में खड़े होकर पूरब तरफ मुँह किये सूर्य्य को पानी दे रहे हैं। आप भी गङ्गा में खड़े होकर पश्चिम की तरफ़ मुँह करके पानी फेंकने लगे। लोगों ने पूछा, "आप उधर किसको पानी देते हैं? कहा, "आप उधर किसको देते हैं?" लोगों ने उत्तर दिया, "हम पितरों को देते हैं।" कहा, "हम यहाँ से ४०० मील की दूरी पर स्थित अपने खेत को पानी देते हैं।" सवाल हुआ, "आप का पानी खेत को कैसे पहुँचेगा?" उत्तर मिला, "तो आप का करोड़ों, अरबों मील पर कैसे जल पहुँचेगा?" आपने वहाँ लोगों को वास्तविक ज्ञान का परिचय करा कर सत्य उपदेश दिया।

इसी तरह से आप सत्य का प्रचार करते हुए स्थान २ जाते हैं और लोगों को बताते हैं कि तुम इन ढोंगों, वहमों, भ्रमों का त्याग करो, असलियत को पहचानो।

आप हिन्दू, मुसलमान, ब्राह्मण तथा शूद्र, सब को एक सत्य का उपदेश करते हैं। किसी को नीचा या ऊँचा नहीं मानते।

आप हिन्दुओं को कहते हैं कि सच्चे दिल से किया हुआ पूजा-पाठ ही ईश्वर को प्रदान हो सकता है। जब तक दिल में सच्चाई और प्रेम नहीं, बाहरी दिखावा झूठ और पाखण्ड है। इसी तरह आप मुसलमानों को भी कहते हैं कि सच्चे दिल से ही करने से निमाज़ और रोज़ा आदि दरगाह में क़बूल होते हैं।

आप फ़र्माते हैं कि केवल पूजा-पाठ-निमाज़-रोज़ा, व्रत आदि से ही ईश्वर प्राप्ति नहीं हो सकती। भीतरी सच्चाई और सफ़ाई की जरूरत है। ईश्वर को सर्व-व्यापक समझकर सब से प्रेम करो। बाहरी ढोंग और दिखावे सब व्यर्थ हैं। मन को काबू में रख कर सादा जीवन व्यतीत करो। संसार के

(शेष पेज २६, कॉलम दो पर)

श्री गुरु नानक देव जी की जीवनी और सन्देशा

(ले०—श्री खेम सिंह "बेताब", श्री १०८ तख़्त श्री हर-मन्दिर जी साहब, पटना सिटी)

प्रिय पाठको! आज मैं आपको उस महान् पुरुष, परोपकारी पूर्ण महात्मा का परिचय दिलाना चाहता हूँ जिसने संसार के मनुष्यों में सच्चा मेल मिलाप पैदा करने के लिये अपने तमाम सुख और आराम का त्याग कर जंगलों और पर्वतों की खाक छानी। और अनेकों कष्टों, दुःखों को सहते हुए भी इनकी तनिक परवाह न कर दुनिया के लोगों के कानों में सत्य सन्देश पहुँचाया। 'मेल मिलाप' के पाठकों के लिये ऐसे महान् पुरुष का सन्देशा बहुत लाभप्रद सिद्ध हो सकता है। आशा है पाठक गण इस लेख के अक्षरों या त्रुटियों पर ध्यान न देते हुए इसके भाव को लेंगे।

आज से ठीक ४७१ वर्ष पूर्व पंजाब के एक छोटे से गाँव में (आज कल यह एक प्रसिद्ध नगर श्री ननकाणे साहब के नाम से विख्यात है) एक बालक का जन्म हुआ था। समय की सुहावनी गोद में यह बालक माता का दूध पी कर धीरे धीरे बढ़ने लगा। वैसे तो यह साधारण बालक ही दीखता है, परन्तु दूसरे बालकों की तरह न तो यह किसी वस्तु के पाने पर अधिक प्रसन्न होता है और न उस के खो या टूट जाने पर रोष प्रगट करता है। न अधिक हँसता है—न रोता है। कोई दीन दुखी रास्ते में या घर पर मिलता है तो उसके साथ बड़े प्रेम से वार्त्तालाप करता है। कभी कभी घर से अपने हिस्से की मिली चीज़ भी किसी भूखे को दे आता है। पिता अपने प्यारे पुत्र को देख कर बड़े प्रसन्न होते हैं और मन ही मन उस ईश्वर का धन्यवाद करते हैं जिसने उन्हें ऐसा पुत्र दिया।

अब माता पिता बालक का जनेऊ संस्कार करते हैं। पण्डित सूत का जनेऊ पहनाने लगता है। परन्तु, बालक पहनने से इन्कार करता है और कहता है, "मैं इस कच्चे जनेऊ को नहीं धारण करूँगा। यह तो मैला हो जाता है, टूट जाता तथा गुम हो जाता है।" पण्डित जी ने पूछा, "बालक, तुम कैसा जनेऊ पहनना चाहते हो।" उत्तर मिलता है, "पण्डित जी, जो न मैला हो, न टूटे, न जले, न गुम हो। उस जनेऊ का दया का कपास हो और सन्तोष का सूत, यत की गाँठें तथा सत्य की उस की ऐंठन दी गई हो। अगर आपके पास ऐसा जनेऊ है, तो मुझे पहनाइये।" पण्डित ला-जवाब हो कर मौन हो घर को वापस चला जाता है।

अब इस बालक को विद्या प्राप्ति के लिये पाठ-शाले में भेजा गया। बहुत शीघ्र ही बालक ने सभी प्रकार की जानकारी प्राप्त कर ली। परन्तु वह हर समय उदास रहने लगता है और यह उदासी दिन प्रति दिन बढ़ती जाती है। घर वाले उदासी का कारण पूछते हैं, तो चुप हो रहता है।

अब विवाह हो गया। सुन्दर युवती स्त्री घर में आ गई। दो बालक भी उत्पन्न हुए। परन्तु चेहरे की उदासी अभी वैसी ही है। माता, पिता, बहन, सम्बन्धी, बहुत पूछते हैं कि—"नानक, आख़िर उदासी का कोई कारण तो बताओ।" परन्तु आप मीठे और सादे स्वभाव में उत्तर देते हैं, 'कोई बात नहीं।"

अन्त में आप इस उदासी को ले कर संसार की दुःखित अवस्था पर दया कर के मनुष्यों के

वहाँ बाहरी ढाँक तोप से काम नहीं चल सकता।

इसलिये हम हिन्दुस्तानियों को भी और अंगरेजों को भी दिल की सचाई के साथ आगे बढ़ना चाहिये। आज़ादी की सबको ज़रूरत है, सबको आज़ाद होना चाहिये—हिन्दुस्तान को भी। इसमें कुछ कोर कसर नहीं रहनी चाहिये।

फिर, हमें धर्म के नाम पर अधर्म भी नहीं करना चाहिये। हमें हमेशे ख्याल रखना चाहिये कि कहीं भगवान के नाम पर हम भगवान के ही आदेश के विपरीत न जायँ।

खुलासा यह कि भीतर में हिंसा का भाव भरे रहने देना और बाहर में उसका प्रदर्शन रोकना निरा मिथ्याचार है। मुनासिब यह है कि सबसे पहले हृदय पवित्र किया जाय। वहाँ से हिंसा के भाव को दूर किया जाय। फिर बाहर में हिंसा के प्रदर्शित होने की नौबत ही नहीं आयेगी। पर यह चन्द दिनों का काम नहीं। हमारे सत्याग्रही भाई खुद सोचें कि कहाँ तक उनका हृदय इस मामले में पवित्र है। जिस हद तक पवित्रता होगी उसी हद तक पवित्र फल भी निकलेगा।

हमने ऊपर जो राय दी है, लोक-संग्रह भाव से, ईश्वरार्पण भाव से, दी है। इन भावों को सामने रख कर चलने पर सङ्कीर्ण भावों को छोड़ना ही पड़ेगा। जैसा हम पिछले अङ्कों में दिखला चुके हैं, आज तो यह लड़ाई खास तौर से इसलिये आई है कि सभी देशों के सभी लोगों को यह पाठ पढ़ाये कि संसार अथवा मनुष्य मात्र के कल्याण के लिये आज बहुत जरूरी है कि सभी लोग जाति, धर्म और राष्ट्र के तंग ख्यालों को छोड़ें, सारा मनुष्य जाति की एकता का पाठ सीखें और उसे अपने जीवन के प्रत्येक अङ्ग में बरतें।

हम मानते हैं कि इस मामले में इस समय अंगरेज़ लोग भी बड़ी गलती कर रहे हैं। उनके लिये यह लाज़मी है कि हिन्दुस्तान के शीघ्र आज़ाद होने में सहायक बनें। यदि वे ऐसा शीघ्र नहीं करेंगे तो हिन्दुस्तान की आज़ादी तो रुकेगी नहीं, पर उनको इस सम्बन्ध में जो अपूर्व यश और गौरव प्राप्त करने का मौका मिला है, उससे वे अपनी सङ्कीर्णता के कारण अपने को वंचित रखेंगे।

पर, यदि वे ग़लती भी करें, तो हिन्दुस्तान के लिये यह हर्गिज़ उचित नहीं कि वह भी ग़लती करे। हमारे देश ने सर्वदा संसार को आध्यात्मिक प्रकाश द्वारा उजेला बनाया है। उसी ओज के अनुकूल आज भी हमारा आचरण होना चाहिये।

हिन्दुस्तान की आज़ादी का समय तो आ ही गया है। पर यदि सिर्फ़ अपने देश के नाते हमने लोक-संग्रह के प्रति अपना उचित कर्त्तव्य न पालन किया, तो आप विश्वास रखें हमारी आज़ादी में तो विलम्ब होगा ही, साथ ही लोक-संग्रह के प्रति अपना उचित कर्त्तव्य न पालन करने का बहुत काला और गहरा धब्बा सदा के लिये हमारे ऊपर लग जायगा। यह धब्बा न लगने पाये, इसका हमें जरूर पूरा प्रयत्न करना चाहिये।

इसी लिये हमारा यह दृढ़ निश्चय है कि इस समय इस संसार-व्यापी युद्ध में सफलता प्राप्त करने के लिये हमें अंगरेजों की पूरी मदद जरूर करनी चाहिये। इसके लिये और दूसरे भावों को थोड़ी देर के लिये स्थगित कर देने में कोई क्षति नहीं, बड़प्पन है।

पाठक-गण ज़रा ठण्ढे दिल से खुद सोचें कि ऐसे अवसर पर भगवान की लीला अथवा लोक-संग्रह के भाव से हमारा क्या कर्त्तव्य होना चाहिये।

—सम्पादक।

अफसोस कि आज सत्याग्रह आन्दोलन का यही बहाना बनाया गया है। हम तो साफ़ लफ़्ज़ों में कहेंगे कि इस प्रकार ऐसी कच्ची बुनियाद पर सत्याग्रह आन्दोलन को खड़ा कर के असल में सत्याग्रह का सर्व-नाश कर दुराग्रह का आश्रय लिया गया है।

सत्याग्रह हर्गिज़ लोक-संग्रह के विपरीत नहीं हो सकता। प्रत्यक्ष में अहिंसा के भाव का व्यवहार और प्रचार तो जरूर बहुत अच्छी चीज़ है। पर ईश्वर के विधान में जैसे दिन और रात अथवा सुख और दुःख दोनों की ज़रूरत है, उसी तरह हिंसा और अहिंसा इन दोनों की भी पूरी ज़रूरत है।

सृष्टि, पालन और संहार—ये तीनों ही ईश्वर के कर्त्तव्य हैं; और क्रमानुसार समय २ पर ये तीनों ही प्रक्रियायें हुआ करती हैं। अत: जो कोई ईश्वरार्पण भाव से चलना चाहेगा, वह ईश्वर के विधान के अनुकूल जिस समय सृष्टि का अवसर होगा उस समय सृष्टि के कार्य में भाग लेना, जिस समय पालन का अवसर होगा उस समय पालन के कार्य में भाग लेना, और जिस समय संहार का अवसर होगा उस समय संहार के कार्य में भाग लेना, अपना परम कर्त्तव्य समझेगा।

संहार के समय ईश्वरार्पण भाव से जो हिंसा किया जाता है, वह हिंसा बंधन में डालने वाला नहीं होता है, बल्कि बंधन से मोक्ष करने वाला होता है। यही श्रीमद्भगवद्गीता का उपदेश है। हाँ, ऐसे अवसर पर समय के रुख़ को अच्छी तरह पहचान लेना जरूरी है और जो कुछ किया जाय वह अहङ्कार अथवा ममता भाव से बिल्कुल रहित होना चाहिये।

अर्जुन के सामने ठीक यही समस्या उपस्थित थी। पर, भगवान श्रीकृष्ण के बहुत समझाने बुझाने पर अन्त में उनका भ्रम दूर हुआ और अपने कर्त्तव्य-पथ पर वे आरूढ़ हुए। फिर आगे क्या हुआ, लिखने की जरूरत नहीं। आज हिन्दुस्तान का बच्चा २ उस कहानी को जानता है।

पर आज हमें भय है कि प्रधानत: श्रीमद्भगवद्-गीता का आश्रय लेकर भी शायद हमारे यहाँ के अधिकांश व्यक्ति उसके मुख्य उपदेश के खिलाफ़ आचरण करने पर आरूढ़ हुए हैं। दूसरे पक्ष वाले भली भाँति कह सकते हैं कि हम्हीं भ्रम में हैं। हो सकता है। हम तो अपना वर्त्तमान दृढ़ निश्चय प्रगट कर रहे हैं। समय इसका निर्णय करेगा कि इस अवसर के लिये कौन पक्ष ठीक था।

फिर, अहिंसात्मक आन्दोलन में भाग लेने वाले लोगों के भावों पर विचार कीजिये। उनमें से कितने आदमी सत्य और अहिंसा के सच्चे भक्त हैं, वे ही जानें। पर प्रत्यक्ष में इस बात पर विशेष ध्यान दिया जाता है कि कहीं किसी रूप में इस आन्दोलन के अनुयायियों के जरिये हिंसा का प्रदर्शन न होने पाये। अगर लोग भीतर ही भीतर हिंसा और असत्य के भाव छिपाये रहें तो वह चल सकता है, पर उनका बाहर में प्रगट होना असह्य है।

श्रीकृष्ण भगवान गीता के तीसरे अध्याय के छठें श्लोक में कहते हैं कि ऐसे आदमी विमूढ़ और मिथ्याचारी हैं, सत्याग्रही नहीं। सुनिये—"जो कोई कर्मेन्द्रियों को तो रोक कर बैठता है, पर मन द्वारा इन्द्रियों के विषयों को मनन किया करता है, वह विमूढ़ आदमी मिथ्याचारी कहलाता है।"

भाई, सच्ची बात यह है कि हम भगवान को कदापि धोखे में नहीं डाल सकते। उनके नज़दीक हमारा मन और हृदय सदैव साफ़ खुला रहता है।

वर्त्तमान परिस्थिति

इसमें सन्देह नहीं कि ऊपर जिन कर्त्तव्यों का वर्णन किया गया है, उनके बारे में मत-भेद को काफ़ी गुञ्जाइश है। साधारण दृष्टि-कोण से वे ठीक जँचेंगे भी नहीं। पर आज एक अत्यन्त असाधारण समय हमारे सामने गुज़र रहा है। इसलिये समय का साथ देने के ख़याल से आज कुछ असाधारण दृष्टि-कोण से ही काम लेना हमारा कर्त्तव्य है।

सीधी बात यह है कि हमारा दृढ़ विचार है कि आज यह हमारा परम कर्त्तव्य है कि हम दिल से अङ्गरेज़ों की मदद करें ताकि यह भीषण युद्ध शीघ्र ख़तम हो। पर बहुतों के लिये वर्त्तमान परिस्थिति में ऐसा निर्णय करना अत्यन्त मुश्किल हो रहा है। हमारे ख्याल से इसमें न सिर्फ़ अङ्गरेज़ों का ही दोष है, बल्कि हिन्दुस्तानी लोगों का भी दोष कुछ कम नहीं।

हाँ, साधारण दृष्टि से कोई हिन्दुस्तानी भला अङ्गरेज़ी सरकार की मदद क्यों करें? वे आज़ादी और न्याय के नाम पर लड़ रहे हैं, पर हिन्दुस्तान की आज़ादी के रास्ते में रोड़े अँटका रहे हैं, और उसी आज़ादी के लिये सैंकड़ों हज़ारों देश सेवकों को जेलों में ठूंस जा रहे हैं।

फिर, अपने मुल्क की आज़ादी के नाम पर त्याग करने और कष्ट झेलने वाले देश सेवकों के साथ सहानुभूति का होना प्रत्येक हिंदुस्तानी के लिये स्वाभाविक बात है। साथ ही वे इस प्रकार अहिंसात्मक आन्दोलन के ज़रिये अपने लक्ष्य को पूर्त्ति की आशा रख कर संसार के सामने अहिंसा के व्यावहारिक उपयोग का एक नया उदाहरण भी पेश करना चाहते हैं।

पर, इन दोनों ही की दूसरी पहलुएँ भी हैं। उन पर भी ग़ौर करना ज़रूरी है। आज अङ्गरेज़ लोग एक ऐसी लड़ाई में लगे हैं जिसकी जीत से संसार की जीत है और जिसकी हार से संसार की हार, संसार का सत्यानाश।

आज हिटलर और मुसोलिनी व्यक्तिगत आज़ादी का नाम संसार से मिटा देने पर तुले हैं। उनके डिक्टेटरशिप में व्यक्तिगत आज़ादी की कोई गुंजाइश नहीं। पर संसार अब इस दर्ज पर पहुँच चुका है जब स्वभावतः हर आदमी आज़ादी चाहता है और जब हर आदमी को आज़ादी मिलनी चाहिये। आज इसकी रक्षा परम आवश्यक है।

दूसरी ओर प्रधानतः ब्रिटिश साम्राज्य ही आज संसार के दुश्मनों का मुक़ाबला कर रहा है। हाँ, ब्रिटिश लोगों में बहुत कमजोरियां भी ज़रूर हैं। पर, सभी कमज़ोरियों के रहते हुए भी उन्होंने इस महा-युद्ध में आज़ादी और न्याय का पक्ष अपनाया है। इसलिये संसार के कल्याण के लेहाज़ से उनका साथ देना हमारा परम कर्त्तव्य होना चाहिये।

फिर, अपने यहाँ के लोगों को लीजिये! हिन्दुस्तान को आज़ाद होना चाहिये, ज़रूर आज़ाद होना चाहिये। पर यदि इस आज़ादी के नाम पर कोई ऐसी कारवाई की जाय जिससे समय के संसार-व्यापी उद्देश्य की पूर्त्ति में कुछ अड़चन पड़े, तो क्या ऐसी कारवाई कभी भी असल में अपने मुल्क की भलाई के लिये हो सकती है?

आज सरकार से आज़ादी माँगी जाती है कि हमें लड़ाई के ख़िलाफ़ प्रचार करने का अधिकार होना चाहिये। सोचने की बात है कि जिस लड़ाई में राष्ट्र क्या, संसार के जीवन-मरण का प्रश्न हो, उसके ख़िलाफ़ आवाज़ उठाने की आज़ादी भला कैसे दी जा सकती है?

भगवान की वर्त्तमान लीला और हमारा कर्त्तव्य

भगवान की वर्त्तमान लीला

भगवान की लीला सनातन और अपरम्पार है। रामावतार में एक लीला हुई। वृन्दावन में दूसरी लीला, कुरुक्षेत्र मे तीसरी; और आज एक दूसरा कुरुक्षेत्र हमारे सामने है। वही देवासुर संग्राम!

रावण कितना बड़ा अत्याचारी था! सुनिये—

रण-मद मत्त फिरै जग धावा।
प्रतिभट खोजत कतहुँ न पावा॥
ब्रह्म सृष्टि जहँ लगि तनुधारी।
रावण - वश - वर्ती नर नारी॥
भुजबल विश्व वश्य करि, राखेसि कोउ न स्वतन्त्र
मण्डलीक-मणि रावण, राज्य करहि निज मन्त्र॥

ऐसे प्रतापी राजा का गर्व चूर हुआ। फिर, हिटलर और मुसोलिनी की क्या गिनती! इनकी भी खबर जरूर शीघ्र भगवान लेंगे। अब समय आ चला है।

इन असुरों ने भी कई राज्यों को तबाह किया और सारी दुनिया की तबाही पर तुले हैं। लेकिन बीच में अङ्गरेजी साम्राज्य अभेद्य ढाल की तरह खड़ा है। अहा! अङ्गरेज लोग कितनी बहादुरी से लड़ रहे हैं! कैसा त्याग कर रहे हैं!

हमारा भी धर्म है कि हम आज हृदय से उनका साथ दे कर शीघ्र इन दुष्ट असुरों को हरायें और पृथ्वी का भार हल्का करने में सहायक बन कर अपना जीवन सार्थक बनायें।

कोई अहिंसा के नाम पर, कोई अपने मुल्क की आजादी के नाम पर, इस लड़ाई से अलग रहना चाहते हैं। अर्जुन भी ऐसी ही पण्डिताई छाँटते थे। लेकिन कृष्ण भगवान की दया से जब उनका भ्रम हटा तो कर्त्तव्य पालन में अपने गुरुजनों की भी हत्या करने के लिये उद्यत हो गये।

आज फिर भगवान कह रहे हैं: "उठो, खड़े हो जाओ, लड़ो। संसार के कल्याण के लिये अपने ओछे भावों को छोड़ो।"

क्या हम भगवान की बात न सुनेंगे?

हमारा कर्त्तव्य

(१) भगवान को सर्वदा याद रखना! भजन-कीर्त्तन, यज्ञ-दान, जप-तप, योगाभ्यास, आदि में लगे रह कर भगवान का आशीर्वाद उतारना और फैलाना,

(२) हिन्दू-मुसलमान, राजा-प्रजा, जमींदार-किसान पूंजीपति-मजदूर, आदि, सभी श्रेणी और सभी विचार के लोगों में मेल-मिलाप पैदा कर सबको एक बनाना;

(३) हिन्दुस्तान की असली आत्मा का निराला स्वरूप जानना और उसे व्यक्तिगत, सामाजिक तथा राजनैतिक जीवन द्वारा प्रगट करना, ताकि हिन्दुस्तान असली आजादी का नमूना बन सके;

(४) हिन्दुस्तान और इङ्गलैन्ड के बीच का सम्बन्ध पहले से अधिक सुव्यवस्थित तथा सुदृढ़ रूप से लाकर संसार के सामने यह उदाहरण पेश करना कि आजादी का असली उद्देश्य "अन्तर्तन्त्रता", अर्थात्, स्वतन्त्रता-पूर्वक एक दूसरे पर निर्भर रहना है, एक दूसरे से अलग होना नहीं;

(५) ईश्वर की लीला की पूर्त्ति के लिये आज की लड़ाई में तन, मन, धन से, अर्थात्, हर सूरत से, अङ्गरेजों का साथ देना और उनकी मदद करना, ताकि लड़ाई शीघ्र खतम हो और संसार में अमन चैन फैले।

सच्ची लगन

[ले०—श्रीमती भगवान सहाय (माताजी), बनारस]

एक बार बादशाह अकबर कहीं जंगल में शिकार खेलने गये। इधर उधर घूमते फिरते शाम हो गई। नेमाज़ का वक्त हो आया। वहीं ठहर गये। जा-नेमाज़ फैला दी गई और बादशाह नेमाज़ के लिये वज़ू करने लगे।

इतने में बादशाह ने देखा कि एक औरत बे-तहाशा दौड़ती हुई आ रही है। जा-नेमाज़ उसकी राह में थी। पर उसने उस पर कुछ ख्याल नहीं किया। वह बे-सुध दौड़ती हुई जा-नेमाज़ के ऊपर से गुज़री और आगे बढ़ गई।

बादशाह को उसकी यह हरकत बहुत ना-गवार गुज़री। उनको उस पर बहुत गुस्सा आया कि उसने मेरी जा-नेमाज़ नापाक कर दी। उन्होंने सिपाहियों को फ़ौरन हुक्म दिया, "दौड़ो, उस औरत को अभी पकड़ लावो।"

बहुतेरे सिपाही इधर उधर छुटे। सब दूर २ तक खोजते २ गये। उन्होंने बड़ी कोशिश की। पर कहीं पता न चला। अन्त में निराश होकर सब वापस आये।

बादशाह तो बहुत गुस्से में थे। पर जंगल का मामला। पता चले तो कैसे? ख़ैर, मजबूरी देख कर बादशाह शान्त हुए।

दूसरे रोज़ सुबह को लोग देखते क्या हैं कि वही औरत न जानें कहाँ से हँसी ख़ुशी से धीरे २ उसी राह से वापस आ रही है। देखकर लोग बहुत ख़ुश हुए। सिपाहियों ने फ़ौरन उसको गिरफ़्तार किया और बादशाह के पास ले गये।

वह औरत अजीब हैरत में थी कि "यह क्या मामला? मैंने इनका भला बिगाड़ा ही क्या है कि ये मेरे साथ ऐसी हरकत कर रहे हैं?" ऐसी ही सोचती हुई वह बादशाह के सामने हाज़िर हुई।

सामने आते ही बादशाह ने डांट कर पूछा, "कल तूने मेरी जा-नेमाज़ गन्दी क्यों कर दी?" औरत ने अर्ज़ की, "हुज़ूर, मैंने आपकी जा-नेमाज़ भला कब गन्दी की? गुस्ताख़ी माफ हो; मुझे तो इसकी कुछ भी ख़बर नहीं।"

यह सुनकर बादशाह का गुस्सा और भी अधिक उभड़ आया और ज़ोर से झल्ला कर बोले, "तू हमारे साथ शोख़ी करती है। कल शाम को जा-नामाज़ फैलाकर मैं नेमाज के लिये वज़ू कर रहा था। इतने में तू दौड़ती हुई उसके ऊपर से गुज़र गई और तुझे कुछ ख़बर नहीं?"

उस औरत ने बहुत नम्रता के साथ जवाब दिया, "हुज़ूर, मैं तो अपने एक साधारण प्रेमी से मिलने जा रही थी। उसकी मुहब्बत में मैं इतनी दीवानी थी कि कल इधर से गुज़रते वक्त न तो आपकी जा-नेमाज़ मुझे दीख पड़ी, न आप दिखे, न आप के सिपाही। पर, आप तो अपने प्यारे मालिक, ख़ुदावन्द करीम, से मिलने जा रहे थे। फिर भी, आपको मैं भी दिख गई और आपकी जा-नेमाज़ भी गन्दी होते दिख गई?"

उस औरत की ऐसी गम्भीर बातें सुनकर बादशाह बहुत लज्जित हुए और उन्होंने उसको बहुत कुछ इनाम देकर विदा किया। उसी रोज़ से बादशाह अधिक दीनदार भी बन गये।

इसे कहते हैं सच्ची लगन।

❋ मेल - मिलाप ❋

वर्ष २ | पटना, १७ दिसम्बर, १९४० | अङ्क २

ईमान की बात

(२०—खाँ बहादुर अबू नस्र मुहम्मद उमर साहब, वर्त्तमान डिस्ट्रिक्ट मैजिस्ट्रेट, छपरा)

पूछते हैं हम ये हिन्दुस्तान की हर क़ौम से—
आप रखते हैं मुहब्बत दिल में हिन्दुस्तान की ?
जानते हैं आप दुनिया में है कैसा ख़ुल्फ़ेशार[1] ?
कैसी यूरप में लड़ाई है छिड़ी घमसान की ?
एक हर् हिट्लर की शैतानी से ये अंधेर है।
ख़ैरियत अब जान की है औ' न है ईमान की ॥
हमने ये माना विदेशी है हमारा एम्पेरर।
औ' ये जारी है हुकूमत हमपे इङ्गलिस्तान की ॥
फिर भी तुम लड़ते हो उनसे रोज़ आज़ादी की जंग।
मज्लिसों में बोलते हो तन के बातें शान की ॥
जर्मनी भी ये न हर् हिट्लर से हर्गिज़ कह सके।
तुम तो अङ्गरेज़ों से कहते हो खुले मैदान की ॥
रफ़्ता रफ़्ता तुमको आज़ादी के हिस्से मिल चुके।
और वादा है, जो सायत आय इतमीनान की ॥
कान हों शैतान के बहरे, जो हिन्दुस्तान में।
आये हर् हिट्लर, तो यों बोलोगे बातें शान की ॥
फिर ये जमहूरी[2] हुकूमत का रहेगा रंग ढंग ?
फिर ये आज़ादी रहेगी फ़ितरते[3] इन्सान की ?
फिर कभी सूराज का देखोगे तुम रह २ के ख़्वाब[4] ?
फिर कभी आयेगी दिल में याद पाकिस्तान की ?
याद रक्खो ! है ये अङ्गरेज़ी हुकूमत ही का फ़ैज़।
आज जो तुम ले रहे हो साँस इतमीनान की ॥

चैन से सोते नहीं इङ्गलैन्ड वाले कोइ रात।
थेटरों में कटती है शब अह्ले हिन्दुस्तान की ॥
पाव रोटी तक नहीं इङ्गलैन्ड वालों को नसीब।
आपके घर आ रही है रोज़ ढोली पान की ॥
जर्मनी का होता हिन्दुस्तान, तो तुम देखते।
औरतें रखने न पातीं बालियाँ तक कान की ॥
एक डिक्टेटर जो मुँह से बोल दे क़ानून है।
काम उसके राग में सुर का, न हाजत तान की ॥
जिस जगह हर् हिट्लरी पहुँची तबाही आ गई।
फ़ौज उस ज़ालिम की गोया फ़ौज है शैतान की ॥
मिलके हिन्दुस्तान वाले ! देश को अपने बचाव।
कब तलक लड़ते रहेंगे हस्नली और जानकी ?
कांग्रेस और लीग की सारी लड़ाई छोड़ कर।
तुम बचावो जान हर् हिट्लर से हिन्दुस्तान की ॥
याद रक्खो, तुम अगर आपस में लड़ते ही रहे।
औ' न की इमदाद सचमुच अह्ले इङ्गलिस्तान की ॥
हिन्द फिर होगा, न हिन्दू औ' न फिर हिन्दू धरम।
औ' न देखेंगे मुसल्माँ शक्ल तक क़ुरआन की ॥
नूह की कश्ती बना लो, देके साथ इङ्गलैंड का।
दे रहे हैं हम ख़बर हर् हिट्लरी तूफ़ान की ॥
है ख़ुदा शाहिद[5] कि ये बातें ख़ुशामद की नहीं।
साफ़ कहना चाहिये जो बात हो ईमान की ॥

---

१. अंधेर; २. मेल-मिलाप, प्रजा-तन्त्र; ३. स्वभाव; ४. सपना; ५. गवाह।

میل ملاپ

جلد ۲	جنوری سنہ ۱۹۴۱	نمبر ۳

نیا سال

(از ہاشم خزانچی روڈ پٹنہ)

کیوں مست ہو رہے ہیں، کیوں دل میں ولولہ ہے — کیا سالِ نو پھر آیا، ہر شخص کہہ رہا ہے
شاداب پھر نظر میں ہر نخلِ بوستاں ہے — خوش وقت ہر زمانہ، شادی کا پھر سماں ہے
بھاتا ہے زمانہ، عیش دوام آیا — آئے سال نو خوشی کا کیا تو پیغام لایا
تیرا قدم ہے کیسا، یہ دیکھنا ہے باقی — کیا میکدہ کھلیگا، کیا جام دے گا ساقی
اے کاش تیرا آنا، ہو چین کی نشانی — رنج و محن ہو اپنا، گذری ہوئی کہانی
دل کی ہوئی امنگیں، اے سالِ نو ملیں پھر — منزل پہ جانیوالوں، کی ہمتیں بڑھیں پھر

پھر مرحبا ہے تجھکو، ہاں دل سے مرحبا ہے
تو نیک بن کے آئے، ہاشم کی یہ دعا ہے

میل ملاپ

دنیا والے ایک ہی منزل کے مسافر ہیں

ایسے تا نہیں جبکہ دنیا کروٹ لے رہی ہے۔ نظام عالمی قوت کی طرف سے ترمیمیں ہو رہی ہیں۔ نئے پودے دنیا کے دنیا کو تباہ کرنے کے لئے پُرانے پودے آلات حرب اور آتشی و زہریلے بم سے برباد کئے جا رہے ہیں، پُرانے اور بوڑھے جو اس وقت ملکوں میں ان میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے نئے نئے تجربے دنیا کو حاصل ہو رہے ہیں۔ اصول حکومت میں علم انسانی نیا دل اور تغیر ہونے والا دکھائی دیتا ہے۔ ان انقلابات اور اُلٹ پھیر کے پردے میں کوئی اہم بات تو ضرور ہے۔ دنیا نے جب جب کروٹ بدلی ہے تو کسی خاص انقلاب کے بعد، دنیا اپنے پُرانے طریقے اور اصول حکومت پر اب نہیں چل سکتی ہے۔ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے کہ جرمن یورپ کے ملکوں کو ہڑپ کرنے کے بعد ہضم کر جائے یا جاپان پر ہمیشہ کے لئے ملکوں کا اقتدار قائم ہو۔

یہ معلوم ہے کہ دنیا میں برائیوں سے بھلائی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اگر شیطان نہ ہوتا تو خدا کی یاد نہ ہوتی۔ اگر دنیا میں مشرک نہ ہوتے تو ایک خدا پر ایمان رکھنے والے [illegible] نہ ہوتا جیسے کاموں کی عادت نہ چلی جاتی [illegible] اگر جنگ نہ ہوتی تو امن و امان کی ضرورت [illegible]

اس کو عمدہ اور بہترین بنانے کی کوشش نہ کی جاتی۔ اگر ہٹلر اور مسولینی ایسے خود غرض اور دنیا کی امن و امان کی سمندر میں سیلاب لانے والے نہ ہوتے تو حکومت برطانیہ دنیا میں امن و امان پھیلانے کی ضامن نہ ہوتی۔

عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جبکہ دنیا میں حکومت کرنے والے ایک ایسے قانون اور سمجھوتے کے پابند ہوں گے جس سے امن و امان ہمیشہ کے لئے دنیا میں پھیلے۔ دولت جو اس وقت سامان جنگ بنانے اور انسانی زندگی کو برباد کرنے میں صرف ہو رہی ہے۔ دنیا کی نئی تعمیر، بھلائی اور ترقی پر خرچ کی جائے گی۔

آج کل کی جنگ قومیت کے نام پر ہو رہی ہے۔ ایک قوم دوسری قوم کو شکست دینا اور دنیا سے ناپید کر دینا صرف اس لئے چاہتی ہے کہ تجارت اس کے ہاتھوں میں رہے، تجارت کے ذریعہ سے دنیا کی دولت اپنے ملک میں لے جائے اور اسکو سامان جنگ کی تیاری پر خرچ کرے اور اس سے دوسرے ملک پر قبضہ جمائے، ایک قوم دوسری قوم کو کھا جانے اور تباہ و برباد کر دینے کی فکر میں ہے۔ [illegible] خیال ہے کہ مذہب کے نام پر قومیت منتی سے اور [illegible] دنیا کی قومیں ترقی کرنا چاہ [illegible]

ترقی میں رکاوٹ ہوتی ہے تو یہ جنگ پر مجبور ہوتی ہیں۔
یہ جنگیں خود غرضی کی بنیاد پر ہیں ۔
یہ جنگ جو ہو رہی ہے ہمیشہ جاری نہ رہے گی۔
صلح ہوگی، جس نے جس ملک کو ہڑپ کر لیا ہے اوسے واپس کرنا ہوگا، دنیا کے ہر کونے میں ایک آزادی کی لہر پھیلے گی۔
ایک ایسے معاہدہ کی پابندی لازمی ہوگی جس سے سامان جنگ کسی جگہ نہ تیار ہو اور فوجوں کی مقدار میں بہت کچھ کمی کر دی جائے۔ دنیا کی دولت ہر ملک میں تجارتی اصول پر اوس ملک کی تجارتی قوت اور کاروبار کے ماتحت تقسیم ہو۔ ملک کا ہر باشندہ امن وامان برقرار رکھنے کا خود ذمہ دار ہو۔ دوسرے ملک کے باشندوں کی بہتری اور ترقی کا ویسا ہی خیال ہو جس طرح سے اپنے وطن والوں کی بہبودی کی ذمہ داری محسوس ہوتی ہو۔ لیکن یہ باتیں دنیا کو اوسی وقت میسر ہو سکتی ہیں جبکہ آپس میں اتحاد اور محبت ہو۔ اتحاد اور محبت کی صحیح بنیاد جب ہی قائم ہو سکتی ہے جبکہ آپس میں مذہبی رواداری ہو۔ دنیا میں مذہبی رواداری جب ہی ممکن ہے جبکہ دنیا کو یہ بتادیا جائے اور یقین دلادیا جائے کہ دنیا کے کل مذاہب کے اصل اصول اور مقصد میں ایک ہی سچائی ہے دنیا والے ایک ہی منزل کے مسافر ہیں، لیکن کارواں اور طریق سفر الگ الگ ہیں۔ کوئی ہندو کے نام سے سفر کر رہا ہے تو دوسرا پارسی کے نام سے کوئی عیسائی کے نام سے ہے تو کوئی مسلم کے نام سے جا رہا ہے۔ ہر ایک کی کارواں سالار اور ذمہ دار ہستیاں علحدہ علحدہ ہیں لیکن ان میں آپس کا اتحاد ہے۔ ہر کارواں سالار ایک دوسرے کو جانتا ہے۔ اور ہر ایک کو اپنی منزل مقصود کی راہ معلوم ہے۔ اگر فرق ہے تو یہ ہے کہ رفتار سفر میں کچھ کمی و بیشی ہے۔ اور ہر ایک نے اپنے مسافروں کی ذہنیت اور قابلیت کے لحاظ سے مناسب راستہ اختیار کیا ہے اور اوسی پر چل رہے ہیں۔

قرآن مجید نے یہ بتایا ہے کہ "خدا نے دنیا کی ہر قوم کی ہدایت کے لئے ہادی یعنی راستہ بتانے والا بھیجا ہے"۔ ایشیا کے مختلف ملکوں میں راہ ہدایت بتانے والے ہادی شمع ہدایت لیکر عرب۔ ایران۔ ہندوستان۔ چین اور جاپان وغیرہ وغیرہ میں آئے دین کی روشنی تمام پھیلائی گئی۔ لیکن جو جس قابل تھا اور جس کو جیسی ضرورت تھی ویسی ہی روشنی دی گئی کسی کی بانسری بندرابن کی گلیوں میں بجتی رہی اور دنیا کے بڑے حصہ نے اس کی لئے سے متاثر ہو کر سر نیاز جھکا دیا۔ کسی کی سریلی آواز طور کے پہاڑوں پر گونجی۔ مصر کے فرعون سے دعوائے خدائی کو ہمیشہ کے لئے بھلا دیا۔ کسی نے عرب کے چٹیل ریگستان اور پہاڑوں پر خدائی وحدانیت کی کوک دنیا کو سنائی اور بتا دیا کہ خدا کے مقابلہ میں سر بسجود ہونا ہی ایمان کی شمع روشن کرتا ہے۔ کسی نے بدھ بنکر دنیا کو ایک ایسا سبق اپنے فلسفۂ عظیم سے دیا جسکی یادآج تک دنیا میں اوسی طرح سے باقی ہے جیسے دو ہزار سال قبل تھی۔ اسی طرح سے چین اور جاپان میں بھی پیشوایان قوم ہوتے گئے۔ ان سبھوں کی تعلیم کو مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہر ایک نے آپس کی محبت اور میل جول کی تعلیم دی ہے

اور راہ صداقت اپنے اپنے اصول سے بتایا ہے ۔ لیکن آج آدم کی اولاد بھٹک کر تعصب کے آلات سے مسلح ہو رہی ہے اور ایک دوسرے سے جنگ آزما ہے ۔
کیا خدا کے بنائے ہوئے ہندو ۔ مسلمان ۔ عیسائی ۔ پارسی ۔ بدھسٹ وغیرہ وغیرہ ایک دوسرے سے الگ ہو سکتے ہیں ؟ کیا کانگریس ہندو مہا سبھا ۔ مسلم لیگ یا متحدہ کانفرنس ان کو علحدہ کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے ؟ ہرگز نہیں ۔ خدا کی منشا کے خلاف انسان کی کل کوششیں بیکار اور فضول جائینگی ۔ سبھوں کو آج نہیں کل ایک ہو کر رہنا ہے اور رہینگے ۔

دین و دنیا

۔ از ام ۔ کے ۔ نواب صاحب ۔ پٹنہ ۔

دھرم ۔ تاؤ ۔ کامیتوسیچی ۔ مذہب اور RELIGION یہ سب مختلف الشکل لیکن متحد المعنی الفاظ چینی ۔ جاپانی عربی اور انگریزی زبان کے ہیں اور ان سبھوں کا ایک ہی مطلب ہے ۔ یعنی "سچائی کی راہ" دنیا کے تمام رہبروں نے عموماً اس حقیقت پر چلنے کے تین ہی اصول بتائے ہیں ۔ جن کو اسلامی کتابوں میں حقیقت یا عقائد ۔ طریقت یا عبادت شریعت یا معاملات کہتے ہیں اور ہندو دھرم میں انہی تین اصولوں کا نام ۔ جنن مارگ ۔ بھگتی مارگ ۔ اور کرم مارگ ہے ۔ اسی طرح چین میں CONFUCIANISM کنفیوشیین ازم LAOTISM لوٹ ازم اور جاپان میں SHINTUISM شنٹو ازم میں بھی ایسے ہی تین اصول موجود ہیں ۔ عیسائیت بھی انہی کے ہم معنی تین طریقے کی تعلیم دیتی ہے ۔ البتہ بودھ ازم (BUDNISM) میں بظاہر آٹھ طریقے بتائے گئے ہیں لیکن اس میں بھی فی الحقیقت تین ہی اصول ایسے معلوم ہوتے ہیں جن کے اندر بقیہ پانچ مشترک ہو جاتے ہیں ۔ ان تین اصولوں کو بدھ مذہب کی زبان میں سمیارک دریشتی (SAMYAK-DRISHTI) سمیاک سنکلپ (SAMYAK-SANKALPA) اور سمیاک دیام (SAMYAK-VYAM) کہتے ہیں اور جین مذہب کی کتابوں میں ان تینوں اصول کا نام سمیاک درشن (SAMYAK-DARSHAN) جینن چرتریانی (JNMVA-CHARITRYANI) اور موکشا مرگاہ (MOKSHA-MARGAH) بتایا گیا ہے

بظاہر متذکرہ بالا اصول کچھ گنجلک معلوم ہوتے ہیں مگر ہمارے ناظرین ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمانے کی زحمت گوارہ کرینگے تو یہ بات بالکل واضح ہو جائیگی کہ گو بظاہر ہر مذہب نے مکتی یا نجات کے حصول کے طریقوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے لیکن اس تثلیث میں بھی توحید جلوہ نما ہے ۔ کیونکہ ہر مذہب نے جو اصول مقرر کئے ہیں وہ منو و گیان (PSYCHOLOGY) کے اُن مقررہ قواعد کے ماتحت دماغ انسانی کے تین مسلمہ درجوں کا لحاظ کر کے مقرر کئے گئے ہیں جنکے تحت ایک جاندار علم ۔ خواہش اور عمل کے شلنجے سے باہر نہیں نکل سکتا ۔ اسی لئے ہم آپ کیلئے ان حقیقتوں کو اچھی طرح سمجھ لینا لازمی ہے کیونکہ بغیر انکے سمجھے ہوئے نہ دنیا ہی سنور سکتی ہے اور نہ آخرت ۔ آپ فرمائینگے کہ یہ ایک انوکھی سی بات ہے ۔ آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ آج تمام متمدن دنیا نے ساری انسانیت کو خود ہی تین طبقوں میں تقسیم کر دیا ہے یا دربات ہے کہ عام لوگ اسکو ایک اتفاقی بات سمجھیں مگر جنکو خدا نے روشن دماغ

بنایا ہے اور خلقی نگاہیں حقیقت میں ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ تقسیم کیوں ہے اور دنیا میں انسانیت کا ایک خاص طبقہ علم و سائنس کا مالک کیوں ہو تو دوسرا جذبات و حکومت کا اور تیسرا صناعت و تجارت کا ذمہ دار کیوں بنایا گیا۔ آپ کہینگے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف جذبہ تثلیث کا زور ہے جسنے تمام انسانیت کو یوں تین حصوں میں منقسم کر دیا گیا ہے۔ لیکن دراصل یہ تثلیث بھی حقیقی توحید کی پیش خیمہ ہے اور اب رفتہ رفتہ اہل دنیا اس حقیقت سے واقف ہوتے جا رہے ہیں کہ تمام انسانیت کی ایک برادری ہے جس میں ہر انسان ایک اہم رکنیت کا درجہ رکھتا ہے ظاہری اختلاف رنگ و مذہب کسی انسان کو اس برادری سے علیحدہ نہیں کر سکتے ہاں ایک بات البتہ سمجھ لینے کی ہے وہ یہ کہ جسطرح جسم انسانی کے مختلف اعضاء کا ایک مخصوص کام ہے اسی طرح انسانیت کی برادری بھی مختلف جماعتوں کے سپرد خاص فرائض ہیں جنکو انہیں علیحدہ علیحدہ انجام دینا ہے اور جس طرح جسم انسانی میں دیکھنے کا کام ہاتھ سے اور بولنے کا کام آنکھ سے نہیں لیا جا سکتا اسی طرح انسانی برادری کی ایک جماعت کا کام دوسری جماعت سے ہرگز اچھائی کے ساتھ انجام نہیں پا سکتا۔ بس اتنی سی بات ہے جسکو اہل دنیا کو سمجھ لینا ہے۔ بقول حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

اگر فی الحقیقت اس کو دنیا سمجھ لے تو پھر ارتقاء کی راہ میں بڑی سہولتیں پیدا ہو جائیں اور آپس کے اختلاف کا نام بھی باقی نہ رہے۔

نظم

کم سن دوستو! ——

(نوٹ:- یہ وہ مشہور نظم ہے جو پٹنہ سائنس کالج کے مشاعرہ میں ۱۵ دسمبر ۱۹۴۰ء کو پڑھی گئی۔ اس نظم کا موضوع یعنے "امن" پہلے ہی سے دے دیا گیا تھا اور اس موضوع پر سب سے بہتر نظم عالیجناب خان بہادر نواب سید محمد اسمٰعیل صاحب کی طرف سے ایک نقرئی "کپ" کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ "وہ کپ" جناب سید سرور علی خاں صاحب کو جو کہ کالج کے ایک نوعمر اور ہونہار طالب العلم ہیں اسی نظم پر دیا گیا، میں اپنی دعاؤں کے ساتھ ساتھ مبارک باد بھی دیتا ہوں:- اڈیٹر)

امن

جانِ صد لذتِ حیات ہے امن روحِ تنظیمِ کائنات ہے امن
امن وجہِ بقائے ہستی ہے امن کی سعی حق پرستی ہے
امن ہو اصل خواہشِ قدرت امن ہے عینِ مقصدِ فطرت
ہر عبادت غرض ہے جوہرِ امن کہ ہے مطلوبِ خاصِ داورِ امن

امن ہی باعثِ اخوت ہے　　امن ہی حاصلِ ہدایت ہے
امن ہی لطفِ زندگانی ہے　　امن ہی عیشِ جاودانی ہے
ہر فضا خوشگوار امن سے ہے
دو جہاں کی بہار امن سے ہے

امن دارو ئے بیقراری ہے　　امن منشائے ذاتِ باری ہے
سودمند امن سی نہیں کوئی شئے　　امن کل نعمتوں سے بہتر ہے
جتنے اوتار یا نبی آئے　　امن ہی کا پیام سب لائے
گو بظاہر جدا جدا راہیں　　کہ مسافر چلیں جدھر چاہیں
فی الحقیقت سبھوں کی منزل ایک　　کشتیاں مختلف ہیں ساحل ایک
تھی ضرورت دفاعِ رہزن کی
اس لئے شمع امن روشن کی

جتنی تاکید امن ہو کم ہے　　امن موضوعِ درسِ عالم ہے
ہے یہ تبلیغ ہر فسانے میں　　امن قائم کرو زمانے میں
امن کی یہ مگر نہیں تعریف　　کہ جھکے خوف شر سے مردِ شریف
دعوت امن سے یہ ہے مقصود　　ہو کسی طرح راہِ شر مسدود
نہ رہے شور و شر کا دھر میں نام　　حامیِ صلح کل ہوں خاص و عام
دشمنِ امن اگر تنگ کریں　　چھیڑ کر مصلحوں سے جنگ کریں
فرض ہے راہِ راست پر لانا　　حتی الامکان انکو سمجھانا
پھر بھی شر سے اگر نہ باز آئیں　　تو بجا ہے کہ وہ سزا پائیں

حق ہے طرزِ عمل بدل دینا
اور موذی کا سر کچل دینا
عدل ہے ظلم کو فنا کرنا　　جیسے دکھ درد کی دوا کرنا
امن میں ہوں اگر نہ کوشش کد　　یہ بھی گویا ہے اہلِ شر کی مدد
صلح جو کا نہ جو بٹائے ہاتھ　　دے رہا ہے وہ ظالموں کا ساتھ
جنگ یعنی پیامِ بربادی　　امن گویا صلائے آزادی
جنگ خوف و خطر کی بانی ہے　　جنگ ادبار کی نشانی ہے
ہو کے عاجز بالآخر آپ سے آپ
سبکو کرنا پڑے گا میل ملاپ
لیکن اس صلح پر ہو خوش دل کیا　　سر اٹھائیگا مرغ بسمل کیا
سرد جوش و خروش ہمت پست　　ہر نفس کی صدا شکست شکست
نزع تک حرص و آز کے بندے　　بنتے رہتے ہیں مکر کے پھندے
تھک کے وقتی مصالحت کیلئے　　ہوشمندوں کو یہ نہیں مرغوب

لطف جب ہے کہ صلح عام رہے
اور امن و سکون مدام رہے

کمسن دوستو!——آہ! اسلیم اختر

عالیجناب محمد حسین خطیب ہیڈ مولوی ٹی۔ کے گھوش اکاڈمی (پٹنہ)

دنیا کے سنگریزوں میں ایسے درشاہوار کمی بھی　　کمی نہیں جو اپنی چمک دمک دکھانے سے پیشتر ہی نذرِ حوادث

ہوگئے۔ آج کی صحبت میں ہم ایسے ہی ایک آبدار موتی کو منظرِ عام پر لانا چاہتے ہیں۔

مقامی اخباروں میں یہ انتہائی حسرتناک خبر شائع ہوچکی ہے کہ ۲۶ رنومبر کی صبح کو سلیم اختر نامی پٹنہ کالج کا ایک ہونہار اور ہردلعزیز طالب علم پیراکی کی مشق کرتا ہوا گنگا کی لہروں میں ابدی نیند سوگیا۔ میں مرحوم کے بچپن سے اس کا خانگی معلم رہا ہوں اور تعلقات یہاں تک بڑھے کہ اب وہ مجھے اپنی اولاد سے بھی بڑھکر عزیز تھا۔ اس میں شک نہیں کہ مرحوم اسکا مستحق ہے کہ اُسے مخاطب کرکے کہا جائے۔ ؎

منزلِ راہِ حقیقت کی بتانے کے لئے
چھوڑ جا نقشِ قدم اَوروں کے چلنے کے لئے

میری زندگی کا یہ دمکتا چاند گنگا کی اتھاہ موجوں میں ڈوبا ہے تب سے ؎

دماغ تاریکیوں میں گم ہے چراغِ دل رہنما نہیں ہے
اِدھر اندھیرا اُدھر اندھیرا کہیں کوئی آسرا نہیں ہے

پھر بتائے ایسی حالت میں، میں کیا لکھوں اور کوئی کیا سمجھے؟

؎ کیا ہنسے انسان اور کیا رو سکے
جی ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے

بہرحال اس کسمپرسی کے عالم میں مجھ سے جو کچھ ممکن ہے حوالۂ قلم کرتا ہوں۔

مگر قبل اس کے کہ اس ہردلعزیز دریکتائے کی چمک دمک کے اوناٹے آپ اپنوں کی زبانی سنیں پہلے ایسے اغیار کے تبصرے ملاحظہ فرمالیجئے جو پٹنہ کے اکابر و مشاہیر میں شمار ہوتے ہیں اور جنہوں نے سلسلۂ تعزیت خیالات ذیل ظاہر فرمائے

ڈاکٹر اے۔ کے رائے نے فرمایا " اتنا نیک اور بعہد لڑکا دنیا بہت کم پیدا کرتی ہے" خان بہادر مولوی مبارک کریم صاحب سابق ناظر تعلیمات اسلامیہ کا ارشاد ہوا " وہ امیرزادہ نہیں پارسا زادہ معلوم ہوتا تھا" مسٹر علی حسن صاحب سابق پوسٹ ماسٹر جنرل بہار گویا ہوئے " نہایت پاکباز اور معصوم لڑکا تھا" مسٹر نعیم صاحب بارایٹ لا بولے " ایسا نیک اور سلیم الطبع لڑکا میں نے نہیں دیکھا" پروفیسر ظہیر صاحب پٹنہ کالج نے فرمایا " ایسا سادہ اور ہردلعزیز لڑکا کالج میں بہت کم نظر آتا ہے" مسٹر شریف بار ایٹ لا کا ارشاد تھا " بہت معصوم اور اپنے نام جیسا آدمی تھا" سہیل صاحب عظیم آبادی نے اظہار فرمایا " دماغ بہت اعلیٰ رکھتا تھا اور ملنساری، پاکبازی و معصومیت میں یکتائے روزگار طالب علم تھا"

مرحوم مصلح پور، پٹنہ کے ایک رئیس اور معزز گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ اس نے ابھی زندگی کی کل سترہ ہی بہاریں دیکھی تھیں۔ مولوی حفیظ وکیل سابق ایم ایل سی و ممبر سنڈیکیٹ و سینیٹ پٹنہ یونیورسٹی بھی مرحوم کے چچا اور مسٹر نعمان ایم ایل اے چچیرے بھائی ہوتے ہیں۔

مرحوم اس تھوڑی سے عمر میں بہت بلند سیرت،

ممتاز اخلاق اور گوناگوں اوصاف کا مالک تھا۔ وہ جس سے کبھی ایک بار مل لیتا اُسے ہمیشہ کے لئے اپنا گرویدہ بنا لیتا تھا ناممکن تھا کہ سلام یا آداب کرنے میں اُس پر کبھی کوئی سبقت کیجا سکتا اُس سے کسی کے دل کا دکھنا تو درکنار محلہ کے تمام ہندو مسلمان اور اس کے تمام احباب بلا تفریق مذہب و ملت اس پر جانیں چھڑکتے۔ چنانچہ ہردلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ اسی سال اس نے پٹنہ کالج کی فضا میں قدم رکھا اور داخلہ کے چند ہی روز بعد جب کلاس کے نمائندہ کا انتخاب ہوا تو دو سو لڑکوں میں جن میں ڈیڑھ سو ہندو اور کل پچاس مسلمان تھے بغیر کسی تک ودو کے نمائندہ چنا گیا۔ سال اول کا طالب علم تھا اور مشکل سے ابھی سال کے چھ مہینے گذرے تھے۔ مگر عام طور پر تمام اساتذہ اور خاص طور پر پرنسپل کے دل میں اس نے ایک خاص جگہ بنا لی تھی۔ جب حادثہ کی خبر ہوئی پرنسپل عالم بیتابی میں دریا کے کنارے تین میل تک اس کی جستجو میں پیدل چلے۔

ملنے جلنے کا انداز اتنا دلکش تھا کہ بس دیکھتے ہی رہیے۔ جب کوئی اس سے ملنے آتے تو سروقد کھڑے ہو کر استقبال کرتا اور جب تک انہیں بٹھا نہ لیتا خود نہ بیٹھتا۔ اور اس سلوک میں امیری و غریبی اور مذہب و ملت کا کوئی امتیاز نہ تھا۔

خدمت خلق اور ایثار اس کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ اگر کوئی کسی ضرورت سے ملنے آتا تو اپنا سارا کام چھوڑ کر پہلے اس کا کام انجام دے دیتا اور اس میں بڑی خوشی محسوس کرتا۔ بیشمار کم پڑھے لکھے اور ان پڑھ ہندو مسلمان غریب و نادار طلبا اس دردمند رئیس زادے سے مفت تعلیم حاصل کرتے اور اس دھندے میں بعض اوقات وہ رات کے بارہ بجے سے پہلے بستر پر نہ جاتا۔

تہذیب و شائستگی کا پیکر مجسم تھا۔ اساتذہ یا بزرگوں کے سامنے بے ضرورت کبھی نہ بولتا۔ اور جب ان سے کچھ کہنا ہوتا تو نہایت دبی زبان سے اور کھڑے ہو کر عرض کرتا۔ کسی کی بات یا معاملہ میں کبھی دخل نہ دیتا۔ جب کوئی دو آدمی کسی مجلس میں کوئی پوشیدہ بات کرنا چاہتے تو بے کہے خود اس مجلس سے الگ ہو جاتا

حیاداری کا یہ عالم تھا کہ راستہ چلنے میں نظریں ہمیشہ نیچے کی طرف جھکی رہتیں۔ اتفاق سے اگر کسی غیر محرم پر نظر پڑ جاتی تو خود شرما کر نگاہیں فوراً جھکا لیتا۔ کبھی کوئی ناشائستہ بات اس کی زبان پر نہیں آئی اپنے ہاں کے نوکر تک کو اس نے کبھی بیہودہ نہ کہا۔ بلکہ اگر کسی مجلس میں ناشائستہ الفاظ بولے جاتے تو وہاں سے چپ چاپ کھسک جاتا

گو سیاسیات میں عملی حصہ اس نے کبھی نہیں لیا مگر مختلف قوموں میں سیاسی اتحاد کا جذبہ برابر اس کے دل میں موجزن رہا کرتا اور اس مقصد کے ماتحت اپنے فرقہ پرست دوستوں سے اکثر صلح کن اور سنجیدہ بحثوں میں حصہ لیتا۔ اسی سلامت روی کا نتیجہ تھا کہ ہر مذہب

وملت کے بیشمار دوست ہمیشہ اس کے گرویدہ وار نثار رہا کرتے۔

ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس نے دماغ اور حافظہ بھی بہت اعلیٰ پایا تھا۔ جو بھی ایکبار پڑھ لیتا اسے دوبارہ سمجھنے یا یاد کرنے کی ضرورت اُسے کبھی نہیں ہوتی۔ اس مختصر سے مضمون میں مرحوم کے اوصاف میں کہاں تک بیان کروں۔ میرے اردگرد خدا کے فضل سے برابر سیکڑوں شاگردوں کا حلقہ رہتا ہے مگر میرے ذاتی خیالات کا خلاصہ یہ ہے کہ

ع گلستاں میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

اگر خدا نے چاہا اور وقت نے ساتھ دیا تو آئندہ کسی اشاعت میں مرحوم کی کتاب زندگی کے بعض اہم ابواب اور اس کی تصویر ہدیہ ناظرین کروں گا۔

نوٹ:- طالب العلموں کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے اخلاق اور مذہبی رواداری کو اس طرح کا بنائیں کہ دنیا میں مرنے کے بعد بھی تذکرہ خیر ہو۔ ہم سلیم اختر مرحوم کی اچانک موت پر نہایت خلوص سے افسوس ظاہر کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ خداوند عالم مرحوم کے شفیق اُستاد مولوی محمد حسین صاحب خطیب ٹڈ مولوی اور مرحوم کے والدین کو صبر عطا فرمائے گا۔

— ایڈیٹر —

موتی قوام بے شک ہے بے مثال نکلا　　بے عیب ہر طرح سے با صد کمال نکلا
ہے پاندان کی زینت اے پان کھانیوالو　　خوشبو میں خوبیوں میں یہ لازوال نکلا
وہ شبنو نکی سج دھج بلبل کی یہ صفائی　　بن ٹھن کے خوبیوں سے صاحب جمال نکلا
سو سیکڑوں میں کیا ہے لاکھوں میں ایک نکلا　　سب لوگ کہہ رہے ہیں کیا خوب مال نکلا
ہے رازدار خلوت ناز و نیاز میں یہ　　راحت ہے عاشقوں کی وجہ وصال نکلا
دشمن بھی معترف ہیں کیا شان ہے نرالی　　شہرت یہ آسماں کے بنکر ہلال نکلا
پٹنہ کی گود میں ہاں جو طفل سو رہا تھا　　فخر بہار بن کر وہ نونہال نکلا
کاریگری میں یونس بیشک ہیں فرد اپنے　　سمجھے تھے بے حقیقت گودڑ میں لعل نکلا
ہے ورد کو مسرت پوری ہوئی تمنا　　وفضل خدا سے یعنی رزق حلال نکلا

روحانی دنیا — نماز یا پوجا سے خدمت خلق

اڈیٹر

مادی زندگی بسر کرنے والوں کو تعجب ہوتا ہے کہ فقرا یا روحانیت رکھنے والے دیکھکر کیونکر انسانوں کے عادات اور دماغی کیفیات سمجھ جاتے ہیں۔ روحانیت سے جو محروم ہیں وہ یا تو ایسے اشخاص کو دیوانہ یا بالکل جھوٹا اور مکار تصور کرتے ہیں۔ جنہوں نے مادی زندگی کے سمندر میں غوطے کھا آل کار زیست سمجھ لیا ہے۔ ان مجبور انسانوں کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔ خدا انہیں راہ ہدایت دکھلائے۔ یہ مادہ کے لذات میں اسقدر گہرائی سے ڈوبے ہوئے ہیں کہ اسکی گندگی کا احساس بالکل نہیں ہوتا ہے۔ ان کی حالت بجنسہ ویسے شخص کی ہے جو دنیا بھر کی بدبو کثافت صاف کرتا ہے اور بدبو کا احساس نہیں ہوتا اور نہ گندگی سے تنفر ہے۔

لیکن ایسے بندے خدا روحانی نعمتوں سے محروم نہیں رہ سکتے ہیں۔ روحانیت کسی خاص شخص کا حصہ نہیں ہے یہ وہ عظیم الشان طاقت ہے۔ اور اوس سخی سرکار کی پیدا کی ہوئی ہے جسکے سامنے ایک گنہگار اور عابد، ایک مشرک اور ایک موحد، ایک فقیر اور ایک بادشاہ برابر ہیں۔ خدا گنہگاروں کو دھتکار کر یہ نہیں کہتا کہ "تجھے روزی ہمارے خزانہ سے نہ ملیگی تو اس قابل بھی نہیں ہے کہ ہمارے سامنے سر جھکائے"۔ یہ دنیا کی فراوانی اور دولت کی نعمت حاصل کئے ہوئے شوریشت بندگان خدا ہی کے کرتوت ہیں کہ وہ اپنے ہم جنس انسانوں کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں۔

اچھی روحانیت رکھنے والوں کی پہچان ہے کہ اونکی نظر باطنی کم و بیش کھلی ہو۔ اور اونکے سامنے جو شخص آجائے اوسے پہچان لیں اور اوسکی اصلی سیرت سے واقفیت حاصل کر لیں جس کا جاننا اوسکے عزیز و اقارب کے لئے بھی ناممکنات سے ہو۔ سائنس نے روحانی رموز کی تحقیقات کر کے اسقدر زیادہ روشنی اسپر ڈالی ہے کہ منکر روحانیت یا ایسے اشخاص جن کا عقیدہ یہ ہے کہ خاص خاص بندگان خدا ہی کو روحانیت حاصل ہوتی ہے اور یہ طاقت آسمان سے کسی فرشتہ کے ذریعہ اوس خاص انسان پر آتی ہے، ان کا بھی منہ بند کر دیا ہے۔

مغربی ناٹنگھم ہیلس کے مشہور باشندہ ڈاکٹر اسٹنس ہوکر، جو کہ خاص طور سے معالج بذریعہ رنگ و برق (بجلی) مانے گئے ہیں انہوں نے یورپ کو اس اعلان سے حیران کر دیا ہے کہ انسان کے جسم سے رنگین شعاعیں خارج ہوتی ہیں اور اسکے دیکھنے اور محسوس کرنے کی طاقت اون میں خود موجود ہے۔ وہ رنگوں کی تفصیل اور انسانی زندگی پر اونکے اثرات بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے جسم سے شوخ سرخ شعاع خارج ہوتی ہو اوس میں نفسانی خواہشات اور جذبات زیادہ ہوتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی زندگی کا مقصد ہی یہ بنا لیا ہو

کہ مخلوق خدا کے ساتھ بھلا ہی بھلائی کی جائے اوس کے جسم سے گلابی شعاعیں خارج ہوا کرتی ہیں۔ جن میں جوش اور ہوس دنیاوی یعنی ترقی اور برتری کی ہوتی ہے اون کے جسم کی شعاعوں کی رنگت نارنجی دکھائی دیتی ہے۔ اور جو لوگ بہت زیادہ سوچ بچار کیا کرتے ہیں اون کے جسم کی شعاع کا رنگ گہرا نیلا ہوتا ہے۔ جو لوگ علمی ذوق رکھنے والے ہوں یا فن موسیقی۔ شاعری یا مصوری وغیرہ کے شائق ہوں یا اچھی صحبت وا چھے ہمسایہ میں رہتے ہوں اون کے جسم کی شعاعوں کا رنگ زرد ہوا کرتا ہے۔ جو لوگ ہوس وحرص کے بندے ہیں یا اون کے خیالات بالکل پست ہیں اون کے جسم کی شعاعوں کی رنگت خاکی ہوا کرتی ہے۔ جو لوگ معمولی اور بدنما زندگی بسر کرتے ہیں اون کے جسم کی شعاعیں بھدّے بھورے رنگت کی ہوا کرتی ہے۔ جن میں مذہبی رجحانات وجذبات ہیں یا خوش اخلاق اور نیک طوار ہیں اون کے جسم کا رنگ ہلکا نیلا ہوتا ہے۔ بلند خیالات اور عالی ہمت انسانوں کے جسم کی شعاعوں کا رنگ ہلکا سبز ہوا کرتا ہے۔ اور جو لوگ جسمانی امراض میں مبتلا ہیں یا ان کے دماغی توہمات وتصورات گندے ہیں ان کے جسم کی شعاعیں شوخ سبز ہوا کرتی ہیں۔

ڈاکٹر ہوکر صاحب کا یہ بھی قول ہے کہ انسانی تخیلات کی خاص شکل اور رنگت ہوا کرتی ہے جو کہ معمولی آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی ہیں لیکن یہ اسقدر نازک اور باریک ہوتی ہیں کہ ہر چیزیں جسے انسان استعمال کرتا ہے یا چھوتا ہے جذب ہو جاتی ہیں۔

خیالات کا اثر چیزوں پر کیونکر ہوتا ہے اوسے اس طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ فرض کیا جائے کہ زید نے ایک قلم کو استعمال کیا ہے اوس قلم میں زید کے تخیلات اور اوس کا رنگ منقش ہو جائیگا۔ خواہ ظاہری نظر اوسے نہ دیکھے۔ ان خیالات کا عکس عالم ملکوت میں موجود ہوگا اور نظر ملکوتی رکھنے والا انسان اوسے بخوبی دیکھ لیگا اور یہ بھی سمجھ لیگا کہ اس قلم کا استعمال کرنے والا فلاں قسم کا آدمی تھا اور فلاں فلاں خواہشات وجذبات میں اس قلم کو استعمال کیا گیا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ نظر ملکوتی کی طاقتیں جن لوگوں میں پیدا ہو گئی ہیں وہ انسان کو دیکھ کر۔ انسان کا جسم چھوکر انسان کی استعمال کی ہوئی چیزوں کو چھوکر اوس انسان کی یا اوس چیز کی حقیقت کو جان جاتے ہیں۔ قدرت کی طرف سے جو امداد ایسی نظر رکھنے والے انسانوں کی ہوتی ہے وہ اوسی وقت ہوتی ہے جبکہ اوس طاقت کو دکھلا کر اپنی زبان سے فخر ومباحات نہ کریں۔ اور بالکل معمولی انسانوں کی طرح سے رہایش اور بات چیت ہو۔ خودی کو بھولتا جائے اور غیروں کی محبت وبھی خواہی کا مادّہ بلا امتیاز مذہب وقوم اوس میں پیدا ہوتا جائے خاموشی سے انسان کی روحانی خدمت کرے اور اوسکی شہرت کا خواہاں نہ ہو۔ ان ہی رنگین شعاعوں کا نام سائنس نے اورا (AURA) رکھا ہے۔

جن لوگوں نے روحانی زندگی کے نقش قدم پر اپنا قدم

ابھی تک نہیں رکھا ہے اونہیں چاہئے کہ اپنے میں روحانیت پیدا کرنیکی صلاحیت پیدا کریں۔ اسکے لئے پہلے پہل کسی اُستاد یا مرشد کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ جو شخص جس مذہب کا ہو اوس کی عبادت دل سے کرے۔

مان لیا جائے کہ مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو اون کو نماز کے وقت کی پابندی کا خیال رکھنا چاہئے۔ جو جو سورۃ اور دعائیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں اون کے معنی کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔ اور اسقدر سورہ و دعا کے معنی یاد ہو جائیں کہ جیسے پڑھتے جائیں ویسے ویسے معنی بھی سمجھتے جائیں۔ بغیر معنی اور مطلب سمجھے ہوئے نماز کا اثر تشفی بخش نہ ہوگا اگر ایک ماہ اس طرح سے ایک وقت کی بھی نماز پڑھی گئی تو نماز پڑھنے والا اپنے جسم میں۔ اپنے خیالات میں تبدیلی پائیگا اور اپنی زبان میں اوس کو قوت محسوس ہوگی جو خیال کرے گا یا زبان سے کہدے گا زیادہ تر ہو کر رہے گا

اسی طرح سے ہندو بھائی یا اور دوسرے مذاہب کے لوگ اپنی عبادتوں کو خوب سمجھکر کیا کریں اور پھر اس کے بعد اس کی طاقت سے بندگان خدا کا۔ اپنے پڑوسی اور دوستوں کا اپنی دعاؤں سے بھلا کریں۔ اگر ایسی روحانی خدمت کا آپ کو شوق ہے تو آپ مجکو یعنی ایڈیٹر میل ملاپ (اُردو) کے نام سے خط لکھیں آپ کو روحانی خدمت کے راستے بتائے جائیں گے۔ اور آپ سے تھوڑا بہت جگ کا کلیان ہوگا۔

یہ طاقت اور زیادہ اوسوقت بڑھتی جائیگی جبکہ دل سے تعصب۔ بغض۔ اور کینہ نکلنا شروع ہوگا اور اس کی جگہ محبت خلق اللہ۔ رحم و کرم جو خدائی صفات ہیں انسان میں بڑھتی جائینگی۔ ایسے انسانوں کی نظروں میں ایک یہودی اور عیسائی ویسا ہی پیارا ہے جیسا کہ ایک ہندو یا مسلمان۔ مخلوق خدا پر رحم اور اوسکی ہمدردی کرنا ہی اچھے انسانوں کا کام ہے۔ بغیر تعصب سے دنیا نہیں چل سکتی خواہ اسکے لئے سبھائیں بنائی جائیں یا لیگ۔ تعصب دنیا کا ناش کر چھوڑے گی۔

یہ ہیں ابتدائی منازل اگر اسے معقول طور سے عمل میں لایا گیا تو آیندہ سہونت دینے والا بھی اسی ہوتا ہے جو اس میں یا خواب میں خدا ضرور رکھیدیگا۔ دنیا میں اور چیزوں کی قحط اور گرانی ممکن ہے لیکن روحانی پیشوا کی گرانی نہیں ہے۔ یہ لوگ عالم بالا میں ہر وقت دوسروں کی امداد کے منتظر اور خواہاں ہیں۔ ان کی ابدی زندگی ہی اسی پر ہے کہ عالم روحانیت میں یا ضرورت ہو تو مادّی زندگی کی روپ میں آکر حاجتمند انسانوں کو روحانی تعلیم دیں اور انسانوں کی ارتقائی منزل میں امداد پہونچائیں۔ آپکے مذہبی پیشوا اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد آپ سے غافل نہیں ہیں آپ اونکو مردہ سمجھتے ہیں مگر وہ زندہ ہیں جس دنیا میں وہ اسوقت ہیں وہیں سے آپکی امداد کرنا چاہتے ہیں اور امداد کرتے ہیں۔ انسان خود اپنی خودی کے بھنور میں ڈوب رہا ہو یہ دوسری بات ہے لیکن انکو ہدایت ہوتی رہتی ہے۔ راہ چلتے اور ہمسایہ سے مخالف اور دشمنوں سے بھی قدرت کی طرف سے ہدایت کردیجاتی ہے جبکہ راہ راست انسان اختیار کرلیتا ہے تو اوسکی تعلیم خواب میں اور اس عالم میں براہ راست بھی ہوتی ہے

یادآوری

گلزار باغ پٹنہ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۰ء

محترم اڈیٹر صاحب میل ملاپ تسلیم

تھیاسوفیکل سوسائٹی کے سنہری جبلی میں بوجہ علالت شریک نہ سکا جس کا افسوس ہے ناچیز نے صدر اعظم کے نام ایک مبارک باد کا عریضہ لکھا ہے جس کی نقل حاضر کیجا رہی ہے۔ مناسب ہو تو اپنے موقر جریدہ کے کسی گوشہ میں جگہ دیکر ممنون فرمائینگے۔

مقدس صدر اعظم

ہم لوگوں کی سوسائٹی کی سنہری جبلی منائی جا رہی ہے۔ میں اس مبارک موقعہ پر جناب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مجھے بحد افسوس ہے، کہ میں اپنی بیماری کی وجہ سے اس شاندار تقریب میں شریک نہ ہو سکا۔ خدا اس جلسہ میں حصہ لینے والوں پر برکت نازل فرمائے اور جلسہ کو ہر حیثیت سے کامیابی عطا کرے

میں امید کرتا ہوں کہ شریک ہونیوالے سب بھائی خصوصاً برادران اسلام اس خاص جلسہ کی اہمیت کا اثر لینگے اور اس کی اہم تجاویز پر صداقت و استقلال کیساتھ کاربند ہونگے۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ ہماری سوسائٹی کے ۸-۹ کروڑ مسلمانوں کو تھیاسوفیکل ذہنیت کا بنانیکی سرگرم کوشش کرے گی۔ غالباً امر خاص میں زیادہ کام نہیں کیا جا رہا ہے۔

خدا ہم لوگوں کو نیک کام کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا کے ساتھ ساتھ ہمارے پیارے وطن میں امن وامان قائم رکھے آمین۔

آپ کا فرمان بردار

سید عسکری حسن جعفری۔ ایف ٹی۔ اس

اب مجھے کوئی شک نہیں رہا

آپکے روحوں کے متعلق جو واقفیت مجھے بہم پہونچائی ہے۔ اس سے میرا مطلب کافی سے زیادہ حل ہو گیا مجھے یہ خیال تھا کہ زندہ انسانوں کا صرف اسی دنیا یعنی مادی جگت سے تعلق ہونے کی وجہ سے وہ عالم ارواح یعنی آتما جگت سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے۔ اور عالم ارواح میں رہنے والی روحیں اس مادی دنیا سے ہر صورت اور ہر حال میں لاتعلق رہتی ہیں۔ مگر آپ کی تحریر نے میرے اس خیال کو دور کر دیا ہے۔ اور اب مجھے کوئی شک نہیں رہا۔ کہ کوئی روح کسی غرض سے اپنا پیغام کسی زندہ انسان کو

دے سکتا ہے۔ اگرچہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ عام طور
سے روحیں نہیں آتیں۔ یا آنا پسند نہیں کرتیں۔ غیر
معمولی حالات سے متحرک ہو کر کوئی روح ایسا کر سکتی ہے
میں آپکا بہت ہی مشکور ہوں۔ کہ آپکی مہربانی سے
میرا مطلب حل ہوگیا۔ اب اس بارے میں آپکو زیادہ
تکلیف نہیں دینا چاہتا۔

شکریہ کے ساتھ

میں ہوں آپکا روحانی بھائی

ر۔ ن۔ گ (لاہور)

نوٹ:- ایک معزز بزرگ کی تحریر پیش کی گئی ہے جنکا نام بلا اجازت شائع نہیں کر سکتا ـــ ایڈیٹر

افسانہ

نقلی مرشد کی چال

از سید قمر الدین حیدر صاحب قمر افسانہ نگار پٹنہ

کسی نے ایک جاہل ان پڑھ نوجوان سے انسان بنانا چاہا تو لگے ہاتھوں پوجا پاٹ یا عبادت و ریاضت کے فائدے بیان کرنا شروع کر دیا۔ کلام کچھ اس قدر شیریں اور انداز بیان اتنا دلکش تھا کہ گنوار کے دل میں طلسم ہوشربا کی طرح ہوائی قلعے ٹوٹتے اور پرستان کی پریاں ناچتی ہوئی آتی محسوس ہونے لگیں۔ شوق عبادت چرایا ... وہ بھی اس قدر کہ حد سے بڑھکر جنون کی سرحد سے جا ملا ـــ اب وہ پورا ملائے مسجد ہی بنگیا۔ شب و روز یاد خدا کے سوا کوئی اور کام نہ تھا۔ محلہ والے یہ خیال کر کے کہ ایک مسلمان ہوکر بیچارہ بار کا بار ہے شب کے وقت کھانا پہنچا دیا کرتے تھے۔ اور کوئی دینی چاہے دنیاوی فائدے اسے پہنچا ہو یا نہیں لیکن اتنا تو ضرور ہوا کہ خدا نے فکر معاش سے سبکدوش کر دیا۔ حوائج ضروری کے علاوہ باقی اوقات سجدوں اور یاد خدا میں اس طرح گذرنے لگے کہ آہستہ آہستہ خواہشات نفس پر اسے قابو ہونے لگا۔ ترقی کا زینہ ملتے ہی جلدی جلدی اپنی فطرت کے مطابق آگے بڑھنے لگا۔ جسمانی راحت و آرام بھول بیٹھا۔ وہ جوانی کے اس جذبے سے جو انسانیت سے گرا کر حیوانیت کے درجہ پر لا کھڑا کرتا ہے بالکل ناواقف تھا اور یہی وجہ تھی کہ یہ جذبہ کبھی کبھی سن کے تقاضے کے موافق ابھرتا مگر ناواقفیت آڑے آجاتی

ایک روز لمبے اور طولانی سجدہ سے سر اٹھایا تو دوسری جانب ایک اور شخص کو مشغول سجدہ پایا جس کی عبادت کئی گنا اس سے بڑھی ہوئی تھی۔ یہ حیران ہو کر اس دوسرے ہم جنس کی عبادت کو تعجب کی نظر سے دیکھتا اور خود اپنے میں کمی محسوس کر کے شرمندہ ہوتا رہا۔ مقابلے میں آنے کے بعد شوق بڑھا شوق کے ساتھ عبادت بھی بڑھی مگر وہ خلوص نہ پیدا کر سکا جو دوسرے عابد میں تھا آخر عاجز آکر اس عابد نے سوال کیا ـــ "کیا تمہیں کبھی بھوک و پیاس نہیں معلوم ہوتی؟" "ضرور ہوتی تھی مگر رفتہ رفتہ اسے میں نے اس لئے ترک کر دیا کہ پیشاب و پاخانہ کی حاجت ہو اور میرا وقت برباد نہ جائے! جو وقت بھی مل جائے اسے عبادت میں صرف کرنا چاہتا ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں غفلت میں موت نہ آجائے" "کیا کہنا ہے آپ کی عبادت کا! مگر ذرا یہ تو

بتائیے ؟ آخر آپ اس قدر روتے کیوں ہیں ؟
"میں ایک گنہگار بندہ ہوں روؤں نہ تو کیا کروں"۔
"مجھے تمہارے رونے میں بہت خلوص معلوم ہوتا ہے ! چاہتا ہوں کہ مرا بھی یہی حال ہو مگر دو چار قطرے کے بعد آنکھیں خشک ہو جاتی ہیں ۔ کیا کوئی تدبیر تم بتا سکتے ہو کہ میں بھی تمہارے جیسا خلوص پیدا کر سکوں"
"تمہارے لئے وہی دو چار قطرے بہت ہیں ! اس کے سوا جا نکر کیا کرو گے ! میں نہیں بتا سکتا"
"نہیں نہیں ! میرے خالص دوست تم کو وہ راز بتا دینا چاہئے ! ورنہ یہ تمہاری خود غرضی ہو گی"
"ڈرتا ہوں کہ تم عمل نکرو گے اور مجھے اُلٹے بیوقوف بناؤ گے ورنہ کہہ بتا یا"
"نہیں مرشد ! اس کا یقین کرو کہ میں تمہاری رائے پر عمل ضرور کرونگا اور بجائے بیوقوف کے استاد سمجھوں گا"
"خیر نہیں مانتے ہو تو سنو ! زانیہ محلہ میں چلے جاؤ وہاں تمہیں ایک مکان پر جھنڈا لہراتا ہوا ملیگا ! دستک دینا ایک عورت اگر تمہیں اوپر بجا لیگی تمہاری خاطر و مدارات کریگی۔ اس کے سوال پر تم اپنے ساتھ تمام شب رہنے کا اصرار کرنا وہ انکار کریگی مگر تم نہ ماننا۔ جب شب کو تم اس کے ساتھ آرام سے سوؤ گے تو وہ تمہاری ہر خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے مرے راز سے بھی واقف کر دیگی"
اندھیری رات میں اتفاق سے ابر کی تاریکی اور بھی پھیل گئی اور رفتہ رفتہ مینہ برسنے لگا جیوں ہی کہ گیارہ بجے عابد صاحب

اٹھے اور محلہ زانیہ کی طرف ہر مکان پر نگاہ ڈالتے چلے ایک مکان پر وہ نشان ملگیا جو بتایا جا چکا تھا ۔۔۔ دستک دی۔ کواڑ کھلا ۔۔۔ اوپر گئے ۔۔۔ خاطر و مدارات ہوئی۔ زانیہ نے پیشانی پر گھٹا دیکھا اور ریش مبارک بے قاعدگی کے ساتھ ضرورت سے زیادہ بڑھی ہوئی تو گھبرا کر پوچھنے لگی ۔ "کس قصد سے آنا ہوا مولانا"
"شب کو تمہارے پاس رہنا چاہتا ہوں اور کوئی ضرورت نہیں ہے"
اس نے ان کی وضع قطع اور طرز کلام سے ان کی بیوقوفی کا اندازہ کر کے ہنسنا شروع کیا ۔۔۔ دیر تک ہنستی رہی پھر سنجیدگی کے ساتھ کہنے لگی ! "مولانا میں ایک فاحشہ عورت ہوں بدکار ، جس کا ہر گھنٹہ ہر منٹ گنا ہوں سے لبریز ہے ! جس کے یہاں خطاکار آتے ہیں ! جس کی آغوش میں گناہیں پرورش پاتی ہیں ! ہائے میرے ناقابل رحم زندگی ! ! ! افسوس ! افسوس ! پھر جوش میں آکر رقت خیز آواز میں ؛
"میں گنہگار ہوں ، پاپی ہوں ، بد انجام ہوں ! سب کچھ ہوں مگر بدنفس نہیں ہوں ۔۔۔ ! مولانا ! یہ گھر نہیں ہے جہنم ہے جلدی میرے یہاں سے بھاگو ! کس نے بہکا دیا ہے"
"نہیں ! ہرگز نہیں ! مرا مرشد بہکانے والا نہیں ہے ! میں وہ راز معلوم کرنا چاہتا ہوں جس سے خلوص ہی خلوص پیدا ہوتا ہے ! آؤ مری آغوش میں آکر سو رہو"
"تمہیں راز خلوص ، وحقیقت و معرفت معلوم کرنے

کے لئے مرے یہاں بھیجئے۔" الشیطان ہے! بیوقوف جانکر اس نے دھوکا دیا ہے جا کر دیکھو، غائب ہو چکا ہو گا ــــــــ

فلسفۂ محبت

از: شیخ عبدالرشید عرفانی عظیم آبادی

بھوک کی چنگاریاں۔ غریب کے آنسو — بے کسوں کی آہ — مظلوموں کی تڑپ جنگ کے شعلے۔ خون کے دھارے — طاقتوروں کی زبردستی — کمزوروں کی بے چارگی — امیروں کی دولت — فقیروں کی فاقہ مستی۔ زمینداروں کے ظلم کسانوں کی تغافل پرستی۔ سماج کے بندھن — بیواؤں کی ہلاکت زدہ آنکھوں کی چمکتی ہوئی روشنی باپ کا حکم۔ بیٹے کی عدول حکمی۔ ان گنت لیڈروں کی بے شمار رہنمائی۔ اور ان پڑھ بھیڑیوں کا ان کے پیچھے دوڑنا ــــ یہی سب جب فضا میں پورے طور سے مسلط ہو جاتے ہیں تو؟ — تو ایک زبردست اکال پڑتا ہے اکال! ــــ انسانی ہڈیاں چٹخنے لگتی ہیں — اپنا بیگانا ہوجاتا ہے — خون برف کے مانند ٹھنڈے اور سفید ہو جاتے ہیں!! میرے دوست! ان سے بچنے کے طریقے بھی آپ جانتے ہیں پر عمل نہیں کرتے! ــــ پھوٹ کے شعلے کو بھڑکنے سے پہلے آپ پنے پریم کے پوتر اور گنگن فواروں سے ٹھنڈا کر دیں ــــ پریم کی جب ہر سو بجلی کوندیگی تو خود بخود پھوٹ اور نفاق کے بیج خاکستر ہو جائیں گے — پریم کا پھل بہت میٹھا ہوتا ہے میرے بھائی۔ دیکھیے میں بڑے بڑے مشاہیر کے اقوال آپکو سناتا ہوں۔

(۱) پاکبازی ایک دولت، جو محبت کی فراوانی سے ہاتھ آتی ہے۔

(۲) میں اپنے ترنے تمہارے دل میں اتار دونگا اور اپنی محبت تمہاری محبت میں (ٹیگور)

(۳) محبت دل کو نرم بنا دیتی ہے اور نرمی و بیش بہا خزانہ ہے جس کا نام "دوستی" ہے (فلیچر)

(۴) محبت قوت کو بھی شکست دے سکتی ہے (منیمن)

(۵) محبت میں خاموشی بھی گویائی کا اثر رکھتی ہے (کانگریو)

(۶) جو محبت نہیں کرتا خدا کو نہیں جانتا کیونکہ خدا محبت ہے (پروفر)

(۷) عدالت، سپاہی، باغ ہر جگہ محبت کی حکومت ہے، نیچے انسانوں پر اور اوپر فرشتوں پر محبت کی حکومت ہے کیونکہ محبت خدا ہے اور خدا محبت ہے۔ (اسکاٹ)

(۸) محبت صرف اپنی رعایا ہے اور اپنی سلطنت کے سوا کسی کو نہیں مانتی (گرین ول)

(۹) محبت زندگی ہے اور موت ایسے بقا اور آگوہت کا تاج پہناتی ہے۔ (پرون)

(۱۰) محبت اپنے مرکز محبت کو خوش رکھنے کے لئے ہر چیز قربان کر دیتی ہے (دلشن)

सूरे-फ़ातहा

(ले०—प्रोफ़ेसर ए० आर० नैयर, क़ादियान, पंजाब
मुस्लिम मिशनरी, इंगलैन्ड, पूर्वी अफ्रिका, अमेरिका, आदि स्थानों के लिये)

अलहमदो-लिल्लाहे-रब्बिल्-आल्मीन् , अर्रहमानि-र्रहीम, मालिके-यौमे-द्दीन; ईयाक नाबदो ईयाक नस्तईन; अह्दिनस्सराातलमुस्तक़ीम, सरातुल्लज़ीन अनअम्त अलैहिम; ग़ैरुलमग़ज़ूब अलैहिम वला अल्ज़ालीन: आमीन।

हिन्दी तर्जुमा—

सगरो महिमा तुमरो ईश्वर।
दयावान, केवल जगदीश्वर॥
तूहि दयालु कृपालू दाना।
धरम-राज, राजन का राजा॥
तुमरो उपासन करहीं ईश्वर।
होइहो सहाई, हे जगदीश्वर॥
हमका सीधी डगर बतइहो।
हमरी नइया पार लगइहो॥
वाकी डगर बतइहो हमका।
किरपा जेहपे तुम्हरी देवा॥
दुष्टन का हम पंथ न चाहें।
धरम-हीन जो जनम गँवावें॥
हमरी अरजी सुनि लेहु, दयालु गरीब नेवाज़।
साँचे पंथ चलाइहो, राखु हमारो लाज॥

नोट—हम इस इस्लाम धर्म की प्रार्थना और इसके पद्यानुवाद को ख़ुशी से यहाँ स्थान देते हैं। भाषा का ख़्याल न कर भाव की ओर ध्यान देने से साफ़ ज़ाहिर होगा कि इस्लाम-धर्म और हिन्दू-धर्म की प्रार्थनाओं मे सिवाय भाषा के और कोई अन्तर नहीं। वास्तव में सभी धर्मों के मूल सिद्धान्त एक हैं। सिर्फ समझदारी से काम लेने की ज़रूरत है।

—सम्पादक।

सकती है” यह सुन पुरोहित जी फिर परदेश यात्रा के लिये निकले। इस बार पुरोहित जी सीधे उसी कुएँ पर गये और बिना कुछ सोच-विचार किये फिर धड़ाम से कुएँ में कूद पड़े।

पाताल में पहुँच कर पुरोहित जी इस बार तदबीर की ओर न जाकर तक़दीर की ओर गये। और कुछ पाने की उससे भी इच्छा प्रगट की। तक़दीर ने अपने ढेर में से एक पैसा निकाल कर दे दिया। वे पैसा पाकर फिर मकान की ओर लौट पड़े। कुएँ के ऊपर आकर अपने घर की ओर चले।

उस तालाब के पास पहुँचे तो देखा कि एक मल्लाह उस तालाब में जाल लगाये हुए बैठा है। मांसाहारी होने के कारण पुरोहित जी के मुँह में पानी भर आया। जब जाल खींचा गया तो पुरोहित जी ने तक़दीर का दिया हुआ पैसा कर एक मछली ख़रीद ली और थोड़ी देर बाद घर पहुँच गये।

पुरोहितानी जी उदास मन घर में बैठी थीं। आज के दिन उनके घर में कुछ खाने को न था। पति द्वारा मछली पाकर बड़ी प्रसन्न हुईं और तुरन्त उसके बनाने की फ़िक्र में लगीं। उन्होंने चाकू से जैसे ही मछली का पेट चीरा वैसे ही उसमें से वह पत्थर चिथड़े में लिपटा मिल गया। वे तुरन्त उसे पुरोहित जी के पास ले गईं। पुरोहित जी अपना खोया हुआ पत्थर पाकर बड़े प्रसन्न हुए। तुरन्त सैकड़ों पत्थरों को सोना बना कर दोनों प्राणी सानन्द दिन बिताने लगे।

जब भाग्य के पैसे का चमत्कार पुरोहित जी पुरोहितानी जी को समझाने लगे, तो पुरोहितानी जी ने कहा, “यह तो ठीक है; किन्तु तदबीर ही तक़दीर के पास पहुँचाती है। यदि आप तदबीर न करते तो तक़दीर धन कैसे घर पहुँचाती ?” यह सुन पुरोहित जी ने मान लिया कि तदबीर से बिगड़ी हुई तक़दीर भी सुधर जाती है।

तदबीर से तक़दीर

(ले०—श्री रामदेव सिंह, अनीसाबाद, पटना)

एक गाँव में एक पुरोहित जी रहा करते थे। जब कभी कोई हाथ पैर चलानेवाली बात सामने आती तो भाग्य पर टाल कर अलग हो जाते। इस तरह कुछ दिनों के बाद वह काहिलों के सर्दार और कंगालों के क़िलेदार बन गये। जो कुछ यजमानों के यहाँ से मिल जाता था उसी से दिन काटते। किन्तु पुरोहितानी जी को पसन्द न आता था।

एक दिन बातों ही बातों में पुरोहित और पुरोहितानी जी में बहुत वाद-विवाद हो गया। पुरोहितानी जी चाहती थीं कि ये बाहर निकल कर कुछ कमाई करें। किन्तु, पुरोहित जी कहते थे कि जो भाग्य में लिखा होगा अपने आप आ जायगा। अन्त में झगड़ा इस बात पर तय हुआ कि बाहर निकल कर भी पुरोहित जी कुछ कमावें।

दूसरे दिन पुरोहित जी अप्रसन्न मन बड़े तड़के ही उठकर घर से कमाई के लिये चल दिये। साथ पोथी, पञ्चाङ्ग और धोती लोटा के सिवा और कुछ न था। कुछ दूर आगे जाने पर रास्ते में एक कुआँ मिला। पुरोहित जी सुस्ताने के लिये उस कुएँ पर बैठ गये। कुछ देर बाद जब चलने की ठानी तो सोचा इस दुःखद यात्रा से तो अच्छा है कि इसी कुएँ में कूद कर मर जायँ। यह सोच तुरन्त धड़ाम से उस कुएँ में कूद पड़े।

कुआँ बहुत गहरा था। उसके पानी का लगाव पाताल तक लगा हुआ था। अतः कुछ देर बाद पुरोहित जी पाताल में पहुँच गये। नीचे पहुँच कर देखा कि वहाँ एक बहुत सुन्दर बाज़ार लगा हुआ था और सैकड़ों दुकानें खूब सजी हुई थीं। इन्हीं दुकानों के बीच पुरोहित जी ने देखा कि बराबर २ तक़दीर और तदबीर भी पैसे से लेकर सोने-चाँदी और रत्नों की ढेरियाँ लगाये हुए दुकान पर बैठे हैं।

पुरोहित जी कुछ सोच कर तदबीर के पास गये और कुछ पाने की इच्छा प्रगट की। तदबीर ने बिना कुछ सोचे विचारे एक पत्थर निकाल कर दे दिया और कहा—इसमें छू जाने से प्रत्येक पत्थर सोना हो जायगा। पुरोहित जी प्रसन्न हो उलटे पाँव लौट पड़े और किसी तरह साँस रोक ज़ोर लगा कर कुएँ के पानी से ऊपर आ गये और पानी भरने वालों की सहायता से ऊपर निकल आये।

बाहर आकर पुरोहित जी ने बहुत से पत्थरों को सोना बनाकर लोगों को बाँट दिया और खुश हो उस अमूल्य पत्थर को अपने अँगौछे के छोर में बाँध घर की ओर चले।

पुरोहित जी की प्रसन्नता का कुछ ठिकाना नहीं था। मन में बड़ी उतावली उठ रही थी कि कब घर पहुँचे और अपनी कमाई पुरोहितानी जी को दिखावें। संयोग-वश रास्ते में एक तालाब पड़ा। पुरोहित जी पानी पीने के लिये उसके किनारे गये। तालाब में बहुत पुरानी और मोटी मछलियाँ तैर रही थीं। पुरोहित जी घाट पर बैठ झुक कर पानी पीने लगे। पानी पीते वक़्त जल्दी में पुरोहित जी ने कुछ ख्याल में नहीं किया और अँगौछे का किनारा पानी में लटक कर डूब गया। कोई मछली उसे खाद्य वस्तु समझ कर खींच नीचे ले गई। किन्तु पुरोहित जी न जान पाये। वे प्रसन्न मन कुछ देर बाद घर पहुँच गये।

पुरोहितानी जी अपने पति को इस प्रकार प्रसन्न मन देख उनसे भी अधिक प्रसन्न हुई। जब पुरोहित जी ने अपनी कमाई की डींग हाँकने के लिये अँगौछे की गठरी टटोली तो सन्न हो गये। मन में कुछ देर शोक मना कर चुप हो रहे और मान लिया कि जो कुछ भाग्य में होता है वही मिलता है।

इस तरह बेकार बैठे २ पुरोहित जी को फिर महीनों हो गये। एक दिन आपस में फिर विवाद छिड़ा। पुरोहितानी जी ने कहा, "उद्योग करना चाहिये। तदबीर करने से एक दिन तक़दीर पलट

है ? इसलिये अनित्य वस्तु के पीछे आसक्त रहना ही तो दुःख है, और उससे अनासक्त हो जाना सुख। उसी अनासक्ति का नाम है मोक्ष। मोक्ष पाकर आत्मा आनन्दित हो जाती है। वह आनन्द नित्य रहता है। वही आनन्द सत्य या ईश्वर है। भगवान के सिवा सब कुछ असत्य है। जो सत्य है वही ईश्वर है। ईश्वर ही का अंश तो घट-घट में विराजमान है। वह अंश आत्मा है। आत्मा नित्य है।

मनुष्य सब प्राणियों में श्रेष्ठ बनाया गया है। वह ईश्वर को प्राप्त कर सकता है, सच्चे आनन्द का अधिकारी हो सकता है, प्रेम का साम्राज्य स्थापित कर सकता है और कलह से मुक्त हो सकता है। यही मनुष्य का लक्ष्य है। प्रेम सत्य वस्तु है। यह नित्य है। प्रेम ही ईश्वर का दर्शन कराता है। प्रेम का मार्ग मनुष्य को लेना चाहिये। सच्चा सुख इसी मार्ग में है। कलह इस मार्ग में रुकावट है। कलह प्रेम का शत्रु है; दुःख का कारण है।

मनुष्य अपने लक्ष्य की ओर बढ़ने में असमर्थ दीख पड़ता है। इसका कारण उसके अन्दर मैं-पन का भाव है। इस भावना से भावित होकर मनुष्य स्वार्थ की ओर झुक जाता है और असत्य से आसक्त हो जाता है। जिसके अन्दर स्वार्थ है वह प्रेम-मार्ग पर चलने में असमर्थ है। असत्य वस्तु की झूठी आशा को लेकर वह जीवन भर भटकता है। अपने को दूसरों से अलग समझना अज्ञानता का प्रमाण है। स्वार्थ का अन्त नहीं है। स्वार्थ से असंतोष की वृद्धि होती है। स्वार्थ-रूपी जल को पाकर घृणा और द्वेष का बीज अंकुरित होता है। घृणा और द्वेष का फल कलह है।

त्याग प्रेम की प्रेरणा है। जहाँ प्रेम है वहाँ त्याग अवश्य है। त्याग से बढ़कर संसार में कोई चीज नहीं है। त्याग के भीतर छिपे हुए आनन्द का स्वाद जिसको नहीं मिला, उसको कुछ नहीं मिला। त्याग से वंचित रहना सबसे अधिक हानि उठाना है। इससे बढ़कर सचमुच में कोई हानि नहीं। मनुष्य को इस हानि का ज्ञान नहीं, इसलिये ऐसी भारी हानि की वह परवाह नहीं करता। विवेक से उस ज्ञान की उपलब्धि हो सकती है। अतः हर एक काम में विवेक का प्रयोग करना चाहिये।

एक मामूली सी बात है। जैसा जीव मनुष्य है वैसा जीव पशु भी है। यदि किसी मनुष्य को पशु कहा जाय, तो वह इसे अपमान समझे बिना नहीं रह सकता। सचमुच में मनुष्य को पशु कहना अनुचित है। पर मनुष्य का अर्थ केवल मनुष्य का रूप नहीं है। मनुष्य का रूप और मनुष्य का कर्म दो चीजें हैं। इसमें उसके कर्म की प्रधानता है। मनुष्यत्व का माप मनुष्य का कर्म है। मनुष्य और पशु में भेद केवल इतना ही है कि मनुष्य में कर्म की प्रधानता है।

जो मनुष्य अपने कर्म को नहीं समझता, उसे पशु कहना अनुचित कैसे हो सकता है? पर कर्म-ज्ञान से रहित मनुष्य को भी पशु कहलाना मंजूर नहीं होता। इस नाम से उसके दिल में चोट लगती है।

इसका कारण साफ है। यह मनुष्य की आत्मा की संकेत है। आत्मा इशारा करती है कि तुम मनुष्य बनने की चेष्टा करो। जो मनुष्य इस इशारे को समझता है, उसके लिये यह शिक्षा है; पर जो विवेक-शून्य है, उसके अन्दर यह दुर्भाव पैदा करता है। वह अपने को पशु कहने वाले पर क्रोध प्रदर्शित करने लगता है। ऐसी-ऐसी ना-समझी ही कलह के कारण हैं।

कलह मनुष्य का महा-शत्रु है। असत्य मार्ग पर चलने से कलह से भेंट होती है। कलह से बचने के लिये सत्य मार्ग पर चलना चाहिये। सत्य मार्ग का दर्शन अन्तर्ज्ञान से होता है। अन्तर्ज्ञान उच्च कोटि का सहज ज्ञान है, यह सबमें रहता है, क्योंकि वह तो आत्मा की संकेत है। अन्तर्ज्ञान से विवेक की उत्पत्ति होती है। कोई भी काम विवेक-शून्य होकर नहीं करना चाहिये। कलह से बचने का यही एक मात्र सहज उपाय है।

कलह की दवा

(ले०—श्री रामनुज सिंह "एक", रामपुर, आरा)

कलह असभ्यता का लक्षण है। जिस समाज या देश में कलह है, उसे सभ्य समझना अपनी अविवेकता जाहिर करना है सच तो यह है कि कलह समाज या देश का घुन है, यही नहीं, जिस व्यक्ति के मन में कलह की भावना रहती है, वह कभी भी आत्मोन्नति नहीं कर सकता। और बिना आत्मोन्नति प्राप्त किये कोई सच्चा आनन्द नहीं पा सकता।

व्यक्तियों से समाज बनता है और समाजों से देश। सूत के कपड़ा बनता है। यदि सूत मज़बूत है, तो कपड़ा भी मजबूत होगा। मज़बूत कपड़े की बनी हुई कोई चीज़ भी मज़बूत होती है। समाज की बात भी ठीक इसी तरह की है। जिस समाज में योग्य व्यक्ति हैं, वह समाज गौरव का अधिकारी होता है; और अच्छे-अच्छे समाजों का देश उन्नति के शिखर पर विराजमान होता है। हमारा देश इस सत्यता का प्रत्यक्ष प्रमाण है। जब देश में योग्य महा-पुरुष निवास करते थे तब यहाँ की सामाजिक अवस्था अच्छी थी। उस समय देश में सभ्यता थी। यह सब देशों का सिर-मौर समझा जाता था। देश के कोने-कोने में उन्नति का प्रचार था।

आज की सामाजिक अवस्था की बात नहीं कही जाती। बुरी-बुरी प्रथायें समाज में आकर घुस गई हैं। उन प्रथाओं का केन्द्र कलह है। जिस प्रकार बिमारी शरीर को कमजोर कर देती है, उसी प्रकार कुप्रथाओं से ग्रसित यह समाज भी प्राण-हीन-सा हो गया है। जबतक समाज की दशा सुधरेगी नहीं, तबतक किसी भी उन्नति का होना असम्भव है। उन्नति से ही सुख प्राप्त होता है। किसी देश की उन्नति उसकी सामाजिक अवस्था पर निर्भर करती है। व्यक्तियों की उन्नति उसकी समाज की उन्नति है। हरेक व्यक्ति की उन्नति उसके अपने हाथ में है। मनुष्य स्वयं अपना मित्र और शत्रु है।

उन्नति की अभिलाषा सबको होती है। आत्मा की प्रेरणा इस अभिलाषा की जननी है। आत्मा की प्यास आत्मोन्नति के बाद ही बुझ सकती है। इस प्यास को बुझाने के लिये मनुष्य यत्नशील देख पड़ता है। फिर भी बहुतों की प्यास जीवन भर बनी रहती है। आत्मा जिस चीज़ को चाहती है उसके बिना उसकी प्यास भला कैसे मिट सकती है।

मृग-तृष्णा मृगे को परेशानी में डालने के सिवा और क्या करती है? उसी प्रकार मनुष्य भी, आत्मा की प्यास कैसे मिटेगी, इस मर्म को जाने बिना जीवन भर भटकता फिरता है। यही तो आज की मानवता की हालत है। नैतिक पतन अपनी चरम सीमा पर पहुँच गया है। अज्ञानता का अपकार सब दिशाओं में फैला हुआ है। सत्य की खोज किये बिना सुख का दर्शन कैसे हो सकता है? सत्य-देव में अटल विश्वास के बिना सुख मृग-तृष्णा के समान है।

एकता स्थापित करना भगवान की आज्ञा है। प्रेम का वातावरण फैला कर ही एकता स्थापित की जा सकती है। प्रेम का महा-रोग कलह है। जहाँ कलह है वहाँ प्रेम नहीं और जहाँ प्रेम नहीं वहाँ सुख नहीं, शांति नहीं, सभ्यता नहीं और सबसे बढ़ कर आस्तिकता नहीं। तो क्या कलह का प्रचार कर मनुष्य अधर्म का प्रचार नहीं करता? अधर्म से दुःख होता है। सुख के लिये तो धर्म चाहिये।

ऊपर कहा जा चुका है कि सुख की अभिलाषा हर एक मनुष्य को होती है। सुख की खोज वह करता है। पर सुख का पता उसे नहीं लगता। अंधकार में कोई चीज़ नहीं मिल सकती। मनुष्य संसार में रहता है, उसे संसार का मर्म मालूम होना चाहिये। संसार में क्या सत्य है और क्या असत्य है, इसे जानना चाहिये। जो चीज़ नित्य है वह सत्य है और जो अनित्य है वह असत्य है। जो चीज़ अनित्य है उससे उसे चिर-सुख कैसे प्राप्त हो सकता

कुछ मान-हानि हुई ? और जो उसके ऊपर पांव रख कर गया, क्या इसमें उसका मर्त्तबा दूसरे की अपेक्षा बढ़ गया ? नहीं, नहीं : इसी को कहते हैं मेल-मिलाप से, आपस में कुछ दे-ले-कर, कुछ त्याग कर, युक्ति के साथ काम निकालना।

अगर ऐसी ही युक्ति से हम हिन्दू-मुस्लिम समस्या को आज हल करने की कोशिश करें तो कितनी आसानी से यह समस्या हल हो जाय। ऐसा न कर हम एक दूसरे के खेलाफ़ अपने २ ज़िद पर अकड़े हुए दिखाई पड़ रहे हैं। यह हर्गिज़ मेल का रास्ता नहीं।

जो बकरा बैठ गया, वह जरूर बड़ा और अधिक समझदार होगा। दूसरे बकरे को अपने ऊपर से चले जाने देने से उसका त्याग तथा मर्त्तबा ज़रूर बहुत ऊँचे तक ऊपर उठा।

आज ठीक इसी भाव के लाने की ज़रूरत है। दोनों जातियों के अन्दर जितने समझदार लोग हैं, उन्हें नीचे दब कर एक ऐसा पुल तैयार कर देना चाहिये कि उनके पवित्र त्याग के फल स्वरूप हिन्दू और मुस्लमान दोनों फिर एक हो जायँ और साथ मिलकर क़ौम को आगे बढ़ायें।

—सम्पादक।

(पेज ४६ के आगे)

दूसरा उपाय नहीं। दूसरा कोई रास्ता हिन्दुस्तान में सिर्फ़ गड़बड़ी', अराजकता, मार-काट और दायमी या स्थायी गुलामी ही ला सकेगा।

अगर थोड़ी देर के लिये यह भी मान लिया जाय कि हिन्दू और मुस्लिम संस्कृतियों में मेल नहीं हो सकता है, तौभी व्यावहारिक दृष्टि-कोण से हिन्दुस्तान की आइन्दा बेहतरी के लिये इसको छोड़ कर भला दूसरा कौन रास्ता हो सकता है ? चाहे कोई हज़ार चाहे, लेकिन ऐसी जादू कभी हो नहीं सकेगी कि कुल हिन्दू अथवा कुल मुस्लिम हिन्दुस्तान के सर-ज़मीन से एकदम ग़ायब हो जायँ। चाहे अच्छा हो या बुरा, लेकिन जबतक मौत हम लोगों को एक दूसरे से जुदा न कर दे, तब तक तो हमें साथ रहना ही है—यही हमारी तक़दीर या भाग्य है।

ऐसी दशा में भी किसी न किसी सूरत से हमें समझौता कर लेना ही उचित है—कम से कम लड़ाई खतम होने तक भी। समझौता का हमेशे माने होता है दोनों ओर से उदारता का भाव दिखलाया जाना, कुछ लेना देना, घटना बढ़ना, त्याग करना और दूसरे को सहूलियत देना। ऐसी समझौता के फल स्वरूप जो शान्ति और मेल पैदा होती है, उससे सभी ऐसे आत्म-त्यागों का पूरा २ इनाम मिल जाता है।

अतः मैं हिन्दू और मुस्लमान, दोनों जातियों के नौ-जवानों से दिली अपील करता हूँ कि जब आप ज़िन्दगी के वसीअ या विशाल मैदान में पाँव रखें, तो आप इस मज़बूत, बुद्धिमानी से भरी और बे-बहस ओसूल या सिद्धान्त को ज़रूर याद रखें। आपको आपस की समझदारी, आपस का विश्वास और आपस का प्रेम-भाव बढ़ाना चाहिये और आपस के फ़रायज़ या कर्त्तव्यों को याद रखना चाहिये।

इस समस्या के हल करने का पक्का इरादा करना ज़रूरी है। जहाँ यह पक्का इरादा आया कि फौरन दोनों जातियों के बीच हाल के सभी नफ़ाक़ दूर हो जायेंगे, और दोस्ती, मिल्लत और प्रेम का नया सिलसिला फिर जारी हो जायगा। आप याद रखें कि समय आज के सर्व-ग्राही शक्तियों का ज़रूर नाश करेगा। और हिंदुस्तान में मेल होने से एक ही साथ दो जादू के करामात सिद्ध होंगे : उन शक्तियों का नाश होगा और हिन्दुस्तान सयासी और माली आज़ादी के लक्ष्य की पूर्त्ति के किनारे पहुँच जायगा।

मेल के लाभ

आर्गनाइज़िंग सेक्रेटरी "गणेश" (N. 19, 11., F. T. S.)

बालक-बालिकाओं के लिये—हिंदी शिक्षावली, दूसरा भाग से ।

आपस में प्यार से रहना । काम पड़ने पर एक दूसरे की सहायता करना । कोई ऐसी बात न करना जिससे किसी का जी दुखे । कभी किसी से भूल भी हो जाय तो उसके अपराध को क्षमा कर देना और उसको मन में न रखना । इसी का नाम मेल है। मेल से रहने में बहुत-से लाभ हैं। एक कहानी सुनो—

एक पहाड़ के नीचे एक नदी बहती थी। नदी के किनारे किनारे पहाड़ से मिली हुई एक साँकरी पगडंडी दूर तक चली गई थी। संयोग से दो बकरे उस राह से आते थे : एक इधर से और दूसरा उधर से। जब वे दोनों सामने आये, तो बड़ी कठिनाई में पड़े। न कोई मुड़कर लौट सकता था और न दूसरे के पास से निकल सकता था। एक तरफ़ ऊँचा पहाड़ रोकता था और दूसरी तरफ़ नदी का खटका था कि पैर फिसला और जान गई।

अब देखो, उनके मेल-जोल ने कैसा काम किया ; जिस विपत्ति में वे फँसे थे उससे कैसे सहज में छुटकारा हुआ। एक बकरा राह में लेट गया और दूसरा धीरे धीरे उस पर पैर रख कर निकल गया। जो बकरा लेटा हुआ था उसके लिये भी राह साफ़ हो गई। जहाँ जाना था उठकर बे-खटके चल दिया। मेल और आपस की सहायता से दोनों ने अपनी अपनी जान बचाई। मेल के लाभ देखे ?

—:*:—

नोट—हमें इस छोटी कहानी के छापने में बड़ा हर्ष होता है। इसी की तो आज सख्त ज़रूरत है कि ऐसी ही उपदेश-प्रद बातें बालक-बालिकाओं के हृदयों में भरी जायँ।

इनसे उनके हृदयों में मेल, त्याग तथा कठिनाई के समय सुन्दर युक्ति से काम निकालने के सुन्दर भाव जाग्रत होंगे, जो आगे चल कर ज़रूर फूले फलेंगे। यह एक बहुत ही सुन्दर उपाय हर तरह की सङ्कीर्णता तथा साम्प्रदायिकता को जड़ से दूर करने और स्थायी मेल क़ायम करने का है।

वास्तव में आज हम सभी लोगों के सीखने योग्य यह सबक़ है। इसलिये बच्चों की कहानी के ख्याल से इसे यों ही बेकार समझ कर टाल देना ठीक नहीं।

ग़ौर कीजिये, बकरों ने अपनी कठिनाई कैसे दूर की ? क्या वे अपनी २ जगह पर अकड़े रहे ? क्या वे रास्ता रोक कर एक दूसरे के सामने आ जाने के लिये आपस में लड़े झगड़े ? नहीं, ऐसा करने से उनका काम हर्गिज़ नहीं चलता। यदि वे ऐसा करते तो ज्यादे क़रीना यही था कि दोनों अपनी जान खो बैठते।

फिर, कैसे काम चला ? युक्ति के साथ काम लेने से। एक बैठ गया, दूसरा उसके बदन पर पाँव रख कर पार हो गया। इस प्रकार दोनों आगे बढ़ सके।

लेकिन जो नीचे बैठ गया, क्या इसमें उसकी

मज़हबों को, जो असल में उनके और खुदा के बीच के प्राइवेट सरोकार हैं, अपने राजनैनिक और नागरिक जीवन से बिल्कुल अलग क्यों नहीं रख सकते ?

अगर आप समझ के साथ हिन्दू-मुस्लिम समस्या पर नज़र डालेंगे, तो आप को साफ़ मालूम होगा कि यह समस्या ऐसी नहीं जो हल न की जा सके और न यह सर्वत्र फैली हुई है। अगर हम सिर्फ हिन्दू और मुसलमानों के बीच के छोटे तथा बड़े भेद ही निकालना चाहें, और उन भेदों के बढ़ाव या फैलाव पर ही हम तशफ्फी या संतोष करना चाहें, तो निस्सन्देह हम अजीब २ नई बातें निकाल सकेंगे।

उदाहरण के लिये उर्दू जुबान को लीजिये। हिन्दू और मुसलमान सदियों से उर्दू ज़ुबान बोलते आ रहे हैं। इस भाषा के नाम और इसके इतिहास से ही ज़ाहिर है कि इसकी पैदाइश हिन्दुस्तान में हिन्दुओं और मुसल्मानों के मेल की वजह से ही हुई। दुर्भाग्य-वश कुछ लोगों ने उर्दू को मुसल्मानों की भाषा क़रार देकर इस पर हमले करना शुरू किये और हिन्दुस्तानी नाम की एक नई भाषा निकालने की कोशिश करने लगे, जो हिन्दुस्तान में किसी की भाषा नहीं।

नतीजा क्या हुआ ? दुर्भाग्य-वश मुसलमान लोग उर्दू में फ़ारसी और अरबी के लफ़्ज़ ठूंसने लगे, जिनकी कोई जरूरत नहीं थी, बल्कि जिनकी वजह से उर्दू की खूबसूरती जाती रही। मैं दावे के साथ कह सकता हूँ कि सर तेज बहादुर सप्रू और मैं, दोनों उर्दू बोलते हैं, लेकिन जो उर्दू कुछ उर्दू अखबार वाले लिखने लगे हैं उसे न तो वह समझ सकते हैं, न मैं।

यहाँ हम देखते हैं कि दोनों जातियों के कट्टर अनुयायियों ने एक नया भेद पैदा कर रखा है, जो पहले मौजूद न था। हिन्दुस्तान जैसे मुल्क में, जहाँ की आबादी पैंतीस करोड़ से भी ज्यादे है, हम हर तरह के लोग और हर तरह की बातें पा सकते हैं; यहाँ तक कि यहाँ मिस मेयो के बे-हिसाब बढ़ाये-चढ़ाये अजीब बयानों का भी समर्थन किया जा सकता है। लेकिन उससे क्या दुनिया की मौजूदा हालत में कुछ फ़ायदा हो सकता है ?

इसलिये मैं एक दूसरा रास्ता बताना चाहता हूँ—मेल की बातों पर ज़ोर देने का रास्ता। इस रास्ते से चलने से, सामाजिक, आर्थिक तथा राजनैतिक, जीवन के हर अङ्ग में, दोनों जातियों को अधिक न्याय, अधिक खुशी और अधिक संतोष ज़रूर हासिल हो सकेगा।

इसमें कोई शुबहे की बात नहीं है कि राजनैतिक तथा जातीयता के विचार से हम दोनों ही हिन्दुस्तानी हैं। हम एक ही वातावरण में साँस लेते हैं, एक ही जमीन जोतते हैं। हम एक ही गौरव-पूर्ण सभ्यता के वारिस हैं। और चाहे प्राइवेट तरीक़े से हम जो कुछ भी सोचें विचारें, जो कुछ अभिलाषा रखें; लेकिन हम दोनों के भाग्य एक साथ जुटे हैं।

हम दोनों के अन्दर भेद हैं। मैं इसे पहले ही मान चुका हूँ। लेकिन हम दोनों की ज़िन्दगी की बुनियाद एक ही है। हमारा राजनैतिक और सामाजिक उद्धार इसी में है कि हम दोनों—हिन्दू और मुसल्मान—अपनी शक्तियों को एक साथ मिला कर एक बेहतर हिन्दुस्तान के नव-निर्माण में लगा दें। चाहे आप जो रास्ते चाहें आज़मा लें, लेकिन इसको छोड़ कर हमारे कल्याण का कोई

(शेष पेज ४८ पर)

हिन्दू-मुस्लिम एकता

(ले०—सर सुल्तान अहमद, के० टी०, बार-ऐट-लॉ, पटना)

अलीगढ़ यूनिवर्सिटी में गत कान्वोकेशन के अवसर पर दिये भाषण के आखरी हिस्से का भावानुवाद—सम्पादक।

मिहरबानी कर के आज के निहायत नाजुक मौके पर आप छोटी २ चीज़ों को बड़ी शक्ल न दें, जैसा हाल में कुछ दिनों से होता रहा है। मुक़ाबला कर के देखने से ये बातें ज़रूर बहुत छोटी पाई जायेंगी।

अगर आप के और दूसरे लोगों के बीच कुछ तफ़रके हैं, तो यूरोप की जो दशा आज हो रही है, उससे आप अच्छी तरह समझ सकते हैं कि ये तफ़रके कितने बुरे और ख़ौफ़नाक रूप धारण कर सकते हैं।

आज हमारे देश में ये भेद-भाव बे-हद बढ़ जा चुके हैं। अगर हिन्दुस्तान की हम तरक्क़ी चाहें तो इन तफ़रक़ों का जड़ से दूर हो जाना बहुत ज़रूरी है। आशा की जाती थी कि वर्त्तमान ख़तरे के मौक़े पर लोग इन भेद-भावों को ज़रूर भूल जायेंगे और फिर जब सब मिल कर जोर लगायेंगे तो सदा के लिये ये दूर हो जायेंगे।

बात यह है कि जब कोई शेर बाहर निकल कर इधर उधर दौड़ लगाया करता है, तो उस वक़्त कोई साम्प्रदायिक भाव से यह झगड़ा नहीं करता है कि खाने पीने की चीज़ों में हमें इतना हिस्सा मिलना चाहिये या उतना हिस्सा। सब लोग अच्छी तरह समझते हैं कि अगर वे सब मिल कर उस जानवर के मारने की कोशिश नहीं करेंगे, तो फिर खाना पीना बाँटने का कुछ सवाल ही नहीं रह जायगा, बल्कि उल्टे शेर का काम बनेगा।

लेकिन आज तो हम ठीक यही कर रहे हैं। जिनसे आशा की जाती थी कि समझदारी का माद्दा लाकर इस समस्या को हल करेंगे, वे तो और भी अधिक बे-समझी की कार्रवाई करते दिखाई दे रहे हैं। खुलासा यह कि आज हिन्दू और मुस्लमानों के तहज़ीबी या सांस्कृतिक भेदों को बहुत बढ़ाया जा रहा है और यह बतलाया जा रहा है कि इन दोनों में मेल होना ग़ैर-मुमकिन है।

हाँ, इसमें सन्देह नहीं कि हिन्दुस्तान में कई संस्कृतियों या सभ्यताओं के लोग हैं। वर्त्तमान अंग्रेज़ी तहज़ीब वाले लोगों की भी यहाँ कमी नहीं है। इसमें भी सन्देह नहीं है कि चूंकि और मुल्कों के मुस्लिमों की तरह हिन्दुस्तान के मुस्लिमों की ज़िन्दगी में भी मज़हब का बहुत बड़ा और गहरा असर रहा है, इसलिये इनकी कला-कारीगरी, कविता-साहित्य तथा इनकी ज़िन्दगी के तौर-तरीक़े बहुत हद तक फ़ारस और अरब के ढाँचों के मुवाफ़िक़ रहे हैं।

लेकिन, इसका यह मतलब नहीं कि तहज़ीब या संस्कृति के लेहाज़ से मुस्लमान हिन्दुस्तानी वज़ा या परम्परा, विचार तथा कला से बिल्कुल अजनबी रहे हैं; और न यह कि एक सम्मिलित हिन्दुस्तानी क़ौम के विकास से इन दोनों धर्मों का लोप हो जायगा। सभी आदमी एक दूसरे से भिन्न हैं—कोई दो आदमी हू-ब-हू एक-से नहीं; फिर भी, वे एक साथ मिल कर मेल से काम करते हैं। फिर भिन्न २ धर्म, एक दूसरे से कुछ भेद रखते हुए भी, एक साथ मेल से क्यों नहीं रह सकते हैं?

भिन्न २ व्यक्ति अपनी प्राइवेट ज़िन्दगी को अपनी पबलिक ज़िन्दगी से बिल्कुल अलग क्यों नहीं रख सकते? हिन्दू और मुसलमान अपने

लोक-संग्रह

श्री कृष्ण भगवान का उपदेश

देखिये, लोक-संग्रह के बारे में कृष्ण भगवान गीता, अध्याय ३, श्लोक २०, में क्या कहते हैं—

कर्मणैव हि संसिद्धिमास्थिता जनकादयः।
लोकसंग्रहमेवापि संपश्यन्कर्तुमर्हसि ॥

अर्थात्, "जनक आदि ने कर्म के ही जरिये सिद्धि प्राप्त की। इसलिये लोक-संग्रह पर भी दृष्टि रखते हुए तुम्हें कर्म करना चाहिये।" यहाँ भगवान उदाहरण देकर साफ़ दिखलाते हैं कि कर्म के द्वारा पूर्णता अथवा सिद्धि भली भाँति प्राप्त की जा सकती है। लेकिन वह कर्म कैसे करना चाहिये?— लोक-संग्रह भाव से। अर्थात्, ममता, मोह छोड़ कर लोक-संग्रह भाव से किया हुआ कर्म मनुष्य को ऊँचे से ऊँचे पद पर पहुँचाता है।

फिर, आगे २४ वें श्लोक में देखिये—

उत्सीदेयुरिमे लोका न कुर्यां कर्म चेदहम्।
सङ्करस्य च कर्ता स्यामुपहन्यामिमाः प्रजाः ॥

अर्थात्, "यदि मैं कर्म न करता तो ये सभी लोक बर्बाद हो जाते; मैं वर्ण-संङ्करों की उत्पत्ति और इन सारी प्रजाओं के नाश का कारण होता।" इससे स्पष्ट है कि भगवान की लीला लोक-संग्रह के ही निमित्त होती है। अतः जो भगवान की लीला में भाग लेना चाहें, उन्हें लोक-संग्रह को ही अपना लक्ष्य बनाना चाहिये।

इसी भाव को भगवान अगले अर्थात् २५ वें श्लोक में स्पष्ट करते हैं। सुनिये—

सक्ताः कर्मण्यविद्वांसो यथा कुर्वन्ति भारत।
कुर्याद्विद्वांस्तथाऽसक्तश्चिकीर्षुर्लोकसङ्ग्रहम् ॥

अर्थात्, "हे भारत, जिस तरह अज्ञानी या नासमझ लोग कर्म में आसक्त होकर काम करते हैं, उसी तरह विद्वान या बुद्धिमान मनुष्यों को आसक्ति-रहित होकर, लोक-संग्रह की अभिलाषा से, काम करना चाहिये।" खुलासा यह कि हमारे सभी कामों का बुनियादी उसूल या सिद्धान्त "लोक-संग्रह" ही होना चाहिये।

जाना चाहिये, ताकि शीघ्र विजय प्राप्त हो और संसार की समस्या हल हो। इसके लिये उन्हें हर तरह के संकीर्ण भावों को अपने अन्दर से दूर निकाल फेंकना चाहिये। इसमें सन्देह नहीं कि वे बड़ी बहादुरी से लड़ रहे हैं, बहुत ऊँचे दर्जे का त्याग कर रहे हैं।

लेकिन, जिस समय वे ऐसा भाव अपने मन में लाते हैं कि इस लड़ाई का प्रधान लक्ष्य यूरोप के ही लोगों में आज़ादी और न्याय लाना है, उस समय उनकी कोशिशों और त्याग की क़ीमत कम जाती है। यदि वे यूरोप की जगह पर सारे संसार के कल्याण का भाव अपने हृदय में बैठा लें, तो निस्सन्देह उनकी कोशिशों और त्यागों की क़ीमत बे-हिसाब ज्यादे बढ़ जायगी। और लड़ाई भी उसी अनुपात से बहुत जल्द खतम हो सकेगी।

लोक-संग्रह के लिये

खुलासा यह है कि अब समय आ गया है जब हम सभी लोगों को लोक-संग्रह भाव से ही अपना सब कार्य करना चाहिये। अगर अङ्गरेज लोग इस महान् कर्त्तव्य में भूल भी करें, तौभी हमें हर्गिज़ ऐसी भूल नहीं करनी चाहिये। हर हालत में हमारा लक्ष्य, हमारा आदर्श, होना चाहिये—

"लोक-संग्रह"

—सम्पादक।

चाहिये। आज की लड़ाई संसार-व्यापी लड़ाई है। जो लोग इसके संसार-व्यापी उद्देश्य को अभी भी नहीं देख रहे हैं, वे असल में भारी भूल कर रहे हैं। उन्हें शीघ्र चेत जाना चाहिये। हम साफ़ देख रहे हैं कि लड़ाई दिनों-दिन अधिक घमसान होती चली जा रही है, दिनो-दिन अधिकाधिक बर्बादियाँ होती चली जा रही हैं। फिर हम कब चेतेंगे ?

ग़ौर करने से साफ़ मालूम होगा कि संसार की इतनी बड़ी घटना में इश्वर का कुछ विशेष हाथ जरूर है। जरूर यह एक बहुत बड़े युग-परिवर्त्तन का समय है। इसमें दो विरोधी शक्तियां कार्य कर रही हैं : एक, संसार को नये युग की ओर, विकास की ऊँची मंजिल पर, ले जाने वाली; और दूसरी, संसार को आगे बढ़ने से रोकने वाली तथा नीचे गिराने वाली।

निष्पक्ष भाव से थोड़ा ग़ौर करने से साफ़ ज़ाहिर हो जायगा कि हर प्रकार की दक्षता दिखलाने तथा सफलता हासिल करते हुए भी, हिट्लर आज संसार के विकास का प्रधान विरोधी शत्रु है। और बहुत तरह की कमज़ोरियों के रहते हुए भी इङ्गलैन्ड आज विकास तथा सत्य के पक्ष में खड़ा है।

इसलिये आज यह हमारा परम कर्त्तव्य है कि सब प्रकार से हम इङ्गलैण्ड की मदद करें, ताकि लड़ाई शीघ्र ख़तम हो और संसार में अमन चैन फैले। हमें इस दुर्लभ अवसर को हर्गिज़ हाथ से नहीं जाने देना चाहिये। ऐसा न हो कि आगे चलकर हमारे ऊपर यह लांछन लग सके कि ठीक मौक़े पर भगवान की इस लीला में अपना कर्त्तव्य पालन करने से हम पिछड़ गये।

इंगलैन्ड का कर्त्तव्य

मि० ऐमेरी के हृदय में "पहले हिन्दुस्तान" का भाव जाग्रत हुआ। इसका उपदेश उन्होंने हम हिन्दुस्तानियों को किया। लेकिन हमारा तो यह दृढ़ विश्वास है कि शायद इस सिद्धान्त के जानने और बरतने की जरूरत इङ्गलैन्ड वालों के ही लिये कहीं ज्यादे है। अफ़सोस कि मि० ऐमेरी ने इस जरूरत को नहीं पहचाना।

दूसरे पाश्चात्य देशों के साथ २ इङ्गलैन्ड ने भी बात बात में "इङ्गलैन्ड फर्स्ट" कहना अच्छी तरह सीख लिया है। पर अब उसका समय जाता रहा। अब समय आया है—"The World First", "पहले संसार" कहनेका और उसी के मुताबिक़ बात २ में चलने का। अगर इङ्गलैन्ड के लोग समय का साथ देने के लेहाज़ से इस नये भाव को अपनायेंगे, तो उन्हें साफ़ साफ़ मालूम हो जायगा कि "पहले संसार" का पहला अर्थ है "इन्डिया फ़र्स्ट", "पहले हिन्दुस्तान"।

कारण यह है कि संसार के कल्याण के साथ हिन्दुस्तान का ऐसा ही घनिष्ट सम्बन्ध है। जब तक हिन्दुस्तान आज़ाद न हो जायगा और शान्ति का वचन न उच्चारण करेगा, तब तक संसार में कदापि शान्ति हो नहीं सकती। संसार में शान्ति स्थापित करने का विशेष अधिकार हिन्दुस्तान को ही आज से नहीं, बहुत पहले से रहता आया है।

अतः हम तो ज़ोर देकर कहेंगे कि अङ्गरेज़ लोग अब "इङ्गलैन्ड फर्स्ट" कहना भूल जायँ और संसार के कल्याण के लिये "इन्डिया फ़र्स्ट" का सबक़ सीखें। इसका व्यावहारिक प्रयोग यह होगा कि उन्हें चाव से अविलम्ब हिन्दुस्तान को आज़ाद साथी बना लेना होगा। फिर वे देखेंगे कि इसका कैसा सुन्दर नतीजा निकलता है।

दूसरी बात हम यह कहेंगे कि अङ्गरेज़ लोगों को और भी अधिक लगन के साथ इस लड़ाई में लग

चाहिये कि भारतीय विलक्षणता के क्या २ रूप हैं। यहाँ की शासन-पद्धति में भी उस विलक्षणता को उचित स्थान देना परम आवश्यक है।

आज तो हम प्रायः पाश्चात्य देशों की नक़ल कर रहे हैं। पर ऐसा करना उचित नहीं। इससे न तो हमारे देश का कल्याण होगा, न संसार का। आज संसार प्रजातंत्र की ओर बढ़ता जा रहा है। तरह २ की प्रजातंत्र-पद्धतियों के प्रयोग पाश्चात्य देशों ने किये हैं। पर अभी तक वे कोई स्थायी पद्धति निकाल नहीं सके हैं। इस मामले में भी हम हिन्दुस्तान की प्राचीन पद्धति से बहुत कुछ लाभ उठा सकते हैं। अगर आदर्श प्रजातंत्र का नमूना देखना हो तो उसके लिये हमें रूस या इङ्गलैन्ड या दूसरे किसी देश में जाने की ज़रूरत नहीं। उसकी झलक, उसकी असली शक्ल, अभी हाल तक हमारे देश की ग्राम-पञ्चायतों में मौजूद थी।

अतः हमारे लिये आज उचित यह है कि अपनी उस पुरानी प्रथा को हम फिर जिन्दा करें। उसी के अनुकूल हम अपनी शासन-पद्धति बनायें और संसार के सामने आदर्श प्रजातंत्र का नमूना पेश करें। संसार को उस नमूने की सख्त ज़रूरत है। फिर क्या हम अपने और सारे संसार के कल्याण के नाते अपना नमूना पेश करने का कर्तव्य न पालन करेंगे ?

(३) तीसरा जरूरी काम हमारे सामने यह है कि इङ्गलैन्ड के साथ हमें अपना सरोकार सिर्फ़ बनाये ही नहीं रहना चाहिये, बल्कि उसे अधिक सु-व्यवस्थित तथा सुदृढ़ भी बनाना चाहिये। ऐसा करना न केवल हमारे या इङ्गलैन्ड के ही व्यक्तिगत फ़ायदे के लिये है, बल्कि सारे संसार के कल्याण के लिये है।

हम मानते हैं कि इङ्गलैन्ड की ओर से जो कार्रवाई हिन्दुस्तान के प्रति अभी भी हो रही है, वह नितान्त अनुचित है। फिर भी, जान बूझ कर, लोक-संग्रह के भाव से हमें आज इङ्गलैन्ड को जैसा का तैसा जवाब नहीं देना चाहिये। साधारण दृष्टि-कोण से ऐसा जवाब देना उचित होता। पर यह न तो भारत-वर्ष के उत्कृष्ट ओज के अनुकूल है, न आज संसार की अत्यन्त नाज़ुक परिस्थिति के मुताबिक़।

आज इङ्गलैन्ड के सामने जीवन-मरण की समस्या उपस्थित है। ऐसे अवसर पर हर्गिज़ हमें ऐसी कोई कार्रवाई नहीं करनी चाहिये, जिससे कोई अड़चन या सरदर्द उसके सामने आसके। हमें अच्छी तरह याद रखनी चाहिये कि स्वेच्छा-पूर्वक त्याग करने का अत्यन्त ही उज्ज्वल और उत्तम नतीजा निकलता ज़रूर है।

इसलिये इङ्गलैन्ड के हाथों कुछ अन्याय सहते हुए भी आज खुशी से उसका साथ देते हुए हमें संसार के सामने यह नमूना पेश करना चाहिये कि हम सभी राष्ट्रों के एक पारिवारिक सूत्र में बँध जाने के पक्ष में हैं। इसलिये जिनके साथ हमारा सरोकार पहले से लगा हुआ है उनके साथ कुछ दुःख झेलकर, कुछ अन्याय सहन कर भी, हम खुशी से सरोकार जारी रखना और उसे सुदृढ़ करना उचित समझते हैं।

इस प्रकार हम संसार को यह भी दिखला सकेंगे कि संसार के कल्याण के लिये हर राष्ट्र के कुछ त्याग करना बहुत ज़रूरी है। अभी तक बहुत कम देशों ने इस सबक़ को सीखा है। क्यों न हम आगे बढ़ कर इस त्याग का भी एक सुन्दर नमूना संसार के सामने पेश करें ?

(४) अन्त में आज हमें लड़ाई में स्वेच्छा-पूर्वक, दिल खोल कर, इङ्गलैन्ड की मदद करनी

आज जब संसार के सामने संसार-व्यापी चैतन्यता लाने का अवसर आ गया है, तो हम फिर जरूर अपनी आंख खोलेंगे, और अपने प्राचीन गौरव और जीवन को याद करेंगे और उसी के अनुकूल आचरण करना भी अपना मुख्य कर्त्तव्य और सौभाग्य समझेंगे।

अतः संसार के इस युग-परिवर्त्तन के अवसर पर, इस नव-निर्माण के मौक़े पर, हमें हर्गिज़ "पहले हिन्दुस्तान" का मक़ूला अपने सामने रखना उचित नहीं समझना चाहिये। लोक-संग्रह के बाद ही देश-संग्रह की बात आती है तथा आनी चाहिये। हमारा तो यह दृढ़ निश्चय है कि संसार के सभी दूसरे देशों से बढ़कर भारत-माता को ही यह सौभाग्य प्राप्त है कि वह सारे संसार को विश्व-बन्धुत्व का यह परम पाठ पढ़ाये।

हिन्दुस्तान का कर्त्तव्य

अब हमें सोचना चाहिये कि संसार की इस नाज़ुक परिस्थिति में इस कर्त्तव्य को पालन करने के लिये हमें करना क्या चाहिये—

(१) सबसे पहले हमें—सभी सम्प्रदायों, जातियों तथा दलों के लोगों को—मिलकर एक हो जाना चाहिये। हम पिछले अंकों में दिखला चुके हैं कि भिन्न २ लोगों की विभिन्नताओं से वास्तव में हमारा राष्ट्रीय जीवन अधिक उत्कृष्ट बनता है, कमज़ोर नहीं होता। अब हमें व्यावहारिक रूप से एक दूसरे के स्वत्व की रक्षा करते हुए आपस में "मेल-मिलाप" पैदा कर संसार के सामने यह नमूना पेश करना चाहिये कि किसी भी राष्ट्र के अन्दर भिन्न २ श्रेणी के विभिन्न जातियों, सम्प्रदायों, दलों तथा संस्कृतियों का कैसा सामंजस्य होना चाहिये।

यह असल में सामाजिक नव-निर्माण की समस्या है जो आज संसार के हर देश के सामने मौजूद है। हमें यह कहते फख्र होता है कि इस समस्या के हल करने की कुंजी भी हिन्दुस्तान की ही प्राचीन समाज-पद्धति के अन्दर छिपी है। कैसा अच्छा हो यदि हम उस कुंजी से काम लेकर अपने राष्ट्र की सामाजिक व्यवस्था सुदृढ़ कर के संसार के सामने इस आदर्श के व्यावहारिक प्रयोग का नमूना पेश करें!

(२) अपने और संसार के कल्याण के लेहाज़ से दूसरा जरूरी काम हमारे सामने यह है कि हम अपनी आज़ादी का, अपनी आदर्श शासन-पद्धति का, मसविदा या ढांचा जल्द से जल्द तैयार कर लें। जो पद्धति हम सभी लोग एक राय होकर तैयार करेंगे, इङ्गलैन्ड कभी उसकी अवहेलना नहीं कर सकता। उसको उसे मानना ही होगा।

हम आज़ादी की लड़ाई जरूर लड़ रहे हैं, हम स्वराज्य चाहते हैं; लेकिन बड़े दुःख की बात है कि अभी तक अधिकांश लोगों को इस बात का कुछ पता नहीं है कि हमारे स्वराज्य का स्वरूप कैसा होना चाहिये।

कम से कम अपने आदर्श का स्पष्ट चित्र अपने मानसिक नेत्रों के सामने रखना बहुत जरूरी है। तभी हम कोशिश करते २ उस चित्र को स्थूल रूप में नीचे उतार सकते हैं। हर आदर्श-वादी अपने व्यावहारिक अनुभव के अवलम्ब पर जरूर इस तथ्य का समर्थन करेगा।

पर, अफ़सोस कि आज यहाँ के राजनैतिक जीवन में ठीक इसके विपरीत हो रहा है। इस त्रुटि को हमें शीघ्र दूर करना चाहिये।

इस सम्बन्ध में हमें अच्छी तरह याद रखनी चाहिये कि भारत-वर्ष की कुछ विशिष्ट विलक्षणता है, जिसे हमें हर्गिज नहीं भूलना चाहिये। हमें जानना

"पहले संसार"

आज समय की सबसे बड़ी मांग यह है कि हर कोई, हर देश के लोग, इस आदर्श को अपनायें कि—"पहले संसार"। आज जो यत्र-तत्र संसार-व्यापी युद्ध चल रहा है, उसका भी प्रधान लक्ष्य यही मालूम होता है कि वह संसार के सभी देशों के लोगों को मनुष्य मात्र की एकता का पाठ सिखाये, सबों को संसार के नागरिक बनाये। संसार के—इसलिये हर देश के—नव-निर्माण का यही प्रधान सिद्धान्त होने जा रहा है।

अतः हम सभी लोगों को "मेरा देश" का आदर्श छोड़ कर "संसार मेरा" का आदर्श अपनाना चाहिये। इसलिये हमारे जीवन में "पहले संसार" और उसके बाद "मेरा हिन्दुस्तान", "मेरा इङ्गलैन्ड", अथवा अन्य कोई देश आना चाहिये। यह सबक आज सभी देशों के लिये है—हिन्दुस्तान के लिये भी, इंङ्गलैन्ड के लिये भी। इसी की आज सब से ज्यादा जरूरत है। यही आज समय की प्रधान पुकार है।

जब हम अपने हिन्दुस्तान की ओर नजर फेरते हैं, तो इसी आदर्श में हमें हिन्दुस्तान की आत्मा की झलक दीख पड़ती है। विश्व-व्यापकता अथवा सार्व-ग्राह्यकता, सब को अपने गोद में समेटे रहना, इसके जीवन का प्रधान लक्षण सदा से रहता आया है। आज हमारी अत्यन्त गिरी हुई दशा में भी इसकी झलक वर्त्तमान है।

क्या आप नहीं जानते कि भारत-वर्ष का आतिथ्य सत्कार मशहूर है? दूर दराज के विदेशी भी भारत माता की गोद में अपने घर का आनन्द अनुभव करते हैं। भारतवर्ष ही एक देश है जिसकी गोद में भिन्न २ धर्मों और जातियों के लोगों ने समुचित स्थान पाये हैं। क्या इस से भारत माता की इस विलक्षणता का आभास नहीं दिखाई पड़ता?

यहाँ के जीवन के अंग २ में इस व्यापकता का भाव भरा पड़ा है। उदाहरण के लिये हिन्दू धर्म को ही लीजिये। क्या कोई हिन्दू धर्म का कोई खास रूप दिखला सकता है? क्या हिन्दू धर्म की परिभाषा दी जा सकती है? नहीं। जो विष्णु की पूजा करे, वह भी हिन्दू; जो शिव की पूजा करे, वह भी हिन्दू; जो दुर्गा की पूजा करे, वह भी हिन्दू; यहाँ तक कि जो ईश्वर को माने वह भी हिन्दू, जो इश्वर को न माने वह भी हिन्दू। क्या व्यापकता या उदारता का भाव कुछ इस से आगे जा सकता है?

इतना ही नहीं; भारत-वर्ष का तो एक प्रधान लक्ष्य रहा है—"वसुधैव कुटुम्बकम्"। केवल मनुष्य मात्र को अपना समझना तो कोई बात नहीं; एक जमाना था जब हम प्राणी मात्र को एक समझा करते थे। हमारे यहाँ का पञ्च महा-यज्ञ प्रसिद्ध है। धर्म शास्त्रों में इन पाँच महा-यज्ञों के नित्य प्रति करने का आदेश है। यह अवसर नहीं कि उन महा-यज्ञों का वर्णन यहाँ किया जाय।

यहां इतना ही कह देना काफी है कि वे हमें याद दिलाते हैं कि मनुष्य का सम्बन्ध विश्व के सभी श्रेणी के प्राणियों के साथ—दृश्य तथा अदृश्य, मनुष्य योनि से नीचे वाले पशु पक्षी, लता वृक्ष, आदि; तथा मनुष्य से ऊपर के ऋषि महात्मा, आदि—सबों के साथ एक भाव से लगा हुआ है। सबों के हम कुछ ऋण धारते हैं। और सबों के प्रति कुछ हमारे विशेष कर्तव्य हैं, जिन्हें हमें नित्य प्रति के जीवन द्वारा बरतना चाहिये।

कहाँ हमारा वह उत्कृष्ट जीवन और कहाँ हमारी आज की अत्यन्त गिरी हुई दशा! फिर भी,

"पहले हिन्दुस्तान" या "पहले संसार"?

"पहले हिन्दुस्तान"

कुछ दिन हुए भारत-सचिव, मि० ऐमरी, ने एक बयान प्रकाशित किया था, जिसमें उन्होंने सभी श्रेणियों और सभी विचारों के हिन्दुस्तानियों को मिल-कर एक बनने पर पूरा जोर दिया था। उनकी राय है कि हम सभी लोगों को "पहले हिन्दुस्तान" का नारा बुलन्द करना सीखना चाहिये।

इस सलाह के लिये हमें मि० ऐमरी को जरूर हृदय से धन्यवाद देना चाहिये। वास्तव में आज इसकी सख्त जरूरत है कि हम सभी हिन्दुस्तानी मिलकर एक हो जायँ। इस एकता के बिना हमारा आगे बढ़ना नितान्त असम्भव है। इसके बिना न तो हम आजादी हासिल कर सकते हैं, न हम संसार के प्रति अपना कर्त्तव्य पालन कर सकते हैं।

अफ़सोस कि हमारे नेता-गण इस विषय पर पूरा ध्यान न दे कर दूसरे २ कामों में व्यस्त हैं। बहुतों का ख्याल है कि आजादी होने पर आप से आप हमारे अन्दर मेल हो जायगा; इसलिये हमें पहले आजादी की ही कोशिश करनी चाहिये। कैसी उल्टी, भ्रम-पूर्ण यह बात है! भाई, सीधी बात यह है कि मेल का ही पहले आना आवश्यक है। कैसा अच्छा होता यदि सभी लोग इसी को मुख्य प्रोग्राम बना कर, थोड़ी देर के लिये दूसरे कामों को स्थगित कर के भी, इसी लक्ष्य की पूर्त्ति के लिये अपनी सारी शक्ति लगा देते! वास्तव में यह ऐसी ही आवश्यक वस्तु है।

अस्तु, हम धन्यवाद के साथ २ मि० ऐमरी को हार्दिक बधाई भी देते हैं कि उन्हें भारतवर्ष के सम्बन्ध में ऐसी अनोखी सूझ सूझी। आशा है, वे इसे याद रखेंगे और आइन्दे इसी के अनुसार कार्य करते जायेंगे। यदि वे ताकीद के साथ देखेंगे कि सरकार के कोई अधिकारी कम से कम आईन्दे भी इस सिद्धान्त के विपरीत कदापि कोई कार्य न करने पायें, तो हिन्दुस्तान अथवा ब्रिटिश साम्राज्य की कुछ कम सेवा नहीं होगी।

लेकिन, जरा सोचना चाहिये कि यह सिद्धान्त आज कहाँ तक ठीक है। हमें तो इसके अन्दर कुछ बुरी संकीर्णता की झलक दिखाई पड़ रही है। अतः हम तो साफ़ शब्दों में कहेंगे कि ऐमेरी साहब का यह आदेश समय की प्रगति के अनुकूल नहीं है। एक जमाना था जब "मेरा देश" उत्थान या उन्नति का जरिया था। पर आज वही "मेरा देश", देश क्या, संसार की प्रगति के रास्ते में भारी बाधा का रूप धारण कर चुका है। यदि हम आज के विध्वंसकारी युद्ध को देखें तो हमें साफ़ २ मालूम होगा कि इस अमानुषिक बर्बरता का प्रधान कारण "मेरा देश" ही है। यह "मेरा देश" का सिद्धान्त आज अपनी उचित सीमा से बहुत आगे बढ़ गया है।

ख़ास कर यूरोप के देशों ने इस सिद्धान्त को ऐसा अपनाया कि आज सारा संसार उसके परिणाम से दुखी हो रहा है। इङ्गलैन्ड में भी इस भाव की कुछ कमी नहीं। वहाँ भी प्रायः हर मामले में "पहले इङ्गलैन्ड" का ही सिद्धान्त लोग सामने रखते आये हैं। ऐमेरी साहब ने बड़ी दया कर के अपने प्यारे सिद्धान्त में हमें भी शामिल करने की कोशिश की है। पर हम साफ़ देखते हैं कि देश अथवा संसार के पुनरुत्थान अथवा नव-निर्माण के लिये इसे बुनियादी उसूल या सिद्धान्त बनाना ठीक नहीं।

भारतवर्ष : संसार की आध्यात्मिक जननी

(ले०—डा० जी० एस० अरण्डेल, प्रेसिडेन्ट, न्यू इन्डिया लीग)

भारतवर्ष संसार की आध्यात्मिक जननी है। सभी बड़े २ धर्मों के प्रतिनिधि इस देश में मौजूद हैं। अहा! इनके बारे में सोचने में कैसे अनूठे और सुन्दर भाव हृदय में जाग्रत होते हैं!

यहाँ एक जगह मौजूद हैं—हिन्दू हिन्दुस्तानी, मुस्लिम हिन्दुस्तानी, क्रिश्चियन हिन्दुस्तानी; पारसी, बौद्ध, सिक्ख, जैन और हेब्रू हिन्दुस्तानी। अर्थात्, हर धर्म के हिन्दुस्तानी यहाँ मौजूद हैं।

ये सभी हिन्दुस्तानी हैं। लेकिन सभी भिन्न २ रास्तों पर चलने वाले हैं। हर रास्ता अपने २ ढंग का निराला है, सुन्दर है, ओजस्वी है। पर सभी रास्ते समान हैं; कोई एक दूसरे से बड़ा या छोटा नहीं। और जो जिस रास्ते पर चलता है, उसके लिये ईश्वर के पास पहुँचने का वही सबसे नजदीक और सबसे विलक्षण रास्ता है।

वास्तव में सभी धर्मों में पूरा मेल है। यह एक सच्चा तथ्य है। यह मेल हर धर्म की अद्भुत विभिन्नताओं की वजह से अधिक उत्कृष्ट होता है। ईश्वर के बड़े परिवार में सभी राष्ट्रों और जातियों के लोग शरीक हैं और उनके स्वभाव भिन्न २ हैं। उन विभिन्नताओं की जरूरतों को पूरी करने के लिये ये धार्मिक विभिन्नतायें बड़े ही काम की हैं।

एक थियौसोफिस्ट होने की हैसियत से—इत्तफ़ाक़ से मैं एक क्रिश्चियन थियौसोफिस्ट हूँ—मुझे हर धर्म की क़दर करने में और उसकी सुन्दर ख़ूबियों के परखने में बड़ा आनन्द मिलता है। मैं अच्छी तरह देख सकता हूँ कि हर धर्म मानो विश्व-व्यापी सत्य के ताज में एक २ सुन्दर जवाहिर है, जिसकी चमक अत्यन्त निराली है।

मैं अपने दिल में सोचता हूँ, "यहाँ, हिन्दुस्तान में, हर धर्म का प्रतिनिधित्व बड़ी सुन्दरता और बड़े शान के साथ है। यह कितनी बड़ी शक्ति है! ऐसी बाबत संसार के दूसरे किसी देश में नहीं है।"

हिन्दुस्तान का प्राचीन गौरव कैसा विलक्षण है! इसके पीछे कैसा उज्ज्वल ओज छिपा है, जो सारे संसार में अपने ढंग का निराला है। जब उसकी याद मुझे आती है, तो सहसा ये वचन मेरे मुँह से निकल पड़ते हैं, "हाँ, सभी दूसरे देशों से बढ़ कर हिन्दुस्तान ही एक देश है जो संसार की रहनुमाई कर सकता है।"

हिन्दुस्तान से संसार के नेतृत्व की जरूर आशा की जाती है। इसलिये यह आशा भी जरूर की जाती है कि वह वर्तमान युद्ध को अपना युद्ध समझेगा और जिस तरह दूसरे देश वाले उसकी जीत के लिये, जो निश्चय है, आदमी, रुपया और सामान लगा रहे हैं, उसी तरह वह उस जीत के लिये अपना आत्म-बल जरूर लगायेगा।

एक बड़ी मजेदार बात साफ़ २ देखने में आ रही है। हर देश जो सत्य या भलाई के पक्ष में और बुराई के खिलाफ़ है, वह दिनों-दिन अधिक धार्मिक तथा अधिक आध्यात्मिक भावों की ओर झुकता जा रहा है। मुझे ब्रिटेन के अनेकों दोस्तों के ख़त बार २ मिलते हैं, जिनमें वे लिखते हैं कि ब्रिटिश लोगों में एक अजीब परिवर्तन आ गया है।

उनके अन्दर अभी भी बहुत-सी त्रुटियां हैं, बहुत-सी कमजोरियां हैं। लेकिन वे अनुभव कर रहे हैं कि यह एक धर्म-युद्ध है। वे अनुभव कर रहे हैं कि ऋषि-महात्माओं, संसार के आध्यात्मिक संरक्षकों के मातहत युद्ध करने का अपूर्व अवसर आज उन्हें प्राप्त हुआ है।

उनमें से अधिकांश व्यक्ति क्रिश्चियन हैं और वे भगवान ईसा मसीह की ओर नजर उठाते हैं, जैसा उनके लिये वाजिब है। तौभी वे अब अच्छी तरह समझने लगे हैं कि दूसरे धर्म भी हैं और सत्य की विशाल गोद में उन धर्मों के भी उचित तथा प्रतिष्ठित स्थान हैं।

* मेल-मिलाप *

वर्ष २ — पटना, १७ जनवरी, १९४१ — संख्या ३

प्रेम का गाना

र०—श्री भगवन्त सूरज-चन्द सत्य-प्रेमी (डांगीजी महाराज)

अमर प्रेम का गाना गा दूँ ।
प्रबल शोर मच जाय गगन में,
गहरी नाद गूँजा दूँ ।
अमर प्रेम का गाना गा दूँ ॥

झूम उठे सहसा उपवन-वन,
तरु-वर, गिरि-गह्वर, अंबर-धन ।
सरिता, सरवर, ग्रह-उपग्रह-गन,
उछले सागर का चंचल मन—
ऐसी क्रांति मचा दूँ,
अमर प्रेम का० ॥ १ ॥

मिटे जगत की दुखद दीनता,
मनुज जाति की पराधीनता।
आपस की सब मन-मलीनता,
विभव-जन्य अनुराग-हीनता—
मधुरी तान सुना दूँ,
अमर प्रेम का० ॥ २ ॥

अरुणोदय की किरण किरण पर,
उदधि-ऊर्मि, पर अंबुज गण पर ।
द्युति पर, क्षिति पर, रज कण कण पर,
तृण के अणु अणु पर, तृण तृण पर—
अपनी ध्वनि पहुँचा दूँ,
अमर प्रेम का० ॥ ३ ॥

विहँग राग से राग मिलावे,
सरिता सर-सर शब्द सुनावे ।
स्वर से नभ जल थल भर जावे,
सुर नर मुनि सुध-बुध बिसरावे—
मोहन मंत्र चला दूँ,
अमर प्रेम का० ॥ ४ ॥

विघ्न छिन्न हों वसुधा भर में,
विपुल शान्ति हो नगर नगर में ।
प्रचुर प्रेम प्रकटे घर घर में,
जीवन के सूखे मरुधर में—
निर्मल स्रोत बहा दूँ,
अमर प्रेम का० ॥ ५ ॥

कभी न समझें प्रेम-भंग में,
बहें स्नेह की रस-तरंग में ।
संग संग में, एक रंग में,
सत्य-प्रेम की शिव उमंग में—
सूर्य्य चन्द चमका दूँ,
मैं सब को दंग बना दूँ,
अमर प्रेम का गाना गा दूँ ॥ ६ ॥

گورنمنٹ بہار۔ اُڑیسہ۔ سی۔ پی۔ یو۔ پی و سندھ کے محکمہ تعلیمات سے منظور شدہ

میل ملاپ

جلد ۲ — فروری سنہ ۱۹۴۱ء — نمبر ۴

حسن و محبت کے شعلے

(حضرت شاد عظیم آبادی مرحوم)

شاد مرحوم کی طرزِ ادا، شیرینیِ کلام اور دل آویزی سے زمانہ واقف ہے، جذبات و کیفیات کی آمیزش جس دلکش ترتیب سے پیش کی گئی ہے اوس کا ایک ادنےٰ سا نمونہ ذیل میں ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ جن حضرات کو حضرت شاد مرحوم کے کلام (خصوصًا تصوف پر) یاد ہوں از راہ کرم ایڈیٹر میل ملاپ کو شائع کرنے کے لئے بھیجدیں، شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا
(اڈیٹر)

(نظم)

ایک ستم اور لاکھ ادائیں اُف رے جوانی ہائے زمانے — ترچھی نگاہیں تنگ قبائیں اُف رے جوانی ہائے زمانے
ہجر میں اپنا اور ہی عالم ابرِ بہاراں دیدۂ پُرنم — ضد کہ ہمیں وہ آپ بلائیں اُف رے جوانی ہائے زمانے
پچھلے پہر اُٹھ کے نمازیں ناک رگڑنی سجدے پہ سجدے — جو نہیں جائز اوسکی دعائیں اُف رے جوانی ہائے زمانے

اٹھتی جوانی عضو مناسب سانولی رنگت ہائے ستم — آنکھیں رسیلی باتیں بھولی چال قیامت ہائے ستم
تیغ کا گرنا دم نہ نکلنا ہاتھ جھٹکنا بانکی ادا — وقت کی خوبی میرا تڑپنا اون کی ندامت ہائے ستم

نہ دوست اور نہ کسی کا کوئی عدو نکلے — اگر یہ نقش مٹا دیں تو تو ہی تو نکلے
مہک اٹھا چمن دہر کا پتہ پتہ — راز چھپنے نہیں دیتی تری خوشبو تیرا

امام حسینؓ جگ کے نجات دہندوں کے روپ میں

انسان کی ترقیوں کی منزل کا انکشاف یا انسانی بلندی کا سبزہ زار باغ اوسی وقت پھل پھول سے بار آور ہوتا ہے جبکہ انسانی کھیتی کی اعلیٰ پیداوار اپنی کل عقل اور شعور انسانی کے ساتھ اپنے ہمجنسوں کی نجات یا بلندی کے لیے اپنے نفس اور ذات پر مصائب اور تکلیف خوشی سے گوارہ کرے۔ دوسروں کی بہتری کے لئے اپنی ہستی اور اپنے ذاتی وقار کو ملیا میٹ کر دینے میں اوس کو ہچک نہ ہو۔ دنیا کی گنہگار اور سیاہ کار ہستیوں میں بے گناہ اور معصوم ہستیاں بھی ہر ملک میں پیدا ہوتی رہی ہیں اور ان ہستیوں نے اپنے کارناموں سے دنیا کو سچ مچ کر آج اس قابل بنا دیا ہے کہ ہر قوم اپنے اپنے پیشوا کو عالم کے سامنے پیش کرنے میں سربلند اور فراخ دل نظر آتی ہے۔ ان ہی پاک ہستیوں نے دنیا کو ہمیشہ برائی سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے۔

خدا کا وہ پیغام جو بنی نوع انسان کو سچا راستہ بتانے کے لئے آ رہا ہے، ان ہی پاک ہستیوں نے دنیا والوں کے کان تک پہونچا دیا ہے۔ ان سنہرے خدائی قانون پر عمل کر کے دوسروں کو اس راستہ پر چلنے کے لئے عملی ثبوت دیا ہے۔

دنیا کی مکمل ترین ہستیوں میں سے ہی سری کرشن جی مہاراج۔ گوتم بدھ۔ زردشت۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت مسیحؑ اور جناب رسول خدا حضرت محمد صلعم سے روشن ستارے پیدا ہوئے اور انسانیت کی لاج رکھ لی ورنہ درندہ انسانوں نے انسانی شعار کو دنیا سے مٹانے کے لئے جو مظالم کئے ہیں وہ تاریخی یادگار ہو چکی ہیں۔ ان بزرگوں کے کارناموں نے دنیا کو جس قدر منور کیا ہے اور مکتی کے آسان راستے اپنی اپنی کوششوں سے بتائے ہیں دنیا واقف ہے، چلنے والے اپنے اپنے راستہ پر چل رہے ہیں، گو ایک دوسرے سے اس قدر بے خبر ہیں کہ ایک دوسرے کو غیر اور غلط راہ پر چلنے والا سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہر ایک اپنے صحیح راہ کے مسافر ہیں اور ایک ہی صداقت کے پیرو ہیں جو مختلف نام اور مختلف عنوان سے مشہور ہیں۔

سن ۶۳۲ء کے بعد جبکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلعم دنیا کو چھوڑ چکے تھے۔ حضرت عثمان کے خلافت کا دور چل رہا تھا۔ اوسی وقت سے وہ جماعت جو لامذہبیت کی طرف کوچ کر رہی تھی۔ اپنے قبیلہ کے لئے خود غرضانہ اور لالچ سے بھرے ہوئے اقدام کر رہی تھی اور اپنی قدیم ملکی صفات میں محو ہو کر اسلام کو برباد کرنے اور اسلامی روایات کو مٹانے کے لئے سازشیں

کر رہا تھی - جس کی ابتدا ان انسانیت سوز انسانوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قتل سے کی اور لامذہبیت کی اندرونی لہر عرب میں دوڑنے لگی

بجائے اسلامی اتحاد - برادرانہ سلوک (اخوت) اور اتحاد مقصد کے شیرازے بکھرنے لگے، اور اپنی اپنی ٹولی اور اپنا اپنا راگ بجنے لگا۔

حضرت عثمانؓ سا نیک اور سادہ لوح بشر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سا رحم دل انسان جو دوسروں کی خوشی و زندگی اپنی سمجھتا ہو، بنی امیہ کی گروہ میں شادیانے بجنے لگے، دنیا کی لالچ اور سلطنت کی ہوس نے ان کوتاہ بیں انسانوں پر چھاپا مارا، ان کے باہمی مشورے خاندان رسالت کے خلاف ہونے لگے، اسلام کا وہ پیغام جو دنیا کو مصیبت سے نجات دلانے کے لئے آیا تھا - جسے لاکھوں پیغمبر، اوتار، ریشی اور مہا پُرشوں نے لاکھوں سال پہلے سے دنیا کو سنایا ہے - اور دنیا کی کٹھنائیوں میں اپنی زندگی بسر کی ہے وہ اب خطرہ میں پڑنے لگا - معاویہ کے بیٹے یزید کی دنیا پرستی نے صرف اسلام ہی کی نہیں بلکہ دنیا کی روحانیت کو پسِ پشت کر دیا - ایک اندھیری چھا گئی - لالچ اور غرض کے بندے انعام اور حکومت کے لوبھ میں اکھٹا ہونے لگے - یزید اپنی بداعمالیوں سے مرکز بن گیا اور اوس کے ہوا خواہ اپنے نفس بد اور بُرے ارادوں کے ساتھ معاویہ کی اولاد کے چاروں طرف جمع ہونے لگے - دنیا کو معلوم ہے کہ مقناطیس ویسی ہی چیزوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے - جن میں مقناطیس سے کھینچنے کا مادہ ہے، یزید نے بدی اور بدکاری کی دنیا اپنے گرد آباد کر لی - بڑے بڑے بقراط، سیاہ رو اور شاطر تیغ ساز یزید کی امداد پر آمادہ ہوگئے - اپنے اپنے شرائط پیش کر کے انعامات پہلے ہی سے مقرر کرا لیا - ان کا ظاہر شعار اسلام سے بالکل ملتا ہوا تھا، نماز اور دیگر مذہبی ارکان کی بڑی پابندیاں تھیں اور یہی ایک ایسی کنجی ان کے کامیابی کی تھی جس سے بڑے بڑے نیک خصلت انسانوں نے دھوکا کھایا،

ان بہروپیوں نے اسلام کا روپ دھارن کیا، اور پوشیدہ طور سے بہت سی غلط حدیثوں کو گڑھ ڈالا، اس من گھڑت میں دوسرا مقصد پوشیدہ تھا جس کی ابتدا حسینؑ کے قتل سے بہت پہلے کی گئی مسلمانوں کو اوس وقت کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ کسی حدیث پر شک کرتے، کیونکہ بظاہر حدیث میں کوئی خرابی نہ تھی لیکن وہ معیار جو حدیث کے جانچ کے لئے مقرر کی گئی ہے اوس پر حدیث صحیح نہ اوترنے لگی - آج اسلام میں جہاں آپس کے تفرقہ کی اور وجہ ہے وہاں سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ سازش میں آکر مشہور مسلمانوں نے حکومت کا ساتھ دیا، یہ اور بات ہے کہ خوش نیتی سے ساتھ دیا یا سزا کے خوف سے یا بڑے بڑے عہدوں کی لالچ سے ۔

ان افسوسناک سازشوں میں سب سے بڑی رکاوٹ جو پیدا ہو سکتی تھی وہ حسینؑ کی ذات تھی، یزید اور اوس کے ہوا خواہوں کو یقین تھا کہ جبتک حسینؑ زندہ ہیں اسلام کو نیچا دکھانا مشکل ہے یہ بھی معلوم تھا کہ یزید کی خاندانی دشمنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام کی حمایت اور اشاعت سے نہ روک سکی پھر یزید حسینؑ کو کیوں کر روک سکتا تھا - لیکن لالچ اور خود غرضی کے سیلاب میں موج کے سوا سکون کہاں - حکومت کا ایک نشہ تھا جو اپنی بات کی راہ سے کانٹے ہٹانا چاہتا تھا، یزید نے ایک بار اور کوشش کر کے رسول اللہ کی اُس حدیث کو غلط ثابت کرنا چاہا کہ "حسینؑ

مجبور ہوں اور میں حسینؓ سے بدل یزید کو اس میں کامیابی نہ ہوسکی اور روحانیت کی فتح اوسکی شکست بن گئی۔

حسینؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اون کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں، یزیدی دلال اِن سے یزید کے نام پر عہد و پیمان، وفاداری لینا چاہتے ہیں اور اسی شرط پر حسین کو آزاد چھوڑنا چاہتے ہیں تو روحانیت کے پیشوا حسینؓ نے فوراً خطرہ کو محسوس کیا، سمجھ گئے کہ یزید کو حسین کی ذات سے کچھ غرض نہیں ہے بلکہ اوس کا مقصد اسلام کی پیشوائی خود کرنی ہے، اسلام کا نمائندہ خود بننا چاہتا ہے، اور اسلام کی شہرت و حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتوحات سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، یزید کی خوشی اسمیں معلوم ہوتی تھی کہ رسول اللہ کے نواسہ کو اپنا محکوم مشہور کرے اور یہ دکھانے کی کوشش کرے کہ باوجود حسینؑ ایسے پاک طینت اور شریعت نفس انسان کے جو کہ خونی رشتہ رسول سے رکھتے ہیں وہ بھی یزید کو اپنا پیشوا اور خلیفہ ماننے پر مجبور ہوئے۔

بس یہی وہ مرکز تھا جہاں سے اسلام کی روحانیت کو مٹانے کی کوشش ہو رہی تھی، ایک طرف دنیا کی حکومت اور اوس کی دھمکیاں و شہزوریاں تھیں اور دوسری طرف غربت، اور روحانی صداقت حسینؑ کے سینہ میں پوشیدہ تھیں حسینؓ کی روحانی آنکھیں کھلی تھیں، یزید کی طرح اندھی اور صرف مادی نہ تھیں، حسینؓ جانتے تھے کہ خدا کی امانت اور صداقت چند سیاہ کاروں کی جد و جہد سے ہمیشہ کے لئے عرب سے مٹنے والی ہے، جس کو بڑی جانفشانی سے رسول صلعم اور اصحاب رسول نے پھیلایا ہے، ان مقدس بانیٔ اسلام کی کھیتی میں بڑی محنت کر کے بڑے بڑے خطرات کا مقابلہ کیا ہے حسینؓ نے سوچا اور ان قدرتی آثاروں کے مناظر کو اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے روحانی کانوں سے سنا . . . . .

اور (CLAIRVOYANCE & CLAIRAUDIENCE) فیصلہ کر لیا کہ حسین کو فنا کرنے کی کوشش بچوں کا فعل ہے حسینؓ کا اگر جسم خاکی برباد کر دیا جائے، گھوڑوں کی ٹاپوں سے قیمہ کر دیا جائے تو حسین کی ابدی زندگی کو نقصان نہیں پہونچ سکتا ہے، جو لوگ حیات بعد ممات کے قائل ہیں وہ حسین کی عظمت اور بزرگی کو بہت اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں کہ حسینؓ نے ارتقائے انسانی کے لئے کتنی بڑی خدمت خود اور اپنی اولاد اور حرم سے کیا ہے

بعد مسیح ۶۸۱ء میں حسینؓ نے دنیا کی پہلی ستیہ گرہ کی، یہ ستیہ گرہ سلطنت کو خاک میں ملانے کی نیت سے نہ تھی، نہ کسی بندہ کو نقصان پہونچانے یا کسی کی جان کو تلف کرنے کی غرض سے تھی، اور نہ یزیدیوں کی حکومت میں روڑہ اٹکانا منظور تھا، بلکہ دنیا کو مذہبی آزادی دلانے کی غرض سے تھی حسینؓ کو معلوم تھا کہ دنیا میں اگر مذہبی آزادی قائم نہ ہوسکی تو ساری دنیا جنگ و جدال میں مبتلا رہیگی، اوسی مذہبی آزادی حاصل کرنے کے لئے امام حسینؑ نے دسویں محرم کو جبکہ ان کے کل حمایت کرنے والے و مددگار قتل ہو چکے تھے، فقط حسین کی ایک ذات تھی کچھ عورتیں جو کہ اوسوقت رانڈ ہو چکی تھیں اور ایک بیمار ایڑیاں رگڑتا ہوا لڑکا زندہ تھا اوسوقت پھر حسین نے اپنی روحانی فرائض کو بحسن و خوبی انجام دیا، اصول روحانیت میں یہ لازمی ہے کہ اپنے دشمن کے ساتھ بغض اور کینہ نہ رکھا جائے اور مثل اپنوں کے اپنے دشمن کا بھی بہی خواہ ہو کیونکہ روحانی نظر رکھنے والا بزرگ اس راز سے بھی واقف ہے

کہ دنیا کی مکتی یا نجات اس وقت تک نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ دنیا میں گنہگاروں کی جماعت باقی ہے حسینؓ دنیا کے نجات دہندوں میں تھے، انکا فریضہ اور ان کی ذمہ داری اہم تھی۔ یہ اپنی جوان اور شیر خوار اولاد کے خون کا بدلہ لینے کے لئے خلق خدا کو جہنم کی آنچ میں دانستہ نہیں ڈال سکتے تھے، انہوں نے آویزاں اور ملبند کی صلح جوئی کی کوشش کی مگر مادہ کے نقاب نے دشمنوں کو اسلامی حقیقت اور حقانیت پر نظر نہ کرنے دیا حسینؓ چاہتے تو اپنی روحانیت سے اپنے دشمنوں کو راہ راست پر لا سکتے تھے لیکن خدا نے انسان کو فاعل مختار بنایا ہے۔ حسینؓ جبراً روحانی طاقت سے اوس کی اصلاح نہیں کر سکتے تھے، روحانی طاقت تشدد کے ساتھ استعمال نہیں کی جا سکتی تھی۔ اگر ذرا سا وہم بھی برائی کا دشمنوں کے خلاف امام حسینؓ کے ذہن میں آ جاتا تو یزید کی سلطنت اور فوج کا تختہ الٹ جاتا۔

یہاں پر یہ بات غور کرنے اور سبق لینے کی ہے کہ دسویں محرم کو حسینؓ اور ان کے اصحاب و انصار اور اہلبیت پر تیسرا فاقہ تھا، پانی بھی بند، سلگتے ہوئے ریت کے ذرے ہوائے گرم کے ساتھ خیموں میں جا کر بھوکے و پیاسوں کو اور بھی اشتعال دے رہے تھے۔ خیمہ میں بھوک اور پیاس کی شدت سے بڑے تو بڑے ایک چھ ماہ کا شیر خوار بچہ بھی پیاسی زبان نکالے پڑا تھا۔ جو حسین کے گود میں مارا گیا، لیکن حسین نے اور ان کے کل اہلبیت و اصحاب و انصار نے اس تکلیف کو برداشت کیا ایک لفظ بھی بد دعا کا نہ نکلا، عورتوں نے بھی ویسا ہی صبر کیا جیسا حسینؓ نے کیا تھا۔ ان مادی مصائب کے علاوہ دوسری مصیبت یہ تھی کہ باوجود تکلیف پہونچنے کے بھی اپنی پوشیدہ طاقتوں سے حسینؓ نے کام نہ لیا، ظلم کرنے والے ظلم کر رہے تھے، لیکن حسین اپنے ارادہ باقی اطمینان قلب سے مخلوق کی نجات اور بہتری کے لئے دعا کر رہے تھے۔ سلطنت کی لالچ کا جو نتیجہ تھا وہ یزید کے پیروؤں نے پورا کیا اور حسینؓ جو اوس وقت علمبردار صداقت اور پیغام اسلام تھا اوس نے جان دے دی، اپنی عورتوں کا قید ہونا، خیمہ میں آگ لگنا، بچوں کا در بدر ہونا پسند کیا لیکن اپنے کو فنا کر کے اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچا لیا۔ دنیا میں مذہبی آزادی مدت تک قائم رہی، اب پھر کچھ دنوں سے ہر مذہب کی مذہبی آزادی خطرہ میں اپنے ہاتھوں آپ ہے اس وجہ سے بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔ جھگڑے فساد اور آپس کی بے اعتباری بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے، یہ ہی مذہبی آزادی نہ ہونے کی وجہ سے پروٹسٹنٹ و رومن کیتھلک کی جنگ ہے۔ جرمنی کے عیسائی اور یہودیوں سے ایسی ان بن ہوئی کہ غریب یہودی صرف اس جرم میں کہ وہ یہودی ہیں جرمنی سے ظلم کے ساتھ نکالے گئے اور اب اٹلی کے یہودیوں میں بھی ہاتھ لگ چکا ہے، اسلام نے عرب میں یہودیوں کے ہاتھوں سے بہت صدمہ اور نقصان اٹھایا لیکن اسلام کو اقتدار حاصل ہونے پر بھی یہودیوں کو وطن کے حقوق سے خارج نہ کیا گیا، کچھ نام نہادی ٹیکس لیکر اون کے شہری حقوق کا احترام کیا گیا، اونکو کافی پناہ دی گئی اکثر یہودیوں سے مشاہیر اسلام نے معاشرت قائم رکھا۔

آج ہندوستان میں بھی ہندو مسلم فساد، مادر انتقام کے گود میں پرورش پا رہا ہے، دونوں فرقوں کو شبہ ہے کہ مذہبی آزادی خطرہ میں ایک دوسرے کی وجہ سے ہے، باوجودیکہ یہ توہمات اور خیالی نقوش ہیں جو ایک روز مٹ جائینگے، آج جو حسینؓ

ایسی فرد کی ضرورت ہے جو اپنی ایثار و قربانی سے پھر حکومت و رعایا میں، ہندو مسلمان میں، مزدور پیشہ اور سرمایہ دار میں، غریب اور امیر میں اتحاد اور محبت پیدا کرائے۔ دنیا میں ہمیشہ کے لئے امن و امان قائم ہو۔ دنیا کی مکتی یا نجات سیاسی شور و غل سے نہیں ہو سکتی ہے بلکہ اس کے لئے روحانی پیشوا کی ضرورت ہے

کم سن دوستو !

فسانہ

لیڈر

(از محمد قمرالدین صاحب قمر عظیم آبادی (پٹنہ)

میں اور وہ ایک ہی بستی میں رہتے تھے اور بالکل آس پاس اُس کے اور میرے مکان کے درمیان صرف دار و غہ جی کا مکان تھا۔ وہ بڑا آدمی تھا اور میں غریب تھا تاہم ہم ایک دوسرے سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ایک ہی مولوی صاحب سے ہم دونوں پڑھتے فرصت کے وقت وہ اور میں ساتھ ہی کھیلا کرتے۔ وہ پڑھنے میں بڑا تیز تھا اور بہت جلد مکتب کی تعلیم ختم کرکے شہر میں چلا گیا۔ لیکن میں اپنی کھلاڑی طبیعت کی وجہ سے مکتب کی تعلیم بھی پورا نہ کر سکا۔ میرے باپ نے جب دیکھا کہ میں پڑھنے سے بہت بھاگتا ہوں تو مجبوراً مجھے کھیتی کے کاموں میں لگا دیا۔

آہ ! وہ بھی کیا زمانہ تھا جبکہ اسی زمین پر اسی نیلے آسمان کے سایہ میں ہندو اور مسلمان آپس میں میل ملاپ رکھتے تھے اور ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ مسلمان تھا اور ایک امیر آدمی۔ نہ صرف امیر بلکہ علم کے دولت سے بھی مالا مال لیکن جب کبھی وہ دیہات آتا تو مجھ سے ضرور ملاقات کر جاتا۔ گھنٹوں مجھ سے باتیں کیا کرتا۔ میری زندگی اُسے نہیں بھاتی۔ میرا ذریعہ معاش وہ ناپسند کرتا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا جاتیں اور وہ کہتا چندر، تم اب بھی کچھ پڑھو۔ میں تمہیں اچھی نوکری دلانے کا ذمہ لیتا ہوں۔ لیکن افسوس ..... اس کی ساری نصیحتیں بے سود ثابت ہوئیں۔ اُسکی نرم باتوں کا میرے پتھر سے دل پر کچھ اثر نہیں ہوا۔

اُس میں نہ صرف یہ خوبیاں تھیں کہ وہ ایک قابل خوبصورت تندرست اور امیر آدمی تھا۔ بلکہ اُس کے چوڑے سینے میں ایک نہایت ہی نرم و نازک دل تھا۔ جو غریبوں کی دکھ بھری زندگی کو دیکھکر موم کی طرح پگھل جاتا۔ جو دہقانوں اور مزدوروں کی ہولناک مصیبتوں پر خون کے آنسو رویا کرتا۔ ہاں اُس کے دل میں وہ خون اور اُس خون میں وہ روانی تھی جو اُسے مظلوموں کی مدد کے لئے اُکساتی۔ غریبوں کی دادرسی کے لئے مجبور کرتی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اُسنے عزم کر لیا۔ اُسنے ٹھان لیا۔ کہ جبتک وہ زخم خوردہ لوگوں کے زخموں کا اندمال نہ کر لیگا چین سے نہ سوئے گا۔ پیٹ بھر کر نہ کھائے گا۔ دل کھول کر خوش نہ ہوگا۔

اُس کا ارادہ پختہ۔ اُس کا عزم راسخ۔ اُس کی ہمت بلند۔ اُس کے خیالات وسیع۔ اس کے جذبات عمیق۔ اُس نے سوتوں کو جگایا۔ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا۔ اپنے ساتھ آنیکو کہا۔

انھیں بتایا کہ وہ انھیں کہاں لیجانا چاہتا ہے۔ کچھ اس کے ساتھ ہوئے کچھ تھوڑی دور چلکر واپس چلے آئے۔ کچھ اُسکا پیام سمجھے ہی نہیں اور اُلٹا پیچھے پڑ گئے۔ وہ اب ترقی پسندوں کا۔ آزادی کے چاہنے والوں کا لیڈر تھا — لیڈر۔

میرا باپ مرگیا اور ماں بھی۔ جبتک یہ لوگ زندہ تھے مجھے کچھ فکر نہ تھی۔ لیکن ان کے مرنے کے بعد جیسے مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بابوجی نے قرض لیکر میری شادی کی تھی مہاجن میری جان کھا رہا تھا۔ بابوجی نے مرنے سے کچھ دنوں پہلے چینی لالہ سے کچھ روپے قرض لیکر ایک گائے خریدی تھی۔ بابوجی کے مرنے کے ساتویں دن بعد نہ معلوم کیا ہوا کہ وہ بھی مرگئی۔ اب چینی لالہ الگ دق کر رہے تھے۔ میں عاجز ہوگیا۔ کھیت بیچکر قرضے چکائے۔ سنا تھا شہر بہت اچھی جگہ ہوتی ہے۔ وہاں بیکاروں کو اچھے اچھے کام ملجایا کرتے ہیں۔ میں بھی بیوی کو لیکر شہر آیا۔ نوکری تلاش کی۔ بڑی مشکلوں سے بھی نوکری نہ ملی۔ مجبوراً رکشا کھینچنے لگا

آہ۔ کہ میری زندگی کے یہ دن بڑی مصیبت کے تھے۔ ان دنوں میں میں اپنے دوست کو یاد کیا کرتا۔ لیکن مجھے معلوم نہ تھا وہ کہاں رہتا تھا۔ میں نے کہیں اُسکا پتہ چلانے کی بھی کوشش نہ کی۔ میں ڈرتا تھا، وہ امیر آدمی ہے۔ جنتا کا لیڈر ہے۔ اُس کے گھر جاؤں۔ کہیں وہ دھتکار نہ دے۔

آج سارا شہر خوب سجا گیا تھا۔ جابجا سڑکوں پر پھاٹک لگائے گئے تھے۔ اور پھاٹکوں کو کاغذ کی رنگ برنگ کی جھنڈیوں۔ زنجیروں اور قندیلوں سے زینت دی گئی تھی۔ ہر طرف چہل پہل تھی۔ شہر کے بیچ میں ایک بہت بڑا پنڈال بنایا گیا تھا۔ جس میں ہر قوم کے لوگ آ جا رہے تھے۔ معلوم ہوا آج کوئی لیڈر باہر سے آنیوالا ہے نہ معلوم کیوں میرا دل خوش ہوتا اور ..ہ رہ کر جی میں آتا۔ بھگوان کرے میرا دوست ہو۔ لیکن آہ وہ تو بڑا آدمی ہے اور میں غریب رکشا والا مجھے اس سے کیا نسبت ایک آدمی سے پوچھا۔ بابوجی یہ جو لیڈر آج آنے والے ہیں اُن کا کیا نام ہے ؟

نہیں جانتا ؟ قریش صاحب۔ یہ بہت بڑے لیڈر ہیں۔

فرطِ مسرت سے میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ اتنے دنوں کے بعد آج مجھے اپنے دوست کے درشن نصیب ہوں گے۔

میں نے رکشے کو سڑک کے کنارے لگا دیا۔ اور خود اس کے پہلو میں کھڑا ہوگیا۔ مجھے لیڈر کا انتظار تھا۔ میں نے اچھا نہ سمجھا کہ دوست کا درشن روزمرہ کی طرح نیم عریاں حالت میں ہو۔ چنانچہ میں نے رکشے کے بکس میں سے ایک دُھلی ہوئی قمیض جو جابجا سے سلی ہوئی تھی نکالکر پہن لیا۔

میں کھڑا رہا۔ پہروں کھڑا رہا۔ میں نے کئی سواریاں بھی ٹال دیں۔ یکایک پچھم کی سمت سے زندہ باد اور جے کی آوازیں کانوں میں آئیں۔ دوکاندار باہر نکل پڑے اور سب کی نظریں اُسی سمت اُٹھ گئیں۔ ہزاروں آدمیوں کے ہجوم میں اور بلند و بالا جھنڈیوں کے درمیان میں ہمارا لیڈر نمودار ہوا۔ یہ ایک موٹر پر بیٹھا تھا۔ موٹر کھلی ہوئی تھی۔ وہ پھولوں کے ہار سے دبا جاتا تھا اور موٹر بھی۔

میں ہکا بکا اپنے رکشے کے پاس کھڑا تھا۔ موٹر بالکل میرے قریب سے گزری۔ اور یکایک رک گئی۔ . . . . کسی

زبردست ہاتھ نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا - مجھے بس اتنا خیال ہے کہ میرے ساتھ کھیلے ہوئے دوست نے یہ کہتے ہوئے مجھے گلے لگا لیا کہ...... معاف کرنا چندر میں تمہیں بھول گیا تھا

میرے دوست نے مجھے ایک نوکری دلوادی ہے کام کوئی سخت نہیں - صرف اُس کی جماعت کیلئے ممبر بنانا ہے

اُس نے مجھ سے قسم لے لیا ہے کہ میں ہمیشہ وطن کی خدمت کروں گا - اور آپس میں بلاتمیز خورد وکلاں - امیر غریب ذات پات میں میلا ملاپ قائم رکھوں گا - چنانچہ ہم دونوں ایک ہی جگہ رہتے ہیں وہ اپنی جگہ پر کٹر مسلمان اور میں کٹر ہندو - اسکا ہر فعل مسلمانہ اور میرا ہر عمل ہندوانہ لیکن نہ وہ کبھی میرے آگے کفر واسلام پیش کرتا ہے اور نہ میں اُس کے آگے چھوت اور گئو رکھشا -

تقدیر کی غلامی

اڈیٹر

دنیا تقدیر کی کم وبیش غلام تو ضرور ہے مگر ہمارا بدنصیب وطن اس معاملہ میں سب سے آگے ہے - ہونا بھی چاہئے - غلامی کی ذہنیت ہم میں زمانہ دراز سے موجود ہے جی حضور، اور ہاں حضور، میں وہ لطف ملتا ہے جو کسی شاعر کو اپنے مصرعہ میں بھی چاشنی نہ ملتی ہوگی -

ہمارے ملک کی تعلیم ہمارے گھروں کی فضا اور ہماری معاشرتی زندگی بھی غلامی ذہنیت کی ذمہ وار ہے، اطاعت عظمت اور احترام اور چیز ہے لیکن غلام ہونا اور چیز ہے،

اس ملک کے پڑھے لکھوں میں بھی غلامی کی ذہنیت اس قدر پیوست ہوگئی ہے کہ وہ بھی اپنی بڑائی، اپنی شرافت اور بہتری اسی میں سمجھتے ہیں کہ "آپکا غلام - احقر - خاکسار - بندۂ ناچیز - داس وغیرہ وغیرہ خطوں میں لکھا کریں اور یہ بھی نہیں دیکھتے کہ کس کو اس طرح لکھنا یا کہنا چاہئے، بعضے کہتے نہیں تو اپنی گردن اس قدر زمین کی طرف جھکا کر چلتے ہیں جس طرح سے کلی مرجھا کر نیچے کی طرف جھک جاتی ہے، یہ علامت بزدلی اور پست ہمتی کی ہے - یہ ظاہری باتیں عوام کی نگاہوں میں عزت نہیں بخش سکتی ہیں -

غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے باشندوں میں پست ہمتی، بزدلی، اور کام سے دل چرانے کی عادت بڑھتی جاتی ہے، ہمارے اہل وطن خواہ ہندو ہوں یا مسلمان، کچھ بھی ہوں کسی کشمکش اور مشکل کے اوقات پر ہاتھ پیر ہلانا اور جدوجہد کرنا نہیں جانتے ہیں، انہیں مصیبت سے روبرو ہوکر مقابلہ کرنا اور مصیبت کو بھگا دینے کی حکمت نہیں آتی ہے

ہمارے پاس روحانی امداد کے لئے سینکڑوں خطوط ایسے آتے رہتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوگ بجائے اپنی قوت بازو کے کسی جن، موکل یا شیطان کے ذریعہ سے روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں - ایسے خطوط شائع کرنا نہیں چاہتے

مسئلہ تقدیر پر بھی قلم آج اس لئے اٹھایا جارہا ہے کہ چند بزرگوں نے اس کے متعلق مجھسے فرمائش کی ہے - تقدیر کا اہم مسئلہ جلد طے ہونے والا نہیں ہے - میں اپنے خیالات اور تحقیقات تحریر کرتا ہوں جس کا ماننا اور یقین کرنا ہر شخص کے لئے لازمی نہیں ہے، لیکن ہندوستان کو اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا لازمی ہے -

تقدیر کے متعلق یہ سمجھ لینا کہ "جو ازل سے لکھا ہے وہ ہوکر رہے گا، نہ گھٹے گا اور نہ بڑھے گا" بالکل غلط ہے، انسان اپنی

قسمت کا آپ معمار ہے، جیسی قسمت بنائینگے ویسی ہوگی، اس اعتقاد میں کہ "لکھا ہو کر رہے گا اور قسمت لا علاج چیز ہے" خود کو مغالطہ میں رکھنا ہے، اس خیال نے حوصلہ اور ہمت کو مردہ کر دیا ہے، ایسے لوگ خود فریبی کی مصیبت میں خود ہی گرفتار ہوتے ہیں۔ دوسروں کو بھی پست ہمت بناتے ہیں۔ معراج ترقی ایسے لوگوں کے لئے خام خیالی ہے۔ ہم متحد ہو کر خلوص سے کوئی کام کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ دس پانچ ملکر ایک مرکز پر ہم خیال ہو کر اپنی مصیبت نا داری اور افلاس کو ہٹا نہیں سکتے اپنی کوشش کی آخری حد تک تجربہ کر کے کسی نتیجہ پر نہیں پہونچتے آسانی سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو کچھ کیا، خدا نے، ایشور نے، کیا، جو اوسکی مرضی ہے وہ ہو کر رہے گا۔

یہاں پر سارا الزام بیچارے بے ہاتھ پاؤں اور بے منہ والے خدامیاں پر ٹھونک دیا اور خود بے قصور بن گئے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ خدا خود آکر اپنی صفائی تو حضرت انسان کے سامنے پیش نہ کرے گا، قانون عمل یا لا اوف کرما (LAW OF KARMA) یہ ہے کہ جیسا ہم کرینگے ویسا ہی پھل پائینگے، بُرائی کا بدلہ بُرائی ہے اور بھلائی کا بھلائی، خدا کی مرضی سے مایوس ہونا بیوقوفوں کا کام ہے، خدا نے انسان میں وہ طاقتیں پیدا کر دی ہیں جنسے انسان کرشمے کر سکتا ہے قسمت کے رُخ کو بدل سکتا ہے۔ برائیوں کو بھلائی سے تبدیل کر سکتا ہے، لیکن کب ؟

جب انسان اپنے میں صحیح شعور انسانی کو بیدار کرنے کے قابل ہو جائے اپنی نیچی ذہنیت (LOWER SELF) اور طاقتوں پر فتح پا کر بلند ذہنیت (HIGHER SELF) اور طاقت سے کام لے، بے خطر و خوف اپنی ذات پر بھروسہ کر کے اپنی اور دوسروں کی تقدیر کی گرہ کو کھولے، لیکن اس کوشش میں نہ تو خود غرضی ہو، اور نہ دست غیب کی لالچ ہو اور نہ دوسروں کی دولت کو اپنے قابو میں کرنے کی جد وجہد ہو، اپنی ساری طاقتیں، روحانی قوتیں، صرف خدا کے بندوں کی بھلائی میں صرف کیا جائے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان مرد ہو یا عورت، سید ہو یا برہمن یا نیچ ذات جب ہم خدا کی مخلوق کی سیوا میں اپنا دل لگا ئینگے اور اپنی ذات کو اور گھر بھر کو خدا کی مہربانیوں پر چھوڑ دینگے تو ہمارا کلیان خود بخود ہوگا، ہماری دعا، اور کوشش اگر جگ بھر کے لئے ہیں تو اوس میں ہم اور متعلقین بھی ضرور شامل ہیں۔

تقدیر پر اپنے کو چھوڑ دینا، ہاتھ پیر اپنا آپ جکڑ دینا اور خدا پر بھروسہ نہ کرنا عقل مندوں کا کام نہیں ہے، اچھے خیالات اور اچھے عمل سے اپنی تقدیر آپ بنا سکتے، شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھیں یہ باتیں خواب و خیال نہیں ہیں۔

سوال

نوٹ:۔ جن لوگوں کو روحانی باتوں کے متعلق کچھ سوال کرنا ہو سوال کر سکتے ہیں جواب دینے کی کوشش کی جائیگی۔

جناب اڈیٹر صاحب میل ملاپ تسلیم

مہربانی فرما کر مجھے آپ یہ بتائیں کہ کسی کے لئے دعا کرنے کا اثر کیوں ہوتا ہے اور اتنے لوگ دنیا کے، دوسروں کے لئے دعائیں کرتے ہیں ان کا اثر کیوں ظاہر نہیں ہوتا۔ اگر دعا کرنے کی کوئی خاص ترکیب ہو تو مطلع فرماویں نوازش ہوگی۔

آپکا خیر اندیش

ہرگوری نارائن ورما

جواب

اڈیٹر

جولائی سنہ ۱۹۳۳ء کی اشاعت میں ہمنے ایک مضمون میں ملاپ کے صفحہ ۱۳۳ میں "نقلی روحیں یا خیالی پوتلے"، کے نام سے لکھا تھا جس میں دعا یا بددعا کے اثر کو نہایت واضح اور سائنٹیفک طور سے بتایا گیا تھا، اگر میل ملاپ کے آپ خریدار ہیں تو اوس مضمون کو ضرور پڑھیں، دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انسان جو کچھ خیال کیا کرتا ہے وہ رائیگاں نہیں جاتا، خیالات جو دماغ میں پیدا ہوتے ہیں ان کی مقناطیسی لہریں پیدا ہوتی ہیں اور جیسا خیال ہوتا ہے ویسی شکل بھی پیدا ہوتی ہے" اوس نقش یا شکل میں خیال کے اثرات سے رنگ بھی ہوتا ہے جس کو باطنی آنکھیں دیکھتی ہیں

فرض کیجئے ہم نے زید کے متعلق یہ دعا کی کہ وہ بیماری سے اچھا و تندرست ہو جائے، اس دعا کے بعد بھی زید کو صحت نہیں ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہمنے اپنی زندگی کو پاک صاف نہیں رکھا ہے، زبان اور خیالات کو بھی پاک نہیں رکھا، جھوٹے خیالات، غصہ بغض، کینہ ہمارے دل میں بھرے ہوئے ہیں۔ یہ خیالات مختلف قسم کی لہریں پیدا کرتے رہتے ہیں اور مختلف قسم کے اثرات پیدا ہوتے ہیں جنکی وجہ سے ہماری روح میں شانتی نہیں رہتی ہے ہم گرچہ بےخبر ہیں لیکن مختلف خیالات ہمیں پریشان کرتے رہتے ہیں اس پریشانی اور کشمکش میں ہماری خیالی طاقت کمزور ہوتی ہے، اور ہماری خیالی طاقت کی لہریں زید تک مضبوطی سے نہیں پہونچتی ہیں اور اگر زید تک پہونچیں بھی تو خیال پرسکون اور قوی نہ ہونے کی وجہ سے اس لہر کی زندگی اتنی دیر تک نہ ہوگی کہ زید کے جسم پر کافی اثر کر کے مرض کے کیڑوں کو فنا کردے اور صحت و تندرستی پلٹ آئے

جب ہماری زندگی میں پاکیزگی، صداقت، اور سادگی موجود ہے، اور مخلوق خدا کو ہم سے تکلیف نہیں پہونچتی ہے تو اوس وقت ہماری دعائیں اثر کرینگی، ہمارے خیال کی جو لہر دماغ سے باہر ہوگی وہ زید تک پہونچیگی زید کے چاروں طرف اوس کے یا دوسروں کے خیالات کے پوتلے یا نقشے جو خیالی لہر سے بنے ہوے ہیں اون پر اثر پہلے ہونا شروع ہوگا، جو خیالات زید کے چاروں طرف برے اور زید کو نقصان پہونچانے والے ہیں وہ پہلے فنا ہوں گے اوس کے بعد ہماری قوت ارادی THOUGHT POWER یا WILL POWER) کا اثر زید کے جسم مثالی یعنی ASTRAL .BODY پر ہوگا، جیسے ہی مرض کے زہریلے مادے یا کیڑوں پر خیال کی لہریں کام کرنا شروع کرینگی زید کو شفا ہونا شروع ہوگی،

اگر اپنی دعا میں اثر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو جہاں تک زندگی کو سادہ لوح اور پاک بنا سکتے ہوں، اپنے مذہب کے قاعدہ سے، بنائیں، آپکے ارادوں میں، آپ کے خیالات میں اور آپکی زبان میں اثر ہوگا، دعا کو زیادہ طاقتور بنانے کے لئے دعا دہرانا اور کئی بار پڑھنا ضروری ہے تاکہ بہت سی خیالی لہریں پیدا ہوکر متواتر اپنا اثر کریں،

یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے منتر کا جاپ، دعا کا پڑھنا وغیرہ متعدد بار مقرر کیا ہے، اور اسکو زیادہ طاقتور بنانے کے لئے نجوم کے قاعدے سے پڑھنے کی ترکیب اور عدد بھی مقرر کئے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ہندسوں میں طلسمی طاقت بہت زیادہ پوشیدہ ہے جو کہ جنتر اور تعویذوں کے نام سے مشہور ہیں۔ لیکن ان کا استعمال مشکل ہے۔

کربلا

اے چراغِ دودمانِ مصطفےٰ کی خواب گاہ — تیرے خاروخس پہ ہے، تابندہ خونِ بے گناہ
تیری جانب اُٹھ رہی ہے، اب بھی یزداں کی نگاہ — آ رہی ہے، ذرے ذرے سے صدائے لا الٰہ

اے زمیں! خوش ہو کہ تیری زیب و زینت ہے حسینؑ
تیرے سناٹے میں محوِ خوابِ راحت ہے حسینؑ

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسینؑ — جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسینؑ
جو جوان بیٹے کی میت پر نہ رویا وہ حسینؑ — جس نے سب کچھ کھو کے، پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسینؑ

مرتبہ اسلام کا جس نے دوبالا کر دیا
خون نے جس کے دو عالم میں اُجالا کر دیا

نطق جس کا نغمۂ سازِ پیمبر وہ حسینؑ — تھا جو شرحِ مصطفےٰ تفسیرِ حیدر وہ حسینؑ
تشنگی جس کی جوابِ موجِ کوثر وہ حسینؑ — لاکھ پر بھاری رہے، جس کے بہتّر وہ حسینؑ

جو محافظ تھا خدا کے آخری پیغام کا
جس کی نبضوں میں مچلتا تھا لہو اسلام کا

ہنس کے جس نے پی لیا جامِ شہادت وہ حسینؑ — مر گیا لیکن نہ کی فاسق کی بیعت وہ حسینؑ
ہے رسالت کی سپر جس کی امامت، وہ حسینؑ — جس نے رکھ لی نوعِ انسانی کی عزت، وہ حسینؑ

وہ کہ سوزِ غم کو، سانچے میں خوشی کے ڈھال کر
مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

"ذاکر سے خطاب"

(جوش ملیح آبادی)

نازیوں کی فریب کاریاں

اڈیٹر

ہٹلر نے باوجود ایک ملک کے حکمران ہونے کے اپنی زبان اور عزت کا احترام خود نہ کیا اور اپنے کو دنیا کے مشہور دغاباز اور جھوٹوں کی فہرست میں داخل کیا۔ اس دور کی تاریخ لکھنے والے جب بیٹھیں گے تو جہاں برطانیہ یا اتحادیوں کے نام سنہرے حروف سے لکھیں گے وہاں ہٹلر اور روس کے چیلوں کے ناموں کو دنیا کی بدترین سیاہی سے لکھیں گے۔

ہٹلر کے فریب اور دغابازی کا معمولی سا نمونہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

ڈنمارک۔ ۳۱ مئی ۱۹۳۹ء کو ربن ٹراپ نے ایک معاہدہ پر دستخط کئے جس کی رو سے اس ملک پر دس سال تک جرمنی کی طرف سے یورش نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن اپریل ۱۹۴۰ء میں جرمنی فوجوں نے قبضہ کر لیا۔

ہالینڈ۔ ۲۹ اگست ۱۹۳۹ء کو جرمنی وزیر نے ہیگ میں کہا کہ جرمنی تمام حالات میں نشیبی ممالک کی ہتک کرنے سے پرہیز کرے گا۔ اور ان ممالک کی سلامتی کا خیال رکھیگا۔ لیکن مئی ۱۹۴۰ء میں جرمنی نے اس پر حملہ کیا اور قابض ہو گیا۔

بلجیم۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں اس کی غیر جانبداری کے برقرار رکھنے کی جرمنی نے ضمانت دی لیکن ۱۹۴۰ء میں اس پر حملہ ہوا اور جرمنی کا تسلط ہو گیا۔

لکسمبرگ ۲۶ اگست ۱۹۳۹ء کو جرمنی نے اس کی غیر جانبداری کا احترام کرنے کا وعدہ کیا لیکن مئی ۱۹۴۰ء میں اس پر حملہ ہوا اور قبضہ میں آ گیا

لورین۔ "ہم آخر کار السس لورین سے دست بردار ہوتے ہیں۔" ہٹلر مئی ۱۹۳۵ء لیکن نومبر ۱۹۴۰ء ریشتاغ کے قبضہ میں آ گیا اور فرانسیسیوں کو جلاوطن کر دیا۔

فرانس۔ "ہم فرانس سے کچھ نہیں چاہتے۔ جتنے حدود فرانس کے برقرار رکھنے کی ضمانت دے دی ہے" گوئرنگ ۹ ستمبر ۱۹۳۹ء لیکن ۱۹۴۰ء میں حصے بخرے ہو گئے اور خوب لوٹا گیا۔

آسٹریا۔ جرمنی کا نہ یہ ارادہ ہے کہ آسٹریا کے اندرونی معاملات میں دخل دے نہ جرمنی آسٹریا پر قابض ہونا چاہتا ہے نہ جرمنی آسٹریا کو ریشتاغ میں شامل کرنا چاہتا ہے" ہٹلر مئی ۱۹۳۵ء۔ لیکن مارچ ۱۹۳۸ء میں حملہ ہوا اور جرمنی کا تسلط ہو گیا

چیکوسلواکیا۔ "ہمیں چیک قومیت کے لوگوں کی بالکل ضرورت نہیں ہے" ہٹلر ۱۹۳۸ء۔ لیکن مارچ ۱۹۳۹ء میں حملہ ہوا اور "زیر حفاظت" لے لیا گیا

پولینڈ۔ "جرمنی اور پولینڈ کے رہنے والوں کو ایک دوسرے کی موجودگی پر رضامند ہونا ضروری ہے" ہٹلر جنوری ۱۹۳۴ء "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ

پولینڈ کے ملک میں ایک بڑی وطن پرست قوم آباد ہے
ہٹلر۔ سی ۱۹۳۷ء لیکن ستمبر ۱۹۳۹ء میں حملہ ہوا۔ اور
۱۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مغربی پولینڈ پر جرمنی کا تسلط ہوگیا۔

جنگ اور ہندوستان

از
مسٹر ام۔ کے۔ نواب۔ پٹنہ

بہت ممکن ہے کہ کچھ لوگ مجھ سے اختلاف کریں لیکن میرے خیال میں موجودہ جنگ عظیم کو اگر کارمک وار (KARMIC WAR) کہا جائے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ جنگ میں قریب قریب دنیا کی ہر قوم کو اپنے اپنے کرموں (اعمال) کا پھل اچھی طرح بھوگنا پڑیگا دنیا کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ اکثر حکمران قومیں مظلوم و محکوم قوموں پر ظلم ڈھاتی رہی ہیں اور اسی بُرے برتاؤ کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی نہ کوئی سبب ظالم قوموں کے زوال کا پیدا ہوا ہے اور اوس وقت مفتوح قوموں کو ظالم حکمرانوں سے بدلہ لینے کا کچھ نہ کچھ موقعہ ضرور ملجاتا ہے۔ قانون فطرت بھی یہی کہتا ہے کہ جس طرح ہر فرد کو اپنے اعمال کا خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے اسیطرح ہر قوم کو اپنے کرموں کا پھل اجتماعی حیثیت سے بھوگنا ضروری ہے اس لئے قانون عمل (LAW OF KARMA) جس طرح ہر فرد انسان پر لاگو ہوتا ہے بالکل اسی طرح مجموعی حیثیت سے ہر قوم پر بھی عائد ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ۱۹۱۴ء والی جنگ بھی یقیناً کارمک وار (KARMIC-WAR) ہی تھی لیکن اس وقت قوموں کے اعمال کی پوری پوری واصلباقی نہ ہوسکی اور کچھ اقوام کے ذمہ کرموں کا قرضہ باقی رہگیا بلکہ بعض قوموں نے تو اپنی بداعمالیوں کی بدولت کچھ اور بھی قرضہ بڑھا لیا قرینہ اغلب تو یہی ہے کہ اس جنگ عظیم میں ہر قوم اپنے بُرے کرموں کا نتیجہ اچھی طرح بھوگ لے۔ اس قانون عمل (LAW OF KARMA) کے ماتحت صرف یورپ ہی نہیں بلکہ سارے عالم کو ایک نہ ایک دن آنا پڑیگا اور بخوشی یا بہ جبر اپنا اپنا حصۂ رسدی ادا کرنا پڑے گا۔ جب یہ امر مسلم ہے تو ہمارے ملک کے ان ذمہ دار لیڈروں کو جنہیں کم ازکم اس جنگ عظیم کو "کارمک وار" تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہے اپنی اپنی جماعت اور مقلدین کے اعمال کا جائزہ لیکر حتی المقدور اس کا اندازہ لگانا چاہیئے کہ ان کو ایک قوم کی حیثیت سے کسقدر بُرے اعمال کا خمیازہ ادا کرنا ہے تاکہ جبوقت جنگ عظیم کے بعد دنیا کا نیا نظام قائم ہو تو ہمارے ملک کے رہنے والے اپنے بُرے اعمال کے بوجھ میں دبکر جس ذلت کے گڑھے میں ہیں وہیں کے وہیں نہ رہجائیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ تمام اہل دُنیا پر عموماً اور اہل یورپ اور اہل امریکہ پر خصوصاً اس امر کو اچھی طرح ظاہر کردیا جائے کہ جبتک عام انسانی برادری (UNIVERSAL-BROTHERHOOD) کی ضرورتوں کے سامنے رکھکر نیا نظام تیار نہ کیا جائے گا اُس وقت تک دنیا سے جنگ، وخونریزی کی بلا کا دور ہونا ناممکن ہے۔ ایسے نازک موقعہ پر ایک بات اور بھی غور طلب ہے۔ وہ یہ کہ جب آجکل فضائے عالم پر نازی ازم (NAZI-ISM) کی کالی گھٹا چھائی ہے اور جب اس اندھیارے میں تن تنہا صرف سلطنت برطانیہ بڑے صبر وسکون کے ساتھ ہر بڑی سے بڑی بلا کا مقابلہ کرتی چلی آرہی ہے تو پھر ہمارے لیڈروں کو یہی مناسب ہے کہ وہ ایسے نازک وقت میں اس سے آزادی کا سودا نہ کریں۔ کیا انہیں

یہ معلوم نہیں ہے کہ آزادی مانگنے سے نہیں ملا کرتی ہے بلکہ حاصل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ سپر دست سوال پھیلانے کی کونسی ضرورت ہے میرے خیال میں تو اس وقت کل لیڈران قوم کو بلا لحاظ مذہب و ملت ایک خیال کا ہو کر دنیا سے "نازی ازم" کی بلا کو دور کرنیکے لئے انتھک کوشش کرنی چاہئے۔ اسی سلسلہ میں اس وقت لیڈران قوم کا یہ فریضہ تھا کہ ملک کی صنعت و حرفت کے بڑھانیکی کوشش کرتے اور عمال ربلا زمان برطانیہ سے ملکر ہندوستان کو ہر طرح اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لائق بنانے میں یہ مانتا ہوں کہ سلطنت برطانیہ کے سابق ذمہ دار لوگوں نے اپنی غیر دور اندیش پالیسی کی بدولت ہندوستان کو پست سے پست حالت میں پڑا رکھنا ہی مناسب سمجھا لیکن اب موجودہ لیڈران قوم، برطانیہ کی دور اندیشی کی بدولت، ہندوستان کو ایک زرین موقعہ ملگیا ہے۔

ہاں ضرورت صرف اس کی ہے کہ دونوں طرف کے ہٹی لوگوں کو الگ کرنے کے بعد مُدبران برطانیہ اور لیڈران ہندوستان ایک باعزت سمجھوتہ جلد از جلد آپس میں کر لینے کے بعد ایک دل ہو کر نازی ازم کا مقابلہ شروع کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ مدبران برطانیہ نے جہاں امریکہ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ باتیں روا رکھی ہیں وہاں ہندوستان کو بھی نظر انداز نہ کرینگے۔ میرا آزاد مشورہ تو یہی ہے کہ اس کارمک وار (KARMIC WAR) میں ہندوستان اور برطانیہ دونوں ہی کو اپنے اپنے کرموں کا پورا پورا قرضہ ادا کر دینا چاہئے تاکہ دونوں قوموں کی ارتقائی منزل میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

ایمان کے درجے

از میر عسکری حسن صاحب جعفری۔ ایف۔ ٹی۔ اس۔ پٹنہ

دنیا میں کوئی شئے ایسی نہیں ہے کہ جو اپنے جنس کی دوسری چیزوں سے بالکل برابر اور یکسنہ ہو، ایک ہی طرح کی ہو کسی نہ کسی اعتبار سے کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ سمجھدار اور تجربہ کار، جو ہر چیز کی اصلیت اور اس کے اچھائی اور برائی کے گُر سے واقفیت رکھتے ہیں اوس کے جوہر اصلی کی کمی و بیشی کی وجہ سے فرق و امتیاز کرتے ہیں اور اسی فرق کے مطابق اونہوں نے اس چیز کے درجے مقرر کئے ہیں۔ اس امتیاز و فرق کا دوسرا نام علم ہے۔ یہ اصول صرف دنیائے مادیت ہی کیلئے بکار آمد نہیں ہے بلکہ عالم روحانیت کے متعلق بھی اس سے کام لیا جاتا ہے اسی اصول کی بنا پر مذاہب عالم نے بھی ایمان (جس کا مادہ امن اور معنے سکون یا شانتی ہے) کے درجے مقرر کئے ہیں۔ ہر مذہب نے اس کی تقسیم کی ہے اسلام نے بھی اس کے درجے قرار دیئے ہیں۔ ایک مسلم عالم (علامہ مجلسیؒ) نے اپنی کتاب "حق الیقین" میں موضوع بحث کی ہے جسکا خلاصہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے ایمان کے پانچ درجے لکھے ہیں۔

۱۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" کا زبان سے اقرار کرے۔ ضروریات دین کا انکار نکرے۔ خواہ دل سے اس کی تصدیق کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ اس کا ثمرہ یہ ہے کہ دنیا میں خون اوس کا محفوظ ہے اور کل احکام اسلام

اوس پر جاری ہوں گے۔ اس میں منافقین بھی داخل ہیں۔ آخرت
میں حکم کفر (منکر خدا) کا رکھتے ہیں

۲۔ دوسرا درجہ اصول خمسہ کا زبان سے اقرار کرنا اور دل سے
اس کی تصدیق کرنا۔ ضروریات دین کا انکار نہ کرنا خواہ نماز
وروزہ وغیرہ کی مداومت کرتا ہو یا نہیں۔ دنیا میں اس پر
احکام اسلام جاری ہوں گے اور زمانہ برزخ (
ASTRAL PLANE) میں ترک نماز وروزہ کیوجہ سے
عذاب کا مستحق ہوگا یا کچھ دنوں جہنم میں رہے گا پھر رحمت
خدا اور شفاعت رسول خدا صلعم اور ائمہ کی شفارش
سے بہشت میں جائے گا۔ اور ہمیشہ وہاں رہے گا

۳۔ تیسرا درجہ عقاید حقہ کا پورے طور سے اقرار و تصدیق
کرنا، واجبات کا ادا کرنا اور حرام سے پرہیز کرنا۔ ایسا شخص
دنیا میں مومن آخرت میں مستحق بہشت برزخ کے عذاب سے
بچا رہے گا۔

۴۔ چوتھا درجہ عقاید حقہ کا یقین کامل رکھنا اسمیں کبھی شک
نہ کرنا، واجبات اور مسنونات کو بجا لانا، حرام اور
مکروہ چیزوں سے پرہیز کرنا۔ ثمرہ اس کا یہ ہے کہ خود بھی
مستحق بہشت ہے، اور دوسروں کی بھی شفاعت کریگا

۵۔ پانچواں درجہ عقائد حقہ کا کامل طور پر یقین کرنا، واجبات
ومستحبات کو بجا لانا اخلاق اچھے ہوں ابتدائے عمر سے آخر
عمر تک کسی طرح کا گناہ نہ کرنا۔ یہ درجہ نبیوں انکے
نائب اور معصوم کا ہے۔ اس میں کوئی دوسرا
شریک نہیں۔ ان لوگوں کو ہادیان دین اور
خلق خدا کا رہبر کہا جاتا ہے۔

ایمان اور اسلام معصومین کے نزدیک ایک ہی
ہے بعض دوسرے لوگوں کی اصطلاح میں دونوں میں
فرق ہے ایمان داخل اسلام ہے، اور اسلام کو ایمان
سے الگ سمجھتے ہیں۔

بعض کا بیان ہے کہ اسلام کی دو قسمیں ہیں
ایک اسلام ایمان کیسا تھ یہ افضل ہے دوسرا اسلام
بلا ایمان یہ درجے میں پست تر ہے۔

برامھو سماج (مذہب) کے عقائد

براھمو سماج کے وجود سے تو دنیا واقف ہے لیکن اس مذہب کے اصول دین سے لوگوں کو کم واقفیت ہے لہذا ہم اپنے ناظرین کی
دلچسپی اور معلومات کے اضافہ کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ -(اڈیٹر)-

۱۔ کل کائنات کا پیدا کرنے والا ایک پرماتما (خدا) ہے جو کامل بلا
ثانی ہے۔

۲۔ وہ قادر مطلق اعلم، عادل، پاک محبت کل، ہر جگہ حاضر و ناظر ہے

۳۔ روح انسانی غیر فانی اور لا انتہا ترقی کرنے کی قابلیت و خاصیت سے متصف

۴۔ پرماتما (خدا) سبکا باپ ہے، اور سب مرد و عورتیں روحانی آزادی و دوام
جیون حاصل کرنے کے استحقاق میں برابر ہیں۔

۵۔ اپنی زندگی میں خدا اور کل مخلوق کے ساتھ اتحاد رکھنا، روح کی
علت غائی ہے۔

۷۔ اس علت غائی کے موافق عمل کریگا۔ وہ اپنے او ... ورا ... کے لئے مفید ... ہوتا ہے
۸۔ سادھو بنتا، اور دھرم تشٹن دیتا ہیں، دھرم جیون حاصل کرنے میں ایک حد تک مددگار ہونے کی وجہ سے شاردھا اور تعظیم کے لائق ہیں، مگر وہ مکتی حاصل کرنے کا کافی ذریعہ نہیں ہیں۔
۹۔ روحانی عبادت اور پرماتما کی مرضی کے موافق خیال کلام اور عمل اور عمل کرنا ہی سچی نجات ہے

(از اپدیش مالا)

یاد آوری

مکرم بندہ تسلیم

رسالہ میل ملاپ کا نمونہ ارسال فرماویں پسند آنے پر چندہ ارسال خدمت کرونگا میں رسالہ روحانی دنیا میں دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اعلیٰحضرت حضور نظام رسالہ میل ملاپ کے خدمت کا اعتراف کرکے مبلغ تین ہزار روپیہ کا گرانقدر نقد عطیہ فرمایا ہے" آپ کو مبارک ہو۔ خدا کرے رسالہ میل ملاپ سارے ہندوستان میں پھیلے پھولے ہر ایک ہندوستانی کا فرض ہے کہ اس کا خریدار رہے خداوند تعالےٰ آپ کو اس خدمت کا اجر عطا فرمائے آمین۔

احقر اسلام سید گل محمد شاہ مالک اخبار رہبر زمیندار

از مہوبا　　مکرم بندہ تسلیم

رسالہ روحانی دنیا میرے پاس آتا ہے اسمیں میں نے آپکے رسالہ میل ملاپ کا اشتہار دیکھا تھا دل کو خوشی ہوئی خداوند کریم سے دعا ہے کہ آپکے رسالہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرماوے التماس خدمت یہ ہے کہ آپ ایک پرچہ کو بطور نمونہ ارسال فرمائیں اگر پسند آگیا تو ضرور انشاء اللہ جاری کرواؤنگا

میل ملاپ کانفرنس

ڈالٹنگنج ضلع پلاموں میں ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۴۱ء کو ۶ بجے شام کے وقت اکھوانی ہندی ستیا سماج ہال میں میل ملاپ کانفرنس منعقد ہوا۔ کانفرنس میں شہر کے مشہور اور بااثر اشخاص نے شرکت کی۔ ہندو مسلم اتحاد پر خوب خوب تقریریں ہندو مسلمانوں نے کیں، اس ضرورت و اہمیت پر زور دیا،

اس کانفرنس کی صدارت شریمت رائے بہادر اکھوری گوپی کشور لال نے کی اور تقریر کرنے والوں میں شریمت گجادھر پرشاد ریٹائرڈ سب جج، مولوی کرار حسین صاحب بی۔ ال وکیل، اور اس۔ ام۔ حق صاحب د جے۔ اچ۔ شاہ اینڈ کو تھے

رسالہ میل ملاپ کی طرف سے اس کانفرنس کے منعقد کرنے والے حضرات شریمت رائے بہادر کدارناتھ دتا، شریمت رائے بہادر ٹھاکر بھولاناتھ سنگھہ، شریمت گیا پرشاد اور شریمت کنور لکھشمی نارائن سنہا کو دل سے مبارک پیش کی جاتی ہے، اور خدا سے دعا ہے کہ وہ آپلوگوں کے دل میں دیش کی محبت زیادہ کرے اور ہندو مسلم اتحاد پیدا کرانے میں آپکو شاندار کامیابی ہو۔ اس کار خیر کو پورا کرنے میں جتنی رکاوٹیں اور غلط فہمیاں پیدا ہوں ایشور اون کو دور کرے

प्रेम में पाप कहाँ—

(ले०—श्री चक्रधर प्रसाद "ताजपुरी", लंगरटोली, पटना)

इस बीसवीं सदी में प्रेम की बिमारी जोरों से फैल रही है। इसका भीषण प्रकोप तो हैज़े और प्लेग को भी मात कर रहा है। कोई अगर अपने को राष्ट्र-प्रेमी कहता है, तो कोई अपने को मदिरा-प्रेमी कहने से भी नहीं हिचकता है। वेश्या-गामी भी अपने को प्रेमी कहने लगा है। स्कूल-कालिज तथा खेत-खलिहान सभी जगह २ प्रेम प्रतिमा फैल रही है। यह प्रेम शब्द तो बाज़ार के शाक-मूली से भी सस्ता हो गया है। मुझे तो डर है कि सरकार कहीं इसपर भी न टैक्स लगा दे।

पाठक! इसका तात्पर्य यह न समझें कि मैं प्रेम को पाप-पूर्ण व्यापार समझता हूँ। प्रेम और पवित्रता में तो घनिष्ट सम्बन्ध है। यह सम्बन्ध तो शब्द और अर्थ के समान एक साथ मिला हुआ है।

प्रेम ही पर तो यह संसार अवलम्बित है। सरिता सागर से प्रेम करती है और पिता पुत्र से प्रेम करता है। यहाँ तक कि पशु भी अपनी जाति के पशु से प्रेम करता है। उदाहरण के लिये एक पक्षी, कौए, को मार डाला जाय, तो हज़ार कौए 'काँव काँव' करने लगें।

यह सब प्रेम ही के कारण होता है। व्यभिचारी और सदाचारी दोनों को तो प्रेमी नहीं कहा जा सकता। विषय-वासना और प्रेम दो चीज़ें हैं। वासना में भी प्रेम की कुछ मात्रा ज़रूर रहती है। लेकिन वह प्रेम स्वार्थ की कालिख से ढकी रहती है। इस तथ्य को पहले के लोग अच्छी तरह जानते थे। इसी लिये म० बुद्ध, म० ईसा, आदि महा-पुरुषों ने वासना-रहित प्रेम का प्रचार किया है।

अस्तु अगर, वासनामय प्रेम की बाढ़ और बढ़ी, तो, यह प्रेम और ही भयानक रूप धर लेगा। कहीं अत्याचारी भी न कहने लगें कि हमें अत्याचार ही से प्रेम है।

काश! आज अगर यह प्रेम हमारे देश में शुद्ध रूप से फैल जाय, तो हमारा भारत भू-स्वर्ग ही हो जाय। आज हमारे देश में फूट और बैमनस्य की अग्नि लहरा रही है। इसको बुझाने के लिये जल की आवश्यकता है। इस जल की पूर्त्ति तो प्रेम ही द्वारा हो सकती है। आज भारत-माता अपने सजल नेत्रों से अपनी सन्तानों से इसी शुद्ध प्रेम की आशा किये बैठी हैं।

क्या हम सदैव फूट देव के निकट नत-मस्तक किये रहेंगे! हमें शीघ्र से शीघ्र उसे विदा करना होगा। आज हमें अपने प्रेम रत्न को किसानों की झोपड़ियों और मज़दूरों की टोलियों तक पहुँचाना है। अपना अपना स्वार्थ त्याग कर हमें एक दूसरे के गले लिपटना है। पहले हम सब एक दूसरे से मिलकर प्रेम पिपासा तृप्त करें, फिर तो हमलोगों का दुःख बिना महसूल लिये, यहाँ से कूच कर जायगा। हमलोग अपना निपटेरा खुद कर लेंगे।

आज हमें आशिक़ और माशूक़ बन कर प्रेम प्रदर्शन नहीं करना है। आज हमें राम और रहीम या राम और रमज़ानी की कहावतें पवित्र भाव से फैलानी हैं।

ईश्वर सब जगह है

(ले०—आर्गनाइज़िंग सेक्रेटरी, "गणेश", N. 19. 11., F. T. S.)

बालक-बालिकाओं के लिये—बाल बोध ३ रे भाग से।

लिखा हुआ है कि "ईश्वर सब जगह है।" उस को "अल्लाह" कहो, "जेहोवा" (Jehovah) कहो, "अहूरमज्दा" कहो, "ईश्वर" कहो, या और जो चाहो कहो—नाम बहुत हैं, पर वह सिर्फ़ एक ही है, और सब जगह है।

किसी गाँव में एक किसान था। उसका नाम शीतल था। उसको एक लड़का था। उसका नाम दातादीन था। वह अभी छोटा बालक था, पर बड़ा होशियार था। उससे जो बात एक बार कही जाती, वह फिर कभी उसे नहीं भूलता।

शीतल ग़रीब किसान था, लेकिन वह चाहता था कि उसके लड़के को कभी किसी बात की तकलीफ़ न हो। वह दातादीन को बहुत प्यार करता था। दातादीन भी अपने माँ-बाप का हुकुम हमेशा मानता था।

रात को शीतल और उसकी स्त्री सोने के समय दातादीन को कहानियाँ सुनाया करती थीं। दातादीन को कहानियाँ सुनने का बड़ा शौक़ था। वह जो कहानी सुन लेता, उसे फिर हमेशा याद रखता। एक बार शीतल ने एक कहानी कही। उसमें उसने कहा कि ईश्वर सब जगह है।

दातादीन की समझ में यह बात न आई। उसने फिर बाप से पूछा—सब जगह कोई कैसे हो सकता है?

शीतल ने कहा—हाँ, बेटा, ईश्वर सब जगह हो सकता है। कोई चाहे जहाँ, चाहे जो काम करे, ईश्वर सब देखता रहता है। उससे कभी कोई बात छिपाई नहीं जा सकती।

इसके बाद उसने पूरी कहानी कह कर दातादीन के मन में यह बात अच्छी तरह से जमा दी कि ईश्वर सब जगह है। उससे छिपाकर कभी कोई काम नहीं किया जा सकता। वह अँधेरे-उजेले, बाहर-भीतर, सब जगह देखता है।

बहुत दिनों के बाद शीतल दातादीन को साथ लेकर खेतों की तरफ़ गया। उन दिनों शीतल बड़ी ग़रीबी की हालत में था। उसके खेतों में कुछ भी पैदा नहीं हुआ था। उस वक्त शाम हो रही थी। आस-पास में कोई आदमी नहीं था। शीतल ने सोचा—इस वक्त अगर किसी के खेत में से एक बोझ गेहूँ काट लिया जाय तो कई दिन काम चल जाय। उसने दातादीन से कहा—बेटा, कोई देखने न पाये; तब तक मैं एक बोझ गेहूँ काट लूँ।

वह दातादीन को एक जगह खड़ा करके आगे बढ़ा। इतने में दातादीन को बहुत दिनों की वह कहानी याद पड़ गई। उसने पीछे से पुकार कर कहा—बापू!

शीतल ने डर कर पूछा—क्यों, बेटा? क्या कोई देख रहा है?

दातादीन—हाँ बापू, देख रहा है।

शीतल ने धीरे से पड़े, इधर-उधर देख कर पूछा—कौन देख रहा है, बेटा?

दातादीन—आप ही तो कहते थे कि "ईश्वर सब जगह है।" वह सब कुछ देखता है। तब तो वह यहाँ भी होगा और आप को भी देख रहा होगा।

शीतल समझदार था। उसने कहा—हाँ, बेटा; तुमने ठीक याद दिलाई। वह ज़रूर देख रहा है। चलो, हम लोग लौट चलें।

बस, शीतल तुरंत ही दातादीन को साथ लेकर खाली हाथ लौट आया।

हैं पूरा २ बदला हर आदमी को उसकी एक २ करनी का। इसलिये भगवान पर ही सारी बातों को छोड़ उन्हीं का आश्रय ग्रहण कर उसने अपने को लगा दिया निरन्तर लोक-सेवा के कार्य में।

दस वर्ष बाद आज अजीता डाक्टर है। लाखों की सम्पत्ति है उसके पास। प्रकाश के समान आज कितने मनुष्यों को उसने नौकरी दिलवाई है।

एक दिन चाँदनी रात में अजीता बाहर कुर्सी पर कुछ अनमनी-सी बैठी थी। सोच रही थी—वही दिन है, वही रात; मैं भी वही हूँ—पर मुझमें बहुत कुछ परिवर्त्तन हो गया है। इतने में उसे एक दृश्य याद आया—चाँदनी रात थी ठीक ऐसी ही—उस समय उसकी माता जीवित थी—वह और प्रदीप बहुत छोटे थे! और······

अकस्मात उसकी दृष्टि पड़ी एक भिखारी पर। वह जाड़े से ठिठुर रहा था और हाथ फैला कर दया की याचना कर रहा था। अजीता ने सोचा—मैंने इसे कहीं देखा है—पर कहां? और पूछ बैठी—तुम कौन हो?

भिखारी काँपते हुए स्वर में बोला—मेरा नाम प्रकाश है। मैं था एक धनी-मानी व्यक्ति! घमण्ड में आकर मैंने कितने निर्दोष प्राणियों पर अत्याचार किये। धीरे धीरे मेरी सारी जायदाद, सारी सम्पत्ति, नष्ट-भ्रष्ट हो गई और आज मैं दाने २ का मुहताज हूँ।

अजीता ने सोचा—ठीक है, हर आदमी को बुराई का बुरा परिणाम जरूर भोगना पड़ता है। भगवान हर किसी को उसकी करनी का पूरा बदला जरूर चखाते हैं। भिखारी की दशा पर उसके हृदय में दया भर आई और उसने प्रेम से फेंक दिया एक रुपया भिखारी के सामने।······

(पेज ६२ से आगे)

की करनी को समझें या न समझें। उसकी ऐसे ही मर्जी थी कि बच्चा चला जाय और तुम जीते रहो, तो इसमें उसने कोई भलाई जरूर सोची होगी। अब हृदय में ढाढ़स बाँधो और दूसरों के लिये जीना सीखो।"

सहदेव ने पूछा—"दूसरों के लिये जीना? इसका क्या मतलब? क्या दूसरे के लिये भी जीया जाता है?"

महात्मा ने कहा—क्यों नहीं? आँखे फाड़ कर देखो—संसार, इस फैले हुए संसार, में कितने प्राणी कष्ट पा रहे हैं, कितने दुःख का शिकार बने हुए हैं, कितने अत्याचार से दबाये जाकर कराह रहे हैं। क्या उनकी मदद करना तुम्हारा काम नहीं? भूखे को अन्न देने में, प्यासे को पानी देने में, गिरे को उठाने में, ही तो जीवन की सार्थकता है। सारे विश्व को अपनाओ, सारे प्राणी-मात्र को अपना समझो; फिर देखोगे संसार में अपना-पराया रह नहीं जाता। दूसरों के निमित्त रहना सीखो; फिर कोई मनो-क्लेश नहीं रह जायगा।"

(क्रमशः)

(पेज ६३ से आगे)

अर्थात्, "हे पार्थ, अंधकार से ढकी हुई जो बुद्धि अधर्म को धर्म मानती है और सारी चीजों को उल्टी देखती है, उसे तामसी कहते हैं।" यानी, तामसी बुद्धि का आदमी धर्म और अधर्म के शुद्ध रूप को बिल्कुल नहीं जानता। वह अधर्म को ही धर्म कर के मानता है और कोई चीज़ वह ठीक २ नहीं देखता।

इन विचारों से बुद्धि के भिन्न २ रूपों पर बहुत सुन्दर प्रकाश पड़ता है। इनसे साफ जाहिर है कि बुद्धि का कितना बड़ा प्रसार है। यह अत्यन्त भ्रम-पूर्ण भी हो सकती है और मोक्ष भी दिला सकती है। यह क्रमशः विकास की चीज़ है।

अतः अपनी बुद्धि को एक बड़ी क़ीमती चीज समझना हर आदमी के लिये बहुत वाजिब है। पर, साथ ही अपनी वर्तमान बुद्धि को ही सर्वस्व समझना ठीक नहीं। बल्कि हर आदमी को चाहिये कि अपनी बुद्धि की वर्त्तमान अवस्था को अच्छी तरह समझे और फिर उसके क्रमशः विकास की कोशिश करे, ताकि उसके अन्दर शुद्ध सात्त्विकी बुद्धि, जिसका वर्णन ऊपर किया गया है, स्थित हो सके।

बदला या पाप का परिणाम

(ले०—श्री कुमारी करुणा-मयी सिंहा)

इस मकान में तीन प्राणी रहते थे—अजीता और प्रदीप, एक ही डाली के दो फूल, और उनकी माँ, बूढ़ी सी—मृत्यु की घड़ियाँ गिनने वाली! यही था उस छोटे परिवार का परिचय। किसी समय वे धन-सम्पन्न रईसों में गिने जाते थे; पिता की मृत्यु के बाद धीरे २ धन का क्षय होना आरम्भ हुआ।

आज भी वे दरिद्र नहीं कहे जा सकते। रोटियों के लाले उन्हें नहीं पड़े थे। फिर भी वे सन्तुष्ट नहीं थे। प्रदीप परेशान था कुछ आमदनी करने की फिक्र में।

एक दिन भोर के समय वह घर से निकल पड़ा नौकरी की खोज में। पर किसी ने जाना नहीं, न उसने किसी को जनाया। हाँ, अजीता उस समय बाहर बैठी थी। उसने प्रदीप को जाते देखा। लेकिन पूछा नहीं कि कहाँ जाते हो। क्यों? वह तो जानती थी कि यही प्रदीप की दिनचर्य्या है।

पर आज प्रत्येक दिन की तरह प्रदीप लौट कर नहीं आया। अजीता बाट जोहती रही। फिर बड़ी चिन्ता हो आई! तरह २ की शङ्कायें मन में उठने लगीं। प्रदीप क्यों नहीं लौटा? कहाँ गया? पर अजीता कुछ समझ नहीं सकी कि बात क्या है। इसी उधेड़-बुन में थोड़ी देर के बाद उसे झपकी-सी आने लगी और वह सो गई गाढ़ी निद्रा में।

❀ ❀ ❀

दूसरे दिन माँ ने पुकारा—"अजीता, अजीता," और अजीता उठ बैठी—चौंकी सी।

माँ ने फिर कहा—अजीता, देख तो अभी तक प्रदीप सो रहा है, जाकर जगा दे।

अजीता दौड़ पड़ी प्रदीप के घर की ओर। पर देखती क्या है? प्रदीप की शव जमीन पर पड़ी हुई है। वह चला गया है—बहूत दूर, जहाँ से अजीता उसे पकड़ लाने में असमर्थ है।

शव के नजदीक एक कागज पड़ा था। नजर पड़ी उस पर अजीता की। उसने उठा कर देखा। वह प्रदीप का लिखा एक पत्र था। उस में लिखा था—

"मैं आज भीषण अपराध करने पर तुला हूँ। तुम क्या, शायद ईश्वर भी, मुझे क्षमा प्रदान नहीं करें। पर, अजीता, सोचना; तब निर्णय करना। बी० ए० पास करने के बाद मैंने किस आफिस का द्वार नहीं खटखटाया। किससे मिनती नहीं की। पर किसी भी माई के लाल को दया नहीं आई मेरे ऊपर।

"कालचक्र भी विचित्र है। अजीता, प्रकाश, जो एक साधारण व्यक्ति था, आज अतुल सम्पत्ति का अधिकारी है। रुपये के बल पर कितने निरपराध प्राणियों का खून उसने चूसा है। आज उससे और मुझसे विवाद हो गया। उसने जो मेरे साथ व्यवहार किया, उससे मैंने समझा मेरा जीना व्यर्थ है—इतना अपमान सहने के पश्चात!

"और मैंने निश्चय किया आत्महत्या करने का। जब तुम इस पत्र को पाओगी, उस समय मैं इस संसार से बहुत दूर रहूँगा। मैं जानता हूँ आत्महत्या पाप है। फिर तुम पूछोगी—जान-बूझ-कर पाप की ओर क्यों अग्रसर हुआ? मैं लाचार हूँ! करूँ क्या? अजीता थोड़ी देर तक सोचना, तब निर्णय करना कहाँ तक मैंने ग़लती की है। तुम उचित बदला लेना। बस······ —प्रदीप"

अजीता ने पत्र को पढ़ा। वह रोई नहीं। हाँ विषाद के लक्षण अवश्य दीख पड़े। अजीता भाई के वियोग से कितनी दुखी हुई, इसका वर्णन नहीं किया जा सकता। वह उसके बाद बराबर सोचती रही कि इस दुष्परिणाम का क्या बदला लिया जाय, कैसे लिया जाय।

अन्त में वह इस नतीजे पर पहुँची कि ईश्वर के दरबार में कभी अन्याय नहीं होता। वह जरूर देते

हज़रत इमाम हुसेन—क़ुर्बानी की फ़िलॉसोफ़ी

हज़रत इमाम हुसेन के कारनामें मशहूर हैं। आपने खुदा और मज़हब के नाम पर अपनी क़ुर्बानी की, अपने अज़ीज़ों की क़ुर्बानी की। आप को सख्त तकलीफें झेलनी पड़ी। पर आप दुनिया में अपना नाम सदा के लिये अमर कर गये। आप ने अपने पवित्र बलिदान से इस्लामधर्म को ज़िन्दा रखा और मज़बूत किया।

आपके कारनामों से क़ुर्बानी की फ़िलासोफी पर बहुत कुछ प्रकाश पड़ता है। सब से पहली बात यह है कि क़ुर्बानी खुदा के नाम पर, खुदा की मर्ज़ी पूरी करने के लिये ही होनी चाहिये। इमाम साहब ने जो कुछ कार्रवाई की सिर्फ़ खुदा के लिये की; उसमें स्वार्थ का कोई भाव नहीं था।

फिर, जिसने अपने आपको खुदा के क़दमों पर निछावर कर दी है, जिसने पूर्ण रूप से आत्म-समर्पण कर दिया है, वह खुदा की मर्ज़ी को पूरी करने के लिये दुनियावी विघ्न-बाधाओं की कुछ भी परवाह नहीं करता। वह सारी दुनिया के सामने अकेले खड़े रहने के लिये तैयार रहता है; और सच्ची बहादुरी का नमूना संसार के सामने पेश करता है। हाँ, ज़रूरत पड़ने पर वह लड़ता भी है--मारता है, मरता है, पर सब कुछ खुदा की राह में।

सच्ची क़ुर्बानी करने वाले के दिल में सबों के लिये प्रेम भाव भरा रहता है। किसी के प्रति घृणा या द्वेष का भाव वह नहीं रखता। अपने ऊपर घोर अत्याचार करने वालों के साथ भी प्रेम करता है और दिल से उनकी भलाई चाहता है। देखिये—

इमाम साहेब को दुश्मन की फ़ौज ने कर्बला के मैदान में घेर लिया। उनके सिपाही और घोड़े पानी के बिना परीशान हो रहे थे। पास में पानी नहीं था। पर इमाम साहेब के पास अपनी ज़रूरत के लायक़ पानी था। उन्हों ने खुशी से सिपाहियों और घोड़ों को पानी पिला दिया। और आगे चल कर उन्हीं सिपाहियों ने एक बूँद पानी इमाम साहेब तथा उनके लोगों को न पीने दिया।

इमाम साहेब का छोटा बच्चा पानी के बिना मरने २ हो चला था। आप उस बच्चे को गोद में ले कर दुश्मनों की ओर बढ़े और आपने उनसे बच्चे की ज़ुबान तर करने के लिये दो क़तरे पानी माँगे। यह कितनी भारी बहादुरी और सद्भाव का काम था! पर पानी के बदले मिला तीर और बच्चा गोद ही में सदा के लिये सो गया!

फिर देखिये--इमाम साहेब ज़ख्मी हो-कर अपने घोड़े से नीचे गिर गये। सारा बदन तीरों से बिधा हुआ था। मौत क़रीब थी। उस समय आप ईश्वर से सबों की सलामती के लिये—अपने ऊपर ज़ुल्म करने वालों की सलामती के लिये भी--प्रार्थना कर रहे थे। इतने में एक बे-रहम सिपाही ने तलवार चला कर उनका गला साफ़ कर दिया! अहा! यहाँ क़ुर्बानी के सिद्धान्त का कितना अत्यन्त ऊँचा नमूना देखने में आता है! जिसके लिये प्रार्थना, उसी के हाथों क़त्ल और सो भी ठीक उसी प्रार्थना के वक़्त!

क़ुर्बानी में पवित्रता का होना अत्यन्त ज़रूरी है। इसमें ज़ोर ज़बर्दस्ती की कोई जगह नहीं। सबसे पहले इसमें अपनी क़ुर्बानी की जगह आती है और फिर अपने प्यारे से प्यारे अज़ीज़ों की। ऐसी ही क़ुर्बानी का नमूना इमाम साहेब ने संसार के सामने पेश किया। वाह कैसी अच्छी चीज़ है क़ुर्बानी!

—सम्पादक।

तीन प्रकार की बुद्धि

(ले०—एक "गीता-प्रेमी")

हर मनुष्य के अन्दर भगवान ने बुद्धि दी है। हर आदमी को अपनी बुद्धि पर काफ़ी फ़ख़ भी होता है। होना भी चाहिये, क्योंकि बुद्धि रूपी एक अमूल्य रत्न भगवान ने हर आदमी के हाथों में दी है। इसके सहारे आदमी जीवन के ऊँचे से ऊँचे पद तक पहुँच सकता है।

पर, सब किसी की बुद्धि एक-सी नहीं। इसके भी कई दर्जे हैं जिनके ज़रिये धीरे २ बुद्धि का विकास होता है। कृष्ण भगवान श्रीमद्भगवद्गीता में बुद्धि के तीन मुख्य भेद बताते हैं—सात्त्विकी, राजसी और तामसी।

उन्हीं के शब्दों में इनके लक्षण सुनिये—

प्रवृत्तिं च निवृत्तिं च कार्याकार्ये भयाभये।
बन्धं मोक्षं च या वेत्ति बुद्धिः सा पार्थ सात्त्विकी॥
—श्रीमद्भगवद्गीता, अ० १८, श्लो० ३०।

अर्थात्, "हे पार्थ, जिस बुद्धि से यह मालूम होता है कि क्या प्रवृत्ति है और क्या निवृत्ति, यानी, क्या क्या किसी कार्य में लगना है और क्या उससे परहेज़ करना है; करना चाहिये और क्या नहीं करना चाहिये, क्या भय है और क्या अभय, क्या बन्धन है और क्या मोक्ष, उसे सात्त्विकी बुद्धि कहते हैं।"

खुलासा यह कि जिसकी बुद्धि सात्त्विकी है वह अच्छी तरह जानता है कि उसे क्या करना चाहिये और क्या नहीं करना चाहिये। फिर वह यह भी जानता है कि उस निश्चित कार्य को किस प्रकार से करना चाहिये—उसमें कैसे लगना चाहिये और उसके लिये किन २ बातों से परहेज़ करनी चाहिये। फिर वह किसी प्रकार की विघ्न-बाधा की परवाह न कर, बल्कि हर तरह की विघ्न-बाधाओं के भेद अच्छी तरह से जानते और उनका मुक़ाबला करते हुए अपने कार्य में निर्भीकता पूर्वक आगे बढ़ते जाना जानता है, क्योंकि वह भय और अभय के भेदों से पूर्ण रूप से परिचित रहता है। और अन्त, में वह बन्धन और मोक्ष के भेदों को भी जानता है, अर्थात, किस कार्य का क्या नतीजा निकलेगा अथवा कैसे किसी कार्य को किया जाय, ताकि वह बन्धन का कारण न बन कर मोक्ष का साधन बन सके—इन सारे भेदों को वह बख़ूबी जानता है और तदनुसार चलता है।

आगे ३१ वें श्लोक में भगवान कहते हैं—

यथा धर्ममधर्मं च कार्यं चाकार्यमेव च।
अयथावत्प्रजानाति बुद्धिः सा पार्थ राजसी॥

अर्थात्, "हे पार्थ, जिस बुद्धि द्वारा अयथार्थ भाव से यह जाना जाता है कि क्या धर्म है और क्या अधर्म, क्या करना चाहिये और क्या नहीं करना चाहिये, उसे राजसी बुद्धि कहते हैं।" इसका मतलब यह हुआ कि राजसी बुद्धि का आदमी भी कुछ हद तक धर्म-अधर्म तथा कार्य-अकार्य के भेदों को जानता है, पर वह अच्छी तरह नहीं जानता और व्यवहार में अक्सर भूलें किया करता है।

फिर, सुनिये—

अधर्मं धर्ममिति या मन्यते तमसाऽऽवृता।
सर्वार्थान् विपरीतांश्च बुद्धिः सा पार्थ तामसी॥
—श्रीमद्भगवद्गीता, अ० १८, श्लो० ३२।

(शेष पेज ६६ पर)

अपने पास ही रख छोड़ा।

इस कारखाने में आये सहदेव को अभी दो वर्ष से भी कम हुए थे। यहाँ वह एक साधारण कारीगर की हैसियत से बहाल हुआ था; किन्तु अपनी मेहनत, सूझ और बुद्धि की बदौलत थोड़े ही दिनों में वह ढलाई-घर का "फ़ोर-मैन" बन गया। सब के साथ हँस हँस कर बोलना, सब के हाथों से हाथ बँटाना, सब के कामों में मदद करना, किसी को कटु शब्द न कहना, आदि गुणों के कारण सहदेव मज़दूरों और कारीगरों का भी प्रिय बन गया था। उसके मातहत में काम करने वाले उसके प्रेम से इतना लद गये थे कि उसके हुक्म को उठाना वे पाप समझते थे।

कारखाने में मज़दूरों को सुबह ही जाना पड़ता है; दो पहर को एक घंटे की छुट्टी होती है खाने के लिये; फिर शाम को पाँच, साढ़े पाँच बजे ही फ़ुर्सत मिलती है। सहदेव ने भी कारखाने के भोंपू की आवाज़ के मोताबिक़ ही अपना दैनिक कार्य-क्रम बना रखा था। इस प्रकार प्राय: दिन भर वह घर से ग़ैर-हाज़िर रहता। भिखारी भी अपने पिता के साथ ही आया था। आरम्भ में भिखारी को लेकर सहदेव को कुछ कठिनाई हुई, क्योंकि जब वह कारख़ाना चला जाता, भिखारी मारा २ फिरता।

एक दिन सहदेव ने इसकी चर्चा अब्दुल से की और अब्दुल ने अपनी स्त्री नसीमा से। नसीमा भिखारी की देख-रेख करने के लिये राज़ी हो गई। कारख़ानों में न तो छूआ-छूत का भूत घुसा है और न हिन्दू मुसलमान का भेद-भाव--इसलिये भिखारी को नसीमा के यहाँ रख छोड़ने में सहदेव को रत्ती भर भी एतराज़ नहीं हुआ। नसीमा भिखारी को अपने ही पुत्र जैसा मानती और सारा दिन उसकी निगहबानी करती। शाम को सहदेव आता, रोटी बनाता--उस रात को खाने के लिये और दूसरे दिन के लिये रख छोड़ने के लिये। पिता-पुत्र मिल कर भोजन करते और साथ ही निद्रा देवी की गोद में आराम करते।

यह सीधा-सादा जीवन और बालक का सुख सहदेव के भाग्य में न लिखा था। भिखारी को एक दिन आया बुख़ार और दूसरे दिन वह सहदेव को सदा के लिये अकेला छोड़ चल बसा। सहदेव ने किसी प्रकार भिखारी का क्रिया-कर्म किया; किन्तु उसके हृदय में ऐसी हूक समाई जिसका निकालना कठिन था। वह बार २ ईश्वर से प्रार्थना करता--"हे भगवान! मुझे भी उठा लो।"

ईश्वर यदि मनुष्य की सभी प्रार्थनाओं को स्वीकार करते तब कहना ही क्या था। सहदेव की प्रार्थना भी मंज़ूर न हुई। उसने ईश्वर को अपने हृदय से निकाल डालने ही का निश्चय किया। किन्तु इसी बीच वहाँ एक महात्मा आये। लोगों का कहना था कि वे बड़े सिद्ध पुरुष हैं। सहदेव ने उनके पास जाकर अपना दिल निकाल कर रख दिया और सब दु:ख कह सुनाया। वह बोला--"महात्मा जी, मुझे अब जीने की लालसा न रही। भगवान करे मैं यहाँ से जल्दी ही उठ जाऊँ। आप ही कहें, जी कर मैं कौन-सा सुख भोगूँगा? कई छोटे २ बच्चे गये, स्त्री गई--एक भिखारी का मुँह देख कर मैं जी रहा था। वह भी चल बसा। अब कौन आस बाक़ी है?

महात्मा ने सान्त्वना देते हुए कहा--"ऐसी बात मुँह से मत निकालो, सहदेव! ईश्वर की लीला समझने की हममें शक्ति कहाँ? वह जो कुछ करता है हमारी भलाई के लिये ही करता है--चाहे हम उस

(शेष पेज ६६ पर)

भाई में भगवान

(ले०—श्री रमेश प्रसाद, बी० एस-सी०)

दोनों काम करते थे एक लोहे के कारखाने में। एक था साँचा बनाने वालों का मेठ। काम था कारीगरों से साँचा बनवाना, सुखवाना और ढलाई के दिन के लिये ठीक कर रखना। दूसरा था भट्ठी पर काम करने वालों का सरदार। काम था थवइयों से भीतर के हिस्से में आग-पत्थर (Fire clay) की ईंटों को चुनवाना, भट्ठी की टूटी हुई दिवारों की मरम्मत करवाना, और उन्हें लोहा गलाने के काम का बनाना। एक था ब्राह्मण, नाम था सहदेव; काम था ढलाई के दिन साँचों में गला लोहा ढालना। दूसरा था शेख, नाम था अब्दुल; काम था भट्ठी में लोहा गलाना। दोनों का काम था स्वतन्त्र—अलग अलग।

ढलाई के दिन अब्दुल तड़के भट्ठी में आग सुलगाता और दस बजे तक पानी के एसा 'माल' (गला हुआ लोहा) तैयार कर डब्बू में निकाल देता। सहदेव "क्रेन" के सहारे डब्बू उठवा एक २ साँचे में 'माल' ढालता हुआ आगे बढ़ता। जबतक सहदेव का डब्बू खाली होता तबतक अब्दुल की भट्ठी दूसरी बार गला हुआ लोहा उगलने को तैयार रहती। सारा दिन यही क्रम चलता। उस दिन दोनों की फूर्त्ति देखते ही बनती।

दिन भर का काम खतम कर, थके माँदे, मुँह से बीड़ी का धूँआ निकालते जब दोनों साथ साथ अपनी अपनी 'खोली' (कारखाने से मजदूरों को रहने के लिये मिला हुआ मकान) को जाने लगते तब दिन भर के कार्य-क्रम की ही आलोचना अधिकतर होती। दोनों एक दूसरे की त्रुटियों का जिक्र और अपने कृत्यों की बड़ाई करते। कुछ इधर उधर की भी बातें होतीं।

सहदेव कहता—"इस बार हमने एक ऐक्संल-बॉक्स (रेल-गाड़ी का एक हिस्सा जो पहिये के पास रहता है) का ऐसा साँचा ठोंका है जिसके ठीक निकलने पर साहब से ज़रूर इनाम मिलेगा।"

अब्दुल कहता—"कम्पनी वाले न मालूम आज कल कहाँ से कच्चा माल मँगाने लगे हैं। आज भट्ठी ने मुझे बड़ी ही तकलीफ़ दी। जब देखो हवा भरने के रास्ते (Air passage) और "स्लैग होल" में मैल जमा। इन्हें साफ़ करते करते, देखो न, हाथ के चमड़े छिल गये हैं।"

सहदेव कहता—"तब तो मुझे इनाम मिलने से रहा।" ज्यों ज्यों घर नज़दीक आता बातें घरेलू बिषयों पर भी होतीं, किन्तु कम।

इसी प्रकार दोनों का दैनिक जीवन कटता और आनन्द ही से कटता।

किन्तु दोनों के गार्हस्थ्य जीवन में ज़मीन आस्मान का फ़र्क़ था। सहदेव के घर में उसके एक मात्र लड़के—भिखारी—को छोड़ कर और कोई नहीं था। उसकी स्त्री को मरे चार साल हुए। उस समय भिखारी तीन वर्ष का था। बच्चे तो और भी हुए थे, किन्तु छुटपन में ही सब जाते रहे। पहले तो सहदेव ने सोचा कि बच्चे को उसके नानीहाल या और कोई जगह भेज दिया जाय, मगर पीछे उसे पास से हटाने का जी नहीं हुआ। दूसरी जगह जाने से वहाँ वालों को नागवार गुज़रे, फिर बालक को भी तकलीफ़ होगी। इसलिये उसने भिखारी को

और ऊपर ऊपर का निछरा हुआ जल छान छान कर उपयोग में लावें और उन लोगों पर काफी अँकुश रक्खें जो भीतरी तल पर बैठे हुए उस कचरे को हाथ-पैर डाल कर बाहर खींच लाते हैं और पानी को हिंडोल कर गँदला कर देते हैं।

उसी तरह हमें उन भाइयों पर भी काफी अंकुश रखना चाहिये जो धर्म-पंथों की उपयोगिता को भूल कर अपने ज्ञान के घमंड में भीतरी तल पर बैठी हुई कीचड़ सरीखी बुराइयों को अपनी पैनी निगाहों के फावड़े से खुरेद खुरेद कर बाहर निकालते फिरते हैं।

हाँ, यह ठीक है कि जिस प्रकार किसी जलाशय में इतना कीचड़ हो जाय कि वह नीचे नहीं बैठ कर जल के मध्य में ही तांडव करने लगे तो चार पाँच दिन उस कुएं के उपयोग को बन्द करके हम सब कचरा साफ़ कर डालते हैं। उसी तरह जबतक मोटी मोटी बुराईयों को अलग न कर डालें तबतक किसी भी धर्म-पंथ का हमें उपयोग न करना चाहिये। खौलता हुआ पानी भी आग बुझाता है पर इसीलिये हम उसे अपने शरीर पर नहीं छिड़क डालते। उसी तरह गँदला पानी भी प्यास बुझायगा पर इसीलिये हम उसे पीकर अपना शरीर गंदा नहीं कर सकते।

मतलब यह है कि यह सारा संसार अच्छाइयों और बुराइयों के सम्मिश्रण से तैयार हुआ है। यहाँ की हर एक वस्तु और हर एक बात, द्रव्य, क्षेत्र, काल और भाव की अपेक्षा कभी अच्छी कहलाती है और कभी बुरी। देखिये कि जो जूते पैरों में अच्छे लगते हैं वे ही सिर पर कितने बुरे लगते हैं? जो गर्म कपड़े कड़ाके की ठंड में अच्छे लगते हैं वही जेठ अषाढ़ की दुपहरी में कैसे बुरे मालूम होते हैं?

बस, अब हमें अच्छाई-बुराई का तमीज़, अपने लिये खुद कर लेना चाहिये और विनय पूर्वक इस सचाई को भी स्वीकार कर लेनी चाहिये कि हमारी समझी हुई अच्छाई के अंतस्तल में भी किसी के लिये और कदाचित् अपने लिये भी बुराई भी छिपी रह सकती है।

समझदारों के सिरताज भगवान श्री कृष्ण ने तो यहाँ तक कहा है कि—

सर्वारम्भा हि दोषेण धूमेनाग्निरिवावृताः।

श्रीमद्भगवद्गीता, अ० १८, श्लो० ४८।

अर्थात्, "जिस प्रकार आग धूएं से ढकी रहती है, उसी तरह सभी कार्यवाइयाँ दोषों से भरी रहती हैं।"

मतलब यह है कि आप कितनी ही क़ीमती सामग्री को अपने शरीर पर लादते हुए बन-ठन कर निकलो। पेट में टट्टी तो रहेगी ही और वह ज़रूरी भी तो है। धर्म-पंथों में जो बहुत अच्छी अच्छी बुराइयाँ हैं उनकी उपयोगिता की तरफ़ भी हमारा ध्यान जाना आवश्यक है कि वे बहुत अच्छी क्यों कहलाती हैं? तभी हम सभी धर्मों की असली खूबियों को देख सकेंगे।

(पेज ५८ से आगे)

भाई, वाद-विवाद का यह समय नहीं। अत्यन्त नाज़ुक समय अभी गुज़र रहा है। अत: समय और अपनी सत्ता के अनुकूल हर साहित्य-सेवी को राष्ट्र-भाषा के साहित्य की कुछ ठोस सेवा आज करनी चाहिये। हम फिर कहेंगे कि साहित्य के अन्दर वह ताक़त है कि इसके सहारे हम राष्ट्र को जैसा चाहें वैसा बना सकते हैं। आइये, हम सब मिल कर इस अमोघ अस्त्र का समुचित व्यवहार कर अपने देश को आगे बढ़ायें।

—सम्पादक।

धर्म-पन्थों की बहुत अच्छी बुराइयाँ

ले०—श्री सूरजचंद सत्यप्रेमी (डाँगीजी महाराज)

मैंने तो यह भी मंजूर किया है कि सभी धर्म-पन्थों में बुराइयाँ भी हैं। परन्तु उनकी तरफ़ हमारा ध्यान नहीं जाना चाहिये, क्योंकि वे बुराइयाँ उनमें घुस नहीं गई हैं—वे तो दूसरी अनेकानेक अच्छाइयों के लिये घुसाई गई हैं।

कल ही एक बंधु ने मेरे बंबई चातुर्मास के सिलसिले में बातचीत करते हुए पूछा कि वह कैसा शहर है ? मैंने कहा—"बहुत सुन्दर—चौपाटी की चहल पहल, हैंगिंग गार्डन का आमोद-प्रमोद, जुहू की रस भरी क्रीड़ाएँ, मनोहर मकानात और हीरे मोतियों की दूकानें, आदि, आदि।" परन्तु इसका यह मतलब नहीं है कि वहाँ गटरें नहीं हैं। पर हाँ, उनमें नाक डालने की जरूरत नहीं। वे तो शहर की स्वच्छता को सुरक्षित रखने के लिये बनाई गई हैं।

ठीक इसी तरह हर एक धर्म-पंथ में पात्रों की विविधता के अनुसार कुछ न कुछ बुराइयाँ भी लाई जाती हैं, जिन्हें भी हम अन्य अच्छाइयों के लिये होने से उस समय के लिये तो भलाइयाँ ही कहेंगे। जैसे, विचार कीजिये कि मुसलमान भाइयों के लिये गो-बध का विधान क्यों बनाया गया ? निःसंदेह किसी भी निरपराध प्राणी की हत्या करना बुराई है। परन्तु जो लोग ऐसे बर्बर, असभ्य और खूंख्वार थे कि धर्म के नाम पर मूर्त्तियों के सामने मनुष्य सरीखे सर्व-श्रेष्ठ चैतन्य प्राणी की 'अपराध के बिना' ही हत्या कर डालते थे और खुशी के गीत गाते थे, उन्हें मानवता का पवित्र संदेश देने के लिये हज़रत मुहम्मद साहब ने गौ-बध की छुट्टी दी और उस महान् नर-हत्या को बचा लिया।

हाँ, यह बुराई उसी जगह और उसी समय अच्छी थी। आज तो मेरे मुसलमान भाइयों को यह समझ लेना चाहिये कि उस महान् वैद्य ने आपकी बीमारी की हालत में जो "शुद्ध किया हुआ संखिया" दिया उसे सदा के लिये भोजन न बना लें। और हमारा यह हिन्दुस्तान तो कृषि-प्रधान देश है। यहाँ अरब की तरह ऊँटों से खेती नहीं की जाती। यहाँ 'गौ' कितनी क़ीमती चीज़ है ? और फिर आज तो इस देश में बनस्पति के स्पर्श में भी हिंसा समझ कर प्रायश्चित करने वाले रहम-दिल प्राणी मौजूद हैं। तब गौ की हत्या करना उनके लिये कैसे शोभास्पद हो सकती है !

सभी धर्म-पंथों में बुराइयाँ आती हैं—रहती भी हैं; पर हमें उन्हें धीरे धीरे हटाते रहने का प्रयत्न करते रहना चाहिये। हाँ, यह मैंने माना कि वे पूरी तरह से निर्मूल नहीं की जा सकतीं।

एक मोटी बात हमें हमेशा याद रखनी चाहिये कि दुनिया का ऐसा कोई जलाशय नहीं है जिसमें थोड़ा बहुत कचरा न हो—बिलकुल शुद्ध पानी तो बादलों में ही होता है। उसी तरह दुनिया का ऐसा कोई धर्म-पंथ नहीं जिसमें बुराई न हो—बिलकुल शुद्ध धर्म तो अंतस्तल में विराजमान उस परमात्मा के राज्य में ही है।

पर यह स्पष्ट है कि हम सब तो बादलों से पानी नहीं पी सकते—हमें तो अपनी प्यास बुझाने के लिये जलाशयों की ही शरण लेनी पड़ती है। इस लिये उन जलाशयों के कचरे को तले बैठ जाने दें

मुमकिन हो सकता है जिसकी समझ बहुत ऊँचे दर्जे की हो। सादगी प्रवीणता का एक लक्षण है।

अस्तु, राष्ट्र-भाषा के नव-निर्माण का कार्य कुछ सहज नहीं है। यह हर पढ़े लिखे आदमी का काम नहीं। गंभीर, उदार हृदय, विद्वान ही इस कार्य को कर सकते हैं। कम से कम शुरू में नमूना दिखाने का काम वही कर सकते हैं और उन्हें अविलम्ब इस काम में लग जाना चाहिये। फिर ढाँचा खड़ा हो जाने पर, दूसरे भी उसी रास्ते पर चल कर साहित्य का भण्डार भरने में सहायक बन सकेंगे।

हमारे विचार से राष्ट्र-भाषा के सच्चे प्रेमियों के सामने तीन या चार प्रधान कार्य अभी हैं--

पहला कार्य है राष्ट्र-भाषा का रूप निर्धारित करना, ताकि वह सब के समझने लायक हो सके। इसके लिये यह तय करना जरूरी है कि हिन्दी और उर्दू के किन खास २ शब्दों को हिन्दुस्तानी भाषा में मिला लेना चाहिये। साथ ही हिन्दुस्तानी में जो त्रुटियां घुसती जा रही हैं उनका पता लगा कर उन्हें भी दूर करना चाहिये। हिन्दुस्तानी का अन्तिम आदर्श यह रहना चाहिये कि भाषा एक ही हो जो बिना बदले हिन्दी और उर्दू दोनों लिपियों में लिखी जा सके, दोनों के पढ़ने वालों को अच्छी लगे और दोनों को आसानी से समझ में आ सके।

दूसरा जरूरी काम है यह तय करना कि किन २ बातों को हमारे राष्ट्रीय जीवन में प्रगट करना जरूरी है। इसके लिये जरूरी होगा हिन्दुस्तान की महत्ता और विशेषता को समझना और सामने रखना, अपनी वर्त्तमान स्थिति को समझना और अपनी त्रुटियों के दूर करने का उपाय निकालना, और समय की प्रगति के अनुकूल जिन २ बातों को हमें अपने जीवन में लाना जरूरी है, उनका निर्णय करना।

तीसरा काम है ऊपर निश्चित की हुई जरूरतों को पूरी करने के लिये राष्ट्र-भाषा में यथेष्ठ साहित्य निकालना यथेष्ठ काव्य, उपन्यास, नाटक, कहानी, आदि की पुस्तकों की रचना करना। अभी तक जो कार्रवाई इस कमी की पूर्ति के लिये हो रही है उसे संतोष-जनक नहीं कहा जा सकता। समुचित साहित्य के निकलने और प्रचार होने पर देश की दशा बदले बिना रह नहीं सकती। अतः देश के हित चाहने वाले प्रमुख विद्वानों को इस ओर विशेष ध्यान देना चाहिये।

चौथा काम है स्कूलों में पढ़ाने के लिये समुचित पाठ्य पुस्तकों का तैयार करना। इसकी कठिनाइयाँ किसी से छिपी नहीं है। पर यह काम अत्यन्त महत्त्व का है। इसलिये इसे योंही छोड़ भी नहीं दिया जा सकता। सबसे दुःख की बात तो यह है कि शिक्षा विभाग में भी बहुत सी बुराइयाँ घुस गइ हैं। अक्सर ऐसा होता है कि अच्छी किताबें नहीं मंजूर होती हैं और मामूली किताबें मंजूर हो जाती हैं। किसी अच्छी किताब के मंजूर होने पर भी पुराने प्रकाशकों के मुक़ाबले, जिनका सिक्का बाजार में जमा हुआ है, नये प्रकाशकों का प्रवेश करना असम्भव नहीं, तो अत्यन्त मुश्किल जरूर है।

फिर भी हम कहेंगे और जोर देकर कहेंगे कि कुछ योग्य विद्वानों को देश तथा साहित्य की सेवा के नाते ही अपने नफा का ख्याल छोड़ कर समुचित पाठ्य पुस्तकों का एक सेट तैयार कर के उसे खुले तौर से शिक्षा विभाग के सभी अधिकारी-वर्ग के सामने रख देना चाहिये। अगर कुछ लोग शुद्ध त्याग भाव से ऐसा करेंगे तो धीरे २ पाठ्य पुस्तकों की त्रुटियाँ जरूर दूर हो जायेंगी।

(शेष पेज ६० पर)

के लोग बोल और समझ सकें। उसी तरह उर्दू भाषा को भी राष्ट्र-भाषा का रूप देने के लिये उसमें भी कुछ उलट-फेर करना ज़रूरी है ताकि वह भी सबके समझने के लायक़ हो सके।

ऐसी कोशिश का ज़रूरी नतीजा होगा हिन्दी तथा उर्दू को सहज बनाना और दोनों में एक दूसरे के प्रचलित शब्दों को जगह देना। उस हालत में ये दोनों भाषायें धीरे २ मिल-जुल कर एक हो जायेंगी। वही हमारी असली राष्ट्र-भाषा होगी। फिर चाहे हम उसे हिन्दी नाम से पुकारें या उर्दू नाम से या और किसी नाम से।

पर आज तो दोनों ओर से ठीक इसके ख़िलाफ़ कोशिशें हो रही हैं। दोनों भाषायें कठिन की जा रही हैं। हिन्दी से चुन २ कर उर्दू के एक २ शब्द अलग किये जा रहे हैं और उर्दू से हिन्दी के। हमारी दृष्टि से यह रास्ता आपस में मेल-मिलाप पैदा करने का नहीं, बल्कि भेद बढ़ाने का है।

अतः हम हिन्दुस्तानी के समर्थक हैं। चूंकि हिन्दी तथा उर्दू के समर्थक उन्हें राष्ट्र-भाषा के योग्य बनाने के लिये तैयार नहीं है, इसलिये इन दोनों को मिलाकर एक नई भाषा तैयार करने की ज़रूरत है और इसी लिये उसे एक नये नाम से पुकारने की भी ज़रूरत है।

इस नये नाम से घबड़ाने की कोई ज़रूरत नहीं। समय के परिवर्तन के साथ २ भाषा, भाव, आदर्श, अभिलाषायें सभी बदला करती हैं। भाषा के विकास और परिवर्तन का इतिहास जानने वाले अच्छी तरह इस बात का समर्थन करेंगे। खुलासा यह है कि एक ज़माना था जब यहाँ के निवासी संस्कृत भाषा बोलते थे, फिर यहीं पर प्राकृत भाषायें चलीं और समय के साथ २ परिवर्तन होते २, ब्रज-भाषा, खड़ी बोली, आदि की अनेक श्रेणियों से गुज़रते २ आज हिन्दी वर्त्तमान रूप में पहुँची है। इसका न आदि नाम हिन्दी था और न सदा के लिये इसका यह वर्त्तमान नाम या रूप क़ायम रहेगा।

फिर, हम शुरू में ही दिखला चुके हैं कि आज एक विशाल परिवर्तन का समय हमारे सामने आय हुआ है। उस नये युग का साथ देने के लिये भी यह परम आवश्यक है कि हम अपनी भाष को नया और व्यापक रूप दें। और हर नये रूप का एक नया नाम पड़ना भी स्वभाविक ही है। अतः नाम के मोह-जाल में न फँस कर हमें असली सत्ता देखनी चाहिये और उसे समय की प्रगति के अनुकूल रखनी चाहिये।

हाँ, हिन्दुस्तानी के नाम पर भाषा के अन्दर जो बहुत कुछ भद्दापन लाया जा रहा है, उसे भी रोकना हमारा कर्त्तव्य है। बहुत लोगों का ख़्याल है कि भाषा में सादगी लाने से ऊँचे दर्जे के भाव उसके ज़रिये प्रगट नहीं किये जा सकते। ऐसा समझना सख़्त भूल करना है। सादगी में एक ओज है, महत्ता है, जो पेचीदगी में कभी आ नहीं सकती। ग़ौर कीजिये तो सही कि श्रीमद्भगवद्गीता कैसा अपूर्व ग्रन्थ है जिसमें जीवन के गहन सिद्धान्तों और योग के अनेक विषयों पर कैसा सुन्दर प्रकाश डाला गया है। यह सभी उपनिषदों का निचोड़ है, ज्ञान का अथाह भण्डार है। पर इसकी भाषा कैसी है? —अत्यन्त सहज।

इस तरह के और भी कई उदाहरण दिये जा सकते हैं। ऊँचे से ऊँचे दर्जे के भाव सहज से सहज भाषा द्वारा प्रगट किये जा सकते हैं। पर हाँ, हर कोई ऐसा नहीं कर सकता। यह काम उसी के लिये

हिन्दी में संस्कृत के शब्द। पर हिन्दू मुसल्मानों के सहवास तथा मेल का यह नतीजा निकला कि उर्दू में संस्कृत के कितने शब्द घुस गये और हिन्दी में भी फ़ारसी और अरबी के कितने शब्द आ मिले। यह बात ज़ोर के साथ कही जा सकती है कि भाषा की यह एकता इन दोनों जातियों के मेल का कुछ साधारण कारण नहीं थी।

इस मेल को और पक्की और स्थायी बनाने के लिये उचित तो यह था कि इन दोनों जातियों के विद्वान धीरे २ इस बात पर ज्यादे ज़ोर दिये गये होते कि ये दोनों भाषायें मिल कर एक हो गई होतीं। लिपियाँ भले ही दो रहतीं, पर भाषा एक ही होती। पर, अफ़सोस कि ऐसा होने नहीं पाया। बल्कि इसके खेलाफ़ दोनों का भेद दोनों ओर से बढ़ाये जाने लगा, जिसका नतीजा आज हमारे सामने है। हम बेहद एक दूसरे से अलग हुए जा रहे हैं।

गत दिसम्बर महीने में सर सुल्तान अहमद ने अलीगढ़ यूनिवर्सिटी के सालाना कान्वेन्शन के अवसर पर भाषण देते हुए इस प्रश्न पर अपने विचार प्रगट किये थे। उन्होंने कहा था कि "मैं उर्दू बोलता हूँ और सर तेज बहादुर सप्रू भी उर्दू बोलते हैं। लेकिन जो उर्दू आज कुछ एखबारों में लिखी जा रही है, उसे न तो मैं समझ सकता हूँ और न सर तेज बहादुर सप्रू।"

यह तो आज की उर्दू की हालत है। हिन्दुओं को तो छोड़ ही दीजिये; मुसल्मानों—अच्छे विचार-शील मुसल्मानों—को भी आज की उर्दू समझने में कठिनाई हो रही है।

अब ज़रा हिन्दी का हाल सुनिये। अभी हाल में पटना में विहार प्रान्तीय हिन्दी साहित्य सम्मेलन का सालाना जलसा हुआ था। उसमें वागताध्यक्ष और सभापति के जो भाषण हुए वे पढ़ने ही लायक़ हैं। उन दो भाषणों से ही साफ़ ज़ाहिर होगा कि हिन्दी संसार में भी किस प्रकार ज़ोरों का खिंचाव तनाव हो रहा है।

सभापति महोदय, प्रो० शिवपूजन सहाय, हिन्दी के कट्टर पक्षपाती और हिन्दुस्तानी के घोर विरोधी हैं। आप अपने पक्ष का समर्थन करते हुए अपने भाषण में कहते हैं—"सीमा प्रान्त के गाँधी भी मिथिला में आकर जिस भाषा के सहारे जनता के दिल में अपनी बात उतार गये, पं० जवाहरलाल नेहरू भी सीमा प्रान्त में जाकर उसी भाषा के सहारे पठानों को पिघला आए। वह भाषा भी हिन्दुस्तानी नहीं, हिन्दी ही है।"

जो हो, पर इतना तो हम दावे के साथ कह सकते हैं कि जिस भाषा का ज़िक्र प्रो० शिवपूजन सहाय ने किया है, वह हर्गिज़ वह भाषा नहीं होगी जिसका उपयोग उन्होंने अपने भाषण में किया है। सीमा प्रान्त के गाँधी और पं० जवाहरलाल नेहरू के सामने इस भाषण को रख दीजिये। इसमें ज़रा सन्देह नहीं कि सीमा प्रान्त के गाँधी इस भाषा को नहीं समझ सकेंगे, इसका व्यवहार करना तो दूर रहे। और बहुत भय है कि शायद पं० जवाहर-लाल नेहरू भी इसे पूरे तौर से नहीं समझेंगे। इससे साफ़ ज़ाहिर है कि प्रो० शिव पूजन सहाय के भाषण की हिन्दी हिन्दुस्तान की राष्ट्र-भाषा नहीं बन सकती। राष्ट्र-भाषा के लिये किसी और ही तरह की हिन्दी का होना ज़रूरी है।

भाई, हम तो न हिन्दी के विरोधी हैं और न उर्दू के। पर हम नाम के पीछे काम खराब करने के साथी नहीं। हिन्दी तो हिन्दुस्तान की प्रधान भाषा है ही। पर राष्ट्र-भाषा बनाने के लिये उसमें कुछ उलट-फेर करना ज़रूरी है, ताकि वह ऐसे रूप में आ सके जिसे आसानी से हिन्दुस्तान के सभी प्रान्तों

हिन्दी, उर्दू और हिन्दुस्तानी

कुछ दिनों से हिन्दी, उर्दू और हिन्दुस्तानी की समस्या कुछ वृहत् रूप में हमारे देश के सामने उपस्थित हुई है। यह समस्या बड़े महत्त्व की है। अतः हम यहाँ "मेल-मिलाप" की दृष्टि से इस पर ग़ौर करना तथा अपने विचारों को प्रगट करना उचित समझते हैं।

आज सारा संसार करवटें बदल रहा है। चारों ओर लोग बड़े चाव से एक नये युग की इन्तज़ारी कर रहे हैं। देखने वाले साफ़ देख रहे हैं कि नये युग, नई सभ्यता, नई संस्कृति, नये जीवन, नई ज्योति, का सूरज शीघ्र उदय होने जा रहा है।

आज जो घोर लड़ाई का घोर अन्धकार सारे संसार में छाया हुआ है वह भी असल में उसी आने वाले दिन के उज्ज्वल प्रकाश के लिये रास्ते साफ़ कर रहा है। बहुत सी ऐसी चीज़ें हैं, प्रथायें हैं, संस्थायें हैं, जो समय की प्रगति के लेहाज़ से, संसार की भावी उन्नति के लेहाज़ से, अब बेकार हो चली हैं। एक ज़माने की बहुत अच्छी चीज़ें आज आगे के रास्ते में सख़्त रुकावटें बन गई हैं। अतः उनका टूटना, उनका नाश होना बहुत ज़रूरी है।

हमारे देश पर भी उस नई ज्योति की छटा झिलमिला रही है। हमारे अन्दर भी वह नया जीवन प्रगट होने के लिये तड़प रहा है। हमारे हृदयों में भी नये भाव, नई अभिलाषायें, नये उद्गार पैदा हो रहें हैं। हम भी एक नई दुनिया का ख़्वाब देख कर मस्त हो रहे हैं। वह सपना शीघ्र सत्य होने जा रहा है। हमारी आज़ादी क़रीब है। गो-स्वामी तुलसीदास जी के शब्दों में—

"यह सपना मैं कहौं विचारी।
होइहैं सत्य गये दिन चारी॥"

अस्तु, इस पुनरुत्थान का एक प्रधान साधन तथा एक प्रधान अङ्ग भाषा है। भाषा का राष्ट्रीय जीवन पर बहुत बड़ा प्रभाव पड़ता है। इस सत्य को सभी लोग मानते हैं। भाषा के ज़रिये राष्ट्र का जीवन जैसा चाहिये वैसा बनाया जा सकता है। यह आज़ादी हासिल करने और आज़ादी क़ायम रखने का एक बहुत ज़बर्दस्त ज़रिया है और हो सकता है।

तब प्रश्न यह उठता है कि किस भाषा को हम अपनी राष्ट्र-भाषा बनायें। हमारे देश के अन्दर हिन्दी जानने वालों और हिन्दी समझने वालों की संख्या सबसे ज्यादे है। अतः अधिकांश हिन्दू लोगों का कहना है कि हिन्दी को ही राष्ट्र-भाषा बनने का अधिकार है; इसे ही राष्ट्र-भाषा बनाना चाहिये।

गिनती में हिन्दुओं के बाद मुसल्मानों का नम्बर आता है। इनकी संख्या भी यहाँ कुछ कम नहीं। ये भी तो क़रीब नौ करोड़ के हैं। ये उर्दू बोलते हैं और उर्दू के समर्थक हैं। इनका कहना है कि उर्दू भाषा की तो पैदाइश ही इसलिये हुई कि जिसमें हिन्दू और मुसल्मान एक दूसरे के साथ बोल चाल सकें, एक दूसरे की बातों को समझ सकें। फिर उर्दू को ही राष्ट्र-भाषा क्यों न बनाई जाय, जो हिन्दू और मुसल्मान दोनों की एक भाषा है, जो दोनों को एक साथ मिलाने के लिये ही है?

ये दोनों दलीलें अपनी २ जगह पर ठीक हैं। दोनों में बहुत कुछ सचाई का अंश है। असल में इन दोनों भाषाओं में बहुत सी बातें एक हैं। दोनों का ग्रामर या व्याकरण एक है और बहुत ज्यादे शब्द दोनों के एक हैं। प्रधान अन्तर उनमें लिपि का ही रहा है और इसी वजह से साधारणतः उर्दू में फ़ारसी और अरबी के शब्द ज्यादे रहे और

हिन्दुस्तान के सामने दो रास्ते

(ले०—डा० एनी बेसेन्ट, भूत-पूर्व प्रेसिडेन्ट, थियोसौफिकल सोसाइटी)

हिन्दुस्तान का प्राचीन इतिहास बहुत ही शानदार है। लेकिन अगर वर्तमान संसार में इसका समुचित पुनरुत्थान हुआ, तो इसका भावी गौरव पहले से भी कहीं अधिक बढ़ा हुआ होगा। मेरा विश्वास है कि अभी तक उचित रास्ता चुनना उसके हाथ में है।

अभी भी दो रास्ते उसके सामने मौजूद हैं—एक ऊपर उठाने वाला और दूसरा नीचे गिराने वाला। एक रास्ते से वह धीरे २ ऊपर उठता जायगा और अन्त में फिर मनुष्य-मात्र के आध्यात्मिक शिक्षक के ऊँचे पद पर पाया जमायगा। दूसरे रास्ते से वह धीरे २ नीचे गिरता जायगा और अन्त में मौत के दुःख में रोते कराहते सर्व-नाश को प्राप्त हो जायगा और केवल उसकी जली हुई राख मात्र शेष रह जायगी।

आप जो रास्ता चाहें पसन्द कर लें। पसन्द करना आपको है, मुझे नहीं। एक आदमी की ज़ुबान सिर्फ़ थोड़ा ही काम कर सकती है। एक आदमी के हृदय की ताक़त भी थोड़ी ही हो सकती है। एक हृदय अपने आपको टुकड़े २ कर सकता है, लेकिन उससे राष्ट्र नहीं बन सकता। राष्ट्र तो तभी बन सकता है जब वह खुद अपने आपको बनाये।

मैं आपसे सिर्फ़ कह सकती हूँ, लेकिन मैं आप का काम नहीं कर सकती। मैं आपको सत्य का सन्देशा सुना सकती हूँ, लेकिन मैं आपसे उसकी मंजूरी नहीं करा सकती। ज़िम्मेवारी आपकी है, मेरी नहीं। पसन्द आपका है. मेरा नहीं। मेरा काम सिर्फ़ बतला देने का है; और जब मैंने आपको वह रास्ता दिखला दिया जिससे हिन्दुस्तान का उद्धार हो सकता है, तो मेरा कर्त्तव्य पूरा हो गया।

अगर आप देखते हैं कि वह रास्ता ठीक है, पर फिर भी उस रास्ते की कठिनाइयों और विरोधों की वजह से उस पर चलने से सहमते हैं, तो इसका साफ़ मानी यह है कि आप उस रास्ते के योग्य नहीं। यह रास्ता बहादुरों का है, कमज़ोरों का नहीं।

आप अपना जवाब खुद चुन लें। यह जवाब कर्म के प्रति, संसार के प्रति और देवताओं के प्रति होगा। आपके जवाब की ज़िम्मेवारी आपके ऊपर है। फिर आप जैसा उचित समझें करें। मेरा रास्ता साफ़ है। जबतक मेरे अन्दर दम है, मैं इस देश की सेवा करने की कोशिश करती रहूँगी—उस देश की सेवा जो गुज़श्ते ज़माने में सभी देशों का सिरताज था और जो आइन्दे भी, अगर आप चाहेंगे तो, सभी देशों का सिरताज बनेगा।

इस लिये जो लोग काम करना चाहें उन्हें आकर काम में लग जाना चाहिये। और जो सोना चाहें, उन्हें सोने दीजिये। फिर तो देश मर ही जायगा। तब, किसी अगले जन्म में, किसी दूसरे देश में जन्म लेकर, वे अफ़सोस के साथ पिछले दिनों की याद करेंगे कि किसी ज़माने में हिन्दुस्तान कैसा था; लेकिन आइन्दे कभी हिन्दुस्तान का वह ओज फिर नहीं आ सकेगा।

इसका कारण साफ़ है। देवता लोग जो मौक़ा आदमियों को देते हैं, उसे अगर वे ले-लें तो उससे अनन्त नतीजे निकल सकते हैं। इसलिये आप अच्छी तरह सोच समझ कर जैसा उचित समझें चुनें। मैं हृदय से प्रार्थना करती हूँ कि देवता-गण आपको इस प्रकार से प्रेरित करें कि आप उचित रास्ते को ही चुन सकें।

मेल-मिलाप

वर्ष २ | पटना, १७ फरवरी, १९४१ | अङ्क ४

मानव धर्म

(र०—श्री कामता प्रसाद सिंह, गया)

जन्म हिन्दू ले रहे हैं जिस तरह,
उस तरह से ले रहे क्रिस्तान हैं।
कर रहा इनको अलग जग क्यों अरे ?
एक माता की सभी सन्तान हैं॥
कह रहे हम पारसी और सिक्ख हैं,
साँस सब की एक सी है चल रही।
भेद की हम आँख से हैं देखते,
ज्योति सब में एक है पर जल रही॥
जो तरक्क़ी का कभी साधन रहा,
विघ्न बनता आज कैसे धर्म है ?
शर्म है सौ बार उल्टी बात पर,
शर्म है सौ बार इस पर शर्म है॥
भाई से है भाई इतना क्यों अलग ?
यह बनाई भेद की दीवार किनने ?
आज कैसे फ़र्क़ उन में हो रहा,
एक छाती का पिया है दूध जिनने ?
रात में भी चाँदनी है एक सी,
एक सूरज दे रहा प्रकाश है।
पाँव के नीचे ज़मीं है एक ही,
और सिर पर एक ही आकाश है॥
छोड़ दें अब हम सभी सब ढोंग को,
एक मानव-धर्म पर हम सब चलें।
तब तरक्क़ी पर चले यह हिन्द फिर,
और हम फिर से यहाँ फूलें फलें॥

—•—

म० ईसा की सेवा

ले०—सूरज-चंद सत्य-प्रेमी (डाँगीजी महाराज)

"जिधर देखता हूँ परेशानियाँ हैं" की तर्ज़ पर।

मेरे दिल में ईसा की सेवा समावे।
धरम के लिये क्रॉस की याद आवे॥
कहा जिसने इंजील पक्की ज़बाँ से।
मुझे सत्य संदेश सब का सुहावे॥
धरम के लिये क्रॉस० ॥१॥
वही मेरा भाई है सच्चा ईसाई।
कटे दिल पै दीनों के मरहम लगावे॥
धरम के लिये क्रॉस० ॥२॥
वो हिन्दू मुसलमान जैनी हो कोई।
मेरे उस पिता का दुलारा कहावे॥
धरम के लिये क्रॉस० ॥३॥
हुई धन्य मरियम-सी माता की गोदी।
मसीहा सरीखे लला को झुलावे॥
धरम के लिये क्रॉस० ॥४॥
मची मजहबों में परस्पर लड़ाई।
कोई आज भी ईश का पुत्र आवे॥
धरम के लिये क्रॉस० ॥५॥
रहे सूर्य्य और चंद जब-तक जहाँ में।
सदा सत्य मजहब का डंका बजावे॥
धरम के लिये क्रॉस० ॥६॥

—•—

گورنمنٹ بہار، سی پی، یو پی، اڑیسہ، سندھ کے محکمہ تعلیمات سے منظور شدہ

میل ملاپ

جلد ۲ | مئی سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۷

بسائیں اک نیا سنسار

پنڈت سورج چند ست پریمی (ڈانگی)
ست آشرم، واردھا

ملیں سب دھرموں کے سردار بسائیں اک نیا سنسار

ہندو مسلماں عیسائی ملکر آئیں بھائی بھائی — ست پتا کے ہم سب بچے تو ہنا سب کی مائی
اُمنڈ پڑیگا پیار بسائیں اک نیا سنسار

رام کرشن جین، بدھ ہمارے عیسیٰ محمدؐ دھرم دلارے — سب نے سچا گیان بتایا تھے پرمیشور کے سب پیارے
لڑے ہم ہی بیکار بسائیں اک نیا سنسار

وید پران قرآن پڑھینگے پڑھکر آگے اور بڑھینگے — ماں کے پوت سپوت کہاکر کیوں نہ اُتر ینگے اور چڑھینگے
یہ اونتی کا دوار بسائیں اک نیا سنسار

مندروں میں پوجا کر آئیں مسجد میں نماز کو جائیں — گرجوں میں پرمیشر گاکر اپنے من کو مست بنائیں
ہوگا پریم پرچار بسائیں اک نیا سنسار

میل ملاپ

انسانستان

ڈیٹا بیوپال

اس دنیا کی ہری بھری کھیتی میں آدمیوں کا جنگل دکھائی دیتا ہے، ہر ملک کے باشندے اور ہر قوم اپنی تہذیب اور تمدن کو اعلی اور افضل سمجھتی ہیں،

ہندوستان بھلا ان جذبات سے خالی کیونکر رہ سکتا ہے، آجکل یورپ کے پڑھے لکھے درندے حق و باطل کی تمیز رکھنا بھول گئے، اپنی ترقی و تہذیب کا معیار محض اس بات پر سمجھتے ہیں کہ آدمیوں کو تباہ و برباد کر دینے کی مشینیں اور اصول کتنے ایجاد کئے ہیں اس آباد دنیا کو آدمیوں سے کیونکر خالی کیا جا سکتا ہے، زہریلے گیس اور آفت ڈھانے والے گولے کس طرح سے زبردست اور بے پناہ بنائے جا سکتے ہیں، ہنسوی ہمدری کی تعلیم گاہیں اور یونیورسٹی اس خلاق سوز اور ظلم کی ایجاد کرنے والے عنصر کو اور حیوانیت کے کیڑوں کو لوگوں کی دماغ سے نہ نکال سکیں اعلی کلچر اور تعلیم نے دنیا کو اگر کچھ سکھایا ہے تو صرف اس قدر کہ اپنے اور اپنے بھائیوں کے خون سے ہولی کیونکر کھیلی جا سکتی ہے۔ پرائے ملک یا مال کو کیونکر جائز بنا کر ہڑپ کیا جا سکتا ہے۔

ہم ہندوستانیوں کی تقلیدی فطرت اور نقالی کی کوشش نے ہمیں بھی اسکا موقع نہ دیا کہ ہم اپنے وطن کے قدیم کلچر اور تہذیب کو سامنے رکھکر قومی ماحول کو درست کر سکیں، وحشت اور درندگی جو غیر احتیاطی تعلیم سے پیدا ہو سکتی ہے اوسے اپنے مذہبی اصول اور صحیح تعلیم سے ہموار کر سکیں، اپنے مذہب اور فرائض قومی کے زریں اور لازوال تعلیم کی پیروی سے دنیا میں شانتی کی لہریں پھیلا سکیں، ہم اسوقت اوس دور میں قدم رکھ چکے ہیں جہاں اچھی باتیں مانی جاتی ہیں۔ امن و امان معیوب ہے، سکھ اور پریم کی تعلیم کہانیاں سمجھی جا چکی ہیں۔ بڈھا باپ اور مذہبی پیشوا اگر م خوردہ جماعت کی امت سمجھے جاتے ہیں، انکی عزت کرنا قومی توہین اسلئے ہے کہ ایسی ہستیاں ہمیں خدائی پیغام اور توحید کی تخیل دیتی ہیں، ہماری نام نہاد آزادی اور وارفتگی کو خطرناک بتاتی ہیں، ہمیں دوسروں کی محبت کرنا اور اپنا بھائی سمجھنے کی تعلیم بجائے آپس کے جنگ اور مذہبی فساد کرنے کے بتاتی ہیں،

یورپ کی نقل نے بغیر اپنے ملک کی فضا اور ضرورت کو سمجھے ہوئے ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔ ہم نے بجائے یورپ

کی جنگ و جدال کے خانہ جنگی شروع کر دی، اپنے دل کی الگت اور کثافت نفس سے جھگڑے کرنے کے بہانے تلاش کیے جاتے ہیں، گاؤکشی اور مہابیری جھنڈے کے زبردست بہانے ملے، جب زمانہ نے اس فساد کی بنیاد پر کچھ اپنا رنگ چڑھایا تو مسجد کے سامنے باجا کا ڈھونگ خوب پھولا اور پھلا، ہزار ہا ہزار بندگان خدا جنہیں ہمارے وطن کے ہندو و مسلمان ہونہار بچے اور عزت و عصمت کی دیویاں بھی شامل ہیں اپنی قوم کے ہاتھوں سے برباد اور تباہ ہوئیں مثل جانوروں کے ایڑیاں رگڑ کر دنیا سے سدھاریں، ہماری بے شرمی اور بلند کلچر کی عدم موجودگی اور دوسروں کی تقلید نے ہمیں اسقدر بے حیا بنا دیا کہ ہم آج اپنے اپنے ٹولیوں میں فخر کرتے ہیں، مونچھوں پر تاؤ دیتے ہیں کہ فلاں بلوہ میں ہماری گروہ نے ہمارے فرقہ نے دوسرے گروہ اور فرقہ کی اسقدر اور اس طرح سے خونریزی کی کہ آج تک ہندوستان کی تاریخ میں اسکی مثال نہیں ملتی ہے۔ بڑی بے شرمی تو ہم میں یہ ہے کہ فساد کی بنیاد ہم ڈالیں، جھگڑے ہم پیدا کریں، ارادے اور تیاریاں جھگڑے کی ہماری گروہ میں ہو۔ آپس میں بدامن ہو، زور آزمائی کی نمائش کا دعویٰ ہو، مذہب کے بہانے سے کہنہ بغض و عداوت کی کثر نکلے، لیکن اس کی ذمہ داری کسی دوسرے پر ڈال دیتے ہیں۔

ہم اگر خود لڑنا چھوڑ نہیں سکتے ہیں تو پھر دوسروں کو کیوں بدنام کریں، سچائی، اور صاف گوئی ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ واقعہ کو انصاف اور ٹھنڈے دل سے سوچیں اور صحیح فیصلہ کریں،

افسوس! ہائے رے بدقسمتی!! ہمارے ملک والوں کی حیا کہاں گئی، ہمارے ملک کی رواداری اور قدیمانہ روایات و بھائی چارہ کا دار و دورہ کسطرف جا بسا، کیا دنیا اب انسانوں سے آباد نہیں ہو سکتی ہے، کیا بجائے ہندوستان اور پاکستان کے دنیا انسانستان کی آبادی نہیں بن سکتی ہے، اگر آج انسانستان سے دنیا سج دھج کر آراستہ ہو جائے تو پھر ملک کو کسی خاص اسکیم کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے، ورنہ کل اسکیم بیکار اور برباد ہو جائیگی۔

میل ملاپ ایسوسی ایشن کا انعقاد

زیر صدارت

عالیجناب مسٹر ام۔ یونس بارایٹ لا۔ سابق وزیر اعظم بہار

۱۳ اپریل سنہ ۵۱ء کو ہزاری باغ میں ایک عظیم الشان جلسہ بڑے جوش و خروش سے

زیر صدارت عالیجناب مسٹر ام. یونس بار ایٹ لار منعقد ہوا۔ اتحاد مذاہب اور ہندوستان میں میل ملاپ پیدا کرانے کی اہمیت پر زور دیا گیا، اور چند قرار دادیں پاس کی گئیں،

میل ملاپ ایسوسیشن قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس ادارے کا اجرا تمام ہندوستان میں کیا جائے اور قریب قریب ہر صوبہ، ہر شہر اور قصبہ میں اسکی متعدد شاخیں کھولی جائیں اور ہمدردوں کی تعداد بڑھا کر ممبر بنائے جائیں۔ اپنے خدمات ملک میں امن و امان پھیلانے کے لئے بذریعہ ایسوسیشن پیش کریں،

رسالہ میل ملاپ جو کہ بھتیا صوفیکل فیڈریشن سے ابتک نکل رہا تھا وہ اب میل ملاپ ایسوسیشن کا ارگن ہوگا، اور اپنے مقاصد اوسی طرح سے پورا کرتا رہیگا جس جد و جہد اور مستعدی سے ابتک کیا گیا ہے۔

جناب صدر کا خطبہ صدارت نہایت پر اثر اور رواداری و محبت وطن سے بھرا تھا۔ یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ جناب صدر ہندو مسلم اور کل اختلافات رکھنے والی جماعت کے اتحاد کے زبردست حامی ہیں اور آپکے دل میں وہ محبت جھلک رہی ہے جو کہ ایک سچے وطن پرست مسلمان کے دل میں ہونا چاہیئے، آپ ایک منٹ کے لئے بھی یہ گوارہ نہیں کر سکتے ہیں کہ ملک کے ہندو مسلمان بھائی، زمیندار کسان، سرمایہ دار اور مزدور پیشہ جماعت وغیرہ آپس میں لڑکر اپنے کو تباہ اور برباد کریں اور ملک کی فلاح و بہبودگی میں خواہ مخواہ اپنی ناعاقبت اندیشی سے روڑے اٹکائیں۔

یوم النبی
ہندو اور مسلمانوں کی شرکت

بہار بھتیا صوفیکل فیڈریشن نے یوم النبی کا ایک جلسہ آخر اپریل میں کیا جس میں مختلف مقررین نے سیرت نبیؐ پر تقریریں کیں، مسٹر ناگیشور پرشاد ایڈوکیٹ صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں اسلام کی مختلف خوبیوں پر فاضلانہ روشنی ڈالی، آپ کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کی صداقت اور خوبیوں کا گہرا نقش آپ کے سینہ پر ہے اور آپ کی دلی منشا ہے کہ ہندو مسلم اتحاد جلد سے جلد ہو کر رہے۔

اس جلسہ میں محترم حسن آرزو صاحب فخر الدین احمد رازی صاحب اور پنڈت جگت نارائن صاحب نے بڑی پر جوش اور تاریخی تقریریں کیں۔ مسٹر رام جیون سنہا منصف اول پٹنہ نے اپنی عقیدت اور پیغمبر اسلام کی خوبیوں کا اظہار بڑی خوبی سے کیا۔ وائس پرنسپل لا کالج مسٹر بھگوتی پرشاد نے چند معتبر انگریزوں کے حوالہ سے اخلاق نبی پر کافی روشنی ڈالی۔

مسٹر سید امام ایم. ایل. سی نے تحریری پیغام اپنی عدم حاضری کی وجہ سے بھیجا تھا جو کہ جلسہ عام میں پڑھکر سنا دیا گیا اور اسکا ایک حصہ ناظرین کے خاطر ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔
(ایڈیٹر)

پیغام تھیاصوفیکل سوسائٹی کے نام

از
مسٹر حیدر امام
ایم۔ ایل۔ سی
پٹنہ

آج پٹنہ کے تھیاصوفیکل سوسائٹی کا ہر مسلمان کو رہین منت ہونا چاہئے کہ اس جماعت نے یوم النبی جیسی مقدس تقریب مناکر ملک کے مختلف مذاہب کو ایک دوسرے سے نزدیک تر ہونیکا موقع دیا۔ مرے نزدیک سوسائٹی کا یہ نیک نیت خیال اور نیک اقدام بہت ہی مستحسن اور ہر طرح قابل ستائش ہے۔ جب ملک میں افتراق اور کشیدگی کی سیاہ گھٹائیں سر پہ منڈلا رہی ہوں۔ جب باہمی تعلقات میں رنجیدگی۔ بدگمانی کے اثرات پائے جاتے ہوں اور مذہب کے نام پہ فتنہ و فساد پیدا کیا جا رہا ہو تو اصلاح کی اچھی صورت یہی معلوم ہوتی ہے کہ بانیان مذہب کی سیرت اور ان کی روحانی تعلیم سامنے لاکر اس کے ذریعہ سے ملک میں سکون وامن وامان پیدا کیا جائے۔ آج تھیاصوفیکل سوسائٹی نے اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے یوم النبی مناکر اپنے ملک پر احسان کرنیکی کوشش کی ہے۔

میں اپنی سعادت سمجھتے ہوئے خصوصیت کیساتھ اس غیر معمولی تعلیم کا ذکر کروں گا جو حضور نے عام انسانوں کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم دی ہیں۔ یعنی ایک کو دوسرے کے مذہبی جذبات کا احترام کرنا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں جب کہ فتح ونصرت ہر ہر قدم نبی کریم کے غلاموں کے قدم چومنے کیلئے بیچین تھی خود حضور اور حضور کے واجب الاحترام ماننے والوں نے کوئی ایسی بات نہ کی نہ حکم دیا کہ جس سے دشمنوں، مخالفوں اور غیروں کے مذہب وعقیدہ کی ذرہ برابر توہین ہوتی ہو۔ یا دوسرے مذہب وعقیدہ کی ہلکی سی دل شکنی کا سبب ہوسکے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسوقت غیر مسلموں کو ہر طرح کا مذہبی امن وامان اور ارکان مذہبی میں انہیں کامل آزاد کر دیا گیا تھا۔ قران حکیم نے اسی چیز کی جانب ہدایت دی تھی کہ لا اکراہ فی الدین۔ مذہب میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بڑی سخت تاکید اور ہدایت تھی کہ جنگ کی حالت میں بھی، عبادت گاہوں۔ مذہبی پیشواوں۔ کمزور عورتوں اور معصوم بچوں کو اذیت نہ دی جائے۔ تلوار کبھی اٹھائی نہ جائے جب تک تم تلوار اٹھالینے پر اپنے مخالف کی طرف سے قطعی مجبور نہ کردئے جاؤ۔ (الحدیث)۔ مذہبی مباحثوں میں۔ حق وباطل کے دلائل میں سختی۔ کرخت لہجہ۔ تیز گفتگو نہ اختیار کرو۔ نرمی۔ محبت اور خلوص کیساتھ گفتگو اور نیکی کی تلقین کرو (قرآن حکیم) اور حدیث نبوی، کمزوروں پر رحم کرو۔ بڑوں کی تعظیم کرو۔ جو ایسا

نہ کریگا وہ مجھ سے نہیں۔ تم اگر زمین والوں پر رحم و احسان کروگے آسمان والا تم پر رحم کریگا (حدیث) اب آپ اسے خود دیکھیں کہ حضور کے اس مقدس تعلیم میں اخوت محبت۔ نرمی۔ تحمل۔ رواداری کی کتنی زبردست روح چھپی ہوئی ہے۔ اور اسی تعلیم نے دنیا کو کتنا فائدہ پہنچا دیا۔ ہمارے ملک کی موجودہ افسوسناک حالت پر نگاہ ڈالی جائے تو ہمیں افسوس کیساتھ یہ کہنے دیجئے کہ مذہب کے جھوٹے مدعیوں نے خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو یا کوئی دوسرے مذہب والا۔ مذہب کے اصلی روح کو بھلا دیا ہے۔ اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کو بدظنی۔ نفرت اور غصہ کی نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں اور قدم قدم پر جنگ جدال فتنہ و فساد کے سامان مہیا ہوگئے ہیں۔ غضب تو یہ ہے کہ یہ جنگ و جدال لوگوں نے مذہب کے نام پر کرنا شروع کردیا ہے

میرے خیال میں ایک مذہب کی اس سے زیادہ توہین کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔ جو خود اس کے ماننے والوں کے ہاتھوں سے کیجا رہی ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم اور آپ اصلاح کی صحیح راہ تلاش کریں تو وہ یقینی مذہب کے ہر گوشہ دین کے ہر تعلیم کے اندر میں مل سکیگی۔ اسی حالت میں ہمیں اور بھی اپنے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زریں تعلیم کی تلاش و جستجو اور اس پر چلنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ لوگوں کے تعلقات ملک کی اصلاح و فلاح۔ باہمی رشتہ اخوت بہتر سے بہتر ہو سکے۔ اور مسلمان اور ہندو یا دوسرے مذاہب و عقیدہ والے اس ملک میں ایکبار پھر آپس میں بھائی بھائی بنکر رہیں۔ اور اپنی زندگیاں خوشگوار بنا سکیں۔

میل ملاپ کی ضرورت

فخر الدین احمد رازی آروی

طبیہ کالج۔ پٹنہ

۲۳ر اپریل سنہ ۱۹۴۱ء کو ہم بھیا صوفیکل سوسائٹی پٹنہ کے یوم النبیؐ کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ ہندو مسلمان بہنیں اور بھائی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے نہایت دلچسپی کے ساتھ پیغمبرؐ اسلام کی سوانح حیات کو سن رہے ہیں۔ اور مقررین میں بھی ہندو مسلمان بھائی تاریخ اسلام کے صحیح صحیح واقعات کو بیان کر رہے ہیں۔ جلسہ کا یہ خوشگوار منظر دیکھکر ہم نے بھی پیغمبرؐ اسلام کی رواداری کے عنوان اور مختصراً ہندو مسلم اتحاد پر لکچر دیا۔ تقریر کا بہت خوشگوار اثر پڑا۔ اور لوگوں میں واقعی میل ملاپ کا ایک سچا جذبہ پیدا ہوگیا۔ بھیا صوفیکل سوسائٹی پٹنہ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے ہندو مسلم اتحاد اور کل بانیان مذاہب کے احترام کو قائم رکھنے کے لئے ایسے پرخطر وقت میں میدان عمل میں نکل آئی ہے۔ جب

ہندوستان کے چپہ چپہ پر مذہبی عناد کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تھیاسوفیکل سوسائٹی کی شاخیں صوبہ کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا جائے۔ اور ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، بھائی کل بانیان مذاہب کی پیدائش کا یوم منائیں جس میں ہر مذہب کے لوگوں کو بکثرت شریک کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس طرح کل مذہب کے بھائی اپنے اپنے تہواروں میں دوسرے مذہب والوں کو شریک کرکے جتنا بھی ممکن ہو سکے خاطر تواضع کریں۔ اگر اس طور پر مستقل مزاجی سے کام کیا گیا تو یقیناً صوبہ بہار بلکہ ہندوستان مذہبی عناد کی مسموم فضاؤں سے بڑی حد تک بلکہ بالکل پاک ہو جائے گا۔ اور یقین مانئے کہ آج ہندوستان میں جو سیاسی اختلاف کا سیلاب بہہ رہا ہے۔ یہ میل ملاپ کی تحریک بہت جلد پائیدار طریقہ پر آپس میں سمجھوتہ کرا دے گی۔ اور اس سفید صبح کا آفتاب بہت جلد ہندوستان کی فضا پر طلوع ہو گا جس کے انتظار میں بہت سی مخلص نگاہیں بےچینی سے انتظار کر رہی ہیں۔

نوٹ:۔ ہمیں اپنے نوجوان صداقت پسند فخرالدین احمد رازی صاحب کے مضمون سے بڑی مسرت اسلئے ہوئی کہ فرقہ وارانہ اتحاد کی ضرورت سمجھنے والے عناصر نوجوانوں میں بھی موجود ہیں، ملک کو آپ ایسے سعادتمند نونہالوں کی بڑی ضرورت ہے جو ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے ہندو مسلم اور دوسرے مذاہب کے اتحاد و احترام کا حامی ہو،

پبلک کو یہ معلوم کرکے خوشی ہوگی کہ تھیاسوفیکل سوسائٹی کی شاخیں دنیا کے تمام بڑے اور مشہور شہروں میں موجود ہیں، اسی طرح سے ہندوستان میں متعدد سوسائٹیاں ہیں اور وہ سب کے سب اپنے فرائض بڑی خوشی سے انجام دے رہی ہیں، اسی طرح سے یہ سوسائٹی صوبہ بہار میں بھی تقریباً ہر شہر میں موجود ہے اور اپنا اپنا کام انجام دے رہی ہیں، پٹنہ میں صدر دفتر ہے اسلئے یہاں کے خدمات مختلف اور بہت وسیع پیمانہ پر ہیں، سوسائٹی سے جتنے خدمات ممکن ہیں کرتی رہیگی لیکن ہمیں آپ ایسے نوجوانوں سے درخواست کرنے کی جرأت ہوتی ہے کہ میل ملاپ پیدا کرانے کے لئے اپنے اپنے خدمات پیش کریں تاکہ ہمدردوں کی ایک طولانی فہرست تیار کی جا سکے اور میل ملاپ ایسوسیشن سے وقت ضرورت پر خط و کتابت ہو سکے

(اڈیٹر)

میل ملاپ ایسوسیشن کی کارگذاریاں

میل ملاپ ایسوسیشن قائم ہوئے ابھی ایک ماہ کے قریب ہوئے ہیں لیکن اسکی جد و جہد اور بیداری بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، کارکنان ایسوسیشن کی یہ کوشش ہے کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اور ملک میں امن و امان پھیلانے کے لئے جتنی بھی جائز اور امکانی کوشش ہے کی جائے، ملک کی پُر آشوب

فضا اور لوگوں کی بڑھتی ہوئی فرقہ وارانہ جہالت امن پسند انسانوں کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنی امن پسندی کو بیدار کریں اور جو فساد خواہ وہ مذہب کے نام پر ہو یا کسی اور وجہ سے نہایت متفقہ طور سے ہندو اور مسلمان یکدل اور ایک رائے ہو کر بلا کسی پاسداری کے خوبی سے دفع کر دیں اور آپس میں ایسی صلح کرا دیں کہ دونوں جماعت مثل شیر و شکر کے ایک ساتھ نہایت خوشی سے اپنی زندگی بسر کر سکیں، جتنے جھگڑے بھی پیدا ہوں وہ مقامی طور رہے وہیں کے وہیں طے پا جایا کریں اور دوسرے محلہ تک اسکی خبر نہ ہو تاکہ جھگڑالو انسان اپنی کسی خاص غرض سے اس مقامی جھگڑے کو طول نہ دیں،

میل ملاپ اسوسیشن کے صدر معظم مسٹر محمد یونس بار ایٹ لا و سابق وزیر اعظم بہار نے مظفر پور میں میل ملاپ کے جلسہ کو اپنے اثر سے نہایت کامیاب بنایا، شہر کے با اثر اور معززین کثرت سے اس جلسہ میں شریک تھے اور کافی اثر کرنے والی اور مکدر فضا کو صاف کرنے والی تقریریں ہندو اور مسلمان دونوں فرقوں کی ہوئیں، مظفر پور کی پبلک نے اپنی ہمدردی کا اظہار بڑی خوبی سے کیا جس سے ہمت بڑھتی ہے کہ یہ حضرات اس مقدس مقصد کے تحت میں اپنے علاقوں میں اچھا کام کریں گے۔

انجمن محمدیہ پٹنہ کا جلسہ سالانہ تین روزوں تک متواتر ہوتا ہے، اس جلسہ میں علمائے کرام مختلف مقامات سے آتے ہیں، انجمن بلند ہمت اشخاص کی سالانہ ہمدردی اور اعانت سے اپنے متعدد مہمانوں کے قیام، طعام و کرایہ وغیرہ کی ذمہ داری اپنے سر لیتی ہے، اور معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے کارکن نہایت خلوص اور نیک نیتی سے اس کام کو انجام دیتے ہیں، اڈیٹر میل ملاپ کی گذارش پر سکریٹری انجمن محمدیہ نے

جن لوگوں کے دلوں میں

ملک اور وطن کی محبت ہے، وہ اپنے اپنے محلہ، قصبہ اور گاؤں میں پر امن رہنے کے خیال سے میل ملاپ اسوسیشن جلد قائم کریں، ہندو مسلم اتحاد کی کوشش کریں، میل ملاپ اسوسیشن قائم کرنیکے قواعد فارم ممبری سکریٹری میل ملاپ اسوسیشن تھیاسوفیکل فیڈریشن، بانکی پور، پٹنہ سے طلب فرمائیں۔

میل ملاپ سوسیشن کے جلسہ کی طرف سے کل کارکنان
انجمن محمدیہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، اور اس
معافی کا بھی اوارہ خواستگار ہے کہ میل ملاپ سوسیشن
کو اپنے جلسہ کو وقت دینے سے اس انجمن کو اپنا جلسہ ڈھائی
بجے شب کو ختم کرنا پڑا ہمیں اسکی بھی بڑی خوشی ہے
کہ میل ملاپ کے جلسہ کے ختم ہونے کے بعد انجمن محمدیہ
کے مقررین نے بھی آپس کے اتحاد اور میل ملاپ پر
اپنی تقریروں میں زور دیا۔

میل ملاپ کا جلسہ آٹھ بجے کے بعد شروع ہوا
اس جلسہ کی صدارت مسٹر محمد یونس بار ایٹ لانے کی
مجمع تقریباً دو ہزار کے تھا جلسہ کی ابتدا پروفیسر
رضوی راجندر کالج کے جادو بیان تقریر سے
ہوئی جلسہ میں ایک جوش اتحاد و محبت وطن کا سیلاب
دکھائی دے رہا تھا، اس کے بعد مسٹر ناگیشور پرشاد
ایڈوکیٹ نے اپنی قابلانہ اور اعلیٰ اسلامی معلومات
سے جلسہ میں ایک نئی روح پھونکی، مسٹر نظام الدین
خاں بار ایٹ لانے حاضرین جلسہ کو نشیب و فراز
سمجھاتے ہوئے اتحاد وخلوص اور محبت پر زور دیا
اور یہ بتایا کہ لوگوں کا یہ غلط خیال ہے کہ ہندو مسلمانوں
کو ملک سے نکالدینگے یا مسلمان ہندوؤں کو پریشان
کرینگے، آپکی تقریر نہایت پر اثر اور مفید ثابت ہوئی،
مسٹر سی۔ وی۔ راؤ ایڈیٹر انڈین نیشن نے اپنی انگریزی
کی تقریر میں اتحاد وملت کی خوبیوں پر روشنی ڈالی۔

مسٹر جگت نارائن کی تقریر اسلامی معلومات
اور قرآن مجید کے حوالوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپنے
فرمایا کہ اسلام کے معنی ہیں امن وامان دینا اور پھیلانا
دوسری جگہ پر کلام مجید میں یہ تحریر ہے کہ خدا نے
دنیا کے کل قوموں کو ہادی بھیجا، مسلمان کل قوموں
کا احترام کریں، اسی طرح سے رامائن سے بھی آپنے
کچھ مثال دیا اور زور دیا کہ ہم لوگوں کو انسانیت
سیکھنا اور سکھانا چاہیئے جو جھگڑے بھی ہوں وہ
مذہب کے نام پر نہ ہوں اور یہ کوشش کی جائے
کہ پبلک میں غلط افواہیں نہ پھیلیں اور جو افواہ مشہور
ہو اوسکو بھول جانے کی کوشش کریں۔ موجودہ
اختلافات اور لڑائی جھگڑے ہندو اور مسلمانوں کے
چند روزہ ہیں، ہم لوگ یہیں پیدا ہوئے اور یہیں فنا ہونگے۔

آخر جلسہ میں جناب صدر نے اپنی پُر اثر
تقریر سے حاضرین کو اپنی طرف بہت زیادہ مخاطب
کرلیا، قرآن مجید کے ایات کی تلاوت اور شری
بھاگودگیتا کے اشلوک کا ورد خاصکر جذبات کو صحیح
راستہ پر ابھارنے میں بہت زیادہ معین ہوا جناب
صدر نے فرمایا کہ میں کل بہار شریف سے واپس
آیا ہوں اور وہاں کی فضا سے نہایت افسوس ہوا۔
آپ نے فرمایا کہ بہار شریف کے اسپتال میں جانے کے
بعد زیادہ افسوس اس بات کا ہوا کہ وہی ہندو اور
مسلمان جو دو ایک روز پہلے لڑ رہے تھے پھر وہ آج
ایک ساتھ پہلو بہ پہلو اسپتال میں پڑے کراہتے
ہیں۔ کاش اونہیں سمجھ ہوتی تو کبھی نہ لڑتے۔

آپنے یہ بھی فہمائش کی کہ جہاں جہاں جھگڑا
پیدا ہونے کا خطرہ ہو وہاں کے ہندو اور مسلمان

دونوں مل کر روکیں، جہاں ہندو زیادہ ہوں وہاں ہندو اور جہاں مسلمان زیادہ ہوں وہاں مسلمان فساد کو روکنا اپنا فریضہ تصور کریں، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اسلام نے صرف انسانوں کے ساتھ رحم کرنا نہیں بتایا ہے بلکہ جانوروں پر بھی رحم اور شفقت کرنے کی تعلیم دی ہے۔

اس تقریر کے بعد جلسہ صدارت کا شکریہ ادا کرنے کے بعد ختم ہوا۔

مہاتما گوتم بدھ

مسٹر عسکری حسن جعفری
ایف۔ ٹی۔ ایس

ابتدائے عالم سے ایسا ہوتا چلا آتا ہے کہ دنیا میں جب جب امن عامہ میں خرابی، سکون میں ابتری صلح وآشتی میں سوگ پڑا۔ انسانیت کا گلا بے باکی سے گھونٹا جانے لگا۔ تشویش کا دور شر وفساد کا رائج ہوا تو قدرت نے ایک ایسے انسان مکمل کو پیدا کیا جس نے اپنے عمل کے زور اور قول کے بل پر دنیا کو پھر سیدھے راستہ پر لگا دیا۔ خدا اپنی لا انتہا شفقت کو اس کے ذریعہ سے عام کر کے اپنی مخلوق کو سختی اور تکلیف کی زندگی سے نجات دلانے کے لئے بھیجتا ہے اور زندگانی دنیا کا مقصد اصلی اور آسودگی سے زندگی بسر کرنیکا طریقہ بتاتا ہے۔ اس قسم کے مثالی انسان یا خدا نما ہستی کو کوئی مہاتما (GREAT SOUL) کوئی (PROPHET) پیغمبر، کوئی رشی، منی اور اوتار کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ مہاتما بدھ بھی ایسی ہی انسانوں میں ہیں۔

مسیح سے ۸-۹ ہزار برس پہلے ہندوستان میں پتھری دور (STONE AGE) تھا اس کے بعد اور دور آتے گئے یہاں تک کہ اس ملک میں آریوں کی آمد شروع ہوئی رفتہ رفتہ یہ ملک میں پھیلتے گئے قدیم باشندوں اور ان میں لڑائیاں بھی ہوئیں اور جنگ کے بعد دونوں قومیں مل جل کر رہنے لگیں اس زمانہ میں بھی بڑی بڑی ہستیاں پیدا ہوئیں۔ نو وارد قوم (آریہ) فاتحانہ شوکت کیساتھ زندگی بسر کرنے لگے دماغوں کو لڑائی جھگڑے سے فرصت ملی تو اخلاقی و مذہبی کاموں کی طرف توجہ ہوئی علم کا پرچار فلسفہ کی اشاعت ہوئی مذہب کے قانون مرتب ہوئے۔ برہمنوں نے وید اور شاستر لکھے۔ مذہبی اصول درست کئے گئے اور انپر عمل شروع ہوا قانون عمل (LAW OF KARMA) اور آواگون (INCARNATION) وغیرہ کے اصول اسی دور کی پیداوار ہیں۔ برہمنوں کیساتھ ساتھ اور دوسری قوموں نے بھی ان اصول کی اشاعت میں حصہ لیا۔ منوجی کے قاعدہ کے مطابق ذاتوں کی تقسیم اور ورنوں کی بانٹ عمل میں آئی۔ برہمنی دور کا ستارہ ماہتاب بنکر چمکا۔ باضابطہ زندگی کا آسودہ حالی نے

رنگ جمایا۔ پھر مسیح سے چھ سو برس پہلے کا زمانہ آتے ہی آریہ ورت میں ایسے دُرویشوں کی تعداد بڑھنے لگیں جو خدا۔ مذہب اور اخلاقیات میں برہمنی نقطۂ نظر سے اختلاف رکھتے تھے۔ شہر سے دور جنگل میں پہاڑوں پر اور گھاٹیوں میں جاکر رہتے پھل اور سبزی کھاکر زندگی گذارتے اور اکثر آبادی میں آکر برہمنی مذہب پر نکتہ چینی کرتے۔ اسکے اصول کو بُرا کہتے اور کبھی مذمت تک کرنے میں باک نکرتے۔ ایسے رویہ کا جو نتیجہ ہوا کرتا ہے وہی ہوا یعنے ان دونوں جماعت میں پہلے تو ان بن ہوئی دلوں میں ایک کو دوسری کی طرف سے نفرت پیدا ہوئی۔ فضا مکدر ہوئی طبیعتوں میں بگاڑ پیدا ہوا۔ ہوا الٹی اور سکون مبدل بہ اضطراب ہوا۔ امن کی جگہ فساد نے لی۔ اطمینان پر خوف وہراس نے چھاپا مارا۔ بھروسہ بے اعتمادی سے بدلا محبت کا گلا نفرت کے ہاتھوں نے دبایا۔ خطا جوئی اور نکتہ چینی کی وبا پھیلی۔

اس پرآشوب زمانہ میں دو بڑی ہستیاں عالم وجود میں آئیں۔ ایک مہابیر جی اور دوسرے مہاتما گوتم بدھ۔ مہاتما گوتم کی ولادت ۵۵۰ سال قبل مسیح قرار دیجاتی ہے۔ نیپال کی ترائی میں شاکیہ قوم کے چھتری راج کرتے تھے۔ کپل وستو انکی راجدھانی تھی راجہ شُدّھودھن کی حکومت تھی۔ خداوند عالم نے اسی راجہ کے گھر میں ایک مہاپُرش پیدا کیا جسکا نام گوتم رکھا گیا۔ پرورش امیرانہ ٹھاٹ سے ہوئی اور تعلیم چھتری عنوان کی مگر بچپن ہی سے آپ کا رجحانِ طبیعت برہمنی (مذہبی) انداز کا تھا۔ تنہا پسند تھے غور و فکر کی عادت تھی۔ شان و شوکت، عیش و سرور کی چیزوں سے ذرا رغبت نہ تھی۔ اکثر اوقات سر جھکائے کچھ سوچا کرتے۔ دنیاوی زحمتوں اور تکلیفوں کے مناظر سے بہت جلد متاثر ہوجاتے مہاراج شُدّھودھن نے جب اپنے ہونہار لال کا یہ رنگ دیکھا تو مختلف ذرائع سے انکے خیالات کے پلٹنے کی کوشش کی مگر ان چیزوں کا اثر بھی نہ ہوا تو چھتری نسل کی ایک نہایت حسین راجکماری کیساتھ بیاہ کردیا اس حسن کی دیوی کا نام گوپا رانی تھا یہ ترکیب بھی کارگر نہوئی۔ غور و فکر دھیان اور گیان کا سلسلہ اوسی طرح قائم رہا بلکہ روز بروز اسمیں ترقی ہوتی گئی جب کسی جنازہ کو دیکھا یا کسی بوڑھے کی تکلیف زدہ حالت پر نظر پڑی تو بیچین ہوگئے۔ اس انسانی کمزوری اور مصیبت کے منظر نے دلپر ایسا اثر کیا کہ آخر ایک شب اپنی بی بی پیارے بچے محبت کرنیوالے باپ ماں اور راج پاٹ سب کو چھوڑ سکون و اطمنانِ زندگی کی حقیقت کے تلاش میں جنگل کی راہ لی دنیاوی بکھیڑوں دکھ بھری زندگی اور علایق روزگار سے دل برداشتہ ہوکر صحرا نوردی اور روحانی ریاضت کیلئے کمر باندھ لی۔ دردمندوں مصیبت زدوں کے نجات اور انسانی کمزوریوں کے دفعیہ کی تدبیریں اور علاج سوچنے لگے۔ مذہبی کتابیں پڑھیں فلسفۂ زندگی کا مطالعہ کیا، روحانی ریاضت کی مگر گوہرِ مقصود نہ ملا۔ دلجمعی حاصل نہوئی بلکہ تحقیق کی پیاس بڑھتی

ہی گئی۔ جوں جوں تشنگی ترقی کرتی گئی ریاضت اور حق کی تلاش بھی بڑھتی رہی کامل چھ سال ایسی سخت ریاضت کیا کہ غذا تک ترک کر دی پھر بھی مقصد دلی حاصل نہ ہوا آخر گیا کے پہاڑوں میں ایک جگہ درخت کے نیچے چلہ کش ہو کر بیٹھ گئے۔ یہاں کچھ عرصہ کے بعد نور حقیقت کی تجلی نظر آئی یقین کو ایمان کی روشنی نے دلکو روشن کر دیا۔ اب سمجھ میں آیا کہ صرف جپ (ذکر) اور تپ (ریاضت) میں جسم کو گھلا دینے سے کوئی بڑا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ فکر و عمل کی درستگی سے دنیاوی رنج و غم سے پیچھا چھوٹ سکتا ہے صاف دلی، خیال کی پاکیزگی۔ خدا کی تمام مخلوق کے ساتھ رحم و کرم کے برتاؤ سے نجات آخروی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس حقیقت کے انکشاف کے بعد آپ نے ۴۵ سال تک اپنے اس خیال کی تلقین و ترویج میں گذارا۔ مگدھ دیس اور اس کے آس پاس کی ریاستوں اور دیگر مقامات میں گھوم کر اس حقیقت و صداقت کی تعلیم دی اور اسکی اشاعت میں مشغول رہے۔ آپ کا مطمح نظر کسی نئے دھرم (دین) کے پھیلانے کا نہ تھا بلکہ اُسی قدیم ویدک ہندو دھرم میں جو جو کمزوریاں برہمنوں کی تنگ خیالی سے پیدا ہو گئی تھیں اونکی اصلاح مدنظر تھی۔ اس مصلح دین و ہمدرد انسانیت نے اس تن دہی سے اس کام کو کیا کہ رفتہ رفتہ پورے ہندوستان نے اس نوید امن و امان کو خوشی سے قبول کر لیا۔ آجکل جس طرح سکھ ہندو ہندوستان کے شمالی مغربی حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں اسیطرح اوس زمانہ میں بدھسٹ ہندو تمام ہندوستان پر چھائے ہوئے تھے۔ مگر عرصہ سے مذہبی حیثیت سے بدھومت ہندوستان سے گویا ناپید ہے۔ ہندوستان کے مذاہب کے اعداد و شمار کی فہرست میں جو تعداد دکھائی گئی ہے وہ ان صوبہ برما، جو جغرافیائی اور نسلی حیثیت سے ہندوستان سے ایک الگ خطہ ہے اسمیں بیس لاکھ سے کچھ کم و بیش ہے۔ ہندوستان کے باہر دوسرے ملکوں میں اسکے پیرووں کی بہت کافی تعداد ہے۔ لیکن مہاتما بودھ کا اصلاحی نظریہ جسکو اونہوں نے ویدک دھرم میں سمونا چاہا تھا کافی طور پر ہندو مذہب کے پیرووں پر اثر رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر جانوروں کی قربانی کو لیجئے۔ ویدک مذہب میں قربانی کا عام رواج تھا مہاتما بدھ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا کہ حیوان بھی خدا کی جاندار مخلوق ہیں اسکو تلف کرنے کے بجائے انپر رحم کرنا چاہیئے۔ اس مسئلہ پر انہوں نے بہت زور دیا ہے جسکا اثر ہندو مذہب پر اچھی طور سے پڑا اور اب حیوانوں کا چڑھاوا بہت کم تقریبًا نہیں کے برابر ہوتا ہے۔ اسیطرح ذات پات کا خیال نہیں کرتے ہوئے ہر مقدس آدمی کا احترام کیا جاتا ہے۔ صرف برہمن ہی قابل احترام نہیں سمجھے جاتے مہاتما بدھ کے مریدوں کا طبقہ نہایت وسیع تھا اس میں ہر ذات اور ہر قسم کے لوگ شریک تھے۔ مرد و عورت فرقہ بندی یا نسلی امتیاز کچھ نہ تھا۔

بدھ مذہب کے اصول۔ قدیم ہندو دھرم اور

بدھ مت کے اصول میں بہت کم اختلاف ہے۔ مہاتما بدھ نے نروان (نجات مکتی) پر کافی زور دیا ہے۔ پاکیزگی حاصل کرنا نفس کو لذائذ دنیا و عیش پرستی سے روکنا ہے۔ فرماتے ہیں کہ خواہش نفسانی سے باز رہنے ہی سے نروان حاصل ہو سکتا ہے اور انسان تناسخ کے جھگڑوں سے نجات پاتا ہے۔ جبتک نفس کو حرص و ہوس سے پاک نہ کیا جائے انسان آواگون کے چکر میں مبتلا رہتا ہے اور مکتی حاصل نہیں ہوتی۔ یہی حرص و ہوس، دنیا داری خواہش نفسانی انسان کو طرح طرح کی مصیبتوں میں پھنسا دیتی ہیں، رنج و صدمات کا سبب ہوتی ہیں۔ اور زندگی دوبھر معلوم ہوتی ہے۔ جبتک ان کو فنا نہ کیا جائے روح کو سکون و آرام جس کا دوسرا نام نروان ہے حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

ہستی خداوندی کے متعلق انہوں نے زیادہ تفصیل سے کوئی بات نہیں بتائی ہے ذات پات کی تفریق کو گوارہ نہیں کرتے، ویدک یگوں اور دیگر رسومات کو وقعت نہیں دیتے اہنسا (عدم تشدد) پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے، حیوانوں پر رحم کرنیکی اونکو آرام پہونچانیکی تاکید ہے۔ نجات حاصل کرنیکے لئے علاوہ نفس کشی کے حسن عمل۔ پاک نظری۔ پاک ارادہ۔ پاک باطن۔ سچ بولنا۔ درست کرداری۔ حلال اور جائز طریقہ پر روزی کمانا۔ صحیح ورزش جسمانی و روحانی، حافظہ کی درستگی۔ پاکبازی کیساتھ مراقبہ و استغراق (گیان و دھیان)، بتایا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی درستگی کی تاکید ہے۔ قول، فعل اور خیال کی پاکیزگی۔ صداقت نرم زبانی۔ ہر جاندار کیساتھ رحم و مہربانی کا برتاؤ۔ چوری، دغا بازی اور بدکاری سے بچنا۔ شکوہ اور غیبت، لالچ اور حسد اور ہر ایسی بات جس سے دوسروں کو تکلیف پہونچے یا اُن کا نقصان ہو منع کیا گیا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنا فریضہ قرار دیا ہے۔

مہاتما بودھ نے اپنی عمر کے اسّی سال میں نوع انسان کی بھلائی اور دیگر مخلوق خدا کیساتھ نرمی برتنے کی تلقین میں بسر کیا۔ اس پاک خیال کی ترویج و اشاعت میں تکلیفیں جھیلیں، در شہر بشہر، دیہات اور قصبوں کا دورہ کر کے امن و امان، سلامتی اور اطمینان کا پیغام پہونچایا جب آپ روحانی اور اخلاقی تبلیغ و تلقین کرتے ہوئے تربینی گھاٹ تاپتی اور گنڈک کے سنگم، پر کشی نگر پہونچے اور اشاعت دین میں مصروف تھے، اللہ کیطرف سے پیام وصال آپہونچا اور یہ انسانیت کا علمبردار، خلق و نیکی کا مجسمہ اپنا پیکر خاکی اوتار کر عالم قدس کی جانب توجہ کر گیا۔ مورخوں میں زمانۂ وفات کے متعلق اختلاف ہے اکثر و بیشتر کا اجماع ہے کہ ۴۸۰ء قبل مسیح ہے اور بعض کی تحقیق میں ۵۴۳ء میں واقع ہوا ہے۔ اسوقت دو ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے مگر اس محبت کا صداقت اور روحانیت کے اوتار کا نام اور اسکے روحانی برکات باقی ہیں۔ اونکا جسم عنصری فنا ہو گیا مگر پیکر روحانی اور اوس کے فیوض سے ابتک ایک عالم مستفیض ہو رہا ہے۔ سچ ہے صداقت اور بھلائی فنا نہیں ہوتی ؎

نہ سمجھو انہیں مردہ ابتک جہاں کو
بزرگوں کی روحیں سبق دے رہی ہیں

"کوئی ہے ہندو و مسلم کو جو شیر و شکر کر دے"؟

از
سید مہدی رضوی سید بی۔ اے کلاس راجندر کالج چھپرہ

وہ نظم جو بی۔ ان۔ کالج پٹنہ کے سالانہ انٹر کالج مقابلہ میں اول آئی۔ جلسہ منعقدہ ۲۹ مارچ ۱۹۴۱ء میں پڑھی گئی اور بیحد مقبول ہوئی۔ اس نظم کے صلہ میں ہندو مسلم اتحاد کپ عطیہ عالیجناب مسٹر محمد یونس بار ایٹ لا۔ سابق وزیر اعظم بہار مصنف نظم کو دیا گیا۔ (ایڈیٹر)

قیامت کی گھڑی ہے انقلابی صور بجتے ہیں
کہیں بجلی کڑکتی ہے۔ کہیں بادل گرجتے ہیں

جو رو میں خیر و شر کی لڑتی آئی ہیں وہ لڑتی ہیں
تمدن کانپتا ہے امتیں بنتی بگڑتی ہیں

پرانی سطوتوں کی بارگاہیں ہیں تنزل میں
نیا دور آ رہا ہے اب زمانہ کے تسلسل میں

وہ اٹھے مٹتے جاتے ہیں جنہیں مٹنا نہ آتا تھا
وہ بگڑے بن گئے دیکھو جنہیں بننا نہ آتا تھا

مگر ہندوستاں ہندوستاں ہندوستاں ہی ہے
زمیں اسکی نہ بدلی اور نہ بدلا آسماں ہی ہے

فرشتے ہر سحر روتے ہیں اس کی بدنصیبی پر
بھرے کنبے کی ماں ماتم کرے اپنی غریبی پر

کوئی ہے مادر بیکس کا حق پہچاننے والا؟
بہت ہیں جاننے والے کوئی ہے ماننے والا؟

کوئی ہے جو جگر کی آگ سے شب کو سحر کر دے
کوئی ہے ہندو و مسلم کو جو شیر و شکر کر دے

کوئی ہے اس نیستاں کو جو پھر گلشن بنا ڈالے؟
کوئی ہے جو خس و خاشاک کو یکسر جلا ڈالے

کوئی ہے جو نوائے عشق سے محفل کو گرما دے
کوئی ہے جو وفا کی ہوک سے سینوں کو برما دے

کوئی پھر اکبر و نانک کی روحوں کو جگا دیتا
کبیر و جائسی کے راگ پھر کوئی سنا دیتا

وہ دن بھی تھا کبھی اور آج یہ دن ہے کہ آپس میں
ہے ایسی روز افزوں پھوٹ جو آتی نہیں بس میں

یہ کیوں ہے اسکو سوچا بھی کبھی اے سوچنے والے
پڑے کیوں اپنے ہاتھوں ہم کو اپنی جان کے لالے

نظر کا زاویہ بدلا تو دل بدلے نظر بدلی
ہمارا ہی جو رخ بدلا تو شب بدلی سحر بدلی

ہمیں پھر اپنے مستقبل کے رخ کو موڑ سکتے ہیں
ہمیں اپنی بنائی سرحدوں کو توڑ سکتے ہیں

جوانو آؤ اپنی غیرتوں کو ملکے للکاریں
انہیں ڈھا دیں کھڑی ہیں آج جو نفرت کی دیواریں

ہوا کا رُخ

ہوا خلاف زمانہ کی چل رہی ہے انیس
بچاؤ آئینۂ دل غبار آتا ہے

از : مسٹر ام۔ کے۔ نواب
پٹنہ

رفتہ رفتہ ہماری آپ کی معاشرتی زندگی کا مستقبل روز بروز تاریک ہوتا جا رہا ہے۔ ادھر چند ہفتوں سے تقریباً ایک دن بھی ایسا نہیں گذرتا جب کہیں نہ کہیں سے خوانخواہ کے فرقہ دارانہ اور فرضی مذہبی جھگڑے کی اطلاع اخباروں میں نظر نہ آئے۔ اور اس پر ستم تو یہ ہے کہ ہمارے ملک کے اخبار کے بھی اڈیٹر صاحبان ایسی منحوس خبروں کو دیدہ زیب بنانے کیلئے موٹے خط میں چوکھی سرخی کے ساتھ شائع فرماتے رہتے ہیں۔

میں اپنے پیارے وطن کے سربرآوردہ لیڈروں سے دست بستہ التماس کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کے گوش حقیقت نیوش تک احمد آباد۔ کانپور ڈھاکہ۔ بہار شریف وغیرہ وغیرہ کے فسادات کی اطلاع ضرور پہونچ چکی ہوگی بلکہ انہیں سے اکثر حضرات نے اپنے دیدہ ہائے حق بیں سے وہاں کے خونی مناظر بھی ملاحظہ فرمائے ہونگے۔ لیکن کیا ان کے پراسرار سینوں کے اندر بجائے دلوں کے پتھر یا فولاد کے ٹکڑے ہیں جن پر ابتک کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنے سیاسی اختلافات کے باوجود ان آفت زدہ علاقوں میں قدم رنجہ فرماکر نفاق کے دہکتے ہوئے شعلوں کو اپنے پائے استقلال واستقامت سے یوں کچل کچل کر راکھ کر دیتے کہ انکی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چنگاری بھی آس پاس کے مقامات پر اُڑ کر نہ جا سکتی۔

مسٹر یونس بار۔ ایٹ۔ لا۔ پریسیڈنٹ میل ملاپ اسوسیشن اور ان کے ہمخیال چند تھیا صوفسٹ کی تحریک اور عملی اقدام پر چند ہندو اور مسلمان رہبروں نے بہار شریف اور اس کے گرد و نواح کا دورہ کیا۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے اب کانگریس کی ایک مقتدر ہستی معہ چند اور کارکنوں کے وہاں پہونچ گئی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے وہ اسوقت تک وہاں مقیم رہکر اپنی کوشش جاری رکھیگی جبتک وہاں کی مکدر فضا صاف نہ ہو جائے۔۔ آج کے اخبار میں مہاتما جی کی ہمدردی کا اعلان اور کچھ ہدائتیں بھی نظر سے گذریں۔۔۔ کیا اچھا ہوتا کہ ایسے موقعہ پر مسلم لیگ اور ہندو مہاسبھا کے آل انڈیا لیڈر بھی وہاں پہونچکر اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس بات کو اچھی طرح واضح کر دیتے کہ سیاسی اختلافات دنگے فساد سے طے نہیں پاتے، خود ہی کسی نہ کسی طرح کشتی کو ساحل مراد تک پہونچا دینگے۔

یاد رکھئے کہ آپ کی خطرناک حالت عالم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ بہت سے مصیبت زدہ ممالک اپنی ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں کہ آپ اپنے کو اس طلاطم سے کیونکر صحیح و سلامت پر امن طریقہ سے نکال لیجاتے ہیں۔ خدارا اب بھی اے پیر اہل وطن "ہوا کا رخ" دیکھکر اپنی کشتی کا رخ کنارے کیطرف موڑ دیں۔

ریویو

رتن ۔ کم سن لڑکے اور لڑکیوں کے لئے نہایت مفید رسالہ ہے، اس ماہانہ رسالہ میں بہترین کہانیاں اور تصویریں بچوں کو مخاطب کرنے کے لئے ہوا کرتی ہیں۔ اسکی کہانیاں بلند پایہ اور اخلاق سے بھری ہوتی ہیں۔ اسکی ماہانہ اشاعت دفتر رسالہ رتن دربار گڑھ روڈ جموں، کشمیر سے ہوتی ہے

چندہ سالانہ کا ذکر زیر ریویو رسالہ میں نہیں پایا جاتا ہے۔ ناظرین خط لکھکر دریافت فرمائیں، رسالہ میں جتنی تحریریں ہوا کرتی ہیں عموماً مشاہیر کی یا اون حضرات کی ہوا کرتی ہیں جنکو تعلیم اطفال سے خاص دلچسپی ہے۔ اس رسالہ کو ہندوستان کے تمام مدرسے اور اسکولوں کو منگانا چاہئے۔ رسالہ ہر طرح سے اچھا ہے۔ ڈبل کراون پا پیمانہ ہے، لکھائی چھپائی اور دستی تصویریں بہت خوب ہیں۔ (اڈیٹر)

ہفتہ وار جدید دلچسپ مسلم لیگ سپیشل نمبر

جدید دلچسپ اردو ہفتہ وار پرچہ ہے، اسکی اشاعت دلچسپ منزل، کنڈا پا چیٹی اسٹریٹ۔ جی۔ ٹی۔ مدراس سے ہوتی ہے۔ پرواقعی دلچسپ ہے، خاصکر اسکا مسلم لیگ اسپیشل نمبر تو سونے پر سہاگہ ہے۔ اسکی جابجا رنگین طباعت حجم اور چیدہ چیدہ مضامین نے اور بھی دلکشی پیدا کی ہے، اون اشخاص کیلئے مسلم لیگ اسپیشل اور بھی مفید اور بہترین ہے جنہیں مسلم لیگ سے خاص دلچسپی اور عقیدت ہے، مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر مدراس اس سے بہتر ادبی تحفہ نہیں پیش کرسکتا تھا، اس نمبر میں کثرت سے مشاہیر کی تصویریں علاوہ مضامین بھری ہیں، باوجود ان کل خوبیوں کے اسکی قیمت صرف فی پرچہ پانچ آنہ علاوہ محصول ہے، جن حضرات کو شوق ہو اسے ضرور منگا کر ملاحظہ فرمائیں، پرچہ کی خوبیوں کے مقابلہ میں اسکی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے۔ ادارہ میل ملاپ جدید دلچسپ کو اس عظیم الشان کامیابی پر اس گرانی کے زمانہ میں مبارکباد پیش کرتا ہے (اڈیٹر)

ہمارے سرپرست اور مضمون نگار ملاحظہ فرمائیں

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ باوجود میل ملاپ کی کھلی پالیسی کے اکثر و بیشتر مضامین نہایت بے تکے اور پست اخلاق سکھانے والے آتے ہیں اور پھر تاکیداً اڈیٹر سے امید کی جاتی ہے کہ ان مضامین کو شائع کیا جائے، صرف یہ ہی نہیں بلکہ ممکن ہو تو اڈیٹر کی طرف سے تعریفی نوٹ بھی ہو۔

اڈیٹر میل ملاپ پابند نہیں بنایا جاسکتا ہے کہ معیار سے گرے ہوئے مضامین کو شائع کیا جائے۔ رسالہ کے پڑھنے والی ہندوستان کی ماں بہنیں بھی ہیں، مضمون نگار سے یہ امید نہیں کی جاتی ہے کہ وہ بہترین ادبی مضامین لکھکر علم ادب کا مظاہرہ کریں لیکن یہ توقع ہے اور ضرور ہے کہ مضامین میل ملاپ کے مقاصد سے ملتے ہوئے ہوں اور کسی پر طعن و تشنیع نہ کی جائے اخلاق اور مذہبی رواداری کا پورا خیال کیا جائے جن اشخاص کو وطنی محبت اتحاد کا جذبہ سینہ میں ہے وہ قلم اٹھائیں اور اخلاقی یا اتحادی مضامین لکھکر اڈیٹر کو شکریہ کا موقع دیں۔ (اڈیٹر)

व्यावहारिक भाईचारा

(ले०—मौ० अली हसन, द्रोण, सारन)

यूसुफ मियाँ—हुज़ूर ! मेरी सारी जायदाद मुझसे छीन ली गई (निलाम करा ली गई)। हम लोगों के ऊपर एक फ़र्जी दफ़ा लगा कर मेरे लड़के को फांसी और मुझको सख्त क़ैद की सज़ा हुई है। मैं, ग़रीब आदमी, लाचार ! क्या करूं ? हुज़ूर की ख़िदमत में हाज़िर हुआ हूँ। अब जैसी हुज़ूर की मर्ज़ी !

मुचकुन्द शर्मा (वकील) का दिल उसकी बातों से भर आया। उन्हों ने कहा, "घबड़ाने की ज़रूरत नहीं। नक़ल लाओ ; सब ठीक हो जायगा।"

बेचारा यूसुफ़ मुश्किल से कुछ रुपये का इन्तज़ाम कर सका और नक़ल लेकर हाज़िर हुआ।

यूसुफ़-हुज़ूर, कागज़ लाया। अब जो हुकुम !

वकील—ठहरो, अभी देखता हूँ। वकील साहेब ने सब काम छोड़ कर उसका कागज़ देखा। उनको बहुत अच्छे कुछ प्वायन्ट (points) मिले। उन्होंने यूसुफ़ को समझा बुझा कर, अच्छी तरह ढाढ़स देकर विदा किया और कहा कि "तारीख़ के रोज़ आना : देखा जायगा।"

तारीख़ के दिन शर्मा जी अपना केस ख़ूब तैयार करके इजलास पर हाज़िर हुए। मुक़दमा खुला। फिर मौक़ा आने पर शर्मा जी ने ऐसा अच्छा बहस किया कि जज साहेब ख़ुश हो गये। लड़का फांसी की सज़ा से बे-दाग़ बच गया और यूसुफ़ मियाँ को सिर्फ़ २५) का जुर्माना हुआ। जुर्माना दाख़िल करने का दिन सुना दिया गया।

यूसुफ़ मियाँ, उसके लड़के और वकील साहेब सब बहुत ख़ुश हुए। यूसुफ़ मियाँ ने वकील साहेब को बहुत कुछ धन्यवाद दिया—हृदय से धन्यवाद दिया—और फिर घर को रवाना हुआ।

अब फ़िक्र लगी २५) जमा करने की। यूसुफ़ मियाँ ने बड़ी कोशिश की। अड़ोस-पड़ोस, भाई-बन्धु सब से आरज़ू की, पर कहीं से एक पैसा न मिला। अपने लड़के को नौकर रखकर कुछ रुपये लेना चाहता था; पर वह भी न मिला। इधर तारीख़ आ पहुँची।

अन्त में उसे एक तरकीब सूझी। उसके पास एक गाड़ी और उसके बैल थे। उसने गाड़ी पर जलावन लाद ली और गाड़ी हांक कर वकील साहेब के मकान के सामने आया।

यूसुफ़—हुज़ूर ! मैंने बड़ी कोशिश की, पर कहीं से रुपये का प्रबन्ध नहीं हुआ। अब यही गाड़ी बैल मेरी सारी सम्पत्ति है। आप ही कृपा कर इसे रख लें और जुर्माना चुका दें। मैं आपका सदा ऋणी बना रहूँगा।

वकील साहेब को उसकी हालत पर बहुत दया आई। उन्होंने ५) ख़ुद देकर और कुछ दोस्तों से चन्दा करके जुर्माना की रक़म दाख़िल कर दी और गाड़ी बैल के साथ उस ग़रीब को वापस किया।

यह है एक सच्ची कहानी ! इसे कहते हैं सच्ची सहानुभूति, सच्चा भाईचारा !

ज़माने की माँग

(ले०—श्री वैद्यनाथ गिरि "प्रेमी", पटना सिटी)

आज सारे विश्व में उथल-पुथल मची हुई है। अन्तर्राष्ट्रीय क्षितिज पर युद्ध के काले बादल मँडरा रहे हैं। बम बारूद और गैस की आवाजों से कानों के पर्दे फटे जा रहे हैं। किसी भी देश में, चाहे वह स्वतन्त्र हो अथवा परतन्त्र, शान्ति नहीं दिखायी पड़ती। सभी परीशान हैं। किसी को बाहर की परीशानी है, तो किसी को अन्दर की।

यही हालत भारत के रहने वाले हिन्दू और मुसलमान की भी है। ये भी लड़ने झगड़ने में पीछे रहना नहीं चाहते। आज तो ये एक दूसरे के शत्रु बने हैं। बात बात पर तकरार। यही कारण है कि क्यों आज भारत की हालत बहुत ही खराब है और उसमें इतनी ताकत नहीं कि संसार में शान्ति स्थापना के मार्ग में वह कुछ सहायता पहुँचा सके।

अतीत काल में हमलोग चाहे जितने बड़े रहे हों, आज की नाजुक हालत में उसका मूल्य नहीं के बराबर है। फिर भी वह समय दूर नहीं है जब भारत इस अत्यन्त दुःखद परिस्थिति से निकल कर नयी और अच्छी हालत में पहुँचा रहेगा। लेकिन वह खुशी का अवसर उस समय तक प्राप्त नहीं हो सकता है जब तक हम अपने भाई का खून बहाना बन्द न करेंगे।

हा! कितने दुःख की बात है कि हम इस पवित्र भारत भूमि में जन्म लेकर भारत-माता को कलङ्कित कर रहे हैं। यह तो वही भूमि है जिसको दुनिया के तमाम लोग सुख और शान्ति का केन्द्र समझते थे। लेकिन आज इस तरक्की के जमाने में हिन्दू और मुसलमान के चन्द मजहबी दीवानों ने भाई भाई में फूट, केवल फूट ही नहीं नफरत भी, पैदा कर दिया है। फूट तो हमारे घर में पाँव तोड़ कर बैठ ही गया है। फिर भी हम जा रहे हैं—उसी ओर।

आज भारत के लालों को मजहब और अन्ध-विश्वास झुलस रहे हैं। इनकी लपट सभी दिशाओं में धू धू करती हुई फैल रही है। इसका एक मात्र कारण जनता का यह न समझना है कि इन दोनों मजहबों का क्या, सभी मजहबों का, सार एक ही है और मत-भेद केवल असारपूर्ण, बाहरी बातों में है। आज केवल इन असारपूर्ण बातों पर ही अधिक जोर दिया जाता है जिसका नतीजा आज हम अपनी आखों देख रहे हैं, यानी, भ्रम तथा विद्वेष भावना की वृद्धि हो रही है।

यहाँ मैं यह जिक्र करना चाहता हूँ कि हम सब सार्वभौमिक धार्मिक एकता का प्रचार करें। हम सभी एक ही देश में एक ही जगह के अन्न, जल से पले हैं। ज़रा सोचिये तो सही! कैसी मूर्खता है! हमें तो सर्वदा यह शिक्षा मिली है कि सर्वदा एक दूसरे से प्रेम करो। दुनिया में कोई हमसे अलग नहीं है।

हम लोगों की तकलीफ़ का कारण अज्ञानता है और यह अज्ञानता इस तंग ख्याली से है कि मनुष्य मनुष्य से, राष्ट्र राष्ट्र से, पृथ्वी चन्द्रमा से और चन्द्रमा सूर्य से, सम्बन्धित नहीं है। लेकिन यह सत्य नहीं है।

आप जितना आगे बढ़ेंगे आपको पता चलेगा कि किसी चीज की तह में केवल एकता ही है। फिर हमलोग क्यों न प्रेम-पूर्वक रहें। हम क्यों न ऐसे कार्य करें जिनकी नकल दूसरे देश वाले करें। यदि हम अपना नाम अजर और अमर रखना चाहें तो हमें उसका दाम देना पड़ेगा। वह दाम है:—सार्वभौमिक धार्मिक प्रेम!

अहा! यदि हमलोग आपस में प्रेम और एकता के साथ रहें तो दुनिये का नक़शा ही बदल जाय।

कुछ पूछूं" पण्डित जी ने कहा "ज़रूर, शौक़ से पूछो।" देवी झुकीं और पण्डित जी का पांव छू कर बोलीं, "क्या हम सच्चे ब्राह्मण हैं?" पण्डित जी ने घबरा कर पूछा, "क्यों क्या किसी ने तुम्हें टोका है?" पण्डिताइन बोलीं, "नहीं, मगर एक ब्राह्मण का धार्मिक कर्त्तव्य? यही न, कि भगवान की पूजा और मनुष्य की सेवा, इनको आशीर्वाद। और जो यह न हो तो फिर किस मुंह से हम अपने को ब्राह्मण समझें?"

पण्डित जी हैरान थे कि आज यह क्या रंग है, ये कैसे सवालात हैं। बोले, "जो सच पूछती हो तो भगवान की असली पूजा संसार की ही सेवा में है।" देवी ने कहा, "और सब सेवा से अच्छी सेवा जीवों की रक्षा और प्राण को बचाना। प्राणनाथ! अगर यह भी सच है तो इतना और बताइये कि जीव किसी का हो—हिन्दू या मुसलमान का, ब्राह्मण का या शुद्र का—क्या परमात्मा ने इसमें तो कोई भेद नहीं न रखा है?"

पण्डित जी ने फिर बहुत ही तअज्जुब से पूछा, "बोलो तो, आख़िर तुम्हारा मतलब क्या है? साफ़ साफ़ कहती क्यों नहीं?" देवी ने कहा, "कहती हूं और साफ़ २ कहती हूं। महल्ला में यह जो मौलवी जी हैं, आपने सुना होगा कि उनके घर बालक पैदा हुआ है। मगर मौलवियाइन मर रही हैं। आज तीन दिन से इस बच्चे को दूध नहीं मिला है। वह तड़प २ कर और बिलख २ कर प्राण छोड़ रहा है। नाथ! अगर यह विपत्ति आप पर और हम पर आती तो बताइये, क्या हाल होता? मौलवी जी मुसलमान हैं, वह उनका धर्म है। बालक तो अभी न मुसलमान है न हिन्दू। अगर वह बिना दूध भूखा मर गया तो बताइये, हम और आप ब्राह्मण होते हुए, क्या भगवान के सामने उत्तरदायी न होंगे? मैं एक स्त्री हूँ, माता का दर्द ख़ूब जानती हूँ। मेरा बच्चा अगर इस मुसीबत में गिरफ़्तार होता और कोई मुसलमान औरत दूध पिलाने वाली होती तो क्या मैं उससे दूध न पिलवा लेती और अपने उस लाल को ज़िन्दा न रहने देती? आप ब्राह्मण हैं। आपका सब से बड़ा कर्त्तव्य है कि आप इस वक़्त मौलवी जी की मदद कीजिये और मुझको क्षमा दीजिये कि मैं इस बे-ज़ुबान बालक की अपने दूध से जान बचा लूं।"

पण्डित जी इस दर्द भरी निःस्वार्थ प्रार्थना से कांप उठे। आंखों में आंसू भरे बोले, "देवी! बेशक तुम एक सच्ची ब्राह्मणी हो! तुम स्त्री नहीं, देवी हो। जाओ, फ़ौरन जाओ। तुम नहीं जानती कि मेरे और मौलवी जी के बीच बचपन से दोस्ती है। हम दोनों साथ के खेले, साथ के रहे और एक साथ के ही पढ़े हैं। मुझको शर्म है कि मैं अबतक उनकी परेशानी से बे-ख़बर रहा और क्यों मैं अबतक इनके काम न आया। नहीं, चलो, मैं तुम्हारे साथ चल कर इनसे माफ़ी चाहूँगा। उठो, चलो, अभी चलो।"

रात का वक़्त और रात अन्धेरी। मगर सेवा भाव में ग़र्क़ दो मतवाले मौलवी जी के दरवाज़े पर पहुँचे। आवाज़ दी। देवी अन्दर ज़नाने में पहुँची। भूखा लाचार बच्चा बेहोशी की हालत में बीमार और मजबूर मां के सीने से लगा सिसकियां ले रहा था। देवी ने आगे बढ़ कर उसको अपनी गोद में ले लिया और छाती खोल दूध से लगा लिया। एक बे-ग़रज़ लेकिन मुहब्बत से भरी गोद में उसने आंखें खोल दीं, मुस्कुराया और ख़ूब जी भर कर दूध पी लिया तो सीने से लिपट कर सो गया।

यह थे मौलवी मुहम्मद बख़्श जो एक ब्राह्मणी के दूध से पले, जवान हुए, पढ़े लिखे, छपरा छोड़ पटना आबाद किये, सरकारी वकील बने। इज़्ज़त की ज़िन्दगी बसर की और इज़्ज़त के साथ ही दुनिया से कूच किया।

यह था कल का हिन्दुस्तान। क्या हम इसे फिर जल्द वापस न लायेंगे?

एक और सच्ची कहानी

(ले०—सैयद हसन आरज़ू, फुलवारी शरीफ़, पटना)

कौन है जो हिन्दुस्तानी होते हुए भी परलोक-वासी खाँ बहादुर मौलवी ख़ुदाबख्श के पवित्र नाम से कम से कम वाक़िफ़ न हो। ओरियन्टल ख़ुदाबख्श पब्लिक लाइब्रेरी उनकी न मिटने वाली ज़िन्दगी की ज़िम्मेवार है, जो चौहट्टा, बाँकीपुर में सड़क के किनारे खड़ी हर गुज़रने वाले को खाँ बहादुर की याद दिला ही देती है।

कितने ख़ुश नसीब थे मौलवी मुहम्मद बख्श जिनकी रीढ़ की हड्डी में दो लाल और दो अनमोल हीरे छिपे हुए थे—यानी, खाँ बहादुर मौलवी ख़ुदाबख्श और मौलवी अबुल हसन, चीफ़ जज, स्मॉल कौज़ कोर्ट और संस्थापक, यतीम ख़ाना इसलामिया, कलकत्ता। अच्छा, चलते चलाते मौलवी मुहम्मद बख्श, साकिन महल्ला दहियांवां, शहर छपरा, ज़िला सारण, की एक कहानी भी सुन ही लीजिये और ग़ौर कीजिये कि यही हिन्दुस्तान कल भी था और यही हिन्दुस्तानी—हिन्दू भी थे और मुसलमान भी। मगर आज ?

मौलवी मुहम्मद ख़ुदाबख्श, छपरा के महल्ला, दहियाँवाँ में सन, ५७ के सिपाही विद्रोह या ग़दर से पहले पैदा हुए। इत्तफ़ाक़ से मौलवी मुहम्मद बख्श की पैदाइश के साथ ही साथ उनकी माँ को ऐसा सख्त मर्ज़ हुआ कि नव-जात बच्चे को दूध मिलना ना-मुमकिन हो गया। धाई और दूध पिलाने वाली की तलाश हुई। मगर न कोई दूध पिलाने वाली मिली, न कोई धाई। बीमार माँ और परीशान हाल बाप की मुसीबत भगवान ही जाने। जब हर तरह कोशिशों में ना-कामयाबी हुई तो अफ़सोस के मारे बाप ने थक कर ख़ुदा ही पर भरोसा कर लिया और कलेजा थाम कर उस वक्त का ही इन्तज़ार करने लगे जब उन्हें मुहम्मद बख्श की सुनानी सुननी पड़े।

सारा घर, ख़ान्दान और बेरादरी परीशान और दुःखी और सख्त दर्द और दुःख के साथ चन्द दिनों के मेहमान मुहम्मद बख्श को भूख से तड़पते बिलबिलाते देखते, मगर इनके बस में न था कि वे उस बे-ज़ुबान की भूख और प्यास को दूर कर सकें। लेकिन क़ुदरत थी जो खड़ी मुस्कुरा रही थी और कह रही थी कि मुहम्मद बख्श दुनिया में इस लिये नहीं भेजा गया है कि दूसरे नामुरादों यानी असफल लोगों में इनका भी नाम टँक गया। वह तो दुनिया में इस लिये भेजा गया है कि हिन्दुस्तान की सच्ची शराफ़त, हिन्दुस्तान की ऐतिहासिक हमदर्दी, हिन्दुस्तान की स्वाभाविक सेवा का भाव और हिन्दुस्तान का बे-लौस प्रेम और मुहब्बत के इतिहास में अपनी जान से एक वर्क़ और बढ़ा दे, ख़ुद ज़िन्दा रहे और दूसरों को ज़िन्दा रहने का तरीक़ा बतलाये।

रात का वह वक्त जब कि संसार दिन गुज़ार कर आराम की नींद सोने अपने बिस्तरों पर बिराजने लगता है, पं० विशेश्वर दयाल जी, जो महल्ला दहियाँवाँ के ख़ुशहाल ज़मींदार ब्राह्मण थे, सोने की तैयारी कर रहे थे। इतने में एकाएक उनकी स्त्री उनके सामने आकर खड़ी हो गई। पण्डित जी ने पूछा, "क्या कुछ कहना है ?" पण्डिताइन ने गर्दन झुका कर कहा, "क्षमा हो तो

Dowell) का "जल कुमुदनी के प्रति" नामक गाना बिठोव्हुन (Beethoven) के किसी तराने से पूर्णता में एकदम कम नहीं, हालाँकि इनमें से एक एक छोटे रत्न की नाईं है और दूसरा अनेकानेक रंग बिरंग के रत्नों की झाड़ की नाईं है।

इसी तरह हमारा कलापूर्ण होना इसपर निर्भर नहीं है कि हमारा विचार अथवा भाव अथवा कार्य कितना बड़ा है, बल्कि इसपर कि उसका गुण कैसा है। एक महान् आत्मा के महान् प्रेम और छोटे बच्चे के छोटे प्रेम के बीच तुलना की कोई बात नहीं। फिर भी दोनों के प्रेम पूर्ण हैं। इसी सत्य को एक आयरिश सन्त ने इस प्रकार प्रगट किया था: "सच्चा प्रेम पहाड़ी सोते की नाईं है। हो सकता है कि इस में बहुत गहराई न हो, लेकिन वह गहराई काफी है जो सूर्य, चन्द्रमा और तारों को अपने अन्दर स्थान दे सके।"

"जो सूर्य, चन्द्रमा और तारों को अपने अन्दर स्थान दे सके"—इसी के अन्दर हमारे अस्तित्व का रहस्य छिपा है। दर्जनों गुणों की कमी हमारे अन्दर हो सकती है, लेकिन फिर भी हमारे अन्दर कोई न कोई गुण ऐसा मौजूद रहता है, जिसे अगर हम प्रगट होने का मौक़ा दें तो वह पूर्णता के रूप में झलक पड़े। हो सकता है कि सारी ज़िन्दगी में सिर्फ एक बार ऐसी झलक प्रगट हो और फिर कभी नहीं। लेकिन उसी झलक के समय आत्मा कलाकार के रूप में प्रगट होती है। इससे बढ़कर आनन्द और उमंग दिलाने वाला दूसरा कोई रहस्य हो नहीं सकता कि पतित से पतित आदमी को भी अगर मौक़ा मिले तो उसके अन्दर ऊँचे से ऊँचे दर्जे की सज्जनता की झलक प्रगट हो सकती है।

सभी मनुष्य, सभी स्त्री-पुरुष, जो जान बूझ कर किसी धर्म या कर्त्तव्य या आत्म-त्याग के अनुसार चलने की कोशिश कर रहे हैं, उनके अन्दर ज़िन्दगी में पूर्णता की झलक प्रगट होने का अवसर सिर्फ एक बार नहीं, बल्कि कई बार आता है। पूर्ण प्रेम अथवा कोमलता का कोई विचार, जो मन ही मन प्रगट हुआ हो; त्याग का कोई छोटा से छोटा काम; अपने को पवित्र तथा सुजन बनाने की कोशिश, जिसे किसी ने देखी तक न हो—ये सभी ऐसे मौके हैं जब हमारे अन्दर निवास करने वाला कलाकार इस बात की इत्तला देता है कि उसने संसार-जैसा-कि-यह-होने-वाला-है को दे रहा है। हो सकता है कि आगे चलकर वह मूर्त्तिकार, रंगसाज़ या गवैया या दूसरे किसी क़िस्म का कलाकार न बन सके जैसा कि संसार में कलाकार लोग समझे जाते हैं। लेकिन एक बार भी जब उसने अपने को कलाकार की हैसियत से प्रगट कर लिया, तो शुरू में कुछ रचना करने या प्रगट करने की उसकी योग्यता चाहे कितनी ही कम क्यों न हो, लेकिन फिर भी वह सदा के लिये कलाकार बना रहता है। संसार-जैसा-कि-यह होने-वाला-है की झलक एक बार भी देख लेने अथवा उसके साथ एक बार भी संसर्ग होने का मतलब है उसके अस्तित्व अथवा उसके स्वरूप को कभी आइन्दे न भूलना।

"न बिलकुल अचेतनता की दशा में और न बिलकुल नंगी हालत में, बल्कि ज्योति के चलते हुए बादलों की नाईं हम ईश्वर के यहाँ से आते हैं, जो हमारा घर है।" वह हमारा घर हमारी कल्पना-शक्ति को हमेशा अपनी ओर खींचता रहता रहता है। सच्चा आनन्द उसी को प्राप्त होता है जो अपनी कल्पना-शक्ति के ज़रिये-संसार-जैसा-कि यह-होने-वाला-है के अन्दर पाँव रखता है।

है और होने वाला है

(२) पूर्ण विचार, भाव अथवा कार्य द्वारा संसर्ग

(मू० ले०—मि० सी० जिनराजदास, एम० ए०)

हम कैसे जान सकते हैं कि हमारे अन्दर कलाकार मौजूद है? इसके लिये यह साफ़ २ जानना जरूरी है कि कलाकार का लक्षण क्या है। हम ऊपर देख चुके हैं कि कलाकार, जिसने कला को ही अपने जीवन का मुख्य पेशा बना रखा है, वह संसार-जैसा-कि-यह-होने-वाला-है के बयान करने की कोशिश में लगा रहता है। इस कोशिश में वह जरूर ही किसी पूर्णता के आदर्श को उतारने की फ़िक्र में रहता है। वह उस पूर्णता का बयान भले ही स्पष्ट शब्दों में न कर सके, लेकिन हर कलाकार जानता है कि उसकी कला में पूर्णता है और जो कुछ कामयाबी उसने हासिल की है वह उस पूर्णता के लक्ष्य से कम है।

इसी पूर्णता के स्वप्न का बयान कलाकार बर्न जोन्स (Burn Jones) ने इस प्रकार किया है:—"किसी तस्वीर से मेरा मतलब किसी ऐसी चीज़ के सुन्दर और दिलचस्प स्वप्न से है, जो न कभी थी, न आइन्दे कभी होगी; जो ऐसी ज्योति में हो, जिसकी चमक कभी दिखाई न पड़ी हो; जो ऐसे स्थान में हो, जिसे न कोई बयान कर सके न याद रख सके, लेकिन जिसकी सिर्फ़ अभिलाषा हो सकती हो; और जिसके रूप ईश्वरीय सौन्दर्य से पूर्ण हों—तब मैं ब्रिनहिल्ड (Brynhild) के जागने के साथ जागता हूँ।"

मूर्त्तिकार रोडिन (Rodin) दूसरे शब्दों में पूर्णता का बयान करता है और इसे वह एक अलभ्य वस्तु बतलाता है जिसे कलाकार हासिल करने की कोशिश करता है। उसके कला-भवन में एक बार उसके एक विद्यार्थी ने कहा: "अगर मैं मरने के क़ब्ल कमाल की कोई चीज़ बना सका, तो मैं ख़ुशी के साथ मरूँगा।" लेकिन रोडिन ने जवाब दिया: "नहीं, नहीं; उससे तुम ख़ुश नहीं हो सकोगे, क्योंकि उस हालत में भी तुम्हें शुबहा बना रहेगा। शुबहा हमेशा बना रहता है, हमेशा!"

यह पूर्णता, यह संसार-जैसा-कि-यह-होने-वाला-है, हम लोगों के दैनिक कार्य-क्षेत्र के संसार से कुछ इतनी दूर नहीं है कि हमें इसकी झलक न मिल सके अथवा इससे संसर्ग न हो सके। जब हम किसी सूरत से कोई कारवाई ऐसी करते हैं जो पूर्ण हो, तो हमें यह संसर्ग प्राप्त होता है। कारवाई करने से मतलब मन द्वारा सोचने, हृदय में भाव लाने अथवा शरीर द्वारा कार्य करने से है। अगर किसी विचार या भाव या कार्य में हम किसी पूर्ण विचार या पूर्ण भाव या पूर्ण कार्य का समावेश करने में समर्थ हो सकें, तो उस समय हम कलाकार बन जाते हैं।

हमें यहाँ स्मरण रखना चाहिये कि कला का हाल फूलों के जैसा है। फूल रंग विरंग के होते हैं—कुछ छोटे, कुछ बड़े; कुछ प्राकृत रूप में, कुछ उपजाये हुए, जैसे गुलाब, कमल, आदि। लेकिन छोटे से छोटे प्राकृत फूल के अन्दर भी सौन्दर्य की पूर्णता अत्यन्त सुन्दर गुलाब के सौन्दर्य से किसी दर्जे कम नहीं होती है। मैक डावेल (Mac

है। यह एक ऐसी समस्या है जिसे खूब अच्छी तरह से गौर कर के हल करना बहुत जरूरी है।

असल बात तो यह है कि हर तरह के झगड़े तक़रार रहते हुए भी असल में हिन्दुओं और मुसलमानों के बीच बहुत कम तफ़रक़ा है। हिन्दुस्तान की आबादी के सैकड़े नब्बे की जिन्दगी में भिन्न २ तरह की मजदूरियों और पेशों का सिलसिला इस तरह से मिला-जुला है कि यह बिल्कुल असम्भव है कि हिन्दू और मुसलमान आपस में बराबर लड़ते झगड़ते रहें। अगर हिन्दू काश्तकार तरकारियाँ उपजाते हैं तो मुसलमान कुँजड़े उसे बेचते हैं। अगर हिन्दू रैयत या हिन्दू बनिया रूई बेचते हैं, तो मुसलमान जुलाहे उसको बुनते हैं और मुसलमान धुनियाँ और मुसलमान दर्जी रजाई तैयार करते हैं। हिन्दू मोची जूते और चमड़े की दूसरी चीजें तैयार करते हैं और मुसलमान दूकानदार उन्हें बेचते हैं। मुसलमान दर्जी कुर्ता तैयार करता है और हिन्दू उसे पहनता है।

जिन्दगी की हर हालत में ऐसा ही खिलत-मिलत मौजूद है, यहाँ तक कि एक फ़िरक़े के मजहबी त्यौहारों में भी दूसरे फ़िरक़े वालों की मदद की जरूरत पड़ती है। इस तरह इन दोनों जातियों के लोग अगल-बगल एक साथ रहते आये हैं और बात २ में एक दूसरे से मदद लेते रहे हैं। हाँ, उनके मजहबी तरीक़े जरूर अलग २ रहे हैं; लेकिन इन तफ़रक़ों की वजह से उनके सामाजिक मेल-जोल तथा पेशों आदि के सिलसिले में उनके भाई-चारे के भाव में कभी कोई फ़र्क़ नहीं आया।

असल तरद्दुद हमारे साथ यह है कि हम नहीं चाहते कि कोई भाई हमारे साथ हिस्सादार बन सके। अगर हम बड़े भाई हैं तो हमें डर है कि हमारे बाद जो आयेंगे वे हम से बराबरी का दावा करेंगे। अगर हम छोटे हैं तो हमें अपने से बड़ों का रोब गवारा नहीं करना चाहते। इसका नतीजा यह है कि जहाँ हमें भाई भाई बनकर एक साथ रहना चाहिये, वहाँ खौफ़ और डाह की वजह से हम एक दूसरे से अलग हटे जा रहे हैं और एक दूसरे को खूंख्वार देवों की शक्ल में देखते हैं।

हमारी हालत उस आदमी जैसी है जो एक रोज सुबह को कुहेसा के बीच एक पहाड़ पर चढ़ रहा था! उसने दूर से चोटी पर कुछ चीज देखी, जो उसे एक देव की शक्ल में मालूम हुई। जब वह कुछ नजदीक पहुँचा तो मालूम हुआ कि वह कोई आदमी है, और जब चोटी पर पहुँच गया तो उसने देखा कि वह उसका अपना भाई था। इसी तरह अगर हम भी खुद-गर्जी और पछताप की वजह से एक दूसरे से खौफ खाना और अलग हटना छोड़ दें और एक दूसरे के नजदीक पहुँचे तो हम देखेंगे कि वह जरूर हमारा अपना भाई है।

देखिये, आज से सिर्फ़ चालीस वर्ष पहिले हमारे प्रान्त की क्या हालत थी। किसी क़िस्म का साम्प्रदायिक तफ़रक़ा यहाँ देखने में नहीं आता था। लेबास-पोशाक, त्योहार-तक़रीब, रहन-सहन, बोल-चाल, वग़ैरह किसी बात में हिन्दू और मुसलमान शरीफ़ों में कुछ फ़र्क़ नहीं था।

इतना ही नहीं। पहले भी यहाँ हिन्दुओं और मुसलमानों की संख्या कम थी। लेकिन हिन्दू मुसलमान एक दूसरे पर ऐसा विश्वास रखते थे कि अक्सर मौक़े पर ऐसा होता था कि चुनाव के मामले में हिन्दुओं के वोट के बल पर मुसलमान उम्मीदवार जीत जाते थे और हिन्दू हार जाते थे। यह कोई बनावटी बात नहीं, सच्ची घटना है।

मैं तो फिर भी अपने हिन्दू मुसलमान भाइयों से अर्ज करूंगा कि निराशा और अविश्वास छोड़ कर फिर मेल-मिलाप के काम में लग जायें और हम देखेंगे कि वह पुराना दिन कितनी जल्द फिर हमारे सामने आ जाता है।

हिन्दू मुसलमान दोनों एक हैं

(ले०—मि० एम० यूनुस, बार-ऐट-लॉ, भूतपूर्व प्रधान मन्त्री, बिहार)

ता० १३ अप्रैल, ४१ को हजारीबाग में मेल-मिलाप कान्फ्रेन्स के सभापति की हैसियत से दिये हुये भाषण का सारांश।—सम्पादक।

गत वर्ष मैं ने क़ुरान पाक और भगवद्गीता से आयत और श्लोक देकर यह दिखलाने की कोशिश की थी कि ये दोनों धर्म एकता और इन्साफ़ पर जोर देते हैं। इस वर्ष मैं कुछ सीधे सादे शब्दों में यह दिखलाना चाहता हूँ कि मेल के फ़ायदे क्या २ हैं। असल में ये फ़ायदे किसी से छिपे नहीं हैं। इसलिये मैं साफ़ तौर से कुछ ऐसी व्यावहारिक योजनाएँ आपके सामने पेश करने की कोशिश करूँगा, जिनके ज़रिये हम उन बैर फूट और विरोध की शक्तियों का मुक़ाबला कर सकते हैं जो हमें आज एक दूसरे से अलग कर रही हैं।

आज सारी दुनिया के अन्दर घोर ना-इत्तफ़ाक़ी और लड़ाई छिड़ी हुई है। कोई देश चैन से नहीं। हिन्दुस्तान के अन्दर जो हम साम्प्रदायिक मनोमालिन्य तथा उलझन देखते हैं इसे उसी संसार-व्यापी उलझन का एक हिस्सा कह सकते हैं। मेल-मिलाप ही एक ऐसी चीज़ है जो असल में इस उलझन को सुलझाने में समर्थ हो सकती है।

आज एक बात का साफ़ २ समझना बहुत मुश्किल हो रहा है। वह यह है कि आज की सख्त उलझनों में ही उनके सुलझाने की कुंजी भी छिपी है, आज के सारे झगड़े तकरारों के पीछे मेल-मिलाप का सुन्दर शुभ संवाद भी छिपा है। बात असल यह है कि इस बात का साफ़ २ जानना और देखना जरूरी है कि आज जो दुनिया इस क़दर ग़लत रास्ते की ओर झुकी हुई नज़र आती है उसका ख़ास कारण यह है कि दुनिया की तरफ़ लोगों के भाव तथा विचार ग़लत रास्ते पर हैं। हम दूसरों की ग़लती निकालने में तो बड़े चाव से लगे रहते हैं, लेकिन हम बहुधा यह नहीं समझते कि इनमें से बहुत सी ग़लतियाँ ऐसी हैं जो हमारे अन्दर भी मौजूद है, जो सारी मनुष्य जाति के अन्दर मौजूद हैं। जब हम निष्पक्ष भाव से ऐसा देखने लगेंगे तो हमें साफ़ २ ज़ाहिर हो जायगा कि इन सारी कमज़ोरियों के पीछे मेल-मिलाप की एक बड़ी ताक़त काम कर रही है। ज़रूरत है कुछ अधिक उदारता तथा कुछ अधिक प्रेम दिखलाने की और इस बात पर कुछ अधिक विश्वास प्रगट करने की कि हर आदमी के अन्दर भलाई का अंश मौजूद है। अफ़सोस कि आज स्वार्थ और पक्षपात की वजह से उन अच्छाइयों पर सख्त परदा पड़ा हुआ है।

हिन्दुस्तान के बारे में ऐसा कहना एक फ़ैशन बन गया है कि जबतक हिन्दू-मुस्लिम समस्या हल न होगी तबतक हिन्दुस्तानी एक क़ौम न बन सकेंगे। मैंने एक बड़े महापुरुष को ऐसा कहते सुना है कि यह बिल्कुल सत्य है कि हिन्दुस्तान में विदेशी राज्य क़ायम रखने के लिये साम्प्रदायिक तफ़रक़ों को जारी रखना महज़ ज़रूरी है। और यह भी बिलकुल सही है कि हिन्दुस्तान जैसे महान् जन संख्या वाले देश के ऊपर विदेशी राज्य के रहते न तो हिन्दुस्तान के अन्दर साम्प्रदायिक मेल-जोल हो सकता है, न संसार में शान्ति स्थापित हो सकती

पर ठीक हैं, और सभी उसी एक ख़ुदा के पास पहुँचाने वाले हैं।

सूरा २, आयत १७७—" धर्म इसमें नहीं है कि तुम अपना चेहरा पूरब की तरफ़ करो या पच्छिम की तरफ़; बल्कि धर्म इसमें है कि ख़ुदा में और आख़िरत के दिन में और फ़िरिश्तों में और किताब में और पैग़म्बरों में विश्वास करना चाहिये; और ख़ुदा के नाम पर अपने रिश्तेदारों को, यतीमों को, मुहताजों को, मुसाफ़िरों को, भिक्षा माँगने वालों को और क़ैद से छुड़ाने के लिये क़ैदियों को धन या रुपये देना चाहिये; बराबर नमाज़ पढ़ना चाहिये या प्रार्थना करना चाहिये और ख़ैरात देना चाहिये। वे भी धर्म के रास्ते पर हैं जो कोई क़ौल क़रार कर लेने पर अपने वादे को पूरा करते हैं और जो मुसीबत, सख़्ती और लड़ाई के वक़्त सब्र से काम लेते हैं। ये ही वे लोग हैं जो अपने तईं सच्चे होते हैं और जो बुराई से परहेज़ करते हैं।" मज़हब की असली रूह को किस ख़ूबी के साथ यहाँ खोल कर दिखलाया गया है।

सूरा २, आयत २५६—" मज़हब में कोई ज़बरदस्ती नहीं......।"

सूरा २, आयत २८५—"पैग़म्बर उसमें विश्वास करता है जो उसके मालिक की तरफ़ से उसके पास उतरा है, और उसी तरह से ईमानदार लोग भी विश्वास करते हैं। वे सभी ईश्वर में और उसके फ़िरिश्तों में और उसकी किताबों में और उसके पैग़म्बरों में विश्वास करते हैं। हम उनके पैग़म्बरों में से किसी के बीच कुछ फ़र्क़ नहीं रखते हैं। और वे कहते हैं; हम सुनते हैं और फ़रमाबरदारी करते हैं। ऐ हमारे मालिक! हम तेरी माफ़ी चाहते हैं और तेरे ही पास अन्त में पहुँचना है।"

सूरा ३, आयत १८—" ख़ुदा के नज़दीक मज़हब इसलाम है; और जिन लोगों के पास किताब उतरी थी उनमें कोई तफ़रक़ा नहीं था, लेकिन इल्म हासिल होने के बाद हसद की वजह से उनके अन्दर तफ़रक़ा पैदा हो गया। और जो कोई ख़ुदा से उतरी हुई बातों में विश्वास नहीं करता है, तो ज़रूर ही ख़ुदा हिसाब करने में बहुत पक्का है।" इस आयत से ज़ाहिर होगा कि यहाँ " इसलाम " से मतलब सिर्फ़ क़ुरान के मज़हब से नहीं, बल्कि सभी मज़हबों से है।

सूरा ४, आयत १३६—" ऐ तुम जो विश्वास करते हो, ख़ुदा और उसके रसूल पर विश्वास करो और उस किताब पर विश्वास करो जो उसके रसूल पर उतरी है और उस किताब पर जो उसके पहले उतरी थी; और जो कोई ख़ुदा और उसके फ़िरिश्तों में और उसकी किताबों और उसके रसूलों में और आख़िरी या क़ेयामत के दिन में विश्वास नहीं करता है, वह सख़्त भूल में पड़ कर दूर तक भटकता है।"

सूरा ४, आयत १५०-२—" जो ख़ुदा और उसके नबियों में विश्वास नहीं करते हैं और जो ख़ुदा और उसके नबियों में फ़र्क़ करते हैं और कहते हैं कि ' हम चन्द में विश्वास करते हैं और दूसरों में विश्वास नहीं करते ', और बीच का कोई रास्ता पकड़ना चाहते हैं।

" ये ही असल में बे ईमान हैं; और हमने बे ईमानों के लिये शर्मनाक सज़ा तैयार कर रक्खी है।"

" और जो ख़ुदा और उसके नबियों में विश्वास करते हैं और उनमें से किसी में कुछ फ़र्क़ नहीं करते—ख़ुदा उन्हें मुनासिब इनाम देगा; और ख़ुदा क्षमाशील और दयालु है।"

क़ुरान के मुताबिक़ मज़हबी मेल-जोल

(ले०—श्री "लाला जी")

नीचे क़ुरान के कुछ सूरे और आयतों का हवाला देकर कुछ तरजुमे दिये जाते हैं, जिनसे यह अच्छी तरह पता चलेगा कि क़ुरान के हिदायतों के मुताबिक़ मुसलमानों का दूसरे मज़हब वालों के साथ, या एक मज़हब का दूसरे मज़हब के साथ क्या सरोकार है और होना चाहिये।

सूरा २, आयत २—४—" इस में कोई सन्देह नहीं कि यह किताब (यानी क़ुरान) उन लोगों को राह दिखलाने के लिये है......जो उन में विश्वास करते हैं जो तेरे ज़रिये ज़ाहिर हुआ है और उस में जो तेरे पहले ज़ाहिर हुआ था......।" इस से साफ़ ज़ाहिर होता है कि हर मुसलमान या हर मज़हबी आदमी के लिये यह लाज़मी है कि वह अपनी मज़हबी किताब के साथ उस से पहले उतरी हुई दूसरी सभी मज़हबी किताबों पर भी ईमान लाये या विश्वास करे। यह क़ुरान की कैसी उदार शिक्षा है! इसके मुताबिक़ अमल करने का ज़रूरी नतीजा यह होगा कि कोई मज़हबी आदमी किसी दूसरे मज़हब की किताब की हरगिज़ शिकायत नहीं करेगा। बल्कि अपनी किताब की नाईं उसकी इज्ज़त करना और उसको मानना अपना ज़रूरी फ़र्ज़ समझेगा।

सूरा २, आयत ११५—" और पूरब और पच्छिम, दोनों ख़ुदा ही है; इस लिये चाहे तुम जिधर अपना रुख फेरो, उधर ही ख़ुदा का मक़सद मौजूद है।" ख़ुलासा यह कि मज़हब का असली तअल्लुक़ दिल से है, बाहरी बातों से नहीं।

सूरा २, आयत ११६—" कहाँ, हम ख़ुदा पर विश्वास करते हैं और उस में जो हम लोगों के पास उतरा है और उसमें जो इब्राहीम और इसमाईल और इसहाक़ और याक़ूब और दूसरी क़ौमों के पास उतरा था और उसमें जो मूसा और ईसा को दिया गया था और उसमें जो उनके मालिक की ओर से दूसरे पैग़म्बरों को दिया गया था। हम उन में से किसी में कुछ फ़र्क़ नहीं करते और हम ख़ुदा की बन्दगी क़बूल करते हैं।"

सूरा २, आयत १४४—" बेशक हम तुझे स्वर्ग या ऊपर की ओर मुँह फेरते हुये देखते हैं और हम ज़रूर ही तुझे एक ऐसे क़िबला का मालिक बनायेंगे जिसे तू पसन्द करता है......।" क़िबला से मतलब उस दिशा से है जिधर मुंह करके ख़ुदा की इबादत या प्रार्थना की जाती है।

सूरा २, आयत १४५—" और अगर तू उन लोगों को जिनके पास किताब उतरी है कोई भी चिन्ह दिखलावो, तौभी वे तेरे क़िबला के मुताबिक़ नहीं चलेंगे; न तू उनके क़िबला के मुताबिक़ चल सकता है और न वे एक दूसरे के क़िबला के मुताबिक़ चल सकते हैं। अगर तू उस इल्म के बाद जो तुझे हासिल हुई है उनके ख़्वाहिशों के मुताबिक़ चले तो तू बे-इनसाफ़ों में से होगा।"

इस से साफ़ ज़ाहिर होता है कि हर जमात के लिये ख़ुदा ने दूसरे २ क़िबले क़ायम किये हैं। यानी हर जमात का रास्ता ख़ुदा के पास पहुँचने का ख़ुदा की मर्ज़ी से ही अलग २ है। इस लिये हर जमात को अपने ख़ास रास्ते से चलना चाहिये और दूसरों को भी उनके अपने २ रास्ते पर चलने देना चाहिये, क्योंकि सभी रास्ते अपनी २ जगह

इन श्लोकों से साफ़ २ मालूम होता है कि कैसे ईश्वर या खुदा हर किसी के अन्दर, ज़र्रे २ के अन्दर, मौजूद है। उसी का नूर, उसी का जलवा, हर जगह झलक रहा है। अफ़सोस कि हम उसे देख नहीं पाते। बात यह है कि हम इन बाहरी आँखों से उस नूर की चमक नहीं देख सकते। इस के लिये दिल की आँखों को खोलना बहुत ज़रूरी है। देखिये एक सूफ़ी भक्त अपने हृदय के उमंग में किस तरह गाता है :—

के ब चश्माने-दिल मबीं जुज़ दोस्त।
हर चे बीनी बदाँ के मज़हर ऊस्त॥

अर्थात्, "अपने दिल की आँखों से सिवाय दोस्त, यानी खुदा के और कुछ न देख। जो कुछ तू देखता है वह उसी का मज़हर यानी स्वरूप है।"

फिर बाहर के भेद-भाव से ऐसा नहीं समझना चाहिये कि भिन्न २ प्राणियों के अन्दर ईश्वर का जो अंश है, उसमें किसी सूरत से कुछ कमी-बेशी है। देखिये, इस सिलसिले में गीता के अन्दर क्या कहा गया है—

समं सर्वेषु भूतेषु तिष्ठन्तं परमेश्वरम्।
विनश्यत्स्वविनश्यन्तं यः पश्यति स पश्यति॥
—गीता, अ० १३, श्लो० २८।

अर्थात्, "परमेश्वर सभी प्राणियों के अन्दर समभाव से अथवा एक भाव में बैठा है, नाश होने वाले के अन्दर अविनाशी रूप से मौजूद है—जो ऐसा देखता है, वही (ठीक से) देखता है।"

फिर देखिये :—

समोऽहं सर्वभूतेषु न मे द्वेष्योऽस्ति न प्रियः।
ये भजन्ति तु मां भक्त्या मयि ते तेषु चाप्यहम्॥
—गीता, अ० ९, श्लो० २९।

अर्थात्, "मैं सभी प्राणियों के लिये बराबर हूं। न कोई मेरे नज़दीक घृणित है, न प्यारा। हाँ, वे जो भक्ति के साथ मेरा भजन करते हैं, वे मुझ में हैं और मैं भी उनमें हूं।"

तब यह सवाल उठता है कि क्या उस एकता का ज्ञान हासिल किया जा सकता है? इस सम्बन्ध में गीता का जोरदार जवाब है—"हाँ"। कैसे? सुनिये :—

सर्वभूतस्थमात्मानं सर्वभूतानि चात्मनि।
ईक्षते योगयुक्तात्मा सर्वत्र समदर्शनः॥
—गीता, अ० ६, श्लो० २९।

अर्थात्, "योग से युक्त आत्मा सभी प्राणियों में आत्मा यानी अपने को और आत्मा यानी अपने अन्दर सभी प्राणियों को देखती है। वह मनुष्य सर्वत्र एक भाव से देखता है।"

विद्याविनयसम्पन्ने ब्राह्मणे गवि हस्तिनि।
शुनि चैव श्वपाके च पण्डिताः समदर्शिनः॥
—गीता, अ० ५, श्लो० १८।

अर्थात्, "पण्डित लोग विद्या तथा विनय से सुशोभित ब्राह्मण को, गाय को, हाथी को और कुत्ते तथा चण्डाल को भी एक भाव से देखते हैं।"

यो मां पश्यति सर्वत्र सर्वं च मयि पश्यति।
तस्याहं न प्रणश्यामि स च मे न प्रणश्यति॥
—गीता, अ० ६, श्लो० ३०।

अर्थात्, "जो मुझको हर जगह देखता है और मेरे अन्दर हर चीज़ को देखता है, उसे मैं कभी नहीं छोड़ सकता और न वह मुझे कभी छोड़ सकता है।"

यह है धार्मिक एकता का आदर्श। जो शिक्षा यहाँ गीता में दी गई है वही शिक्षा और सभी मज़हबी किताबों के अन्दर भी मौजूद है। आज की साम्प्रदायिक उलझनों को सुलझाने के लिये इन अमूल्य उपदेशों की ओर नज़र फेरना और उन पर अमल करना महज़ ज़रूरी है।

गीता के अनुसार सबों की एकता

(ले०—"मौलवी साहब")

कैसे अफ़सोस की बात है कि आज हमारे लिये हिन्दू मुसलमान की एकता एक विकट समस्या बन गई है। समय आज इस दुनिया की सभी क़ौमों को, सारी मनुष्य जाति को, एकता का पाठ सिखाने पर तुला है। साधारण तौर से हमारे लिये यह एक दूर की समस्या जान पड़ती है। लेकिन अगर हम अपनी मज़हबी किताबों पर नज़र डालें, तो हमें साफ़ ज़ाहिर होगा कि वहां हमें सारी मख़लूक़ात, यानी सभी प्राणियों, की एकता का सबक़ सिखलाया गया है। क्या हम उन पर ध्यान न देंगे?

अच्छा, इस सिलसिले में श्रीमद्‌भगवद् गीता के कुछ श्लोक सुनिये—

अहमात्मा गुडाकेश सर्वभूताशयस्थितः।
अहमादिश्च मध्यं च भूतानामन्त एव च॥
—श्रीमद्‌भगवद् गीता, अ० १०, श्लो० २०।

अर्थात्, "हे गुडाकेश! सभी प्राणियों के हृदय में बैठी हुई आत्मा मैं ही हूँ। मैं ही सभी प्राणियों का आदि, मध्य और अन्त भी हूँ।"

ईश्वरः सर्वभूतानां हृद्देशेऽर्जुन तिष्ठति।
—गीता, अ० १८, श्लो० ६१।

अर्थात्, "हे अर्जुन! ईश्वर सभी प्राणियों के हृदय में निवास करता है।" नोट करना चाहिये कि यहां हिन्दू, मुसलमान, पारसी, ईसाई, आदि, का कोई भेद नहीं। मनुष्यों की कौन कहे, पशु-पक्षी, वृक्ष-लता, कंकड़-पत्थर, आदि, जितनी चीज़ें हैं, सबों के अन्दर ईश्वर या ख़ुदा एक भाव से बैठा हुआ है।

फिर सुनिये:—

अथवा बहुनैतेन किं ज्ञातेन तवार्जुन।
विष्टभ्याहमिदं कृत्स्नमेकांशेन स्थितो जगत्।
—गीता, अ० १०, श्लो० ४२।

अर्थात्, "हे अर्जुन! इन सारी विभूतियों के विस्तार के ज्ञान से तुझे क्या होगा? इस सारे जगत या विश्व को अपने एक अंश द्वारा वेष्ठित कर, यानी, ढक कर, मैं स्थित हूँ।"

मया ततमिदं सर्वं जगदव्यक्तमूर्तिना।
मत्स्थानि सर्वभूतानि न चाहं तेष्ववस्थितः॥
—गीता, अ० ९, श्लो० ४।

अर्थात, "यह सारा विश्व मेरे अव्यक्त स्वरूप में मेरे द्वारा ढका है। सभी प्राणियों की जड़ मुझ में स्थित है। लेकिन मेरी जड़ उनके अन्दर नहीं है।"

न च मत्स्थानि भूतानि पश्य मे योगमैश्वरम्।
भूतभृन्न न भूतस्थो ममाऽऽत्मा भूतभावनः॥
—गीता, अ० ९, श्लो० ५।

अर्थात्, "प्राणियों की जड़ भी मेरे अन्दर नहीं है। देखो, यह है मेरा ईश्वरीय योग! प्राणियों का आधार, फिर भी उनके अन्दर जड़ जमाने वाला नहीं; बल्कि मेरी आत्मा उनकी स्थिति का कारण।"

यथाऽऽकाशस्थितो नित्यं वायुः सर्वत्रगो महान्।
तथा सर्वाणि भूतानि मत्स्थानीत्युपधारय॥
—गीता, अ० ९, श्लो० ६।

अर्थात्, "जिस तरह से महान् वायु सर्वत्र बहती हुई आकाश में स्थित रहती है, उसी तरह से सभी प्राणी मेरे अन्दर स्थित रहते हैं; ऐसा तू जान।"

दिया जाय और इसी की शाखायें तमाम क़ायम की जायें। इसके लिये मेम्बरी का फ़ारम भी छपवाया गया। कुछ मेम्बर दर्ज भी हुए। लेकिन यह कोशिश भी आगे न बढ़ सकी, यहीं ख़तम हुई।

* * *

अन्त में जनाब यूनुस साहेब ने मुस्तक़िल तौर से मेल-मिलाप के लिये एक संस्था कायम करने पर पूरा जोर दिया। उसी के फल-स्वरूप "ऑल-इन्डिया मेल-मिलाप एसोसियेशन" अथवा 'अखिल भारत-वर्षीय मेल-मिलाप संघ' आज हमारे सामने मौजूद है।

अभी तो बिहार प्रान्त के अन्दर सिर्फ़ इसकी बुनियाद डाली गई है। पर इसका लक्ष्य है सारे हिन्दुस्तान में इसकी शाखायें क़ायम करने का, ताकि लोगों को मेल-मिलाप की ओर ले जाने वाली और उनका मेल-मिलाप सदा कायम रखने वाली एक संस्था हमेशे हर जगह मौजूद रहे और कार्य करती रहे। हमें पूरी आशा है कि इस बार की यह कोशिश ज़रूर सफल होकर रहेगी।

अभी हाल में मुज़फ़्फ़रपुर, पटना सिटी तथा गया में मेल-मिलाप की विराट सभायें हुई हैं। हर जगह हिन्दू मुसलमानों ने बड़ी २ तादादों में बड़ी दिलचस्पी के साथ सभाओं में भाग लिये। गया की मीटिङ्ग में क़रीब ४,००० आदमी शरीक थे और शाम ६॥ बजे से लेकर रात पौने दस बजे तक मेल-मिलाप के सुन्दर उपदेशों को एकाग्र-चित्त होकर सुनते रहे। और ख़ूब अच्छी तरह से प्रभावित होकर घर वापस गये। हर जगह मेल-मिलाप एसोसियेशन की शाखायें भी क़ायम की गई।

यह मेल-मिलाप आन्दोलन बड़ी तेज़ी से आगे बढ़ता जा रहा है। इसका भविष्य अत्यन्त उज्ज्वल दिखाई पड़ रहा है। भगवान करें वह दिन शीघ्र हमारे सामने आये जब इस आन्दोलन के ज़रिये सारा देश एक साथ मिल कर एक हो जाय।

* * *

इस अन्दोलन का लक्ष्य है हिन्दू और मुसलमान तथा अन्य सम्प्रदायों तथा पार्टियों के अन्दर मेल-जोल, सदिच्छा तथा आपस की समझदारी के भाव भर कर सब को एक साथ मिलाना। इस एसोसियेशन का सरोकार किसी ख़ास राजनैतिक दल या पार्टी से नहीं। इसका दरवाज़ा हर हिन्दुस्तानी के लिये व्यापक रूप से खुला है। चाहे कोइ कांग्रेस का मेम्बर हो या मुसलिम लीग का, या हिन्दू महासभा का या और किसी संस्था का— हर किसी को इस मेल मिलाप एसोसियेशन का मेम्बर तथा पदाधिकारी बनने का समान अधिकार है। आशा है देश के सभी सच्चे हित-चिन्तक इस पुण्य तथा आवश्यक कार्य्य में ज़रूर हाथ बटायेंगे।

* * *

एक ख़ास बात नोट करने की यह है कि इस मेल-मिलाप एसोसियेशन के ज़रिये जिस मेल-मिलाप का प्रचार किया जा रहा है और किया जायगा उसका हरगिज यह मतलब नहीं कि सभी लोगों को एक किसी ख़ास रँग में रँगा जाय। हम जिस मेल-मिलाप की कोशिश करते हैं उसमें हर हिन्दू, हर मुसलमान अथवा हर दूसरे धर्म वाले को पूरा अधिकार रहेगा कि वह अपने तरीक़े से पूजा करे, रहे, और अपना निरालापन क़ायम रखे तथा बढ़ाये। इसलिये किसी को ऐसे मेल-मिलाप से कदापि नुक़सान नहीं पहुँच सकता।

* * *

अन्त में हम यह प्रकाशित करते भी बड़ी ख़ुशी होती है कि अबसे "मेल-मिलाप" मासिक पत्र मेल-मिलाप एसोसियशन का मुख-पत्र रहेगा। इसलिये इसकी नीति भी वही रहेगी जो 'मेल-मिलाप एसोसियेशन' की होगी। हमें इस पत्र को एसोसियेशन की सेवा में समर्पित करते बड़ा आनन्द होता है। आशा है पाठक-गण पहले से भी अधिक तायदाद में इस पत्र तथा इस आन्दोलन को अपनायेंगे और इनके प्रचार में सहायक बनेंगे, ताकि इसका लक्ष्य शीघ्र पूरा हो सके।

—सम्पादक।

"मेल-मिलाप एसोसियेशन"

बड़ी खुशी की बात है कि हज़ारीबाग़ में ता० १३ अप्रैल, को बिहार थियोसौफिकल फेडरेशन के सालाना जलसे के मौके पर मि० एम० यूनुस, बार-एट-लॉ, भूतपूर्व प्रधान मन्त्री, बिहार के सभापतित्व में मेल-मिलाप कान्फ्रेंस हुई। उसी समय मेल-मिलाप संघ की बुनियाद क़ायम हुई और यह तय पाया कि इस संस्था को स्थायी रूप दिया जाय।

एक अस्थायी प्रान्तीय मेल-मिलाप संघ क़ायम किया गया और उसकी एक कार्य-कारिणी-कमीटी भी बनी। इस एसोसियेशन या संघ का हेड ऑफिस फ़िलहाल पटना रखा गया। इसके सभापति नियत हुए मि० एम० यूनुस; उप-सभापति, श्रीयुक्त चन्द्रदेव नारायण, एडवोकेट, छपरा; मन्त्री श्री पं० जगत नारायण, बी० एस-सी०; संयुक्त मन्त्री, मि० मिर्ज़ा क़ैसर नवाब, मोख्तार, पटना सिटी। एसोसियेशन की नियमावली तैयार करने के लिये एक सब-कमीटी भी बनाई गई।

*　　*　　*

नोट करने की बात है कि इस तरह की संस्था क़ायम करने का विचार बहुत दिनों से चल रहा था। ३० नवम्बर, १९३९ को गया में कुछ चुने हुए हिन्दू तथा मुस्लिम सज्जनों की एक सभा हुई थी। उसमें बिहार प्रान्तीय थियोसौफिकल फेडरेशन के कुछ प्रधान कार्य्यकर्त्ता भी मौजूद थे। बल्कि उन्हीं की कोशिश से यह सभा हुई थी। इसमें हिन्दू, मुसलमान तथा अन्य सम्प्रदायों के बीच मेल-मिलाप क़ायम करने पर विचार किया गया। अन्त में मि० अब्दुस्-शकूर, भूतपूर्व डिस्ट्रिक्ट जज, की योजना पर यह तय पाया कि एक 'मेल-मिलाप सोसाइटी' क़ायम करनी चाहिये।

जितने सज्जन उस सभा में मौजूद थे सबों ने खुशी से इस सोसाइटी का सदस्य होना स्वीकार किया। एक स्थायी सोसाइटी क़ायम की गई, जिसके सभापति मिस्टर अब्दुस्-शकूर साहब और मन्त्री मिस्टर गजाधर प्रसाद, भूतपूर्व सब-जज, नियुक्त हुए। नियमावली तैयार करने के लिये एक सब-कमीटी भी क़ायम हुई। लेकिन अफ़सोस कि यह काम आगे न बढ़ सका। यहीं इसका ख़ातमा हो गया।

*　　*　　*

फिर १९४० के शुरू में थियोसौफिकल सोसाइटी के प्रेसिडेन्ट, डा० जी० एस० अरण्डेल, ने हिन्दुस्तान के हिन्दू मुसलमानों के बीच मेल-मिलाप क़ायम करने पर बहुत ज़ोर दिया। इसके लिये एक नई संस्था की योजना उन्होंने प्रकाशित की, जिसका नाम था "हिन्दू-मुस्लिम भाईचारा"।

इसके चार लक्ष्य उन्होंने निश्चत किये थे:—

(१) हिन्दू मुसलमानों के बीच अधिक घनिष्ट सामाजिक सम्बन्ध क़ायम करना।

(२) हिन्दू मुस्लिम सम्प्रदायों की सांस्कृतिक महत्ता का आदर के साथ अध्ययन करना।

(३) हिन्दू और इसलाम धर्मों की मौलिक एकता और उनके ख़ास २ निरालेपनों पर ज़ोर देना।

(४) हिन्दू और मुसलिम सम्प्रदायों की सांस्कृतिक, धार्मिक तथा सामाजिक महत्ता के सम्बन्ध में जन-साधारण की शिक्षा का प्रबन्ध करना।

बिहार थियोसौफिकल फेडरेशन के प्रधान व्यक्तियों ने फ़ौरन यह निर्णय किया कि अपनी 'मेल-मिलाप' सोसाइटी को इसी "हिन्दू मुस्लिम भाईचारा" नामक नये आन्दोलन के साथ मिला

अपील

(पटना के हिन्दू और मुसलमान प्रतिष्ठित सज्जनों की ओर से)

नोट पटना के हिन्दू और मुसलमान मशहूर, प्रतिष्ठित सज्जनों ने यह अपील निकाली है। गरचे यह अपील खास तौर से बिहार सब-डिवीजन के लोगों से की गई है, लेकिन यह सबके काम की है। हर हिन्दू तथा मुसलमान के लिये जरूरी है कि वह इसमें बतलाई हुई बातों पर पूरा ध्यान आज दें। इसलिये इसे हम खुशी से "मेल-मिलाप" के अन्दर जगह देते हैं। पाठकगण से हमारी भी खास अपील है कि वे हर जगह इन सुन्दर और जरूरी भावों का खूब प्रचार करें। —सम्पादक।

हिन्दू और मुसलमान भाइयो! हम लोगों को निहायत अफसोस और सदमा है कि बिहार-शरीफ शहर में और उसके आस-पास देहातों में हिन्दू-मुस्लिम फसाद और झगड़ा हो गया है, जिस की वजह से, क्या हिन्दू क्या मुसलमान, हर आदमी अपने जान-माल को खतरे में समझ रहा है। ऐसे फसाद और झगड़े से बच्चे, औरतें, बीमार और बेकस लोगों की क्या हालत होती है गौर करने के क़ाबिल है।

इस क़िस्म के फसाद को हर हिन्दू और हर मुसलमान का फ़र्ज़ है कि रोके, क्योंकि ऐसे फसाद के रहने से बे-गुनाह बच्चों और बेकसों की जान और हर खास व आम का माल बेला वजह नुक़सान होता है। यह फसाद जो बिहार-शरीफ और उसके इलाक़े में हो रहा है, उसको हर हिन्दू और हर मुसलमान नफरत की नजर से देखता है। वक़्त ऐसा है कि हम लोगों को आपस में मेल व मिल्लत से रहना चाहिये।

ऐसी हालत में अमन और सहूलियत क़ायम रखना जरूर है, नहीं तो गुंडों और लुटेरों को हम लोग मौक़ा देते हैं। अगर किसी वजह से तअल्लुक़ खराब हो गये हैं तो उनको बढ़ाना नहीं चाहिये। बल्कि अगर कोई फसाद या हंगामा हो गया है तो उसके मिटा देने की कोशिश करनी चाहिये। एक दूसरे में शक शुबहा नहीं करना चाहिये। गलत और झूठ अफवाह पाकर विश्वास नहीं करना चाहिये और न ऐसी खबरों को फैलाना चाहिये।

हर हिन्दू और हर मुसलमान का फ़र्ज़ होना चाहिये कि ऐसे फसाद और हंगामे को अपने असर से रोकने की कोशिश करे। हम लोग शहर और देहात के रहने वालों से अपील करते हैं कि वे इस वक़्त अक़्ल और समझ से काम लें, अमन चैन क़ायम रखें और आपस में मेल-मिलाप बनाये रखने की कोशिश करें। हम लोगों को समझना चाहिये कि, क्या हिन्दू और क्या मुसलमान, सब खुदा के बन्दे हैं और जान और माल की हिफ़ाज़त करने में हिन्दू और मुसलमान दोनों को मिलकर और एक साथ होकर एक दूसरे की मदद करनी चाहिये।

ऐसे मौक़े पर हर हिन्दू का फ़र्ज़ है कि मुसलमान की जान और माल की हिफ़ाज़त, और हर मुसलमान का फ़र्ज़ है कि हिन्दू की जान और माल की हिफ़ाज़त करे, जैसा कि कुछ जगहों से ऐसी क़ाबिल तारीफ़ मिसालों की खबरें मिली हैं। धन्य हैं वे लोग! हम उन्हें दिल से बधाई देते हैं।

मेल-मिलाप

वर्ष २ | पटना, १७ मई, १९४१ | अङ्क ७

ईश्वर एक है

(र०—श्री सूरज-चन्द सत्य-प्रेमी, वर्धा)

हे पुरुषोत्तम के महादेव,
हे योगेश्वर के नारायण।
हे तीर्थंकर के स्वयं-सिद्ध,
हे बुद्ध तत्त्व के पारायण॥

हे मसीह के स्वर्गीय पिता,
हज़रत पैग़म्बर के या रब।
हे भक्तों के भगवान सत्य,
संसार तुझे समझेगा कब?

सन्तों के निर्मल हृदयों में,
करता रहना तू अट्टहास।
मन्दिर, मस्जिद, गिर्जाघर में,
सर्वत्र बना तेरा निवास॥

सब धर्म-पंथ, सब सम्प्रदाय,
तेरी पूजा के खुले द्वार।
सबने जन-हित के लिये किये,
समयानुसार सच्चे सुधार॥

जब अहङ्कार का लगा रोग,
फिर से आया उनमें विकार।
इस नियति-रीति का क्या उपाय?
दुनिया को दम्भों से दुलार॥

हे निराकार, हे सर्व-रूप,
तेरे सिवाय हम निराधार।
दुःस्वार्थ मोह-मय मानस पर,
आया अघ का घन अंधकार॥

सब राह!

(र०—श्री गिरीश दत्त पाण्डेय, प्रयाग)

सब राह वहीं को जाती हैं॥

मन्दिर वाली, मस्जिद वाली,
गुरुद्वारे की, गिरजे वाली।
कुछ घूम घूम, कुछ मुड़ मुड़ कर,
बस एक जगह पहुँचाती हैं॥
सब राह वहीं को जाती हैं॥

सब ही राहों पर काँटे हैं,
चलने वाले घबराते हैं।
थक जाते हैं, रुक जाते हैं,
वह अन्तर्हीन दिखलाती हैं॥
सब राह वहीं को जाती हैं॥

दोनों दिसि उनके फूल उगे,
बोये जग ने जो प्रेम पगे।
पर इन फूलों में शूल अधिक,
उङ्गली उलटी बिध जाती है॥
सब राह वहीं को जाती हैं॥

फिर से चमके नभ-मंडल में,
अब 'सत्य-प्रेम' का 'सूर्य-चंद'।
फैलावें 'मेल-मिलाप' सभी,
हो प्रेम-धर्म का यश अमंद॥

*گورنمنٹ بہار، سی پی، یو پی، اڑیسہ، سندھ کے محکمۂ تعلیمات سے منظور شدہ

میل ملاپ

جلد ۲ | جون سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۸

گناہ کی حقیقت

از
"ایک گناہگار" - پٹنہ

ہاں ہاں نہ کھولو آج حقیقت گناہ کی
ہاں رکھ لو شرم اس دل گم کردہ راہ کی

وہ دل کہ جسے تو نے ازل میں نگاہ کی
خاکش بہ سر اسی میں تمنا گناہ کی

تیرے کرم کی شان زمانہ پہ ہو عیاں
بس اس غرض سے ہے مجھے الفت گناہ کی

غیروں کو رد کئے نہ پھریں روندتے ہوئے
ہے اس گلی میں خاک بہت بے گناہ کی

کھا گئی غوطے قلزم رحمت میں بالیقیں
یوں موجزن رہی جو تمنا گناہ کی

نازاں تھا دل آج تیرے کرم نے کیا خجل
محشر میں دیدنی ہے ندامت گناہ کی

ہے دل فریفتہ کرم بے حساب پر
کچھ اور بڑھنی چاہیئے وسعت گناہ کی

ابر کرم نے تیرے برس کر کیا تباہ
کھیتی ہری بھری تھی دل پر گناہ کی

واقف ہوں تیری قہر نگاہی سے بھی مگر
جرأت دلائی تیرے کرم نے گناہ کی

نکلا نہ کوئی حشر میں مجھ سا گناہگار
اتنی تو بات رکھئے اپنے گناہ کی

دست کرم سے آپ کے برباد ہو گئی
کافی تھی مجھ غریب کو دولت گناہ کی

میلاپ

اڈیٹوریل

مجھے کیا کرنا چاہیئے

دنیا میں اتحاد ملت' امن و امان قائم رکھنے کے لئے لازم ہے کہ ہم ایثار و قربانی کے صحیح جذبات پیدا کریں، کل باتوں کو انصاف اور صداقت کی روشنی میں دیکھیں' اسلام کی رواداری TOLERANCE اور استحکام اخوت BROTHERHOOD کا سختی سے خیال رکھنا ایک مسلمان کا فریضہ اور جزو ایمان ہے' دیکھئے سورہ آل عمران آیت ۱۰۳ -

اور تم سب کے سب ملکر، خدا کی رسی مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور اپنے حال (زار) پر خدا کے احسان کو تو یاد کرو جب تم آپس میں (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو خدا نے تمہارے دلوں میں (ایک دوسرے کی) الفت پیدا کر دی تو تم اوس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم گویا سلگتی ہوئی آگ کی بھٹی (یعنی دوزخ) کے لب پر (کھڑے) تھے (اور گراہی چاہتے تھے) کہ خدا نے تم کو اوس سے بچا لیا تو خدا اپنے احکام یوں واضح کر کے بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ"

اس ہدایت اور حکم میں ہماری بھلائی- فلاح اور امن و امان کا پیغام ہے اور یہ اسکیم رحم و کرم سے بھری ہے' اگر ہم آپس کی دشمنی چھوڑ کر ایک دوسرے کے بھائی بھائی بننے کی کوشش کریں تو حکم خدا کے مطابق بھائی بھائی ہو سکتے ہیں' آپس کی "تو تو میں میں" اور جھگڑے فساد سے بچنا دوزخ سے بچنا ہے' یہ ہماری کوتاہ نظری اور تنگ خیالی ہے کہ علم و کلچر کے بلندی کا دعویٰ کرنے کے بعد بھی درندوں کی سی وحشت فرمانروائی ہماری دور زندگی میں کر رہی ہے'

اگر ہندو اور مسلمان کے سامنے خدا ایک ہے اور وہی سب کچھ ہے تو پھر ہندو یا مسلمان یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا کے بندوں میں پھوٹ ڈالنا، جہالت پھیلا کر جنگ و جدال کرانا کسی خدا کے ماننے والے کا فریضہ ہو سکتا ہے' ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہندو بھائی بھی خدا کو واحد اور نرنکار مانتے ہیں اور اونکی مذہبی کتابیں ذرا ٹھنڈے دل سے مطالعہ کی جائیں تو اون میں متعدد اصول اسلام کے پائے جائینگے یہانتک کہ انکی بعض عبادتوں میں رجو لازمی تصور کی جاتی ہیں) ابھی وہی عبارت مثل سورۃ الحمد کے موجود ہیں اور اس کے معانی و مطالب بھی یکساں دکھائی دیتے ہیں' اس لئے ہندو اور مسلمان اپنے کو

خواہ کلچر اور سوسائٹی کے لحاظ سے کتنا ہی الگ سمجھیں اور الگ بنانے کی کوشش کریں لیکن اپنی اپنی مذہبی کتابوں کے رو سے یہ زیادہ نزدیک ہیں، زمانہ ہندومت اور اسلام میں جتنا دوری بتاتا ہے اوتنی دوری ان مذاہب کے اصل اصول میں نہیں پائی جاتی ہے، چونکہ مذہبی رواسم اور طریق عبادت میں بظاہر آسمان زمین کا فرق معلوم ہوتا ہے اسلئے ایک نے دوسرے کو بہت زیادہ اجنبی مان لیا ہے،

ہندو اور مسلمان مکتی یا نجات کے قائل ہیں اور نجات حاصل کرنے کے لئے یہ بھی جانتے ہیں کہ اچھے کرم یعنی عمل کا کرنا لازمی ہے ورنہ مکتی یا نجات کا حاصل ہونا امکان سے باہر ہے، ان باتوں کو سمجھتے ہوئے بھی آپس کے جھگڑے خواہ مذہب کے نام پر ہوں یا سیاست کے نام پر نہایت شرمناک ہیں۔

ہمیں چاہئے کہ خواہ ہم ہندو ہوں یا مسلمان جھگڑوں کو مثل آگ کے جس جگہ لگی ہے وہیں بجھا دیں، سیاست کے مزے اور اختیار کی ہوس کہ انسان کو دوسرے انسان کے گلا گھونٹنے پر مجبور کرتی ہے، یہ نفسانی کد و کاوش اور خواہش شیطانی کا نتیجہ ہے، اس سے کسی مذہب کا تحفظ یا ملک کی فلاح ممکن نہیں ہے، ایسے خیالات سے دور رہنا ہی مفید ہے، یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جسقدر ہم دوسرے کی ہمدردی اور محبت کرینگے اوسی قدر پہلوؤں کی بلندی و اتحاد و ملت ہوگی اگر ہمارے سامنے کسی فرقہ یا قوم کے متعلق برے خیالات پیش کئے جائیں اور اونکی برائی اس غرض سے کی جائے کہ اوس فرقہ یا قوم کے خلاف نفرت پیدا ہو تو ایسی باتوں کو آگے بڑھنے نہ دینا چاہئے بلکہ پوری کوشش کرکے اس گندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حسن و خوبی نہایت محبت اور نرمی سے ختم کر دینا چاہیے۔ تاکہ شریر نفس والے انسانوں کی ہمت افزائی نہ ہو اور اونکی خود غرضی بارور نہ ہو سکے،

ہر فرقہ اور قوم کی طرف سے بلند نظریہ رکھا جائے اور جب کسی کی غلطیوں پر فیصلہ کرنے کی نوبت آئے تو ہمیں رواداری اور عدل کا خیال بڑی فراخ دلی سے رکھنا چاہئے تاکہ اوس فرقہ یا قوم میں اگر کچھ کمزوریاں اور کمی بھی ہوں تو ہماری سخاوت اور دیانت خیال کی وجہ سے وہ اپنی کمزوریوں کا علاج کرسکیں اور کھلے ہوئے دل سے ایک دوسرے کے سچے دوست اور بھائی بنے رہیں۔

دوست کے نام ایک خط

از

قمرالدین عظیم آبادی۔ پٹنہ

مارچ ۱۹۴۱ء کے "میل ملاپ" میں ایک مضمون "میل ملاپ ہو کر رہے گا" دیکھا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

لیکن یہ تو بتاؤ۔ کب تک خیالات کی بھول بھلیاں میں بھٹکتے پھروگے؟ کب تک جذبات کی رَو میں بہتے رہوگے؟ تابکے خیالات کے بھنور میں پھنسے رہوگے؟ کتنے زمانے تک ہوا میں قلعے تعمیر کرتے رہو گے؟

جذبات اور سنجیدگی دو متضاد چیزیں ہیں۔ زندگی جذبات سے کھیلتے رہنے کا نام نہیں۔ یہ وقت تخیل کی دنیا میں پرواز کرنے کا نہیں۔ بلکہ سنجیدگی اور متانت سے سوچنے اور جلد فیصلہ کرکے عمل کرنے کا وقت ہے بقول اقبالؒ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

میرے دوست! زمانہ بہت ترقی کر گیا ہے۔ اب الف لیلہ کے قصوں کا زمانہ نہیں۔ اب دنیا کا مذہب عقلیت ہے۔ اب ہر بات عقل اور سمجھ بوجھ کی کسوٹی پر پرکھی جاتی ہے۔ جانچی جاتی ہے۔ ایسا کام جسکا ہونا نہ ہونا محض انسان کے عمل پر موقوف ہو یہ سوچکر نہ کرنا کہ یہ خود بخود ہو جائے گا سادہ لوحی نہیں تو اور کیا ہے۔ تم مریض کو دوا کیوں دیتے ہو؟ یہ خیال کیوں نہیں کرتے کہ اسکی صحت زوال کی منزلوں کو طے کر کے پھر درجہ کمال کو پہونچ جائیگی۔

اچھے دوست! نا اتفاقیوں کا زخم ناسور ہو گیا ہے۔ اب صرف بھولے پن سے کام نہیں چلے گا کہ میل ملاپ ہو کر رہے گا۔ اب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کوئی کام بننے کا نہیں۔ وقت شاعری کرنے کا نہیں بلکہ کام کا ہے۔ عملی آدمی بنو۔ کوشش کرو۔ اور سعی پیہم کے مرہم سے اس ناسور کو اچھا کرنے کی کوشش کرو۔ "زندگی" جانتے ہو؟ حرکت کا دوسرا نام ہے۔

اچھا بتاؤ تو تم نے کس کس سے میل کیا؟ کتنے بچھڑے ہوؤں کو گلے لگایا؟ کتنے روٹھے ہوؤں کو منایا؟ اگر یہ نہیں کیا تو اپنے الفاظ واپس لو۔ اگر واپس لینا نہیں چاہتے تو پھر آج سے عملی دنیا میں قدم رکھو۔ اور نہ صرف زبان قلم سے بلکہ عمل سے بھی دنیا پر ظاہر اور ثابت کر دو کہ واقعی میل ملاپ ہو کر رہے گا۔

ایک دن میں نے چند موپلوں کو ایک ساتھ کھانا کھاتے دیکھا۔ ایک موپلا چیزیں پکا پکا کر بڑھاتا جاتا تھا اور دس بیس موپلے ساتھ ہی بیٹھے کھاتے جارہے تھے۔ جب یہ مجمع منتشر ہو گیا اُس وقت اُس موپلے نے جو مسلمان تھا اور پکا پکا کر لوگوں کو دیتا جاتا تھا مجھ سے فخریہ انداز میں کہا۔

آپ جانتے ہیں؟ اس مجمع میں تین ہندو بھی تھے۔ لیکن میرے یہاں کتنا میل ہے آپ نے غور کیا۔ ہم لوگ ہمیشہ یوں ہی کھاتے پیتے ہیں"

اُس کے ان دو جملوں نے میرے دل پر وہ اثر کیا جو اخبارات کے کالموں میں چھپے ہوئے نصیحتوں اور ملک کے لیڈروں کے گلے سے نکلی ہوئی آوازوں نے برسوں میں بھی نہ کیا تھا۔

جانتے ہو دوست؟ باعمل کی معمولی سے معمولی ایک بات بھی عالم بے عمل کی بھاری بھرکم نصیحتوں سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔

نظم: تو آپس میں لڑواتا ہے کیا خوف خدا کا بھول گیا

از مخمور عظیم آبادی

کیوں حق کا رستہ چھوڑ دیا۔ قانون وفا کا بھول گیا
کیوں دھرم کو اپنے ناس کیا۔ پیغام خدا کا بھول گیا

کیوں مورکھ ناحق لڑتا ہے۔ کیوں بات پہ اپنی تو اڑتا ہے
کیوں دھرم پہ تہمت جڑتا ہے۔ تو دھرم کا خاکا بھول گیا

گن سکتا ہے اسلام کے گن۔ بتلا دیا جس نے پاپ و پن
ہے اسکو کایا سدھار کی دھن۔ فرمان خدا کا بھول گیا

سنسار نے جیسا سمجھا ہے۔ کاشی میں ہے وہ پریاگ میں ہے
یہ پھیر سمجھ کا اسکی ہے۔ وہ رستہ خدا کا بھول گیا

جوگی ہو بیراگی ہو۔ موسائی ہو عیسائی ہو
جو نقش قدم سے ہٹ کے چلا۔ حق راہ نما کا بھول گیا

تو آیا ہے کیا کرنے کو۔ کیا کرتا ہے کچھ سوچ بھی تو
کیا تو نے کہا تھا روز ازل۔ وہ عہد وفا کا بھول گیا

تو پریت نگر کا باسی تھا۔ تو پریت کی ریت کا واسی تھا
تو کوریت کی ریت کا ناسی تھا۔ کیا حکم خدا کا بھول گیا

کب پاک کسی کا سینہ ہے۔ ہر دل میں کدورت کینہ ہے
اب موت سے بدتر جینا ہے۔ کیا عہد وفا کا بھول گیا

جس دیس کا اب تو باسی ہے۔ وہ تیرا گھر میراثی ہے
تو دیس کا اپنے واسی ہے۔ کیوں نام وفا کا بھول گیا

کیا دھرم یہی بتلاتا ہے۔ کیا کرم یہی سکھلاتا ہے
تو آپس میں لڑواتا ہے۔ کیا خوف خدا کا بھول گیا

کس پھیر میں ہے مخمور پڑا۔ کچھ اپنی سُدھ بُدھ لیتا جا
ہر وقت کھڑی ہے سر پہ قضا۔ کیا خوف خدا کا بھول گیا

میل ملاپ سوسائٹی

(اڈیٹر)

ایسوسیشن کی عام پسندیدگی

اس قلیل دو ماہ کے عرصہ میں میل ملاپ ایسوسیشن کو جو مقبولیت عام حاصل ہو رہی ہے اوسے بیان کی حاجت نہیں ہے۔

ہندوستان کے کل معزز اخباروں میں اس نیک اقدام پر تبصرہ ہو رہا ہے اور پبلک بھی خیر مقدم کہنے پر بہت زیادہ آمادہ دکھائی دیتی ہے، اس کم مدت میں صدر و سکریٹری میل ملاپ کا دورہ صوبہ کے مختلف مقامات پر ہوا اور پبلک کے رجحان سے اون جگہوں پر میل ملاپ ایسوسیئشن قائم ہونا شروع ہو گئے ہیں، امید کی جاتی ہے کہ ایسوسیشن کی طرف سے اگر اسی طرح سے دورے اور جد و جہد جاری رہے اور واعظین جاتے رہے تو اس صوبہ میں ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد بہت پختہ اور دیرینہ ہو جائیگی، کیا عجب ہے کہ صوبہ بہار کی ایسوسیئشن دوسرے صوبے کی خدمت بھی جلد بننے کر سکے اور اس طرح سے آل انڈیا میل ملاپ سوسیشن قائم ہو جائے۔

اگر پبلک نے اپنی دلچسپی قائم رکھی اور اس میل ملاپ ایسوسیشن کی اہمیت پر نظر کی تو ایک سال کے اندر ہی اندر آل انڈیا میل ملاپ سوسیشن قائم ہو جائیگی اور اس ایسوسیشن میں کم از کم ایک لاکھ ممبروں کی تعداد ہوگی عہد کر لینگے کہ ہندوستان میں فرقہ وارانہ امن و شانتی ہو کر رہے، اور دنگے فساد ہر طرح سے دور رکھنے کی انتھک کوشش کیجائیگی۔

پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ فرقہ وارانہ سوال کچھ اس بری طور سے ملک میں خود غرضوں اور نا عاقبت اندیشوں نے پھیلا رکھا ہے جسکا علاج امکان سے باہر ہے، لیکن کچھ ہی دنوں کام کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے سچے بہی خواہ اور امن پسند جماعت کی ہندو اور مسلمان میں کمی نہیں ہے، اونہیں جگانے اور صحیح راستہ پر لگا کر کام لینے کی ضرورت ہے، ایسے لوگ ملک کی بہبودی اور فلاح سے غافل نہیں ہیں، ان لوگوں کو ایک مرکز پر لانا اور صحیح عملی پروگرام اونکے سامنے پیش کرنا میل ملاپ ایسوسیئشن کا کام ہے،

میل ملاپ ایسوسیئشن کے اصول و قواعد آپ منگا کر ملاحظہ فرمائیں اوس سے معلوم ہوگا کہ یہ ایسوسیئشن غیر سیاسی جماعت ہے، اسکی غرض و منشا سیاست میں حصہ لینے کی بالکل نہیں ہے اور اسکا دروازہ ہر خیال اور عقیدہ کے لوگوں کے لئے کھلا ہوا ہے خواہ وہ کسی پولٹیکل یا مذہبی جماعت کے ہوں، اس ایسوسیشن میں سرکاری ملازمین بخوشی و با اطمینان شریک ہو سکتے ہیں،

جن جن شہروں میں یا قصبوں میں ایسوسی ایشن قائم ہو چکا ہے وہاں کے سکریٹری دفتر ایسوسی ایشن سے فارم ممبری کی کتاب معہ رسید بہی جلد از جلد منگا لیں اور اس کے دستور العمل کے مطابق رجسٹر وغیرہ بھی اپنے دفتر میں کھولدیں تاکہ تعداد ممبران و ہمدردان کا پتہ جلد مل جایا کرے اور اون سے خط و کتابت میں آسانی ہو،

ہمارا دیس!

از
اے۔ حالی
پٹنہ

فی زمانہ جو ہمارے ہندوستان کی حالت ہو رہی ہے اس کو دیکھکر کونسا محب ہوگا جو آٹھ آٹھ آنسو نہیں روتا۔ ہائے افسوس! اس ملک کے بچے جو کسی زمانہ میں دیگر اقوام کے روزی رساں تھے آج خود روٹی کے ٹکڑوں کیلئے محتاج ہو رہے ہیں اور ہند کسی زمانہ میں سونے کی چڑیا تھی اور اس کو کسی چیز کی کمی نہ تھی، دستکاری تھی، تجارت تھی، اور ان کے ساتھ وہ بھی تھی جس کو فارغ البالی کہتے ہیں۔ جہاں ادنی سے لیکر اعلی تک خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ گھر گھر میں اناج کے گٹھے پڑے رہتے تھے اور دودھ کی ندیاں بہتی تھیں۔ سچ مچ "دولت کی پری" ان دنوں ہم پر بہت خوش تھی پھر جھوٹ فریب اور دھوکہ بازی کی گرم بازاری شروع ہوئی اور دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنا فائدہ کرنیکا خیال لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوا، حب الوطنی اور ایثار نفسی کا جذبہ یک قلم محو ہوگیا اور بھائی بھائی کا گلا کاٹنے کے لئے تیار ہوگیا۔ ہماری بداطواریوں کی وجہ سے "افلاس و تنگدستی کا بھوت" ہمارے سروں پر بری طرح منڈلانے لگا، خوشحالی اور فارغ البالی غیر ملک میں چلی گئی۔ خلوص و محبت، اتفاق و اتحاد، کے رخصت ہوتے ہی کاروبار اور تجارت میں برکت نہ رہی۔ لوگونکی عقل پر پردہ پڑ گیا، بیوپار چھوڑکر بابوگیری کا شوق شروع ہوا، باکمال نفوس کی قدر و منزلت ملک سے مفقود ہوگئی، خودغرضی نے ایسا منتر کان میں پھونکا کہ جس کو کوئی ہنر آتا تھا وہ اپنے ساتھ ہی لے مرا، نتیجہ یہ ہوا کہ قصہ مختصر میں ہمارے ملک کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی، ہندوستانی پیٹ پالنے کیلئے غیروں کے محتاج ہوگئے،۔ کس کو قصوروار ٹھہرائیں ہمارے اپنے ہی اعمال کا یہ نتیجہ ہے ۔"اتحاد و اتفاق" ہم سے ناراض ہوکر دوسروں کے پاس چلے گئے۔ لیکن۔ کتنے دن اور ہم اس حالت میں رہ سکتے ہیں؟۔ ہند کے لاکھوں انسان ایسے ہیں جنکو ایک وقت بھی کھانا مشکل سے ملتا ہے، وہ بھی ہیں جنہیں ایک وقت بھی نہیں ملتا، تنگ آکر خودکشی کر لیتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کب تک یہ حالت رہیگی؟ آئے دن کی نااتفاقی و ناچاقی نے ہم لوگوں کو مار کر نڈھال کر دیا ہے اور ابھی تہ جانے اور کیا ہوگا ؟ ۔اور اب کتنے دنوں تک ہندوستانی احمق بنے رہینگے ؟ ان کٹھنائیوں کو اور کتنے عرصہ تک

انہیں بھگتنے کا شوق ہے ؟ ۔ نہیں ۔ اب وقت ہے کہ ہم ہوشیار ہو جائیں، اور راہِ مستقیم اختیار کر کے اپنی کھوئی ہوئی "انمول رتن" جیسی محبت و یگانگت اختیار کریں، اتفاق و اتحاد کا پھریرا ہر طرف لہرائے، دولت کی پری ایک مرتبہ اس دیش کو مالا مال کر دے، گھر گھر میں خوشی کے شادیانے بجیں، ہندو مسلم ایک ہو کر شیر و شکر ہو جائیں۔ بھگوان! امیدوں پر پانی نہ پھیر وہ دن جلد دکھا کہ نوجوان بوڑھے سب برسرکار ہوں، بیکاری کاہلی سستی اور نااتفاقی ملک سے دور ہو! ہمارا دیس پھر ایک مرتبہ سبھوں کا راہنما بنجائے!!

روحانی دنیا

بھوت پریت

سوال و جواب

(اڈیٹر)

میل ملاپ میں مستقل طور سے "روحانی

دنیا" کے تحت میں اکثر روحانی مضامین، مذہب سے عام دلچسپی رکھنے والے مضامین برابر شائع ہوا کرتے ہیں، رسالہ کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے سوال و جواب کا بھی سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے، گذشتہ اشاعت میں ضروری مضامین کی زیادتی کی وجہ سے روحانی مضامین یا سوال و جواب شائع نہ ہو سکے، ناظرین میل ملاپ کو بیحد مایوسی ہوئی اور خیال یہ پیدا ہو گیا کہ رسالہ چونکہ میل ملاپ ایسوسیشن کی ملکیت ہو چکا ہے اور اسکا تعلق تھیاسوفیکل فیڈریشن سے نہ رہا اس وجہ سے روحانی مضامین موقوف کر دئے جائیں گے۔

ناظرین میل ملاپ کو یقین دلایا جاتا ہے کہ رسالہ کی پولیسی میں ابھی تک کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی ہے سوائے اس کے کہ پولٹیکل مضامین سے پرہیز کیا جائے گا۔ حسب دستور "روحانی دنیا" کے تحت میں مضامین شائع ہوتے رہینگے اور جو جو سوالات علوم روحانی کے متعلق موصول ہونگے اون کے جواب دینے کی بھی کوشش کی جائیگی۔

اس اشاعت کے لئے سوال یہ ہے کہ "بھوت پریت" کی موجودگی اور انکا ستانا و پریشانی کرنا بھی روحانی سائنس کے نزدیک اصلیت رکھتا ہے یا یہ باتیں وہمی امراض دماغی یا فرضی ہیں ؟ اکثر یہ بھی دیکھا گیا کہ بعض انسانوں کو روپیہ پیسہ ملتے رہے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ جناتی فعل ہے، لیکن ایسا ہر شخص کے ساتھ کیوں نہیں ہوتا ہے ؟

اس سوال کا جواب طولانی تفصیل اور تصریح کا محتاج ہے لیکن جگہ کی کمی کے باوجود تفصیل سے جواب دینے کی جرات کی جاتی ہے، جن صاحب کو مزید باتیں اس سوال و جواب کے متعلق دریافت کرنی ہوں وہ بخوشی خط لکھکر یا اڈیٹر سے ملکر دریافت کر سکتے ہیں۔

"بھوت پریت اور جنات" کا وجود ہے، اور ان کے وجود کا ثبوت کافی ہے، مذہبی کتابیں بھی ان ہستیوں کی موجودگی کی خبر دیتی ہیں، لیکن اتنا بتا دینا کافی نہیں ہو سکتا ہے جبتک کہ تفصیل سے یہ نہ بتایا جائے کہ یہ کون ہیں اور انکی تخلیق کیونکر ہوئی ہے،

"بھوت پریت اور چڑیل" بدکار انسانوں کی روح ہیں، مرنے کے بعد انکی بدی نفسی شرارت، دنگا و فساد اور مذہبی تعصب وغیرہ کے باعث ارتقائے روحانی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اگر بدی کا جزو کم ہوتا ہے تو یہ روحیں دوسروں کو کم پریشان کرتی ہیں یا خود

مصیبت اور تکلیف ارتقائے روحانی حاصل کرنے کے لئے برداشت کرتی ہیں اگر یہ زیادہ گنہگار رہیں اور دنیا میں بھی شر و فساد انکا شیوہ زیادہ رہا ہے اور گناہ کے بوجھ سے یہ روحیں بلند نہ ہو سکی ہیں تو یہ اپنے ہم جنس انسانوں کی طرف زیادہ مخاطب ہوتی ہیں ان کے دل میں یاد دنیاوی زندگی کی زیادہ ہوتی ہے اور اپنے نفس شریر کی غذا حاصل کرنے کی فکر میں یہ روحیں رہا کرتی ہیں، تاکہ ان کو سکون حاصل ہو یہ روحیں بھی کسی قدرتی قانون کی پابند ہیں ان قوانین کو توڑ کر دنیا والوں کے نزدیک آتی ہیں انتقام لیتی ہیں کہنہ بغض و کینہ کا معاوضہ لیتی ہیں اور اکثر فضائے ایتھر سے مادہ جذب کر کے متشکل ہوتی ہیں یعنی دنیاوی زندگی میں جو صورت انکی تھی اوس میں نظر آتی ہیں لوگوں کو ڈراتی ہیں ستاتی ہیں ان کے ستانے کے چند خاص قاعدے ہیں کبھی تو عالم ارواح کی شکل میں پاس آکر جسم سے لپٹ جاتی ہیں اور نظر نہیں آتی ہیں انکی غیر معمولی جسمانیت جسے ابھی نور نہیں کہا جا سکتا ہے بلکہ ایتھر کا شمول موجود رہتا ہے انسانوں کو تکلیف اور نقصان پہونچاتی ہیں

آسیب بھی انہیں بد ارواحوں کو کہا جاتا ہے عورتیں اور بچے یا کمزور اور جسمانی نزاکت رکھنے والے جنکے لباس یا عادات میں گندگی ہو، بھوتوں اور چڑیلوں کے اثر میں جلد آجاتے ہیں اکثر و بیشتر یہ دیکھا جاتا ہے کہ روحیں کسی انسان کے پاس ٹھیک اسی جذبہ سے آتی ہیں جیسے ہم اور آپ کسی انسان کے پاس محض قلبی سکون کے لئے جاتے ہیں، لیکن انکی نزدیکی بھی انسانوں کے لئے بیحد خطرناک اور اکثر مضر ہوا کرتی ہے۔

بعض روحیں انتقامی جذبہ سے اس قدر بھری ہوتی ہیں کہ انکو ہزار سمجھایا جائے انکی خوشامدیں کی جائیں لیکن سیدھی راہ پر نہیں آتی ہیں اور انکا کینہ اور جوش انتقام مرنے کے بعد اور بھی زیادہ قوی ہو جاتا ہے یہ صاف کہدیتی ہیں کہ "مجھے نہ سمجھاؤ میں جو ارادہ کر چکی ہوں پورا کر کے رہونگی"

ان روحوں میں سب سے زیادہ خطرناک روحیں بے رحم ظالموں اور ڈائنوں کی ہوتی ہے انہیں جب موقع ملجاتا ہے کوئی نہ کوئی فساد ضرور برپا کرتی ہیں راہ چلتے ہوئے انسانوں ہی کو سواری سے گرایا کرتی ہیں، کسی خاص جگہ کو مخصوص کر لیتی ہیں وہاں جاکر اکثر گھوڑے گاڑی یا موٹر کو الٹ دیا کرینگی اور کچھ نہ ملیگا تو راہی کو ڈرا ڈرا کر بیمار کر دینگی ان کی وجہ سے جو بیماری عورتوں کو ہوتی ہے وہ اکثر رحمی ہوتی ہے اور ہسٹیریا کے دورہ سے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہیں یہ تشخیص کرنا کہ فلاں عورت کو ہسٹیریا ہے یا آسیبی خلل ہے مشکل ہے۔ معالج دھوکے کھاتے ہیں۔ لیکن جب انکا پتہ چل جاتا ہے تو بڑی مشکل سے انکا علاج بھی ہوتا ہے کیونکہ آسیب کی وجہ سے بھی بجنسہ وہ مرض پیدا ہوتے ہیں جو عموماً ہوا کرتے ہیں لیکن کسی جسمی خرابی سے جو مرض ہوتا ہے وہ علاج سے اچھا یا اثر قبول کرتا ہے اور جو مرض آسیب کے باعث ہوتا ہے وہ جبتک آسیب دفع نہ ہو مرض سے نجات پانا ناممکن ہے یہ بھی ناممکن ہے کہ مرض سے شفا آسیب کی تدارک سے ہو جایا کرے علاج ہونا ضروری ہے۔

یہ تو بھوت پریت اور چڑیلوں کا مختصر ذکر کیا گیا جو انسانوں کی روح سے ہوا کرتی ہیں لیکن انکے علاوہ ایسی روحیں ہیں جنکی تخلیق (CREATION) کا علم ذات مطلق کو ہے انہیں کو قرآن میں جنات و شیاطین کے نام سے بتایا گیا ہے یہاں تک کہ قرآن مجید میں سورہ جن بھی موجود ہے،

یہ خلقت مثل انسانوں کے وسیع ہے، ان میں بھی نیک اور بد ہوا کرتے ہیں یہ بھی ستاتے اور پریشان کرتے ہیں انسانوں سے انہیں خاص چڑھ ہوتی ہے۔ انکا اثر عورتوں پر زیادہ اور مردوں پر کم ہوتا ہے انہیں اپنی ساخت روحانی سے یہ اختیار ہے کہ اپنی شکل و صورت بدل دیں حیوانوں کی شکل میں بھی ظاہر ہوا کریں۔ ان میں

بھی موسیقی، حسن پرستی، اور حصول علم کا جذبہ ہوا کرتا ہے، یہ لوگ جن پر خفا ہوتے ہیں اوسکو برباد کر دیتے ہیں، مٹا دیتے ہیں اور اکثر نسل بھی تباہ و برباد ہو جاتی ہے، بڑے بڑے گھرانے جنکا اعتقاد انپر نہیں تھا بڑی ثروت و دولت اونکے پاس تھی، جنات نے مٹا کر خاک کر دیا ہے، کسی کے مکان پر پتھروں کی بارش، کسی جگہ غلیظ کا گرنا اور کسی جگہ آگ لگجانا معمولی سی بات ہے،

روحانی علم کا ماہر خواہ بڑی سی بڑی طاقت والا بھی ہو تو انکے مزاج کو ہموار کرنے اور انکو راہ راست پر لانے میں ناکامیاب رہتا ہے، یہ مزاج کے بڑے ضدی ہوتے ہیں، ان میں خودداری بہت زیادہ ہوتی ہے، لیکن خواہ مخواہ کینہ جو نہیں ہوتے ہیں، جسکی دشمنی اختیار کر لیتے ہیں تو بغیر سزا کے چھوڑتے بھی نہیں ہیں،

اسی طرح سے جنات نیک اور بزرگ بھی ہوتے ہیں جسکی محبت ہو جاتی ہے اوس کے دوست ہو جاتے ہیں، مثل انسانوں کے کسی دوست کی شکل میں ملتے ہیں، روپیہ پیسہ کی امداد بھی کرتے ہیں، کاروبار میں فلاح و بہبودی بھی ہوتی ہے، بڑی شرافت کا برتاؤ کرتے ہیں، لیکن ان میں خودی کا مادہ ہوتا ہے ذراسی بدتمیزی یا بداحتیاطی کے سبب انتقام لینے پر فوراً آمادہ ہو جاتے ہیں، قصور اور غلطیوں کو معاف کرنا کم جانتے ہیں، اوسکی وجہ یہ ہے کہ ایسی کل خلقت انسان کی فطرتاً مخالف ہوا کرتی ہے اور بلا کسی خاص سبب کے انسان کو ان سے فائدہ نہیں پہونچ سکتا ہے، جن لوگوں کا دعویٰ ہوتا ہے کہ جنات اونکے قبضہ میں ہے اور ان سے کام لیتے ہیں وہ مغالطہ میں ہیں، جنات دوست ہوتے ہیں، بلانے پر آسکتے ہیں لیکن مجبور ہو کر قبضہ میں کسی کے نہیں رہ سکتے ہیں، انکی ساخت ایسی نہیں ہے کہ یہ قبضہ میں لائے جائیں، اکثر روحیں انسانوں کی مطیع و فرمانبردار ہو جاتی ہیں،

جنات کے علاوہ اسی قسم کی اور بھی ہستیاں ہیں، جیسے (WATER SPIRIT) پانی کی روح کہتے ہیں، (NATURE SPIRIT) جنگل بیابان، باغ اور چمنستان کے روح ہوتی ہیں، اسی طرح سے جنات کو "FIRE SPIRIT" کہتے ہیں، غرضکہ قدرت نے علاوہ انسانوں کے مختلف اقسام کی روحیں پیدا کی ہیں جو کہ قدرت کے ہر کام اور کائنات پر متعین ہیں، اور اون سے جو زیادہ بلند اور قدرت کے کارکن ہیں ان مخلوق یا روحوں کو فرشتہ کہا جاتا ہے، بعض فرشتہ بارش کا ذمہ دار ہے، بعض انسانوں کی محافظت کا اور کوئی موت کا، غرضکہ قدرت کے جتنے کام ہیں جسے انسان جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے یہ سب فرشتوں کے ذریعہ سے انجام پاتے ہیں، انہیں فرشتوں میں عمل نیک و بد ریکارڈ (لکھنے والا) کرنے والے فرشتے جنکو منکر و نکیر کہتے ہیں اور قدرت کا خبر رسانی فرشتہ جبریل بھی شامل ہیں،

عصر جدید میں نئی تعلیم اور نئی تہذیب کے بعض خوشنما پودے اپنی نشو و نما کو تاریک اور محدود صرف اسلئے کر دیتے ہیں کہ وہ قدرت کی ان مخلوق کو داستان اور قصے سمجھتے ہیں یا مذہب ہی کو بے ضرورت اور زمانہ تاریک کی ایک دھندلی سی تحریک سمجھتے ہیں جسکی ضرورت اس روشن اور تہذیب یافتہ دنیا میں نہیں سمجھتے ہیں، اور اپنے کو کسی خاص مذہب سے منسوب کرنا پسند کرتے ہیں، حالانکہ موجودہ زمانہ کی ترقی و تہذیب کا نمونہ کشت و خون، دروغ گوئی، اور ایک دوسرے کے مال کو غصب کرنے میں پوشیدہ نظر آتی ہے، جسکی مثالیں زمانہ قدیم میں پائی جاتی ہیں مگر کم، ابھی تک پتہ چلتا ہے کہ ملک کا قانون صحیح طور سے اسی وقت برتا جا سکتا ہے جبکہ مذہب کا قانون بھی انسانی زندگی کے ساتھ ہو، اور امن امان اتحاد و محبت بھی اوسی ملک میں پایا جا سکتا ہے جہاں مذہب کو دنیا کے لطائف پر ترجیح دیجاتی ہو ورنہ دنیا کی تاریکی اور درندگی پھر لوٹ آئیگی اور وحشت کی حکومت لامذہب انسانوں کے قلب پر ہوگی جسکا نتیجہ تباہ کن ہے اور ہوگا، اسی مذہبی کمزوری کا نتیجہ یورپ کی بربادی ہے،

فلسفہ

مذہب اور فلسفہ

اقتباس از داستان - لاہور

از ماہر القادری

سائنس کی بنیاد "تصور شئ" اور فلسفہ کی اساس "تصور ذات" ہے۔ ارسطو اور افلاطون فلسفہ کے امام مانے جاتے ہیں انہوں نے "تصور ذات" کو اپنے غور و فکر کا مرکز بنا کر بہت سے کلیے قائم کئے ہیں۔ یہاں تک کہ فلسفہ اشراقیہ PLATONISM اور فلسفہ مشائیہ (PERIPATETIEISM) دو مختلف مکتب خیال (SCHOOLS OF THOUGHT) کا وجود عمل میں آیا۔

افلاطون کے مسلک کی بنیاد تخیل پر تھی۔ یعنی وہ ایک ابتدائی خیال کو سامنے رکھ کر تفصیلات تک پہنچتا تھا۔ اور ارسطو کے مذہب تفلسف کا مدار "تعقل" پر تھا۔ وہ جزئیات اور تفصیلات سے نتائج مستخرج کر کے کلیہ قائم کرتا تھا۔ آجتک خیال و فکر کی دنیا انہیں بھول بھلیوں میں سرگرداں پھر رہی ہے اور "حقیقت" کے چہرے سے ایک نقاب بھی نہ اٹھ سکی۔

فیلقوس کے نامور بیٹے سکندر کو کون نہیں جانتا تاریخ اسکو عظیم الشان فاتح کے نام سے یاد کرتی ہے۔ سکندر کو علم و فن سے غیر معمولی شغف تھا اور فلسفہ تو اس کی گھٹی میں پڑا تھا روم و یونان کے فلسفیوں کا دستور تھا۔ کہ وہ شاگردوں کو زبانی پڑھایا کرتے تھے۔ لکھواتے نہ تھے۔ لیکن ارسطو نے سب سے پہلے "املا" (DICTATION) کی بنیاد ڈالی اور فلسفیانہ مسائل کو لکھ کر شائع کیا۔ اس پر سکندر نے ارسطو کو خط لکھا۔

ارسطو کو سکندر کا بہت بہت سلام!

آپ نے زبانی مسائل درسی کو جو لکھ کر شائع کیا، تو اچھا نہ کیا، اگر وہ چیزیں خصوصیت کے ساتھ ہم نے سیکھا ہے۔ اس طرح عالم آشکارا کر دی جائیں تو پھر ہمارے پاس وہ امتیاز کونسی شے رہجائیگی! کیونکہ اپنی نسبت تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اچھی اچھی باتوں میں اور علم میں دوسروں پر فوقیت رکھنا مجھے اس ساری سلطنت اور قوت سے زیادہ مرغوب ہے۔"

اس خط سے سکندر کی علم دوستی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ خط جہاں سکندر کی علم دوستی کا گواہ ہے۔ وہاں اس کی تنگ نظری کا بھی آئینہ دار ہے وہ ہندوستان کے برہمنوں کی طرح، فلسفہ کو ایک خاص جماعت کی وراثت سمجھتا ہے۔ ارسطو نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ میں نے اگرچہ بعض فلسفیانہ مسائل کو لکھ کر شائع کر دیا ہے۔ لیکن خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ وہ مسائل لوگوں کی سمجھ میں مشکل ہی سے آئیں گے فلسفہ استقرائیہ کے موجد ارسطو کی زبان سے آخر حق بات نکل ہی گئی۔

میں نے اوپر کی سطروں میں فلسفہ کے مذہب بنیاد کی نہایت ہی دھندلی تصویر پیش کی ہے۔ تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے کیونکہ اس داستان کیلئے دفتر درکار ہیں۔ فلسفہ نے اس قدر کشمکش و سعی کے بعد کیا حاصل کیا؟ اس کی تفصیل خود اسی کی زبان سے سنئے۔

زنکسا غورث کہتا ہے۔

کوئی چیز معلوم نہیں ہو سکتی۔ کسی حقیقت کے چہرے سے نقاب نہیں اٹھ سکتی کوئی امر یقینی نہیں ہو سکتا قوائے حسیہ محدود ہیں۔ قوائے عقلیہ کمزور ہیں! اور حیاتِ مستعار قلیل!"

مادہ پرستوں کے ابو الآباء دیمقراطیس (متولد ۴۶۰ قبل مسیح) نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

کوئی بات سچی نہیں ہے اور اگر ہے تو ہم کو معلوم نہیں۔"

زنوفنیز کا دعویٰ ہے۔

"ناممکن ہے کہ ہم حق بات کو بھی یقینی تصور کریں۔"

ارتیابی فلسفہ کے امام پرہو کا ارشاد ہے کہ۔

"ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ نہیں جانتے۔"

پارمینڈایز کا کہنا ہے۔

"انسان کا دماغ بنا ہی کچھ اس طرح ہے کہ حق مطلق کی تحقیق نہ ہو سکے"

ہیوم جس کی فلسفہ دانی کا یورپ میں ڈنکا بج رہا ہے۔ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہے کہ۔

"فلسفہ کا حاصل انسان کی کمزوری اور کوتہ بینی کا تماشا ہے"

ہرقلیتس جو حضرت مسیح سے تقریباً چھ سو سال پہلے پیدا ہوا تھا فلسفیانہ مسائل پر غیر معمولی نظر رکھنے کے باوجود پکارتا ہے۔

"انسان کے پاس کوئی یقینی علم نہیں۔ ہاں خدا کے پاس ہے"

فیبر دہین نے مشورہ دیا۔ کہ حق و باطل کے پرکھنے کی ہمارے پاس کوئی کسوٹی نہیں۔ اس لئے ہر شئے کے متعلق رائے ظاہر کرنے میں تامل کرنا ضروری ہے۔ یہ فلسفی تو یہاں تک کہتا تھا کہ۔

"ہم یہ بھی دعویٰ نہیں کرتے۔ کہ ہم کوئی دعویٰ نہیں کرتے"

آرسلیئس نے تو علی الاعلان کہہ دیا کہ۔

"مجھے کسی چیز کا علم نہیں۔ یہاں تک کہ اپنی لاعلمی کا بھی نہیں۔"

فلسفیوں کے ان ہی اعترافات پر نظر کرتے ہوئے کسی نے خوب کہا کہ۔

"یونان کا فلسفہ طفلانہ تجسس سے شروع ہوا اور پیرانہ تذبذب پر ختم ہو گیا"

وحی اور یقین

یہ ہے فلسفہ کی کائنات اور اُس کی کوششوں کا سرمایہ ہم اور آپ کس گنتی میں ہیں۔ وہ جو فلسفہ کے امام تھے جن کا اوڑھنا بچھونا "فلسفہ" تھا۔ فلسفہ کے متعلق جو کچھ رائے رکھتے ہیں اس کی تفصیل ان ہی کی زبانی پیش کی جا چکی ہے فلسفیوں کی نیت بُری نہیں وہ نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ صداقت کی طرف بڑھتے ہیں لیکن ان کی کوششوں کا مدار چونکہ صرف اُنکی اپنی "عقل" اور ذاتی "فکر" پر ہوتا ہے۔ اسلئے یقین کی بجائے شکوک پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں فلسفہ سے دنیا کو خوشنما اور دلچسپ اصطلاحات کے سوا کچھ نہیں ملا۔ لٹریچر بہرحال فلسفہ کا زیر بار احسان ہے۔

صداقت کا حصول "یقین و ایمان" کے بغیر ناممکن ہے صرف سوچنے اور غور کرنے سے صداقت حاصل نہیں ہوتی "فکر بغیر یقین" شکوک کی خلاق ہے۔ ہاں یقین کے بعد سوچنا مفید ہوتا ہے۔ تو حصول صداقت کے لئے سب سے پہلے "یقین و ایمان" ضروری ہے۔

جائنٹ فلسفہ کی تاریخ میں لکھتا ہے۔

"ہم کو حصول صداقت سے مایوس ہو جانا چاہئے۔ بجز اس صورت کے کہ ہم یہ مان لیں کہ اس کا علم براہ راست خود اسی کی ذات کی طرف سے ہوتا ہے جو اس کا ابدی سرچشمہ ہے یعنی خود خدا کی طرف سے اور یہی وہ آخری حل تھا۔ جسے نو افلاطونیں نے اختیار کیا۔ جسے ارتیابیت نے ناگزیر کر دیا تھا۔ علمی تفکر کی راہ سے حصول یقین کی مایوسی ہی اس بات پر مجبور کر سکتی ہے۔ کہ صداقت کو وحی کے اندر پانے کی کوشش کی جائے جو فکر سے بالاتر ہے۔"

یہ امر ہر طرح محقق ہے کہ وحی و الہام کا تعلق انبیا و رسل سے ہے اس لئے حصول صداقت کے لئے خدا کے بھیجے ہوئے نبی و رسول کی اتباع لازمی ہے۔ کہ اس کے یہاں یقین ہی یقین پایا جاتا ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے۔ کہ فلسفہ کی پرواز جس نقطہ پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ مذہب کی سرحد وہاں سے شروع ہوتی ہے۔

صرف عقل و تفکر" کو حصول صداقت کا ذریعہ بنانیوالے

کامیاب نہیں ہو سکتے۔ سب سے پہلے "یقین و ایمان" کا ہونا ضروری ہے۔ یقین کے بغیر عقل و تفکر کی کوششیں بے سود۔ بلکہ بعض اوقات اُلٹی مضر اور خطرناک ثابت ہوتی ہیں۔

مادہ پرست دماغ، صداقت کی روشنی نہیں پا سکتے۔ پتھر کی رگیں نسیم صبح کے جھونکوں کی گدگداہٹ محسوس نہیں کر سکتیں اور یہ قصور نسیم صبح کا نہیں خود پتھر کا ہے۔ کہ اس میں منفعل اور متاثر ہونے کی قابلیت نہیں اس زمانہ میں جبکہ طرح طرح سے خیال و فکر کو گمراہ کیا جا رہا ہے اور انقلابی لٹریچر کے ذریعہ "دہریت" کی وبا پھیلائی جا رہی ہے سچائی اور حقیقت کی تبلیغ کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ۔

حُدی را تیز ترے خواں چو محمل را گراں بینی

کاش! نوجوان دماغ میری اس گذارش پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اگر اس سلسلہ میں لوگوں کو کچھ شکوک ہوں تو وہ مجھے لکھیں۔ میں ان کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔

فلسفہ مذاہب دنیا

از

ام۔ کے۔ نواب۔ پٹنہ

دنیا کی ابتدا اور انتہا کے متعلق زمانہ سلف سے آج تک ہر مفکر دماغ نے کوئی نہ کوئی نظریہ عالم کے سامنے پیش کیا لیکن پھر بھی اس کی اصل حقیقت نہ معلوم ہو سکی۔ عالم کے جس مذہب میں تلاش کیا جائے اس مسئلہ پر اقوال رہبران کامل کا ایک کافی ذخیرہ نظر آئیگا، لیکن اس کا مفصل بیان بخیال طوالت ترک کر کے صرف اقوال حکما کی نسبت کچھ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اگر آپ کو مفصل حالات کے ملاحظہ کرنیکا شوق ہو تو "تواریخ جہاں" مطبوعہ مرتضوی پریس دہلی سنہ ۱۲۹۶ھ کو ملاحظہ فرمائیں۔ جس کے مصنف نے بڑی کاوش سے مختلف مذاہب کے عقائد آفرینش عالم کے متعلق بعد تحقیق اس طرح تحریر کیا ہے کہ ہر عقیدہ کے بیان کی تصدیق کے لئے اس مذہب کے مستند علماء، پنڈت اور پادریوں کی مہریں اس مضمون پر ثبت ہیں تاکہ کسی کو اس کی صحت میں شک کی گنجائش نہ رہے۔

حکماء اور فلسفیوں کی جماعت ہر مذہب اور فرقہ کے اندر ایک خاص درجہ امتیاز رکھتی ہے اور اُن کے دلائل و براہان کے آگے انکار کی مجال نہیں ہوتی لیکن بقول لسان الغیب حضرت حافظ شیرازیؒ ع

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

البتہ یہ ضرور ہے کہ حکمائے اعلام کی تحقیقات کی روشنی میں بہت حد تک اس مسئلہ پیچیدہ کی تاریک راہوں میں کچھ اُجالا پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مصنف کتاب مذکور نے حکمائے متقدمین کو چار گروہ میں منقسم کیا ہے۔ اول سوفسطائی دوسرے دہریہ تیسرے طبیعیہ چوتھے الٰہیہ۔

اول گروہ کے تمام حکما وجودِ عالم کو بالکل باور ہوا اور اس کے احساس ظاہری کو وہم سمجھتے ہیں۔ ان کے فلسفہ کی ترجمانی جناب غالب ایک مصرع میں یوں کرتے ہیں۔ ع

"دنیا تمام حلقۂ دامِ خیال ہے"

دوسرا گروہ دہریوں کا ہے۔ یہ فرقہ صانع حقیقی کے وجود کا منکر اور بحالت مجموعی دنیا کو خالق ارکان کائنات سمجھتا ہے۔ اس گروہ کے کچھ حکما **رویشنو** فرقہ ہنود اور پارسیوں میں بھی گذرے ہیں۔ چنانچہ ویشنو فرقہ کے حکما تسلسل کے قائل ہیں۔ ان کے عقیدہ میں ہر دور کے بعد ایک نیا **برہما** خلوتخانہ نیستی سے جلوہ گاہ ہستی میں بزم آرا ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح پارسیوں کے اندر اس گروہ کے حکما کے نزدیک اس وقت تک پچاس دورۂ مسلمہ تمام ہو چکے ہیں۔ کچھ حکمائے یونان بھی اس عقیدہ کے حامی معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ حکیم **فیثاغورث** کا خیال تھا کہ دنیا کی کوئی شئے بالکل فنا نہیں ہو جاتی بلکہ وقتی طور پر اس کی ظاہری صورت میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اگلے تین جنموں میں پہلے **فریبو** اور بعد ازاں **تلیدرث** اور اس کے بعد **ازمینو** کے نام سے موسوم تھے اس حکیم کے مطابق مادی دنیا کے علاوہ ایک ایسا عالم ارواح بھی موجود ہے جس کو عام عقل انسانی کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہے۔ البتہ صرف منتخب ہستیاں جب خود کو آلائش دنیا سے منزہ کر لیتی ہیں تو ان پر اس کا کچھ راز کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ فلسفہ فیثاغورث کے ماننے والوں میں حکیم **دیموکرٹ** اور حکیم **سیلیون** بہت ہی مشہور ہیں مگر **سکندر** رومی کے استاد حکیم **انکسی مینس** نے اُن کے خلاف خدائے واحد الوجود کو تخلیق عالم سے بے تعلق مانتے ہوئے کل اشیاء کا خالق تجارات آب کو مانا ہے وہ اشیائے عالم کے ساتھ ساتھ روح کی فنا کا بھی قائل ہے۔

تیسرا گروہ حکمائے طبیعیہ کا ہے۔ یہ گروہ صانع حقیقی کا تو قائل ہے لیکن معاد یعنے (DAY(FTUDGMENT) کو نہیں مانتا۔ اس گروہ کے خیال میں خالق کل نے بعد تخلیق عالم تمام مخلوق کو ایسا حق تصرف دیدیا ہے کہ کوئی شئے کسی قوت معطل نہیں ہو سکتی۔ اُن کے خیال میں صرف صورت نوعی بدل جانے سے اصل استعداد شئے نہیں بدل سکتی۔ مثال کے طور پر وہ کہتے ہیں کہ اگر لوہا اتنا گرم کیا جائے کہ آگ بنجائے تو بھی اس میں استعداد آہن موجود رہتی ہے۔ لہذا کسی شئے کو ایسی فنا ممکن نہیں کہ وہ احاطۂ وجود سے بالکل خارج ہو جائے۔

چوتھا گروہ حکمائے الٰہیہ کا ہے اس گروہ کے حکما **معاد و مبدا** کے قائل ہیں۔ ان کی تحقیق میں جو شئے بھی **قوت** یعنے (ENERGY) سے منتقل ہو کر **فعل** میں متشکل ہو جاتی ہے وہ ایک مدت معینہ کے بعد پھر اپنی اصلی مرکز کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اس عقیدہ کے حکما کو اہل اسلام نے موحد تسلیم کیا ہے۔ اس گروہ موحدین میں حکیم **آن ساکروس** شاگرد رشید حکیم انکس سینس کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے واحد الوجود نے عالم کو مادہ سے پیدا کیا لیکن مادہ میں گوناگوں اجزا ودیعت فرمائے۔ ان کے خیال میں مادہ ہرگز عین وجود نہیں اس حکیم بزرگ کے فلسفہ سے معلم **سقراط** یعنے حکیم **کلاویس** نے بڑا سخت اختلاف

کیا ہے کیونکہ اس کے نزدیک صرف آفتاب کی حرارت ہی خالق اشیائے عالم ہونے کا حق حاصل تھا۔ حکیم انکلادوس نے نظریہ **آن ساکروس** کو کچھ ترمیم کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ اس کے خیال میں صانع عالم نے کل اشیائے عالم کو اجزائے خوردہ و پراگندہ یعنے ELECTRON یا ELEMENT & ATOMS اور PROTON سے موجود کیا۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جب اجزائے منتشرہ کا مجتمع ہونا ممکن ہے تو پھر ان کا پراگندہ ہو جانا کوئی جائے تعجب نہیں۔۔۔۔ اس کے بعد حکیم **سقراط** کا دور آتا ہے جن کے مقالات حکیمانہ سے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں اس حکیم بزرگ کے خیال میں کل اشیاء صفات الٰہی کی مظہر ہیں۔ آب سے رحمت باری کی صفت نمایاں ہوتی ہے تو آتش سے اسکا قہر و جلال۔۔۔۔ ان کے خیال میں دنیا اُس چیز کا نام ہے کہ جو نہ تھی اور ہے اور پھر نہ ہوگی اور ہوگی۔۔۔ حکیم بزرگ ایک موقعہ پر جوش میں آکر یوں کہتا ہے۔

میں نے یہ جانا کہ کچھ نہ جانا

ان کی تحقیق میں روح کو فنا نہیں۔۔۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے اس عقیدہ کی حقانیت قائم کرنے کے لئے خود کو آگ میں زندہ جلا ڈالا۔۔۔۔؟

ٹڈیوں کے انسداد کی تدابیر

مکران میں مارچ کے پہلے ہفتہ سے ٹڈے نظر آنے شروع ہوگئے ہیں۔ یہ گوئیڈر کے علاقہ میں عام طور پر پائے جاتے ہیں جس کا ایک حصہ مسقط کے ماتحت ہے اور ایک حصہ ریاست قلات کے ماتحت۔

اندرونی علاقہ مستنار کے قریب زیر کاشت کھیتوں میں جہاں گیہوں وغیرہ بوئے جاتے ہیں ٹڈے کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ وہاں ٹڈوں اور ان بڑی ٹڈیوں کو جنہوں نے ہنوز انڈے نہیں دئے ہلاک کیا جارہا ہے۔

ریاست قلات کے علاقہ کاچھی میں جہاں گزشتہ چند مہینوں سے ٹڈیوں کا زیادہ ہجوم ہو رہا ہے ٹڈے ابھی تک نہیں دیکھے گئے۔ لہٰذا تمام کوششیں اس بات پر مرکوز کر دی گئی ہیں کہ بڑی ٹڈیوں کو ہلاک کیا جائے جن کی بہت بڑی تعداد انڈے دینے والی ہے۔ ہر روز تقریباً دس ہزار ٹڈیاں ہلاک کی جارہی ہیں۔ اب ریاست بیکانیر میں ٹڈیوں کی پیدائش شروع ہوگئی ہے لیکن انہیں نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

راجپوتانہ کی بعض ریاستوں میں بھی ٹڈیوں کو تباہ کے لئے جماعتیں قائم ہوگئی ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ دوسری ریاستوں میں بھی اس قسم کی انجمنیں قائم ہو جائیں گی کیونکہ جون کے بعد راجپوتانہ میں ٹڈیاں تیزی کے ساتھ پیدا ہونے لگتی ہیں۔

کلکتہ کے ٹیوب ویل کے پانی کی شوریت

جیالوجیکل سروے آف انڈیا کی حالیہ یادداشت میں کلکتہ اور اس کے جوار کے ٹیوب ویل کے پانی میں سوڈیم کلورائیڈ کے جزو پر بحث کی گئی ہے۔ پینے کا قدرتی صاف پانی چونکہ ٹیوب ویل کے ذریعہ سے بہت آسانی سے مل جاتا ہے اور ایسا پانی جراثیم سے بھی بالکل پاک صاف ہوتا ہے اس وجہ سے حال میں ٹیوب ویل کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے اور وہ بہت مقبول ہو گئے ہیں۔ جراثیمی نقطۂ نظر سے یہ پانی حالانکہ قابل اطمینان ہوتا ہے مگر کیمیاوی نقطہ نظر سے اس کے متعلق شکائتیں پیدا ہوگئی ہیں۔ کلکتہ اور اس کے اطراف میں کم گہرے ٹیوب ویل جنکی

گہرائی ۳۲۲ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی ان کا پانی کیمیاوی ترکیب کے لحاظ سے چار مختلف اقسام کا ہوتا ہے۔ پانی کی ان مختلف نوعیتوں کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ نسبتاً کم گہرائیوں میں پانی دینے والے چاروں طبقات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان میں پانی بھی مختلف سوتوں سے آتا ہے۔

ہندوستان میں انڈوں کا کاروبار

اگریکلچرل مارکیٹنگ ایڈوائزر کی رپورٹ

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مرغیاں پالنے والے خود انڈے کھانے کے لئے مرغیاں پالتے ہیں مگر حقیقت میں یہ بات نہیں ہے۔ مرغی کے ۶۰ فی صدی انڈے اور بطخ کے ۸۰ فی صدی انڈے بیچے جاتے ہیں اندازہ یہ ہے کہ ایک سال میں سوا پانچ کروڑ روپیہ کی مالیت کے انڈے بیچے جاتے ہیں اور جن مرغیوں اور بطخوں کے یہ انڈے ہوتے ہیں ان کی مالیت بھی قریب قریب ساڑھے سات کروڑ روپیہ ہوتی ہے۔" ان الفاظ میں حکومت ہند کے اگریکلچرل مارکٹنگ ایڈوائزر نے ہندوستان میں انڈوں کے کاروبار کے متعلق اپنی تیار کی ہوئی رپورٹ میں اظہار خیال کیا ہے جو حال ہی شائع ہوئی ہے۔

یہ رپورٹ حقیقتاً اس موضوع پر ایک بڑی رپورٹ کا خلاصہ ہے جو "ہندوستان اور برما میں انڈوں کی تجارت پر رپورٹ" کے نام سے کچھ عرصہ پہلے شائع ہوئی تھی۔ اس خلاصہ میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان میں انڈوں کے کاروبار کو اچھے ڈھنگ سے نہیں چلایا جاتا جس کی وجہ سے اس تجارت میں بڑا خسارہ پڑتا ہے۔ چنانچہ خلاصہ میں وہ طریقے بتائے گئے ہیں جن پر عمل کر کے ہندوستان کے لوگ انڈوں کے کاروبار سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اس خلاصہ میں دوسری باتوں کے علاوہ ان باتوں سے بھی بحث کی گئی ہے۔

انڈوں کا بکری کے لئے تیار کرنا۔ انڈے اکٹھا کرنا اور ان کو گاہکوں تک پہنچانا۔ انڈوں کی درجہ بندی۔ انڈوں کو ٹھنڈے گوداموں میں رکھنا۔ انڈے بھنانا وغیرہ وغیرہ۔

اس خلاصہ کی زبان نہایت صاف، سادہ اور عام فہم ہے۔ اس میں نقشے اور شکلیں وغیرہ بھی شامل کی گئی ہیں جن سے کتاب کی دلچسپی میں اضافہ ہو گیا ہے امید کی جاتی ہے کہ اسکولوں والے، کھیتی باڑی کا کام کرنے والے اور دوسرے لوگ جنہیں انڈوں کے کاروبار سے دلچسپی ہے اس خلاصہ کو کافی دلچسپی سے پڑھیں گے اور فائدہ اُٹھائیں گے۔

یہ خلاصہ آدھ آنے میں منیجر آف پبلیکیشنز دہلی سے مل سکتا ہے۔

ریویو

رسالہ جدید اردو، مشرقی ہندوستان کا علمی ادبی ماہنامہ ہے اس کا سالنامہ ۱۹۴۱ء ہمارے سامنے ہے اور اس پر تبصرہ کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہوں، سالنامہ تقریباً دو سو صفحوں سے زائد حجم رکھتا ہے اس میں سرپرستوں اور معززین کی متعدد تصویریں ہیں جس سے خرچ کثیر اور مزید بار کا پتہ چلتا ہے طباعت لکھائی دوسرے مشہور پرچوں سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ ادبی معیار و بلندی مضامین کا پتہ اس کے مشہور معاونین قلم کے اسماء سے معلوم ہوتا ہے، اس قلیل مدت میں جدید اردو کی ترقی و بلند معیاری قابل تحسین ہے جدید اردو کا اعتدال اور روشن خیالی اس بات کی شاہد ہے کہ حضرت ملزم کے جو اعلیٰ اصول و قواعد ہیں انکی پابندی کی بہتر سے بہتر کوشش کی جاتی ہے اور مضامین وجہ عریانی و فحاشی سے بہت کچھ الگ رہا ہے اسکی سرپرستی اور مطالعہ کرنا تمام شائقین ادب کا فریضہ ہے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان مگر یہ کہنا پڑتا ہے کہ آئندہ سالنامہ ۱۹۴۲ء نہایت پر امن و درمیان و شکوہ سے نکلیگا سالانہ ۱۹۴۲ء کی قیمت بارہ آنہ فی کاپی ہے جن صاحبوں کو منگانا منظور ہو تو منیجر جدید اردو ۳۶ ہسٹن اسٹریٹ کلکتہ کو خط لکھکر منگالیں۔ - - - - - - ایڈیٹر

मेल-मिलाप एसोसियेशन का बजट, १९४१-४२

ता० १७-५-४१ को मेल-मिलाप कार्य-कारिणी समिति की मीटिंग में नीचे दिया हुआ बजट १९४१-४२ के लिये पास हुआ।

आमदनी।

१ सदस्य शुल्क लगभग १०,००० सदस्यों से प्रत्येक से ।०) के हिसाब से ...		८३३	०	०
२ चन्दा ...		३,५००	०	०
३ मेल-मिलाप मैगेजिन विभाग से ...		३,४८७	०	०
(क) गत वर्ष का बाकी ...	३०० ० ०			
(ख) चन्दा ...	२,८८७ ० ०			
(ग) विज्ञापन से ...	३०० ० ०			
	रोकड़	७,८२०	०	०

खर्च।

१ एसटैबलिशमेन्ट (कार्यकर्त्ताओं का वेतन) ...	३००	०	०
(अ) किरानी ... १५) माहवारी; (ब) चपरासी ... १०) ,, } × १२			
२ स्टेशनरी (सामग्री) लगभग १०) माहवारी ...	१२०	०	०
३ छपाई खर्च—			
(क) हिन्दी, उर्दू और अंगरेजी में पर्चा छपाई, ५,००० प्रत्येक, माहवारी ५०) ...	६००	०	०
(ख) हिन्दी, उर्दू और अंगरेजी में नियमावली ३,००० प्रत्येक ...	७५	०	०
(ग) १०,००० मेम्बरों के लिये हिन्दी में ६,०००; उर्दू ४,०००; रसीद बही ...	५०	०	०
(घ) चन्दा बही ३,००० (१००० हिन्दी, उर्दू और अंगरेजी में ...	१५	०	०
४ मकान किराया १०) माहवारी ...	१२०	०	०
५ पत्र व्यवहार में १५) माहवारी ...	१,८००	०	०
६ सफ़र-खर्च में ५०) माहवारी ...	६००	०	०
८ फुटकर खर्च ...	१२३	०	०
९ टाइपराइटर और फ़रनीचर ...	३५०	०	०
रोकड़	४,३३३	०	०
१० मैगेज़िन विभाग से ...	३,४८७	०	०
मिजान रोकड़	७,८२०	०	०

---

१७ जून— समस्तीपूर।
१८ जून— समस्तीपूर से मधुबनी सफ़र।
१९ और २० जून— मधुबनी।
२१ और २२ जून— दरभंगा।
२३ जून— बेगूसराय।
२५ जून— बेगुसराय से सहरसा सफ़र।
२६ जून— मधेपूरा।
२७, २८ और २९ जून— पूर्णिया।
३० जून— वापसी पटना।
१ जुलाई—पटना से टाटा नगर के लिये रवानगी।

नोट—हर जगह पहले रोज मेल-मिलाप कान्फ्रेन्स होगी और दूसरे रोज "मनुष्य का भाग्य" पर भाषण होगा। इन सभी स्थानों पर मेल-मिलाप ऐसोसियेसन की शाखाएँ इसी सफ़र में काम हो जायँगी। असल में कई जगहों पर तो अब तक शाखाएँ कायम हो चुकी है।

मेल-मिलाप ऐसोसियेशन की प्रगति

मेल-मिलाप एसोसियेशन का काम बड़ी तेजी से आगे बढ़ रहा है। बिहार प्रान्त के कई जिलों में ऐसोसियेशन की शाखाएँ क़ायम हो चुकी हैं। और कुछ रोज से मि० राधाकान्त शरण, रिटायर्ड एसिस्टैन्ट कमिश्नर, इन्कम-टैक्स और प्रो० आई० एच रिज्वी, एम० ए०, राजेन्द्र कालेज, छपरा, ने बिहार प्रान्त में इस कार्य के हेतु सफर करने के लिये एक बृहत प्रोग्राम तैयार किया है, जिसका ब्योरा नीचे दिया जाता है। इस पत्र के प्रकाशित होने के समय तक बहुत जगहों का उनका प्रोग्राम पूरा हो चुका रहेगा। फिर भी सबों की जानकारी के लिये पूरा प्रोग्राम नीचे दिया जाता है। इससे पता चलेगा कि किस चाव और लगन के साथ यह काम आगे बढ़ाया जा रहा है।

छपरा जिला मेल-मिलाप ऐसोसियेशन

मि० नागेश्वर प्रसाद, ऐडवोकेट, पटना, के सभापतित्व में ता० १६ मई को छपरा में एक बड़ी मेल-मिलाप सभा हुई। शहर के सभी प्रधान हिन्दू तथा मुस्लिम सज्जन उस में शरीक थे। कई सज्जनों ने अत्यन्त सुन्दर तथा प्रभावशील भाषण दिये। अन्त में मेल-मिलाप एसोसियेशन की एक शाखा वहाँ क़ायम की गई, जिस में निम्न लिखित सज्जन पदाधिकारी तथा सदस्य नियुक्त हुए :—

सभापति--मि० एम० मजीद, उप-सभापति मि० चन्द्रदेव नारायण, ऐडवोकेट, मन्त्री-मि० जगदीश्वरी शरण, बी० एल०, मि० हसन अली और मि० पशुपति सिंह; सदस्य—मि० नर्बदेश्वर प्रसाद, खाँ बहादुर एस० हाशिम अली, बी० एल०, मि० एम० मशीर, बी० एल०, डा० सूर, प्रो० कामेश्वर प्रसाद, मि० मुहम्मद तक़ी, मि० भगवती प्रसाद सिंह, मि० ब्रजेन्द्र बहादुर, मि० एम० मंजूर अली, बी० एल प्रो० रिज्वी, राय साहेब एस० एन० सिंह, मि० ब्रजेन्द्र देव नरायण, मि० एम० अली, मि० एम० नबी, मि० महम्मद खाँ, मि० लल्लन जी जैन, मि० काशीनाथ सराबगी और मि० रामचन्द्र जायसवाल।

पलामू जिला मेल-मिलाप एसोसियेशन

ता० १६ मई को डाल्टेनगंज में मि० एस० ए० अहमद, आई० सी० एस०, डिप्टी कमिश्नर, पलामू, के सभापतित्व में एक सार्वजनिक सभा हुई। राय बहादुर ठाकुर भोला नाथ सिंह ने एक छोटे सुन्दर भाषण द्वारा पलामू, जिला मेल-मिलाप एसोसियेशन क़ायम करने का प्रस्ताव किया। सभी सज्जनों ने एक मत से इस प्रस्ताव को स्वीकार किया। २१ सदस्यों की जिला मेल-मिलाप एसोसियेशन कमिटी क़ायम की गई। उन में से ६ सज्जनों की जिला मेल-मिलाप कार्य-कारिणी कमिटी बनाई गई, जिनके नाम नीचे दिये जाते हैं :—

सभापति—मि० एस० ए० अहमद, आई० सी० एस०, डिप्टी कमिश्नर, पलामू, उप सभापति—(१) राजा बहादुर जी० पी० एन सिंह, (२) राय बहादुर के० एन० दत्त (३) नजीर अहमद, (४) बाबू ईश्वरी प्रसाद, (५) बाबू राम यार सिंह, मन्त्री—राय बहादुर ठाकुर भोला नाथ सिंह, संयुक्त मन्त्री—(१) बाबू दुर्गा विनायक प्रसाद, (२) मौ० सैयद क़रार हुसैन रिज्वी।

प्रो० रिज्वी तथा मि० राधाकान्त शरण का टूर प्रोग्राम

१ और २ जून—	आरा।
३ जून—	पटना।
५ जून—	छपरा।
६ जून—	सीवान।
७ जून—	हाजीपूर।
८ जून और ९ जून—	मुजफ्फरपूर।
१० और ११ जून—	सीतामढ़ी।
१२, १३ और १४ जून—	बेतिया
१५ और १६ जून—	मोतिहारी।

छपरे का सुन्दर उदाहरण

(श्री वेद व्रत वाणप्रस्थ जी का बयान)

श्री वेदव्रत वाणप्रस्थजी, बिहार प्रान्तीय आर्य समाज के भूत-पूर्व सभापति तथा हैदराबाद सत्याग्रह के पाँचवें डिक्टेटर ने २ जून को नीचे लिखा बयान प्रकाशित किया है :—

"आखिरी दो हफ्ते मैं छपरा और गोपालगंज में आर्य समाज वार्षिकोत्सव के सम्बन्ध में बझा रहा हूं। इस अरसे में मुझे एक बड़ी अच्छी बात देखने में आई, जिसका बहुत ही गहरा प्रभाव मेरे हृदय पर पड़ा। मैं उस सुन्दर चीज़ को जनता की सेवा में समर्पित करना चाहता हूँ, और मैं हृदय से आशा करता हूँ कि दूसरी जगहों में भी पब्लिक तथा अधिकारी-वर्ग छपरे के सुन्दर उदाहरण का ज़रूर अनुसरण करेंगे।

छपरा आर्य समाज का वार्षिकोत्सव २२ से २५ मई तक होने वाला था। २२ तारीख को वार्षिकोत्सव के पहले दिन सारे शहर में नगर-कीर्त्तन करने का विचार था। इस अवसर पर कुछ शरारती लोग कुछ गोलमाल करना चाहते थे और इस बात का बहुत खौफ था कि बिहार शरीफ की दुःखद घटनाओं के सामने रहते शायद अधिकारी-वर्ग जुलूस की इजाज़त न दें। इसलिये इस ख्याल से कि वातावरण साफ और पवित्र रह सके वार्षिकोत्सव के कुछ दिन पहले एक "मेल-मिलाप" की सभा की गई, जिसमें सभी फिरकों के लोगों के अलावे डिस्ट्रिक्ट मैजिस्ट्रेट, पुलीस सुपरिन्टेनडेन्ट और एस० डी० ओ०, सदर, भी शरीक थे। सभा के व्यवस्थापक तथा वक्ताओं ने भिन्न २ सम्प्रदायों के बीच पारस्परिक मेल-जोल तथा सद्भाव की ज़रूरत पर बहुत ज़ोर दिया जिससे सभी लोग प्रभावित हुए।

लेकिन जिस बात से हमारे दिल पर सब से गहरा असर पड़ा वह यह था कि खासकर सारन ज़िले के वर्त्तमान ज़िला ऑफिसर, खाँ बहादुर अबुनसर मुहम्मद उमर साहेब, की बदौलत हमें न सिर्फ शहर के मुस्लिम रईसों का सहयोग प्राप्त हुआ जिन्हों ने जलूस के मामले में कोई उज्र नहीं किया, बल्कि जो इस से भी कहीं आगे बढ़ कर हमारे जलूस में शरीक हुए और हमारे साथ २ घूमते फिरते रहे। मि० उमर, मि० वी० राय, पुलीश सुपरिन्टेन्डेन्ट और खाँ साहेब नूरुल होदा, एस० डी० ओ०, भी मोटर पर सवार होकर तमाम शहर में चक्कर देते और पुलीस का इन्तज़ाम देखते रहे। उन्हें इस बात की बड़ी फिक्र थी कि जुलूस सुगमता और शान्ति-पूर्वक निबह जाय।

आर्य समाज के जलूस में हमारे मुस्लिम भाइयों का शरीक होना एक अपूर्व घटना थी, न केवल इस सूबे के ही इतिहास में बल्कि शायद सारे मुल्क के इतिहास में। छपरा ने फिर एक बार सारे संसार को दिखला दिया है कि सख्त से सख्त तनाव के समय भी यह अपना सर ठण्डा रख सकता है और बाहरी वकूओं की वजह से अपने दोस्ताना रिश्ते में कुछ फर्क नहीं आने दे सकता है। तीनों रोज़ जब तक उत्सव जारी रहा मैंने बराबर अपने मुस्लिम

(शेष पेज १२८ पर)

हिन्दू-मुस्लिम एकता

(ले०—श्री जी० एम० यादव)

चन्द साल पहले जब मि० हमीद अली सतारा के कलक्टर थे तो उन्होंने मुझे सतारा देखने के लिये बुलाया। मैंने खुशी के साथ उनका निमन्त्रण स्वीकार किया। रात बहुत बीत जाने पर मैं सतारा रोड स्टेशन पर पहुँचा और करीब बारह मील पैदल चल कर मैं कलक्टर साहब की कोठी पर पहुँचा।

मुझे इस बात की खुशी थी कि मुझे पैदल चलने का मौका मिला। उस दर्मियान में मैं हिन्दु-मुस्लिम एकता के बारे में बहुत सी बातें सोच पाया। यह बात बिलकुल साफ़ है कि हिन्दु-मुस्लिम एकता के बिना हिन्दुस्तान में कभी शान्ति हो नहीं सकती। जब मि० हमीद अली मुझे सतारा के इर्द गिर्द के गावों को दिखलाने के लिये ले गये तो वहाँ उन्होंने मुझे दिखलाया कि किस तरह हिन्दू और मुसलमान अच्छे दोस्त और पड़ोसी की हैसियत से एक साथ रह सकते हैं। उन गावों के हिन्दू और मुसलमान बासिन्दों ने मुझ से कहा कि "कई सौ वर्षों से हमारे बाप-दादे दोस्त बन कर अमन चैन से एक साथ रहते आये हैं और हम उम्मीद करते हैं कि हमारी आगे आने वाली नस्लें भी यही सिलसिला जारी रखेंगी।

मैंने हिन्दू और मुसलमान बच्चों को साथ २ खेलते देखा। मि० हमीद अली ने खेल कूद और स्काउटिंग के लिये काफी प्रोत्साहन पहले से दे रखा था। हर गाँव में मुझे यह देखकर भी बड़ी खुशी हुई कि गाँव के सभी लोग अपने २ गाँवों की बेहतरी तथा उन्नति में बड़ी दिलचस्पी रखते थे। इससे साफ़ २ जाहिर होता है कि किसी अच्छे कलक्टर की अमलदारी में हिन्दु-मुस्लिम एकता तथा गाँव के लोगों की आम भलाई के अनेकों अच्छे काम अच्छी तरह हो सकते हैं।

अब मैं बेगम हमीद अली की कार्रवाइयों के बारे में दो एक लफ्ज यहाँ कहना चाहता हूँ। उन्हों ने शिक्षा के सुधार सम्बन्धी बहुत सी योजनाएँ तैयार की थीं और महिलाओं और बच्चों की भलाई के भी अनेक कार्यों का संगठन किया था। लेकिन अभी हमारे पास वह सब कागजात नहीं, जिनसे उनका पूरा ब्यौरा दिया जा सके।

मुझे याद है कि मैं पटने के "मेल-मिलाप" के कार्यकर्त्ताओं की एक कमिटी मीटिंग में मौजूद था जिसमें मि० एम० यूनुस सभापति थे। मि० यूनुस ने कई अच्छी योजनाएँ पेश की। मैं उम्मीद करता हूँ कि उन योजनाओं के अनुकूल कर्रवाई शुरु हो गई है।

मेरा विश्वास है कि स्कूल और कालेज के विद्यार्थियों के जरिये भी इस हिन्दु-मुस्लिम एकता के कार्य में बहुत सहायता मिल सकती है। वे अच्छी २ किताबें और अच्छी २ अखबारों को पढ़ कर आम लोगों को, जो पढ़ना लिखना नहीं जानते, सुना सकते हैं। इसी तरह और भी कई अच्छे २ काम उनके जरिये हो सकते हैं। कांग्रेस के ज़माने में जो निरक्षरता निवारण आन्दोलन जारी किया गया उससे भी हिन्दू-मुस्लिम एकता के काम में बहुत मदद मिल सकती है।

मैं मि० और बेगम हमीद अली से उनकी योजनाएँ हासिल करने की कोशिश करूँगा और उन्हें मेल-मिलाप" आफिस में भेज दूंगा। फिलहाल अलवेदाय।

किन्तु इससे अब्दुल के क्रोध का पारा और ऊँचा ही उठता गया। उसने रंज होकर कहा-"रखो अपनी इन्सानियत और आदमियत अपने पास। जानते हो अभी मैं पुलिस बुला कर मेरी स्त्री को नाजायज़ तरीके से अपने घर में बन्द कर रखने के जुर्म में तुमको हवालात भिजवा सकता हूं ?"

'तुम सब कुछ कर सकते हो, अब्दुल भाई ! किन्तु एक स्त्री पर हाथ उठाना ..... "

'रहने दो रहने दो, अपनी नसीहत। मैं तुम से उपदेश सुनने नहीं आया हूं। बताओ मेरी स्त्री को सीधे मन से देते हो या नहीं ?"

'मैंने तो पहले ही कह दिया है कि वह कहाँ है। तुम जब चाहो उसे लेजा सकते हो—वह है। तुम्हारी किन्तु ..... "

"तुम्हारा किन्तु-परन्तु, अगर-मगर मैं सुनना नहीं चाहता। अच्छा, तो सीधे रास्ते उसे नहीं दोगे। इसका मजा चखोगे, बच्चे।" कहता हुआ अब्दुल क्रोध से भरा बाहर निकल गया।

अब्दुल के चले जाने पर नसीमा घुँघट काढ़े हुए सहदेव के पास आई और बोली—"मेरे लिये झूठ मूठ क्यों झगड़ा मोल ले रहे हो। मैं अभी यहाँ से अपने घर चली जाती हूं। जो कुछ बीतेगी मेरे सिर होगा।"

सहदेव अपने भविष्य कार्य-क्रम पर विचार कर रहा था। नसीमा की अवाज़ सुन कर चौंक उठा। उसने कहा—नहीं, बहन ! इस समय अगर तुम अपने घर गई तो तुम्हारी खैरियत नहीं; वह तुम्हारा खून चूस लेगा। तुमने उसकी आँखें नहीं देखी वह सैतान का पुतला बना हुआ है।"

नसीमा बिना कुछ तर्क-वितर्क किये कमरे में लौट गई।

थोड़ी देर बाद पुलिस आई—सहदेव के घर की खानातलाशी लेने। वहाँ से अब्दुल की स्त्री और बच्चा बरामद हुए। सहदेव के हाथ में हथकड़ी डाल दी गई; वह हवालात भेज दिया गया।

यह बात सारे कारखाने में उसी समय फैल गई। अफसरों से लेकर मामूली मजदूरों तक सब ने आश्चर्य के साथ यह खबर सुनी। सभी को इसकी सत्यता पर सन्देह हुआ किन्तु आँखों देखी बात कभी झूठी नहीं हो सकती-ऐसा जान कर सभी चुप हो रहे।

विचार का स्वांग रचा गया। उसका जुर्म साबित होगया। सहदेव से पूछने पर उसने अपने को निर्दोष बतलाया किन्तु ६ महीने के लिये उसे जेल की सजा हुई।

नसीमा ने यह सब कुछ देखा और सुना किन्तु कहा कुछ भी नहीं। वह बैठी सोचती रही दुनिया की विचित्र चाल पर।

(आगामी अंक में समाप्य)

(पेज ३० से आगे)

दोस्तों को बड़ी तादाद में शरीक होते और हमारे धार्मिक उपदेशो को सुनते देखा। जलसे के आख़िरी रोज कलक्टर साहब भी उस में शरीक हुए थे।

अगर इस सूबे के अफसरान मि० उमर, मि० बी० राय और मि० एन० हुदा के उदाहरण का अनुसरण करें और अगर तमाम के मुसलमान छपरे के अपने सह-धर्मी भाईयों के उदाहरण पर चलें तो हम देखेंगे कि आज जो जगह २ पर इन दो जातियों के बीच खिंचाव तनाव चल रहा है, वह फ़ौरन काफ़ूर हो जाय। और तब हम फिर से पहले की नाईं आपस में बिरादराना सलूक रखते हुए अमन-चैन से एक दूसरे के साथ रहने लगेंगे।

भाई में भगवान

(ले० श्रीरमेश प्रसाद, बी० एस० सी०)

सहदेव के कानों में सदा गुंजा करता था महात्माजी का उपदेश—"दूसरों के निमित्त जीना सीखो।" इस उपदेश को अपने जीवन में वह सदा काम में लाने की चेष्टा किया करता था। यही कारण था कि नसीमा उसके घर में पैर रख सकी थी। दूसरों की भलाई करने का एक भी मौका वह हाथ से जाने देना नहीं चाहता था। यदि कोई मजदूर बीमार पड़ता वह डाक्टर बुला लाता, दवा का प्रबन्ध कर देता और जब तक वह अच्छा नहीं हो जाता प्रति दिन एक बार उसके यहां जाकर उसकी खबर ले आता। अकेला होने के कारण वह जो कुछ कमाता वह उसके जिवन निर्वाह से बहुत ज्यादा था, इस लिये वह अपनी कमाई का अधिक हिस्सा उनलोगों को दे देता जो बड़ा परिवार वाले होने के कारण अपनी आमद और खर्च के मुंह को मुश्किल से बराबर कर पाते थे। जिस दिन उसे कोई भी लोक हितार्थ काम करने का मौका नहीं मिलता उस दिन वह एकान्त में बैठ कर दुनिया के दुःखी प्राणियों का कष्ट कम करने की ईश्वर से प्रार्थना करता और मांगता आत्मिक बल जिससे वह जीवन के एक मात्र लक्ष्य-प्राणी-सेवा भाव को प्राप्त कर सके।

दूसरे दिन जब अब्दुल सोकर उठा उसकी नशा टूट चुकी थी। सुदूर अतीत की धुंधली छाया जैसी कल की घटना उसकी स्मृति-पट पर दिखाई पड़ी और उसे याद आया कि कल नशा के वशीभूत हो उसने अपनी स्त्री को घर से निकाल दिया था किन्तु यह समझने में उसे देर न लगी कि नसीमा कहाँ होगी। वह चारपाई से उठा और सहदेव की खोली के दरवाजे पर जा कर पुकारा—"सहदेव ओ सहदेव!"

सहदेव ने भीतर ही से अवाज दी—"अन्दर आओ, भाई!"

"अपनी भाभी को कहाँ छिपा रखा है?" कहता हुआ अब्दुल खोली के भीतर चला गया।

सहदेव अब्दुल के बैठने के लिये चारपाई बिछाते हुआ बोला-"ऐसा भी कोई काम करता है? खुदा की शुक्रिया करो कि कल मैं "बुकड" था और एगारह बजे कारखाने से लौटा। उस समय मैंने भाभी को बच्चे को छाती से लगाये हुए तुम्हारी खोली के दरवाजे पर देखा। हवा कैसी सत्यानाशी चल रही थी। यदि मैं उस समय भाभी को अपने घर में न लाता तो शायद इस समय तक दोनों इस संसार में न होते।"

"अच्छा, बताओ वह है कहां?"

"है तो वह उस कमरे में किन्तु मैं उसे तब तक तुम्हारे साथ न जाने दूँगा जब तक तुम एक बात की प्रतिज्ञा न कर लोगे।"

"कौन सी प्रतिज्ञा?"

"तुम उसके साथ बुरा बर्ताव न करोगे।"

अब्दुल ने तमक कर कहा "हम दोनों के बीच में पड़ने वाले तुम कौन?"

"मैं कोई नहीं, भाई! मैं इन्सानियत के नाते तुम से वह भिक्षा माँगता हूँ कि अपनी स्त्री के साथ आदमियत की सलूक करो।" नम्रता के साथ साथ सहदेव ने कहा।

कल्पना शक्ति द्वारा असत्य को दूर कर के सत्य के साथ संयोग स्थापित किया जा सकता है।

लेकिन इस कार्य में सफल होने के लिये यह जरूरी है कि कल्पना के पीछे पहले के विचारों और भावों के समूह का गहरा दबाव लगा हो। किसी आदमी में धार्मिक भाव हो सकता है, लेकिन खास मौक़े पर और खास हालतों में ही। ऐसे आदमी को ईश्वर के प्रति भक्ति अथवा सन्मार्ग पर चलने की इच्छा के पीछे पहले के विचारों तथा भावों का बहुत ही थोड़ा दबाव रहता है, क्योंकि पिछले जन्मों में उसके जीवन का प्रधान प्रवाह दूसरे २ रास्तों में हुआ रहता है। लेकिन गहरी धार्मिक सदभिलाषा पूर्व-जन्म की गहरी अभिलाषाओं तथा पूजा-पाठ आदि के फल-स्वरूप ही प्राप्त होती है। जब कोई ऐसा आदमी, जिसके अन्दर ऐसी सद-भिलाष की शक्ति मौजूद हो, कल्पना शक्ति से काम लेता है, तो उसके पीछे पहले जन्मो के भक्ति, प्रेम तथा आत्म-त्याग के अनेकानेक कार्यों का सम्मिलित दबाव लगा रहता है। उसके लिये असत्य को दूर कर के सत्य के साथ सम्बन्ध स्थापित करना कुछ मुश्किल काम नहीं। जब कल्पना के पीछे पहले का ऐसा दबाव मौजूद रहता है तो असानी से "है" और "होने-वाला है" के बीच पुल बाँध जाता है।

इस कार्य में हमें इस अजीब तथ्य से बड़ी सहायता मिलती है कि जो "होने-वाला-है" वह 'है' को अपने साथ मिला कर एक करने की सदा चेष्टा करता रहता है। कारण यह है कि इस विश्व का विधाता इसे इस ढाँचे पर ढालने की कोशिश करता रहता है कि यह उस अन्तिम पूर्णता अथवा "होने-वाला-है" का प्रतिरूप बन जाय, जिसे उसने समय या काल के आरम्भ में आदर्श संसार के रूप में स्थापित किया। यही वह अन्तिम लक्ष्य है जिसकी ओर इस विश्व की सारी रचना मानो अन्दरूनी सकृत दबाव के जरिये प्राप्ति होकर बढ़ती जा रही है। यही अन्दरूनी शक्ति है जिसकी वजह से विकाश के सिलसिले मे बहुत बड़ी २ छलांगें मिलती हैं तथा सब से काबिल प्राणियों का अस्तित्व क़ायम रहता है, जिन तथ्यों को आज के वैज्ञानिक नहीं समझ पाते हैं।

इसके अलावे, हमारी अन्तरात्मा, हमारी वह "आत्मा" जो "सोऽहम" कह सकती है, यानी यह कह सकती है कि 'मै वह अर्थात ईश्वर हूँ' उसका और सनातन जीवन उसी आदर्श संसार (Arche-typal World) के अन्दर रहता है। वहां से उतर कर इस संसार में जन्म लेना ठीक वैसा ही है जैसा एक गेंद का नीचे गिराये जाना है जो लचीले रबर के धागे के ऊपर किसी सतुन के साथ बांधा हुआ है। ज्योंही वह गेंदा नीचे की ओर गिरता है, उसी क्षण से उस रबर के धागे के अन्दर खिंचाव पैदा जाना है जो हमेशे अपनी सात्विक लम्बाई पर पहुँचने की कोशिश करता रहता है।

इसी तरह जब तक हमलोग यहाँ नीचे इस संसार में रहते हैं, तब तक अदृश्य रूप से उपर का कोई संसार हमेशे हमको अपनी ओर खींच कर अपने पास लाने की कोशिश करता है। यही कारण है कि क्यों जब हमारी कल्पना के पीछे पिछले जन्मों का सत्य, प्रेम, अथवा सौन्दर्य की सद-भिलाषाओं का दबाव लगा रहता है, तो हम उस संसार के साथ जो "होने-वाला-है" संसर्ग स्थापित करने लगते है और तभी हमें जीवन में वह शान्त्वना प्राप्त होती है, जिससे हमारी आत्मा को कुछ सुख हासिल होता है।

"है" और "होनेवाला है"

(३) कल्पना के साथ गहरे भावों तथा विचारों का संयोग

(मू०—ले० मि० सी० जिनराजदास,एम०ए०)

कल्पना या क़यास (imagination और वहम (fancy) में क्या फ़र्क़ है? क्योंकि इन दोनों के भेद जानने पर बहुत कुछ मुनहसर है।

कोई आदमी—अपने दिल में सोच सकता है: "अगर मुझे एक करोड़ रुपये होते तो मैं यह करता, वह करना, आदि," और तब वह जो कुछ करने की ख्वाहिश रखता है उसके बारे में तरह २ के चित्र अपने मन में बना सकता है। लेकिन उसके पास एक करोड़ रुपये नहीं हैं: अपने मन में जो ढांचे वह तैयार करता है उनके नीचे असलियत की कुछ बुनियाद नहीं रहती है। इसी को वहम या फ़ैन्सी कहते हैं।

लेकिन मान लीजिये कि बादलों की तरफ़ नज़र डालता है और नोट करता है कि कुछ थोड़ी सी ही कोशिश से वह पहाड़ियों मैदानों आलीशान इमारतों आदि के विचित्र दृश्यों के ढाँचे, अथवा विशाल काय विचित्र जानवरों, अथवा पर फहराये उड़ते हुए देवों, परियों, आदि को देख सकता है। उस हालत में वह कल्पना-शक्ति से काम लेता है। कारण यह है कि उसके मानसिक ढाँचों के पीछे कुछ अंशो में असलियत की दुनिया मौजूद रहती है।

जब कभी तजुर्बे की कोई बात—चाहे वह तजुर्बा शारीरिक संसर्ग द्वारा प्राप्त हुआ हो अथवा भावों अथवा विचारों के ज़रिये—बुनियाद में होती है तो उसके ऊपर जो मानसिक चित्र बनाये जाते हैं वे क्षणिक अथवा स्थायी दोनों रूप के हो सकते हैं। यदि उस प्रक्रिया में कुछ थोड़ी सी ही विचार अथवा भाव की शक्ति लगी हो तो वह चित्र फीके और तुरत नाश होने वाले होते हैं। लेकिन, अगर कल्पना के साथ २ गहरे विचार अथवा भाव का संयोग भी हो तो वह मानसिक चित्र असलित अथवा सत्य के सूचक होते हैं।

इसका कारण है कि जिस तरह ताना और भरनी के संयोग से कपड़ा तैयार होता है उसी तरह इस कठोर स्थूल संसार में भी "है" और होने वाला है" के दोनों संसार भी एक दूसरे के साथ बिलकुल मिले-जुले है। इसी तरह से हम लोगों के तजुर्बे की जो साधारण दुनिया है वह भी सत्य और असत्य के दो संसारों से, जो एक दूसरे के साथ मिले-जुले हुए हैं, मिल कर बनी है। लेकिन जिस तरह यह मुमकिन है कि ताने को अलग कर दिया जाय और सिर्फ भरनी रह गया अथवा भरनी को अलग कर दिया और सिर्फ ताना रह जाय, जिसका एक २ तागा साफ़ २ अलग २ दिखाई देता "हो, ठीक उसी तरह सत्य को असत्य से अलग करना भी मुमकिन है।

अगर हम वायरलेस (बिना तार के तार) के ज़रिये किसी ख़ास जगह की ख़बर सुनना चाहते हैं, और किसी दूसरी जगह की ख़बर की वजह से उसके साफ़ सुनाई देने में कुछ बाधा पहुँचती हो तो क्या आज हमारे लिये यह मुमकिन नहीं है कि अपने वायरलेस रिसीवर को थोड़ा ठीक कर के उस दूसरी जगह की ख़बर को हम बिलकुल काट कर अलग अलग कर दें? इसी तरह सु-संस्कृत

यह बात बहुत पुराने जमाने से लोग मानते हैं कि जीवन के पथ पर अग्रसर होने के लिये तथा सच्ची आध्यात्मिक उन्नति करने के लिये, तीन प्रधान रास्ते या मार्ग हैं यथा, कर्म मार्ग, भक्ति मार्ग और ज्ञान मार्ग। इन तीनों मार्गों के प्रमुख आचार्यों ने गीता के ऊपर टीकायें लिखी है और हर एक ने गीता के ही आधार पर अपने २ मार्ग की पुष्टि करने की कोशिश की है। एक ने दिखलाया है कि गीता में कर्म की प्रधानता है, दूसरे ने भक्ति की प्रधानता और तीसरे ने ज्ञान की प्रधानता दिखलाई है। इन कोशिशों में लोगों ने गीता का अर्थ तोड़ने मरोड़ने की काफ़ी कोशिश की है।

इस में ज़रा सुबहे की बात नहीं कि गीता में कर्म, भक्ति और ज्ञान तीनों की बड़ी तारीफ़ की गई है। साधारण भाव से गीता के पहले ६ अध्याय कर्म मार्ग से सम्बन्ध रखते है उसके बाद के ६ अध्याय भक्ति मार्ग से सम्बन्ध रखते हैं और अन्तिम ज्ञान मार्ग से अगर खींचा-तानी का ख्याल छोड़ कर निष्पक्ष भाव से देखने की कोशिश की जाय तो साफ़ मालूम होगा कि तीनों की प्रशंसा गीता में एक भाव से की गई है। उन वर्णननों को पढ़ कर यह पता लगाना अत्यन्त मुश्किल है कि इन तीनों मार्गों में किस को बड़ा अथवा किस को छोटा कहा जाय।

खुलासा यह कि ये तीन प्रधान मार्ग ज़रूर हैं। तीनों की विशेषताएँ और ज़रूरतें अलग २ हैं, लेकिन तीनों ही बराबर हैं। इन में कोई किसी से बड़ा या छोटा नहीं है। वाह! सभी विभिन्न मार्गों का समबन्ध कराने वाला कैसा सुन्दर यह धर्म-शास्त्र है!

देखिये, प्रसंग-वश एक स्थान पर कृष्ण भगवान ने दो भिन्न मार्गों की तुलना करते हुऐ उनकी एकता को फिर सुन्दर रूप से सीधे सादे स्पष्ट शब्दों में प्रदर्शित किया है। इस तुलना को कृष्ण जी के ही शब्दों में आप सुनें—

साङ्ख्ययोगौ पृथग्बाला: प्रवदन्ति न पण्डिता:।
एकमप्यास्थित: सम्यगुभयोर्विन्दते फलम्॥
यत्साङ्ख्यै: प्राप्यते स्थानं तद्योगैरपि गम्यते।
एकं साङ्ख्यं च योगं च य: पश्यति स पश्यति॥
(श्री मद् भागवद्ग गीता, अ० ५, श्लो० ४-५)

अर्थात "साङ्ख्य और योग को बच्चे अलग २ समझते हैं, पण्डित नहीं। इन दोनों में से किसी एक में निश्चित रूप से स्थित होने पर मनुष्य इन दोनों के फल प्राप्त करता है। साङ्ख्य के अधिकारी जो स्थान प्राप्त करते हैं वही स्थान योगियों द्वारा भी प्राप्त होता है। जो साङ्ख्य और योग को एक देखता है वही देखता है"।

साङ्ख्य और योग के रास्ते भिन्न २ हैं, फिर भी गीता की दृष्टि से दोनों एक हैं। यहां पर जो कुछ कृष्ण भगवान ने साङ्ख्य और योग के बारे में कहा है वही किन्हीं दो धर्मों अथवा मार्गों के बारे में बख़ूबी कहा जा सकता है।

खुलासा यह कि गीता किसी ख़ास धर्म अथवा मार्ग का पक्षपाती नहीं। उसके नज़दीक सभी रास्ते बिल्कुल ठीक हैं, सभी भगवान के पास पहुँचाने वाले हैं। देखिये, एक जगह पर श्री कृष्ण चन्द्रजी फ़र्माते हैं—

ये यथा मां प्रपद्यन्ते तांस्तथैव भजाम्यहम्।
मम वर्त्मानुवर्तन्ते मनुष्या: पार्थ सर्वश:॥
श्री मद् भगवद्गीता अ० ४ श्लोक ११।

अर्थात, "जिस किसी रास्ते से आदमी मेरी ओर आते हैं, उसी रास्ते से मैं उनका स्वागत करता हूँ क्योंकि, हे पार्थ, हर तरफ़ से जो कोई भी रास्ते लोग ग्रहण करते हैं वे सब मेरे ही रास्ते हैं।"

वाह! कैसा सुन्दर और उदार भाव है। आज इस भाव के प्रचार की कितनी ज़रूरत है? सभी गीता-प्रेमी सज्जनों को गीता के इस अमूल्य उपदेश पर अच्छी तरह मनन करना चाहिये और इसे भली भांति अपना कर अपना जीवन सार्थक तथा सफल बनाना चाहिये।

गीता के आधार पर धर्मों और मार्गों का पारस्परिक सम्बन्ध

(ले०—"मौलवी साहेब")

श्रीमद्भगवद् गीता को यदि सर्व-धर्म-समन्वय-शास्त्र कहा जाय तो इस में कोई अनिशयोक्ति न होगी। वास्तव में गीता क्या है एक अमूल्य रत्न है जो सभी धर्मों और सभी मार्गों को एक साथ मिलाता है और उनके पारस्परिक सम्बन्ध को प्रगट करता है।

इस में कोई सन्देह नहीं कि गीता के ऊपर अनेक प्रकारों की—सैकड़ों क्या हजारों तरह की ठीका टिप्पणियाँ हो चुकी हैं और दिनो-दिन होती जा रही हैं। बात यह है कि गीता एक ऐसी अपूर्व और मौलिक रचना है कि उसकी प्रमाणिकता पर कोई आक्षेप नहीं की जा सकती। यानी, सभी लोग चाहे उनके विचार और उनके रास्ते कुछ भी हों; गीता को एक अत्यन्त प्रमाणिक धर्म-शास्त्र मानते हैं और इस लिये हर कोई गीता के आधार पर अपनी विचारों तथा मार्गों की पुष्टि करना अत्यन्त श्रेय समझते हैं। गीता पर अनेकानेक प्रकार की टीकाओं के होने का यही प्रधान कारण है।

जो हो, इस में भी कोई सन्देह की बात नहीं कि गीता का मुख्य विषय कर्त्तव्य-निर्णय है। आज से पाँच हजार वर्ष पहले कुरुक्षेत्र के मैदान में अर्जुन को मोह हो गया था। श्री कृष्ण चन्द्र जी ने तरह २ के उपदेश देकर अर्जुन का मोह तथा भ्रम दूर किया। वही श्रीमद्भगवद् गीता है। इसकी एक बहुत बड़ी विशेषता यह है कि इसके उपदेश देश और काल की सीमा के परे है; यानी, कोई भी आदमी, किसी भी हालत में रहकर, किसी समय, अगर अपने उचित कर्त्तव्य का पता लगाना चाहे तो गीता का आश्रय लेकर वह इस कार्य को अच्छी तरह कर सकता है। गीता के अत्यन्त लोक-प्रिय होने का यही प्रधान कारण है।

गीता के अन्दर अट्ठारह अध्याय हैं। हर एक अध्याय एक २ खास-योग के आधार पर निश्चित हैं। इस लिये इन अट्ठारह अध्यायों के नाम अट्ठारह प्रकार के योगों के नाम पर दिये गये हैं, जैसा कि भिन्न २ अध्यायो के नाम देखने से साफ २ जाहिर होगा। फिर भी गीता की एक विशेष खूबी यह भी है कि हर अध्याय अर्थात हर योग के अनुकूल विचार करने से केवल एक नतीजा निकलता है यानी, यह कि अर्जुन को लड़ना चाहिये। उस अवसर पर उनका एक मात्र वही कर्तव्य था। इस लिये गीता के अन्दर जगह २ पर बार बार यह निर्णय दुहराया गया है कि "हे अर्जुन उठो, लड़ो।"

गीता की इस विशेषता पर गौर करने से स्पष्ट रूप में इस तथ्य का पता चलेगा कि मार्ग अथवा रास्ते अनेक जरूर हैं। हर एक की विशेषताएँ तथा हर एक के अनुसार चलने के तरीकों में काफी भेद है। फिर भी सभी एक ही लक्ष्य पर पहुँचते हैं। यह कितने बड़े महत्व की बात है? किसी धर्म अथवा किसी मार्ग की शिकायत करना तो दूर रहे, बल्कि उसके खेलाफ गीता न सिर्फ हर एक को अपनी २ जगह पर ठीक बतलाती है बल्कि इस से भी कहीं आगे बढ़ कर इस निश्चय की पुष्टि करती है कि हर धर्म अथवा हर मार्ग उचित रूप से समझने पर तथा उचित रूप से अनुसरण करने पर एकही अन्तिम निर्णय पर पहुँचाता है।

भी दिया जाता है ताकि जो कोई चाहे, क़ुरान अथवा उसके तर्जुमा से खुद क़ुरान की इस असलियत को देख ले सके।

सूरा २, आयत १९०—"और खुदा की राह में उनके साथ लड़ो जो तुम्हारे साथ लड़ाई करें और हद से बाहर न गुज़रो; क्योंकि खुदा उनको प्यार नहीं करता है जो हद से बाहर जाते हैं।"

सूरा २, आयत २४४ "और खुदा की राह में लड़ो और जानो कि खुदा सुनता है और जानता है।"

सूरा ४, आयत ७४-६—"७४—इस लिये जो इस दुनिया की ज़िन्दगी को आख़िरत या आइन्दे की जिन्दगी के लिये बेचते हैं, उन्हें खुदा की राह में लड़ने दो और जो कोई खुदा की राह में लड़ता है और तब मारा जाता है या जीतता है तो हम उसे बहुत बड़ा इनाम देंगे।"

"७५—और क्या वजह है कि तुम खुदा की राह में और आदमियों के दर्मियान कमज़ोरों की राह में और ऐसी औरतों और बच्चों की राह में न लड़ोगे, जो कहते हैं कि "ऐ हमारे मालिक! हमें इस शहर से जहाँ के लोग ज़ालिम हैं भाग कर अलग निकल जाने दो और अपनी ओर से हमें कोई सर-परस्त दो और अपनी ओर से हमें कोई मददगार दो।"

"७६—जो लोग ईमान रखते हैं या विश्वास करते हैं वे खुदा की राह में लड़ते हैं और जो लोग ईमान नहीं रखते वे शैतान की राह में लड़ते हैं। इसलिये शैतान के दोस्तों के खिलाफ लड़ो; शैतान की लड़ाई सचमुच कमज़ोर है।"

सूरा ४ आयत ८४—"तब खुदा की राह में लड़ो। ऐसा हुकुम तुम्हें दूसरी किसी वजह से नहीं दिया जाता है सिवाय इसके कि इसके ज़रिये तुम्हारा अपना रूहानी फायदा है और इसके ज़रिये ईमानदारों को साहस पहुँचता है। हो सकता है कि खुदा उनको लड़ाई से रोके जो ईमान नहीं रखते हैं, और खुदा ताकत में सब से बढ़ कर है और सज़ा का नमूना पेश करने में भी सब से मज़बूत है।"

सूरा ५, आयत २—"..........और किसी जाति के प्रति घृणा के वजह से—क्यों कि उन लोगों ने तुम्हें पाक मसजिद में पहुँचने से बाधा पहुँचाई—तैश में आकर हद से न गुज़रो और न पाप और पहले मार-काट में एक दूसरे की मदद करो, और खुदा के प्रति अपने फरायज़ या कर्त्तव्य पूरा करने में होशियार रहो, क्योंकि खुदा बुराई का बदला चुकाने में बहुत सख्त है।

सूरा ८, आयत ३८-४०—"३८- जो ईमान नहीं रखने वाले हैं, उनसे कहो कि अगर तुम लड़ाई से बाज़ आवोगे तो जो कुछ पहले गुज़र चुका है वह सब कुछ माफ़ कर दिया जायगा। लेकिन अगर वे (फिर लड़ने के लिये) पलटें तो जो कुछ पहले के लोगों के साथ गुज़र चुका है, वह फिर हो कर ही रहेगा।

"३९—और उस वक़्त तक लड़ाई जारी रखो जब तक वे मार-काट और ज़ुल्म से बाज न आवें; और सभी धर्म सिर्फ़ खुदा के लिये हैं। लेकिन अगर वे लड़ाई बाज़ आयें तो ज़रूर ही खुदा देखता है कि वे क्या कर रहे हैं।

"४०—और अगर वे फिर लड़ने के लिये पलटें तो तुम जानो कि खुदा तुम्हारा मुहाफिज़ है और सब से आले दर्जे का मददगार है।

सूरा ८, आयत ६१—"और अगर वे (दुश्मन) सुलह की तरफ़ रुजू हों तो तुम भी सुलह की तरफ़ ज़रूर रुजू होवो और खुदा में विश्वास रखो; वह सुनने वाला है और जानने वाला है।"

सूरा ८, आयत ६२—"और अगर वे तुम्हें धोखा देने का इरादा करें तो खुदा ज़रूर ही तुम्हारे लिये काफ़ी है।......."

लड़ाई के सम्बन्ध में क़ुरान की राय

(ले०—"श्री लाला जी")

इसलाम धर्म के बारे में एक बहुत बड़ी ग़लत-फ़हमी यह फैली हुई है कि लोग समझते हैं कि इसलाम मार-काट का धर्म है; इसलाम धर्म का प्रचार एक हाथ में क़ुरान और दूसरे हाथ में तलवार लेकर किया गया है। लेकिन क़ुरान की शिक्षा इस भाव के बिलकुल ख़िलाफ़ है। इस ग़लत-फ़हमी के आम तौर से प्रचार होने की वजह से इसलाम धर्म को बहुत क्षति पहुँची है। अतः इसे दूर करना और यह जानना और यह समझना कि इस मामले में इसलाम धर्म की असली शिक्षा क्या है बहुत ज़रूरी है।

इस में सन्देह नहीं की इसलाम धर्म में लड़ने और मारने काटने की हिदायत भी है। अक्सर मौक़े पर लड़ाई करना, मरना और मारना धार्मिक दृष्टि से हर सच्चे मुस्लिम का एक ज़रूरी फ़र्ज़ बतलाया गया है। लेकिन इस सिलसिले में सब से पहली बात नोट करने की यह है कि जहाँ कहीं लड़ाई या मारकाट की बात आई है वहाँ इस बात पर स्पष्ट शब्दों में पूरा ज़ोर दिया गया है कि लड़ाई सिर्फ़ ख़ुदा या ईश्वर की राह में ही होनी चाहिये। क़ुरान के मुताबिक़ किसी दूसरे भाव से लड़ाई करना हर्गिज़ जायज़ नहीं रखा गया है। किसी तरह के स्वार्थ-भाव से या किसी तरह गुमराह होकर लड़ना क़ुरान की शिक्षा के बिलकुल ख़िलाफ़ है।

दूसरी बात नोट करने की यह है कि जहाँ कहीं भी क़ुरान के अन्दर लड़ाई की बात आई है वहाँ इस बात पर भी पूरा ज़ोर दिया गया है कि हर हालत में हद के अन्दर रह कर ही लड़ना मुनासिब है। हद से गुज़रने की हर जगह सख़्त मनाही है।

एक तीसरी बात नोट करने की यह है कि क़ुरान के अन्दर कहीं भी, किसी हालत में भी, पहले आगे बढ़ कर लड़ने की इजाज़त नहीं दी गई है। लड़ाई उसी हालत में जायज़ क़रार दी गई है जब लड़ने की मजबूरी हो जाय, यानी आत्म-रक्षा के लिये।

और उस हालत में भी इस बात पर पूरा ज़ोर दिया गया है कि ज्योंही दुश्मन मार-काट से परहेज़ करे त्योंही लड़ाई बन्द कर देनी चाहिये। अगर वह सुलह चाहे तो ख़ुशी से और मुस्तैदी से उसके साथ सुलह करके अमन चैन के साथ रहना चाहिये और पिछली मार-काट के बातों को भूल जाना चाहिये।

हाँ अगर दुश्मन सुलह के बाद भी वादा ख़िलाफ़ी करे और ताकीद करने पर भी न माने तो उसके साथ ज़रूर लड़ना चाहिये, उसको ज़रूर मारना चाहिये। लेकिन किसी भी हालत में हद से गुज़रना नहीं चाहिये। हर हालत में लड़ाई ख़ुदा की राह में ही होनी चाहिये।

ख़ुलासा यह कि क़ुरान के अन्दर जिस लड़ाई की इजाज़त है वह धर्मिक लड़ाई है और सच्ची बहादुरी की लड़ाई है। क़ुरान को समझ कर पढ़ने से आदमी को साफ़ २ मालूम हो जा सकता है कि ईश्वर की दृष्टि से मनुष्य को कहाँ, कब और किस मौक़े पर लड़ना चाहिये, किस तरह से लड़ना चाहिये और कब नहीं लड़ना चाहिये।

अब नीचे क़ुरान से कुछ आयते दी जाती हैं जिनसे ऊपर दी हुई बातों का पूरा २ समर्थन होगा। सुभीते के लेहाज़ से हर आयत और सूरे का हवाला

मेल-जोल सम्बन्धी छोटी से छोटी कोशिशों को भी मोटे अक्षरों में प्रधान स्थान दी जाय और दंगा फसाद की खबरों का प्रकाशित करना अगर बिलकुल बन्द न कर दिया जाय तो उन्हें कहीं कोने में वैसी ही अप्रधान जगह दी जाय जैसी आज अथवा हाल तक मेल-जोल की खबरों को जगह प्राय: दी जाती रही हैं, अथवा अभी भी दी जा रही है।

फिर, हम सभी सम्पादकों से एक दूसरा अनुरोध भी करेंगे कि वे कृपया ऐसा प्रबन्ध तथा प्रयत्न करें कि उनके पत्र अथवा पत्रिका के हर अङ्क में मेल-मिलाप सम्बन्धी कुछ खबरें तथा कुछ लेख प्रधान स्थानों में जरूर प्रकाशित हों। अगर सम्पादक-गण चाव से मिल-जुल कर इस कार्य को अपने हाथ में लें और निश्चित रूप से अपनी सम्मिलित शक्ति साम्प्रदायिकता के इस कलंक को दूर करने में लगाएँ तो कोई वजह नहीं है कि क्यों यह समस्या शीघ्र सुलझ न जाय।

कहा जाता है—और सभी लोग इस बात को मान रहे हैं—कि आज प्रोपेगैन्डा या प्रचार का जमाना है। इस के ज़रिये आज संसार में घोर से घोर परिवर्त्तन लाये जा रहे हैं। यह बात किसी से छीपी नहीं है। पर क्या यह नियम दूसरे ही देशों के लिये है, हमारे देश के लिये नहीं है? पर क्या सम्प्रदायकगण कृपया इधर ध्यान न देंगे और इस सम्बन्ध में अपना उचित कर्त्तव्य पालन न करेंगे?

३ सिनेमा

आज सिनेमा भी लोक-मत को विशेषत: नव-युवकों को—प्रभावित करने के लिये हमारे देश में भी एक अत्यन्त शक्तिशाली अस्त्र बन चला है। किस हद तक नव-युवक दल इधर आकर्षित हो चला है, इसका अन्दाज़ा किसी रोज़ शाम को सिनेमा शुरू होने के पहले उधर से गुजरने से चल सकता है।

बहुत लोगों का ख्याल है कि सिनेमा के ज़रिये आज नव-युवकों पर बहुत बुरा असर पड़ रहा है। बात ठीक है, पर इसमें सिनेमा का कोई खास दोष नहीं, वास्तव में सिनेमा क्या है एक प्रकार की शक्ति है अभी हर दूसरी तरह की शक्तियों की नाईं यह न अच्छी है न बुरी। यह अच्छी या बुरी बनती है संचालकों या प्रबन्धकों के हाथ में। जिस तरह आज इस खास शक्ति के ज़रिये नव-युवकों का बहुत नुकसान हो रहा है, उसी तरह इसके सदुपयोग द्वारा नव-युवकों का बहुत हित तथा कल्याण भी हो सकता है।

अत: इसे दूषित संस्था कह कर टाल देना उचित नहीं। नव-युवकों को दिनो दिन इधर अधिकाधिक संख्या में आकर्षित होने से कोई रोक नहीं सकता। इसलिये मुनासिब यह है सिनेमा कम्पनियों से मिल कर ऐसा प्रबन्ध करना चाहिये मेल-मिलाप सम्बन्धी कुछ आदर्श फिल्म तैयार किये जायँ और उनका प्रदर्शन अच्छी तरह किया जाय।

ऐसे फिल्म के प्रदर्शन में घाटे का कुछ भय नहीं हो सकता। हमारे यहाँ अभी भी, इस गिरी हुई दशा में भी, धार्मिक तथा आदर्श-युक्त फिल्मों की क़दर करने वाले लोग बहुत है। ख्याल कीजिये भक्त तुलसीदास, सुरदास, मीराबाई, आदि के फिल्मों को किस भाव से, किस लगन से, किस भाव से, किस भक्तिसे, किस श्रद्धा से लोग देखते हैं, यह बात किसी से छिपी नहीं। इस तरह के एक फिल्म शुरू होता है और कई हफ्तों तक लगातार रोज़ २ वहीं चलता रहता है, फिर भी दर्शकों की भीड़ कभी कम होती नहीं दीख पड़ती।

यह एक सुन्दर उत्साह दिलाने वाली संतोष-जनक बात है। अत: बिना डर भय के मेल-मिलाप सम्बन्धी कुछ अच्छे फिल्मों को तैयार करा कर उनके यथेष्ट प्रदर्शन का समुचित प्रबन्ध जरूर होना चाहिये।

और जब तक ऐसा प्रबन्ध न हो पाये, तब तक भी हर शो के साथ बीच २ में मेल-मिलाप सम्बन्धी कुछ खबरों अथवा आदर्शों के प्रदर्शन का जरूर प्रबन्ध होना चाहिये।

(शेष अगले अङ्क में)

—सम्पादक।

साम्प्रदायिक मेल-जोल के लिए कुछ व्यावहारिक योजनाएँ

१ साम्प्रदायिकता से परे

हमारे ख्याल से साम्प्रदायिक मेल-जोल करने के लिये कुछ ऐसे लोगों की जरूरत है—कुछ ऐसे हिन्दुओं और ऐसे मुसलमानों की जरूरत है जो अपने को साम्प्रदायिकता के दायरे से ऊपर उठा चुके हों। जब तक वास्तव में हमें ऐसे आदमी न मिलेंगे और उनकी तायदाद क्रमशः बढ़ती पर न होगी तब तक मेल-जोल की यह विकट समस्या केवल दिमागी या ख्याली समस्या बनी रहेगी।

यह एक बहुत बड़ी जिम्मेवारी हमारे आज के हिन्दु तथा मुस्लिम नेता-गण के ऊपर है। साधारण भाव से किसी आदमी को किसी दूसरे आदमी की सच्चाई पर शुबहा करने का अधिकार नहीं। पर हर जिम्मेवार नेता का आज फर्ज़ है कि वह ज़रा ठण्ढे दिल से अपनी जाँच आप खुद करे और देखे कि खुद अपनी नज़रों में वह कहाँ तक इस सच्चाई की कड़ी कसौटी पर खरा उतर सकता है। अगर निष्पक्ष भाव से जाँच करने पर वह कुछ अंशों में भी अपने आप को साम्प्रदायिकता की कीचड़ में फँसा पाये तो उसे चाव कर के बहुत शीघ्र अपने आप को उस कीचड़ से अलग निकाल कर पाक साफ़ बना लेना चाहिये। जब तक ऐसा न होगा कोई आदमी वास्तव में इस उलझन के सुलझाने में सहायक न बन सकेगा।

देखिये, कृष्ण भगवान कहते हैं—

यद्यदाचरति श्रेष्ठस्तत्तदेवेतरो जनः।
स यत्प्रमाणं कुरुते लोकस्तदनुवर्तते॥
—श्री मद्भगवत् गीता, अ० ३, श्लो० २१।

अर्थात्, "कोई बड़ा आदमी जैसे जैसे चलता है, दूसरे लोग भी वैसे ही चलते हैं। वह जैसा प्रमाण स्थापित करता है उसी के अनुसार लोग चलते हैं।"

नेतागण पर कितनी बड़ी जिम्मेवारी है, वे खुद समझ सकते हैं। इस में तनिक संदेह नहीं कि यदि हमारे नेता-गण अपना उचित सुधार कर लें तो हमारी सारी उलझनें बहुत आसानी से सुलझ जायें।

२ पत्र-पत्रिकायें

पत्र-पत्रिकाओं पर भी बहुत ही बड़ी जिम्मेवारी है। वे जिधर चाहे उधर ही लोक मत को, अर्थात्, जन-साधारण के भाव तथा विचार को, पलट दे सकती है। आज प्रायः सभी लोग मेल-जोल की जरूरत अच्छी तरह से महसूस कर रहे हैं। फिर भी हमें अत्यन्त दुःख के साथ कहना पड़ता है कि आज खोजने पर शायद बहुत ही कम ऐसे पत्र-तथा पत्रिकायें मिलेंगी जो निश्चित रूप से लोकमत को इस मामले में उचित रास्ते पर ले चलने की कोशिश कर रही हों।

इस मामले में हम सभी पत्र-पत्रिकाओं से सविनय अनुरोध करेंगे कि वे इस सम्बन्ध में अपना अपना दृष्टि कोण तथा अपनी नीति एक नये सिरे से क़ायम करें। आज क्या हो रहा? मामूली दंगे फसाद की सनसनी पैदा करने वाली खबरे तो बहुत मोटे हेड लाइन्स या शीर्षकों में बहुत प्रधान जगह पर प्रकाशित की जाती हैं और मेल-जोल सम्बन्धी शान्ति पैदा करने वाली खबरें बहुत छोटे अक्षरों में कहीं एक कोने पर ऐसे अप्रधान स्थान में डाल दी जाती हैं कि बहुत कम लोगों की नज़र उस पर पड़ती हैं। सम्पादक-गण खुद समझ सकते हैं कि पाठक-गण पर ऐसे प्रकाशन और प्रदर्शन का कैसा असर पड़ता होगा।

अतः हम तो ज़ोर देकर कहेंगे कि मेल-जोल के नाम पर, देश तथा समाज के असली हित के नाम पर यह नीति बिलकुल उलट दी जाय। अर्थात्,

सबों की शान्ति का धर्म

(ले०—एच० ई० एच० निजाम, हैदराबाद)

मैं तंग दिली से किसी सम्प्रदाय या मजहब वालों के कोमल भावों पर कुछ चोट पहुंचाना नहीं चाहता, न मैं अपने धर्म के अमल में कुछ ऐसा तोड़ मरोड़ करना चाहता हूं कि जिसकी वजह से मुझे एक कट्टर धर्मावलम्बी का नाम हासिल हो। यह हमेशे मेरा सिद्धान्त रहा है और मेरे मूरिसों या बाप-दादों का भी यही सिद्धान्त रहता आया है कि सभी मजहबों या धर्मों को एक भाव से देखना चाहिये, उन में से किसी के बारे में कुछ भेद-भाव या फ़र्क़ नहीं करना चाहिये और इस तरह किसी धर्म के अमल के निस्बत कुछ भी दस्त-अन्दाजी करके अपने राज्य को हर्गिज़ कमजोर बनाने का मौक़ा नहीं देना चाहिये .....।

चन्द साल गुजरे मैं ने एक पत्र लिखा। उस के एक लाइन का मानी कुछ मजलिस के नेताओं ने इस तरह लगाया जिससे यह मतलब निकलता था कि निज़ाम मुस्लिम रेयाआ की बादशाहत का एक मूर्ति-मान स्वरूप है। इस सिलसिले में मैं यह साफ़ २ जाहिर कर देना चाहता हूँ कि जो कुछ मैं एक मुस्लिम की हैसियत से लिखता या बोलता हूँ, उसे जो कुछ मैं एक बादशाह की हैसियत से लिखूँ या बोलूँ, उसके साथ कभी मिलाना या गोल-माल नहीं करना चाहिये। इसकी वजह यह है कि बादशाह की हैसियत से मुझे किसी खास धर्म या सम्प्रदाय के लोकों पर ही राज्य नहीं करना है, बल्कि ऐसे लोगों पर मुझे हुकूमत करनी पड़ती है जो भिन्न २ सम्प्रदायों के रास्तों पर चलने वाले हैं। इसलिये यह मेरे लिये जरूरी है कि सब पर समान भाव से राज करूँ ....।

मजहब और सयासी मामले बिलकुल दो चीजें हैं, जिन्हें एक साथ मिलाया नहीं जा सकता। इन दोनों की खसूसियतें दो तरह की हैं। इस भेद को वे लोग अच्छी तरह जानते हैं जिनके अन्दर समझदारी का भाव है और जिनके दिमाग शान्त हैं यानी जो हल चल से अलग हैं।

आठ साल गुजरे कि मैंने एक फ़रमान जारी किया था। उस में यह साफ़ २ बयान किया गया था कि चाहे मेरे घर या खानदान का मजहब कुछ भी हो और चाहे मेरे जाती अक़ीदे कुछ भी हों, लेकिन बादशाह की हैसियत से एक दूसरे धर्म का मानने वाला हूँ, जिसे "सबों की शान्ति का धर्म" कह सकते हैं। इसकी वजह यह है कि मेरे मातहत में भिन्न २ धर्मों और सम्प्रदायों के लोग रहते हैं और उनके पूजा-घरों की रक्षा बहुत दिनों से मेरे राज्य का नियम रहता आया है।

बादशाह की हैसियत से मैं अपने को किसी मजहब का नहीं समझता। इसका यह मतलब नहीं कि मैं ला-मजहब या नास्तिक हूँ। बल्कि इसका मतलब यह है कि बादशाह की हैसियत से मैं किसी खास मजहब या फ़िरक़े का पक्षपाती नहीं हूँ। इस विश्वास पर मैं और मेरे बाप-दादे बराबर फ़ख्र रखते आये हैं और आगे भी फ़ख्र लेते रहेंगे; और मुझे पूरा यक़ीन है कि मेरे वारिसान भी खुदा के फ़ज्ल से इसी सिद्धान्त पर चलते रहेंगे।

मेल-मिलाप

वर्ष २ | पटना, १७ जुन, १९४१ | अङ्क ८

"कुछ"

(र०—श्री पं० सूरज-चन्द सत्य-प्रेमी डाँगी जी महाराज, वर्धा)

कुछ सुनते हैं, कुछ कहते हैं।
विनिमय का संसार बना,
कुछ देते लेते रहते हैं॥
कुछ सुनते हैं, कुछ कहते हैं॥

इस कुछ को कुछ सब में पाया,
कुछ माया को ब्रह्म बनाया।
कुछ कल्पित, कुछ सत्य भाव में,
कुछ तिरते, कुछ बहते हैं॥
कुछ सुनते हैं, कुछ कहते हैं॥

निज को ही कुछ पर में खोया,
कुछ पर को निज ऊपर टोया।
उस "सब कुछ" पर छोड़ सभी कुछ,
कुछ सुख दुख सब सहते हैं।
कुछ सुनते हैं, कुछ कहते हैं।

कुछ तो करुणा के भूखें हैं,
कुछ विराग से भी रूखें हैं।
कुछ सपना सा जग अपना लख,
हिय-रस में लहलहते हैं।
कुछ सुनते हैं, कुछ कहते हैं।

निज कुछ को जब सब कुछ माना,
द्रोह, मोह, मिथ्या मद ठाना।
जाति-धर्म-कुल-वर्ग व्यूह के,
तभी द्वन्द मच रहते हैं।
कुछ सुनते हैं, कुछ कहते हैं।

सब कुछ हो पर निरातिरेक हो,
बस अपनी ही नहीं टेक हो।
सत्य प्रेम के धर्मी तो कुछ,
मध्य भाग ही गहते हैं।
कुछ सुनते हैं, कुछ कहते हैं।

बस कुछ ही कुछ रहना भाई,
'अति' कर दिया कि विपदा आई,
इस कुछ वाले नित्य तत्व से,
सब दुःख के गिरि ढहते हैं॥
कुछ सुनते हैं, कुछ कहते हैं।

जग में स्वार्थों का प्रचार है,
विषय-भाव का अन्धकार है।
सूर्य उदय हो, किन्तु चन्द्र भी,
घटते बढ़ते रहते हैं।
कुछ सुनते हैं, कुछ कहते हैं।

विनियम का संसार बना,
कुछ देते लेते रहते हैं।
कुछ सुनते हैं, कुछ कहते हैं।

گورنمنٹ بہار، سی۔ پی، یو۔ پی، اوڑیسہ، سندھ کے محکمہ تعلیمات سے منظور شدہ

میل ملاپ

نمبر ۹	جولائی سنہ ۱۹۴۱ء	جلد ۲

"دعا کیا ہے"

از
ایک دعا گو

بس اک فریبِ تمنا ہے اور دعا کیا ہے
جو حل نہ ہو وہ معمّا ہے اور دعا کیا ہے

ہوئی بشر کو ودیعت جو فطرتِ محکوم
اُسی کا ایک نمونہ ہے اور دعا کیا ہے

بلا سے کچھ نہ ملے ایک سکون تو ملتا ہے
دلِ حزیں کا سہارا ہے اور دعا کیا ہے

مٹے نہ آئینہ دل پہ تا غبارِ خودی
یہ بندگی کا طریقہ ہے اور دعا کیا ہے

ہماری سعیِ عمل کا ہے اعترافِ شکست
شکستہ پائی کا حیلہ ہے اور دعا کیا ہے

نہ ہو اگر دلِ سائل میں اعتبارِ اثر
تو صرف حجت بیجا ہے اور دعا کیا ہے

ہماری زیست ہے کیا؟ اک شبِ درازِ گناہ
کہ جس میں نور کا تڑکا ہے اور دعا کیا ہے

ڈیمو ملٹی

بھول کی دنیا

یہ فطرت انسانی کی عادت رہی ہے اور ہے کہ دوسروں کو مغالطہ دے اور خود بھی مغالطہ اور بھول کی دنیا میں بسے جہانتک غور کیا جاتا ہے اس عادت میں بڑی بڑی ہستیاں اور بعض قومی لیڈر بھی گرفتار ہیں۔

تاریخ کی ابتداء سے آجتک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے خود فریبی کی عادت کو ممتاز بنا رکھا ہے اور اپنی زندگی کا سہارا بھی اسی کو سمجھتا ہے، اسی مغالطہ اور خود فریبی کا نتیجہ ہے کہ یہ فرض کرتے ہوئے کہ اگر "ہالمخش زندگی میں اس بات کا اضافہ کر دیا جائے اور اُس بات میں ترمیم کر دی جائے" تو زندگی بڑی اچھی اور خوشگوار گذرے گی، ابھی ناوانستہ اُلٹ پھیر سے دنیا میں انقلاب پیدا ہو رہا ہے انسان کی معاشرت اور عنوان زندگی پر غور کیا جائے تو رواج و مراسم میں اختلافات انگنت ملیں گے، ہر ملک قوم کا ایک خاص رواج ہوتا ہے، دُور کیوں جائیں محض مراسم شادی ہی پر نظر ڈالئے تو ہر قوم و مذہب کے رواسم جداگانہ ہیں جنکا آخری مقصد محض ایک عورت و مرد کا باہمی اتحاد ایک مذہبی حکم کے مطابق ہے، خوشی منانے کے مختلف اصول ہیں کوئی تاشا اور ڈنکا بجا کر اپنی خوشی کے جذبات کو ابھارنے میں کامیاب ہوتا ہے، کوئی بڑی سی بڑی محفل کر کے خوشیاں مناتا ہے، کسی کو ان میں سے کوئی اصول پسند نہیں آتا ہے، اور وہ ہوٹلوں میں نیم عریاں رقص دُ جگ کو دسے اپنی انتہائی خوشی کا اظہار کرتا ہے، گر یہ مقصد صرف اتنا ہے کہ انسان اپنی روزانہ زندگی سے کچھ زیادہ غیر معمولی موقعوں پر خوشی کا اظہار کر کے اپنی روح کو مسرت بخشے جس سے تازگی و فرحت پیدا ہو یہ ایک وقتی سی بات ہے، جیسے قرض کی دنیا میں گرفتار ہوتے اور اوسکی غلامی کرنے کا شوق ہے وہ مصیبت اور پریشانیوں میں ڈالنے والی چیزوں کو بھی عیش و نشاط کا سرمایہ سمجھتا ہے، گھر میں دولت نہیں ہوتی ہے تو اپنے دل کی اُمنگ اور چاہ کو پورا کرنے کے لئے دوسروں سے قرض لیتا ہے،

جب اپنی خود غرضی پر نظر پڑتی ہے تو دکھائی دیتا ہے کہ محض اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے انسان ناانصافی اور ظلم کے بھول اپنی فرضی مسند پر چڑھا تا ہے، ایک انسان دوسرے انسان سے معاشرت زندگی اسلئے رکھتا ہے کہ اوسکی دلبستگی ہوتی ہے، کلفت سے پاک ہوتا ہے، اور ہمدرد پیدا ہوتے ہیں، اس میل جول میں اُخوت اور برادری کا جذبہ پوشیدہ نہیں ہوتا ہے اسلئے پھوٹ پڑتی ہے، اور آج جن سے دوستی تھی کل اُن سے نفاق کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، یہ ہماری بھول نہیں تو کیا ہے، ہم نے خلوص کے شرائط اپنی دوستی کے دور میں خیال نہیں رکھا، اگر آج اپنے ہمسایہ عزیز اور دوستوں سے یہ سمجھکر ملیں کہ وہ ہمارے بھائی ہیں، ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے، ہم کسی طرح سے علحدہ نہیں ہو سکتے ہیں، ہم لوگ ملکر بڑے بڑے جھگڑے مٹا سکتے ہیں، نااتفاقی کی جو تخم ریزی دنیا میں ہوتی رہتی ہے اوسے بنیاد سے اکھاڑ پھینک سکتے ہیں، تو پھر آپس کی دوستی اور برادری کے جذبہ میں بال برابر بھی فرق نہ پڑے اور بجائے دوستی بجائے خود غرضی

اور فرضی رواسم کے سچی اور محبت سے بھری نظر آئے،

دنیا میں جنگ و جدال، فساد اور قومی نفاق جو کچھ پیدا ہوتے ہیں انہیں انسان آزادی کے جنگ سے نامزد کرتا ہے ہر ملک اور قوم کا آدمی یہ کہتا ہے کہ ہمیں دوسروں کو نقصان پہونچانا منظور نہیں ہے، ہم تو اپنے ملک کی خوش حالی اور تجارتی اقتدار کو قائم رکھنا چاہتے ہیں، تاکہ ہمارا ملک اقتصادی کشمکش سے محفوظ رہے۔

دنیا والوں کی اس بھول اور فرضی باتوں کی حقیقت پر ذرا نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اقتصادی ڈاہ اور ملکی اضافہ کی ناپاک لالچ کا نتیجہ ہے کہ آپس کا اتحاد ٹوٹے اور بجائے خلوص کے ایک ملک کا انسان دوسرے ملک کے انسان سے دشمنی اپنے سر لے اور اوس کے خون کا پیاسا ہو۔

اس پردے میں آزادی کی جنگ کا جذبہ نام کو نہیں ہے، اپنے آپکو مغالطہ دیکر انسان اپنی بھول سے خود اپنا اور دوسروں کا خون بہاتا ہے، اصل جنگ خود غرضی کی ہوتی ہے جس کا مقصد دولت حاصل کرنا ہے، دنیا میں جب کسی کو چھیڑ پیدا کرنا اور کسی غرض کو نکالنا ہوتا ہے تو وہ اپنے میں جذبہ انتقام پیدا کرتا ہے کہ ہماری اقتصادی حالت دوسروں کی وجہ سے خراب ہوتی جاتی ہے یا ہماری مذہبی آزادی دوسروں کی وجہ سے خطرہ میں ہے،، گرچہ اسکے پردہ میں بھی بھول کی جھلک نظر آتی ہے، یہاں صرف خود غرضی ہے، انسان صرف اپنے ہی محدود فرقہ کو یا ملک کو عیش وعشرت اور دنیاوی اقتدار کا وارث سمجھتا ہے اور باقی دنیا کی آبادی کو اپنا غلام اور پست ترین نااہل مخلوق تصور کرتا ہے، اپنے سوا کسی کا خوش رہنا یا آزاد رہنا پسند نہیں کرتا ہے اُسے یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اگر اس کے قوم یا فرقہ کے علاوہ دوسری قومیں بھی آرام اور عیش ونشاط یا اقتدار کے لیے کوششیں کرتی ہیں تو اسکو جھگڑے اور فساد پیدا کرنے کی کون سی ضرورت پیش آتی ہے، انسان کسی ملک یا مذہب کا ہو، انسان تو ہے، اوس کے ضروریات، اوس کے جذبات، اوسکی خواہشیں تو ہماری خواہشوں سے کم نہیں ہیں پھر کیوں ہم اپنی پیاس بجھائیں اور دوسروں کو اپنے ظلم وتشدد سے پیاسا رکھیں،

لاکھوں تجربہ کے بعد ہمارے ملکی بھائیوں کو قدم آگے بڑھانا چاہیئے، اپنی دوستی، بھائی چارہ اور محبت کی سرگرمیوں کو تیز کرنا چاہیئے، آپس میں ملکر اور اتحاد پیدا کرکے ہم صرف بھارت دلیش کے لیے نہیں بلکہ سارے سنسار کے لئے ایک پیغام امن بن جائیں، ہم آپس میں ملیں اور بھائی کی طرح ملیں اور زبردستی ملیں، اس ملنے کے لئے ہر طرح کی قربانی کریں اور سبھوں کو بھائی بنا چھوڑیں، ایک ایسا زمانہ گذرا ہے جبکہ یہ دنیا ہمیں بہت بڑی معلوم ہوتی تھی ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا نہ تھا کہ ہم جان سکیں کہ کون کہاں آباد ہے، اور کسکو کس چیز کی حاجت ہے اور کس پر کیسی گذرتی ہے، لیکن آج ہمارے علم نے ہماری جدید تحقیقات اور سائنس کی ترقی نے ہمیں اس لائق بنا دیا ہے ہم ریل، جہاز اور ہوائی سفر سے دور دراز ملکوں میں چند گھنٹوں اور دنوں میں پہونچ جائیں، ایک خبر کو دنیا میں بیک وقت ایک سکنڈ کے اندر اندر ریڈیو سے کئی مرتبہ دہرادیں، ہزار ہا میل کے باشندوں سے آن واحد میں ٹیلیفون سے باتیں کرلیں، اپنا خیال اور اپنی ملکی حالت اخبارات کے ذریعہ سے سارے عالم میں پہونچا دیں، اور دوسروں کی ہمدردی حاصل کریں۔

جیسے یہ ذرائع پیدا ہوئے ہیں ہماری بڑی ہوئی

ایک چھوٹی سی دنیا مثل کھلی ہوئی کتاب کے دکھائی دیتی ہے آج ہر ملک و قوم سے ہمارے تعلقات معاشرتی و اقتصادی پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ ایک ملک پر جب آفت آتی ہے تو دوسرا ملک اوس کے اثر سے محفوظ نہیں رہتا ہے۔ اب بجائے وسیع دنیا کے ہم لوگ ایک ہی گھر اور ایک ہی خاندان کے عنصر معلوم ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارا فریضہ ہے کہ ہم ان کل باتوں کو جاننے کے بعد بھی انجان نہ بنیں اپنا سمجھتے ہوئے غیر نہ ہوں دوسروں کی تکلیف اور ضرورت کو اپنی تکلیف اور ضرورت سمجھیں فرقہ وارانہ مسائل کے محل میں پٹرول ڈال کر آگ نہ لگائیں، کیونکہ خود بھی اس دہکتی ہوئی آگ میں پڑ کر جل جائیں گے، ہم ایک ہوکر خلاف فطرت دو بنا نہیں سکتے ہم انسان ہوکر حیوانوں کی فہرست میں اپنا شمار کرا نہیں سکتے، قدرت نے جدید ایجادات و وحدت خیال سے دنیا کو ایک مرکز پر لانا شروع کر دیا ہے اور دنیا کے کل بڑے مذاہب بھی اسی کا پتہ دیتے ہیں کہ سارا عالم ایک عقیدہ اور خیال کا ہو جائیگا۔ ہم ایمان رکھکر اس دولت کو کسی خود غرضی اور فرضی ضرورت پر نثار نہیں کر سکتے مگر ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں تو وہ صرف یہ ہے ہم چاہے کسی ملک مذہب اور قوم کے انسان ہوں آپس میں باہمی اتحاد پیدا کرکے رہیں، ہماری فرقہ وارانہ اور ہندو مسلمان کی جنگ ہماری قومیت پر صرف ایک سیاہ دھبہ ہی نہیں لگاتی ہے بلکہ بحیثیت ایک ہندوستانی ہونے کے جس کے پیچھے روایات اور علوم و فلسفہ معاشرتی کی ڈھیر ہو اور ایشیا اخوت و برادری کا گہوارہ بدھ مذہب سے لیکر اسلام اور اس صدی تک رہا ہو، دنیا کے سامنے ہم منہ نہیں دکھا سکتے ہیں، یہ کیوں محض اپنی مفروضہ خواہشیں اپنی پیدا کی ہوئی ضرورتوں کے غلام ہونے کے باعث مذہب کے نام پر جاہلوں کو آگے بڑھا کر جھگڑوں کا خود تماشہ دیکھتے ہیں، اس عظیم ترین گناہ میں آلودہ ہو رہے ہیں، وہ جائز اور ناجائز فائدہ فرقہ وارانہ جھگڑوں کو بڑھا کر اُٹھا رہے ہیں، ہنسنے والے ہم پر ہنستے ہیں، ہمیں نا اہل اور تاریک زمانہ کی ذہنیت والا سمجھکر پست مخلوق شمار کرتے ہیں، یہ کیا ہے مذہب کی برکت نہیں ہے بلکہ ہماری خود غرضی کا درخت کھٹے اور تلخ پھل پیدا کر رہا ہے،

یہی کمزوریاں ہیں جن کے دور کرنے اور زمین کو ہموار کرنے اور پھر سے اس خارستان کو گلستان بنانے کی کوششیں ہماری آل انڈیا میل ملاپ ایسوسیشن نے اپنے سر لیا ہے، اور کوشش ہے کہ اس نیک اور بزرگ کام کو بلا پولیٹیکل چاشنی کے خلوص سے پورا کیا جائے اخباروں سے ناظرین کو برابر معلوم ہو رہا ہے کہ ہمارے ہمدرد، کارکن تمام صوبہ کا دورہ اپنا عزیز وقت نقصان کرکے کر رہے ہیں اور اپنے ملک والوں سے اپیل پر اپیل جس طرح سے ممکن ہے کر رہے ہیں کہ ہندوستان پر سے فرقہ وارانہ جنگ کے کلنگ کا ٹیکہ مٹ جائے اور ہندوستان ہی دنیا میں امن محبت اور سچائی کا علم بردار بنے،

افسوس ہے کہ رسالہ میل ملاپ اکثر سرپرستوں کے یہاں مدت سے حاضر ہو رہا ہے سات سات اور آٹھ آٹھ ماہ سے دفتر میل ملاپ کی طرف سے التجا کی جا رہی ہے مگر بقایا وصول نہ ہوا **آئندہ ماہ** سے کل ایسے لوگوں کے یہاں میل ملاپ بذریعہ وی۔ پی جائیگا۔ اور وی پی کا قبول کر لینا ہمارے سرپرستوں کا اخلاقی فرض ہوگا۔ اگر نامنظور ہو تو ابھی سے کارڈ لکھ دیں
(اڈیٹر)

"ہندو مسلم اتحاد"

ہندو مذہب اور اسلام

(اقتباس)

گرد دیو پوجیہ شری دربار ی لال جی ستیہ بھکت کی تصنیف "ہندو مسلم اتحاد" کتاب ایک ٹکڑہ اپنے ناظرین کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ مسٹر رگھبیر سرن دواکر بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈیٹر "نئی دنیا" نے کیا ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس، مضامین اس کتاب کے نہایت صلح کن اور مفید عام ہیں، ضرورت ہے کہ ہندوستانی جن میں قومی درد ہو اور فرقہ وارانہ جھگڑوں کو مٹانا چاہتے ہوں ہزاروں کا پیان اس کتاب کی ہندی و اردو میں خرید کر مفت تقسیم کرائیں جن لوگوں کو اس کتاب کے دیکھنے کا شوق ہو وہ منیجر ستیہ آشرم وردھا (سی۔ پی) کو خط لکھکر دو آنہ میں منگالیں۔ (اڈیٹر)

ہندو مذہب اور اسلام دونوں ہی اتنے وسیع الخیال مذہب ہیں کہ ان میں باہم جدوجہد تو درکنار ان کا کسی دیگر مذہب کیساتھ بھی اختلاف نہیں ہو سکتا ہے۔ دونوں ہی مذہب انسان کو نیکی اور پاکیزگی کا راستہ دکھاتے ہیں۔ اسلام کا جس طرح آغاز ہوا، اس وقت اس کے آس پاس جتنے مذہب تھے ان سب کو اسلام نے بڑی خوبی کے ساتھ خود میں ملایا ہے اور اگر اسلام نے کسی بات کی ممانعت کی ہے تو صرف اسی بات کی کی ہے جس کی وجہ سے اس وقت وہاں انسانیت کو زبردست نقصان پہنچ رہا تھا۔ کسی بھی مذہب کی برائی اسلام نے نہیں کی ہے۔ اسلام میں ایک لاکھ ۲۵ ہزار پیغمبر مانے گئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسی کوئی قوم نہیں اور ایسا کوئی ملک نہیں جہاں خدا نے پیغمبر نہ بھیجے ہوں۔ مہاتما عیسا وغیرہ پیغمبروں کا ذکر تو خلاصہ کے ساتھ کیا گیا ہے اور پھر یہ کہدیا گیا ہے کہ سب پیغمبروں کے نام یہاں نہیں دئے جا سکے ہیں لیکن ہر ایک پیغمبروں کو ماننا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ ایسی حالت میں مہاتما عیسا کی طرح مہاتما رام مہاتما کرشن۔ مہاتما مہابیر اور مہاتما بدھ وغیرہ پیغمبروں کی عزت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان ان سب پیغمبروں کی عزت نہیں کرتا ہے تو وہ قرآن کے حکم کی پابندی نہیں کرتا ہے اس لئے سچا مسلمان نہیں ہے پھر بھلا ایک مسلمان کسی بھی مذہب اور اس کے پیغمبر کی برائی کیسے کر سکتا ہے۔ ایسے مسلمان شاعروں کی کمی نہیں ہے جنہوں نے مہاتما کرشن وغیرہ کی تعریف میں بہت کچھ لکھا ہے۔ درگا اور بھیرو تک کے گیت گانے میں مسلمان شاعر کسی سے پیچھے نہیں ہیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ہندوؤں کو اس بات کا پتہ ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو بہت کم ہے۔

یہی بات ہندو مذہب کے بارے میں ہے۔ ہندو دھرم میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ جتنی بھی بڑی بڑی ہستیاں ہیں وے سب ایشور میں سے پیدا ہوئی ہیں اس لئے ہندو مذہب میں تو ہر مذہب کا پیغمبر اور دیوی دیوتا تعظیم کا مستحق ہے۔ ہندوؤں کی عملی زندگی بھی ایسی ہی ہے ایشور کو ماننے اور نہ ماننے والے دونوں راستے میں پڑے ہوئے پتھروں کو پوجنے والے اور بت پرستی کی مخالفت کرنیوالے دونوں .... شاہی تخت پر بیٹھ کر ظالموں کو سزا دینے اور مظلوموں کو راحت پہنچا کر انصاف کرنے والے بادشاہ اور جنگلوں میں جاکر بے سر و ساماں برہنہ گھومنے والے فقیر دونوں

ہی ہندو مذہب میں آ جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندو مذہب کوئی ایک مذہب ہی نہیں ہے بلکہ مذہبوں کا ایک عجائب گھر ہے۔ بھلا مذہبوں کا عجائب گھر کسی مذہب کے ساتھ مخالفت کر سکتا ہے؟

ہندو مذہب اور اسلام دونوں ہی اتنے بلند اور وسیع مذہب ہیں کہ ان کی وجہ سے ہندو مسلمانوں میں جھگڑا ہونا بالکل غلط اور فضول ہے۔ جہاں فرق ہے وہاں باہم کشش اور محبت ہی ہونا چاہئے۔ اور اختلاف تو کہیں ہے ہی نہیں۔ بظاہر جہاں جو اختلاف دکھائی دیتا ہے اُسے اگر ہم غور کے ساتھ دیکھیں تو پتہ لگیگا کہ دونوں مذہبوں میں ایک ہی سچائی ہے جو وقت مقام اور صورت حالات جدا جدا ہونے کی وجہ سے جدا جدا صورت اختیار کئے ہوئے ہے۔"

جستجوئے وطن فطری

از
عالیجناب نواب سید اصغر علی خاں صاحب رضوی
کرہ۔ مظفر پور

دوستو! مجھے بتلانا کہ وطن فطری کہاں ہے؟ ہم سے کتنی دور دراز فاصلہ پر ہے؟ ہاں۔ وہ سرزمین، والا ویز سرزمین، جہاں ہر وقت باد نسیم کے روح افزا اور جاں بخش جھونکے چلتے ہیں، جہاں ہر وقت بہار ہوتی ہے، نکہت خیز اور الفت ریز، مگر جہاں پاپ نہیں ہوتے، جس جگہ نیکی اور پاکیزگی کی حکومت ہے، جہاں ناپاک روحوں والی مخلوق کا پتہ نہیں، جہاں امرت کے چشمے بہتے ہیں، عبادت اور صداقت کے فوارے نیکی اور پاکیزگی نہریں ہیں، جہاں ہر قسم اور ہر رنگ کے پھول پھل ہوتے ہیں، جنکی خوشبو دل و دماغ کو معطر کرتی ہے، وہ وطن فطری۔ جہاں لوگ غم سے کوسوں دور ہیں۔ خوش و خرم رہتے ہیں، جہاں سکوت ہوتا ہے۔ کامل سکوت ہوتا ہے۔ جہاں خوشی و انبساط کا دورہ زور پکڑتا ہے جسکی زندگی کو حیات ابدی کا خطاب دیتے ہیں۔ جس کے نام میں سحر کا اثر پنہاں ہے۔ جہاں دلکی گونج کا گہوارہ ہے، جہاں محب صادق حیادار مسکراتی ہوئی حوریں بہشتی پیراہن میں ملبوس نظر آتی ہیں، جہاں کوئی مخرب الاخلاق حرکتوں کا کبھی مرتکب نہیں ہوتا۔" ہاں … زمین کہاں ہے؟ جس … دل ہمیشہ بےچین رہتا ہے مگر ظاہری آنکھیں آجتک اس کے دیدار سے محروم ہیں وہی سرزمین جو ضمیر کی جنت ہے۔ عابدوں کا مسکن پرہیزگاروں کا وطن۔ دنیا کا سوگ اور نیکی کا وطن ہے جہاں اللہ اکبر کے نعرے۔ ہر وقت گونجتے ہیں۔ جہاں دنیا گناہ سے ناآشنا ہے۔ معصومیت کی رعایا ہے۔ ہاں دوستو! وہی سرزمین وطن فطری مجھے بتلانا؟ تاکہ مرے قلب بےچین کی تسلی ہو جائے، وہی وطن فطری بتلانا، جہاں معبود حقیقی کے پیارے رسول بشری محبوب نبیوں کے سرتاج۔ عرب اور عجم کے سردار۔ نور ہدایت خلقت کے جاہ پناہ۔ مدینہ کے بسیا کی زیارت ہوتی ہے وہی سرزمین وطن فطری جو برائیوں سے پاک بدیوں سے بالاتر۔ گناہوں سے محفوظ نیکیوں کا مجموعہ ہے۔ بس اے دوستو مجھے جستجوئے وطن فطری کی تلاش ہر وقت رہتی ہے۔

فلسفۂ کائنات ـــــ

حال اور مستقبل

یعنی

ہے اور ہونیوالا ہے!

ایڈیٹر

ہماری خواہش ہے کہ مسٹر سی جنراج داس ام۔ اے کے خیالات کی ترجمانی کر کے ناظرین کو نہایت مفید مسئلہ کی طرف مخاطب کیا جائے۔ جسے انہوں نے اپنی ایک چھوٹی سی تصنیف IS AND IS TO BE میں قلمبند فرمایا ہے۔ خیالات بہت بلند اور گہرے ہیں اگر غور سے ان مضامین کو پڑھا گیا اور سمجھنے کی کوشش کی گئی تو یہ خیال ایک انسان کے زندگی کے رُخ کو سیاہ سے سفید بنا سکتا ہے۔

"اگر ہم مان لیں کہ خدا حاضر و ناظر ہے، اور ساری کائنات پر اوسکی حکومت ہے، تو ہمیں یہ بھی ضرور ہی ماننا پڑیگا کہ اس وقت دنیا جیسی ہے اس سے وہ خوش نہ ہوگا، اگر دنیا کی عورتیں اور مرد ہر جگہ سدھار کے کاموں میں مشغول ہیں تو خدا ضرور ہی اوس سے لاکھوں اور کروڑوں گنا خود بڑا سدھار ہوگا، وہ اس وجود عالم کو جسے ہم ارتقار کہتے ہیں ضرور ان کو موجودہ صورت سے زیادہ اچھی حالت میں بدلنے کا ارادہ رکھتا ہوگا جہاں نہ جہالت ہوگی اور نہ دکھ، نہ گندگی ہوگی نہ نفرت،

جب ہمارے سوچ بچار کا دھارا اس طرف جاتا ہے تو ہم سمجھنے لگتے ہیں کہ زندگی کیا ہے یعنی یہ دو صداقتوں کی درمیانی حصہ ہے، پہلی صداقت یہ دنیا جیسی ہے، اس میں آجکل کے سارے انسان شامل ہیں، اونکے آپس کے سروکار درمیان کل حیوانوں چیزوں، اور اونکے ارد گرد کے اشیا رہیں،

لیکن ایک دوسری صداقت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ دنیا جیسی آئندہ ہونے والی ہے، یہ ہی دنیا کمال کی طرف کھینچے والی خدا کی مرضی ہے، جسے تھیوصوفسٹ ایک بہترین نمونہ (ARCHETYPAL WORLD) کہتے ہیں، جیسے پلیٹو کے ماننے والے عالم وجود اور عالم غیب کی کل کائنات کی بیخ و بنیاد سمجھتے ہیں،

اگر ان دو صداقتوں کو ہم فصل کے لحاظ سے دیکھیں تو ہم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اس جیسے "ہونے والا"۔ "حال" یعنی "ہے" پر منڈلا رہا ہے، جیسے لوہے کا پونڈا مقناطیس پر چھایا رہتا ہے۔

کیسے ہم لوگ "جیسا ہے" میں زندگی بسر کر کے "جیسا ہونے والا ہے" اوسکو جان سکتے ہیں؟ کیونکہ اس کو جاننے کے بعد ہی ہم نجات کے راستہ پر چل سکتے ہیں، اور بہت سی پگڈنڈیوں سے جو گمراہ کر دینے والی اور مصیبت میں ڈالنے والی ہیں

اون سے اپنا دامن بچا سکتے ہیں۔
راہ دکھانے والے بہت سے راستے بتا چکے ہیں،
لیکن ایک نیا راستہ بھی ہے جسکا پتہ چند ہی لوگوں کو معلوم ہو سکا ہے اور یہ راستہ (ART) فنی ہے،
شاعر، مصور، سنگ تراش (پتھر کی مورتیاں بنانے والا) گویا، رقاص وغیرہ اور ہر فن کا سچا ماہر "جیسا ہے" اسی میں اسکی تشفی نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ "جیسا ہونے والا ہے" اوس کے حاصل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں، درحقیقت وہ یقین سے یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ یہ راز کیا ہے۔ لیکن بلند پایہ فن کا ماہر (ARTIST) ان راز مخفی کو اچھی طرح سے سمجھتا ہے، اور وہ پورے بھروسہ کے ساتھ آگے بڑھتا ہے، جیسا کہ ایک فرانسیسی سنگ تراش نے جواب دیا تھا، اوسی طرح سے اپنے ناظرین کو جواب دیتا ہوں۔ "فن لطیف"۔ یہ وہ تارا ہے جسے میں دیکھتا ہوں۔ اور تم نہیں دیکھتے ہو۔ اور اکثر و بیشتر ماہرین فن کو دوسری دنیا کی ہلکی سی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے،
فن لطیف کے جاننے والے کا پیغام ہمارے لئے صرف ایک پیغام کے برابر ہوگا۔

کچھ تو ہے جس کے بارے میں ہم لوگ دوسروں سے سنتے ہیں، جس طرح ایک ماہر فن جانتا ہے، ہم لوگ صرف یقین کر سکتے ہیں لیکن جاننا محال ہے جیسا کہ ہم لوگوں کا اکثر خیال ہوتا ہے کہ ہم جانتے ہیں، اور جبتک ہم لوگ خود جانیں اپنا پہلا قدم سچائی کے راستہ پر نہیں رکھ سکتے ہیں۔

وہ علم اُسی وقت شروع ہوگا جبکہ ہم لوگ خود فن لطیف کے ماہر ہونا شروع ہونگے۔

لیکن کیسے؟ یہ ہی مسئلہ ہے جو کہ عل کرنے کا ہے!

بس یہ باتیں ہماری تحقیق میں امداد پہونچائینگی، ہم میں سے ہر ایک میں فن لطیف کا ماہر رہتا ہے، جو کہ ظہور کا منتظر ہے کیونکہ خدا ہم میں اور وہی بڑا و اکمل ماہر فن لطیف کا ہے۔ (باقی آئندہ)

روحانی سائنس

مراقبہ
یا
MEDITATION

اڈیٹر

بعض بزرگوں کی فرمائش ہے کہ عملی اسباق تحریر کئے جائیں، یعنی ایسی چیزیں اور قاعدے لکھے جائیں جو نہایت مستند اور مفید عام ہوں، آج اس گوشے کی طرف اس امید پر اقدام کرتے ہیں کہ ہمارے شائقین اس سے صحیح فائدہ اُٹھائیں گے، اور جو کچھ لکھا جاتا ہے اوسے صحیح طور سے سمجھکر اپنی کوشش و مشق شروع کریں گے، اگر ہماری تحریر سمجھ میں نہ آئے یا کچھ شک پیدا ہو تو خط لکھکر دریافت کرلیں، میل ملاپ میں جواب شائع ہو جائیگا
آپکی قوت ارادی (WILL POWER) اوسی وقت

مضبوط اور کام کی ہوگی جبکہ آپ اپنے ضمیر اور خیالات کو صاف رکھنے کی کوشش کریں گے اور ہر وقت اپنے شیخ یا مذہبی پیشوا کو یاد رکھیں گے، یہ یاد رہے کہ رموز روحانی سے ناواقف اشخاص اپنی عدم واقفیت اور مجبوریوں سے چاہے کتنا ہی بغاوت اور سرکشی کریں، خواہ گمراہ ہو جانے کا خوف دلائیں مگر اپنے دین اور مذہب کا حامی اور چاہنے والا گمراہ نہیں ہو سکتا ہے،

لوگ نکتہ چینیاں اسلئے کرتے ہیں کہ اپنے مذہب کے فلسفہ پر انہوں نے بہت کم نظر کی ہے اور محض شرعی احکام کے بعد اپنے کو عالم سمجھتے ہیں اور اپنی لاعلمی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ جانتے ہیں کہ دنیا والوں نے ان کی ہمت بڑھائی ہے اور جس کو چاہیں کفر کا فتویٰ دے دیں۔

جن لوگوں نے مذہب کے شرعی گوشوں کو معلوم کرنے کے بعد اپنے کو مذہبی پیشوا خود سے سمجھ لیا ہے یا بخیال پیشہ فقہی مسائل پر عبور حاصل کر لیا ہے انکو روحانی مسائل کے مقابلہ میں مذہب کی ایک رخی تصویر سمجھنا چاہیئے، یا تو انکی دنیاوی حاجتوں نے انکو اتنی مہلت نہیں دی کہ مسائل و علوم روحانی کو بھی حاصل کریں یا انکا گرو بھی ایسا ہی ایک رخی تصویر کا نمونہ تھا، ایک رخی تصویر کا نمونہ خراب ہوتا ہے، خواہ وہ مذہب کی ایک رخی تصویر کا نمونہ ہو یا روحانیت کی ایک رخی تصویر کا نمونہ ہو، دونو خطرناک وادیوں کے سیر کرنے والے مسافر ہیں جنکو اپنی اصلی منزل کا پتہ نہیں چلتا ہے، کہتے بہت کچھ ہیں لیکن عمل سے مجبور ہیں۔

لیکن اسلام میں سچے عالم دین اور روحانیت سے بھرے علماء کی کمی نہیں ہے، مگر دنیا کی مادی فضا سے مجبور ہو کر اپنی زبان پر مہر خاموشی لگائے بیٹھے ہیں۔

روحانیت کے شیدائی اور ہمدردوں سے یہ التجا ہے کہ کھلے دل سے منکر روحانیت کی بھلائی اور ارتقائے روحانی کے لئے دعا کی جائے، یہ کافر بنائیں، غیبت کریں یا تشدد کرنے کا مشورہ دوسروں کو دیں مگر ان کی توہین اور ان کے اعزاز کو گھٹانے کی کسی طور سے بھی جد و جہد نہ کی جائے، ان میں اور روحانیت کے حامیوں میں صرف فرق اتنا ہے کہ یہ جذبات کے اکثر غلام ہوتے ہیں اور ایک رخی ہی تصویر کو ماہ کامل کی طرح مکمل سمجھتے ہیں۔ انپر ان کے مزاج کی حرارت مادیت کے غلبہ کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہے اور بہت جلد روحانیت کا نام سنتے بھڑک جاتے ہیں۔ روحانیت کو شاید لوگ جادو یا طلسم سمجھتے ہیں،

لفظ روحانیت سے کیوں بھڑکتے ہیں اور اس کے معنی کیا سمجھتے ہیں وہ ایک راز ہے جو اس فرقہ کے دائرہ میں پوشیدہ ہے، انسان اپنی کمزوریوں کو خوشی سے نہیں مانتا ہے، اوسکی بنائی ہوئی خیالی دنیا کو ٹھوکر لگتی ہے اور اوسکے برباد ہونے کا خوف ہوتا ہے، کیونکہ وہ ظاہری شکوہ، لوگوں کا اجتماع اور شور و غل میں مواعظ سے دوسروں کو خوش کرنا ہی کار مذہبی سمجھتا ہے، کسی سوال کا جواب ٹھنڈے دل سے بغیر منہ بنائے دینا گوارہ نہیں کرتا ہے، بہرکیف روحانیت کے دروازہ پر قدم رکھنے والا اچھا روحانیت والا اوسوقت تک نہیں ہو سکتا ہے جبتک کہ وہ اپنے مذہب کا صحیح طور سے واقف اور عامل نہ ہو، مزاج میں حلم اور قوت برداشت نہ ہو،

قوت ارادی بڑھانے یا روحانی مشق کی ابتدا کرنے کے لئے دو اصول ہیں جسے تحریر کیا جاتا ہے، آپ غور

کریں اور عمل کرنے کی کوشش کریں،

مراقبہ کا ایک ہی اصول ہر انسان کے لئے کافی نہیں ہے، خضوع وخشوع یا یکسوئی قلب کے طریقے ہر انسان کے خصوصیات مزاج ونفس پر منحصر ہیں، فرض کیجئے کہ آپکی قوت ارادی پہلے ہی سے مضبوط ہے اپنے ارادوں میں فطری طور سے مستقل مزاج ہیں، ہر بات پر غور وفکر آپکا فطری شیوہ ہے، آپکی ذہنیت قوی اور سلیم ہے تو آپ اپنی انہیں طاقتوں کو آگے لیکر بڑھیں، اپنی مشق میں آپ کبھی یہ نہ کریں کہ صرف ایک ہی مرکز پر اپنے خیال کو جما دیا اور ایک ہی بات سوچتے رہیں، بلکہ آپ اپنی مشق میں بتدریج بڑھیں اپنے غور وفکر کو زینہ بزینہ بڑھاتے جائیں اور سلسلہ جاری رکھیں بال برابر بھی اپنے خیال کو دوسری طرف نہ موڑیں، ایک طرف خیال جمائیں آخوش دل میں یہ بات پیدا ہو جائیگی کہ جس وقت جس بات کے متعلق خیال کیا گیا زینہ بزینہ کل باتیں ضمیر کے آنکھوں کے سامنے آنا شروع ہو جائینگی اور بہت سے راز پوشیدہ کا انکشاف ہوتا جائیگا، جبکہ آپکی منطق اور غور وفکر کے کل مدارج بلندی پر جانے کے بعد رک جائیں اور اوس کے بعد بلند چیزیں آپکے تصور میں نہ آئیں اور نہ نظروں کے سامنے ہوں تو اسی کو فی الحال اپنے دلائل وغور وفکر سے قائم رکھیں، وقت مقررہ پر روزانہ مشق جاری رہے،

وہ لوگ جو کسی بحث ومباحثہ۔ دلائل اور غور وفکر کے عادی نہیں ہیں اور نہ اپنی منطق سے کسی بات کا جواب حاصل کرتے ہیں بلکہ اون میں جذبہ عبادت ومذہبی ارکان کا جوش ہے، ایسے لوگ اپنی مشق کی ابتدا دوسری طرح سے کریں۔ فرض کر لیا جائے کہ اپنے کسی مذہبی پیشوا سے بہت زیادہ غلو، محبت اور تعلق ہے اوس پیشوا کے نام ہی سے روح پر اثر ہوتا ہے تو طلوع آفتاب کے وقت تنہائی میں بیٹھکر آنکھیں بند کر کے اوس بزرگ کی فرض کی ہوئی یا دیکھی ہوئی صورت آنکھوں کے سامنے یوں تصور کریں، پہلے دھندلی سی صورت نظر آتی ہے اس کے بعد فلاں قسم کا لباس زیب تن ہے پھر نقشہ صاف ہوتا جاتا ہے اور صورت صاف دکھائی دیتی ہے، پھر وہ صورت کسی مقدس مقام پر موجود ہے، اوس مقدس مقام کو مقرر کر کے یہ تصور کیا جائے کہ اس مقام کی عمارت اور زمین۔ پھلواری اور سجاوٹ فلاں فلاں قسم کی ہے، ایک خوشنما منظر اپنے تصورات کا قائم کیا جائے اور اوس مقام پر اوس پیشوا کی صورت دیکھی جائے اور اوس کے سامنے خود کھڑے ہیں یا کسی ہدایت کے منتظر ہیں، یہ کل تصورات ایک ہی روز میں پورے نہ ہونگے۔ بلکہ کئی ہفتے اور ماہ صرف ہونگے۔ جب یہ کل چیزیں صاف تصور کرتے ہی نظر آئینگی، اور جب پورا نقشہ مکمل ہو جائیگا تو اوس پیشوا کی آواز صورت کے ساتھ کانوں میں سنائی دیگی اور کچھ ہدایات ملیں گے، یہ یاد رہے کہ یہ کل باتیں یعنی صورت کا دیکھنا مذہبی پیشوا کا ہدایت کرنا آزادی سے کسی کے سامنے بیان نہ کیا جائے نقصان شدید ہوگا بلکہ پوشیدہ طور سے اوسی شخص سے بیان کیا جس نے کہ مشق کی تعلیم دی ہو، تاکہ وہ آپکو آئندہ صحیح اور مناسب تعلیم دے سکے، آپ بھی ان مشاہدات اور دیکھ بھال پر فخر نہ کریں اور نہ غرور پیدا کریں، یہ دیکھنا اور روحانی طاقتوں کو رفاہ عام کے لئے صرف کرنا ہر ایک انسان کا خواہ وہ کسی قوم اور مذہب کا ہو پیدائشی حق ہے۔ ان مشقوں کی ترقی میں رکاوٹ بڑی طرح سے

پیدا ہوتی ہے، لہذا ان رکاوٹوں سے محفوظ رہنے کے لئے آپ کو چاہئے کہ

(الف) دل کینہ سے صاف رکھیں،

(ب) مذہبی تعصب سے کسی کو بُرا نہ کہیں اور اپنے مذہب کے پابند ہوں۔

(ج) ساری مخلوق کو ایک دوسرے کا روحانی بھائی سمجھیں خواہ کسی اعتقاد اور مذہب کا ہو۔

(د) خود جس مذہب کے ہوں اوس کی اصلی تعلیم اور احکام پر عمل کریں اور اپنے مذہبی پیشوائی یاد ہمہ وقت رکھیں، دوسروں سے مذہب کے نام پر جھگڑا نہ کریں۔

نوٹ:- جن لوگوں کو ان ہدایات کے مطابق مشق کرنے کا موقع ملے یا ان باتوں کے متعلق کچھ زیادہ معلوم کرنا چاہتے ہوں تو ایڈیٹر میل ملاپ کو خط لکھکر دریافت کریں، جہاں تک ممکن ہوسکیگا جواب پایا جائیگا۔

دوست سے خطاب

ہاشم خزانچی روڈ۔ پٹنہ

آ دوست! ملکے باہم اُلفت کا گیت گائیں
اس میں ہو راز جو کچھ دنیا کو پھر سُنائیں

ہم دیں جہاں کو ایسا پیغام دوستی کا
دشمن بھی دل سے اپنے سب دشمنی بھلائیں

اس میکدہ میں کوئی محروم رہ نہ جائے
بھر کر مےِ محبت دنیا کو پھر پلائیں

ہاتھوں سے اپنے دامن انصاف کا نہ چھوٹے
کچھ غم نہیں جو آئیں سو طرح کی بلائیں

سب بھائی بھائی ہوتے ہندو ہوں یا مسلماں
تب مادرِ وطن سے ملتی ہمیں دعائیں

بوڑھے ہمارے تھک کر بیٹھے تو غم نہیں ہے
آ نوجوانِ ہندی! کچھ کر کے ہم دکھائیں

نئے قدرتی رنگ

ہندوستان اور نباتاتی رنگ کی حرفت

سائنسی اور حرفتی تحقیقاتی بورڈ کی کوشش

سائنسی اور حرفتی تحقیقات کے ذریعہ بہت تیزی سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ ہندوستان میں وہ تمام نباتاتی رنگ تیار ہونے لگیں جو آج کل کی ضروریات کے لئے کار آمد سمجھے جاتے ہیں۔

گورنمنٹ سلک انسٹی ٹیوٹ ناتھ نگر میں آم۔ ببول۔ جامن ڈھاک۔ پیپل۔ برگد۔ مالٹا۔ املی۔ اور انجیر سے قدرتی رنگ تیار کئے گئے ہیں۔ یہ رنگ سفوف اور لیدی کی صورت میں بھی مل سکتے ہیں۔ ایک ہی قسم کے سفوف میں مختلف چیزیں ملا کر ہلکا یا گہرا رنگ بنایا جاتا ہے۔

کملا کے پھولوں کے اجزا سے کھانے پینے کی چیزوں میں استعمال ہونے والے رنگ کانپور کے ایچ۔ بی ٹکنا جیکل انسٹی ٹیوٹ میں بننے لگے ہیں۔ انڈین جوٹ ملز ایسوسی ایشن رنگنے کے خاص طریقوں کے امکانات پر تفتیش کر رہی ہے اور میسور یونیورسٹی ہڑ کو رنگ بنانے میں استعمال کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

گورنمنٹ ٹکسٹائیل انسٹی ٹیوٹ (مدراس) میں بہت سی ان دیسی چیزوں سے قدرتی رنگ سازی کی مصنوعات کے کامیاب تجربے کئے گئے جن سے کیمیاوی رنگوں کے استعمال سے قبل کام لیا جاتا تھا۔ قدرتی مصنوعات سے رنگنے کا مسالہ نکالنے کے طریقے کا مطالعہ کیا جا چکا ہے۔ اور مختلف ہلکے گہرے رنگ کے نسخے مرتب کر لئے گئے ہیں نیز سوت ریشم اور اون پر رنگ دکھانے کے نمونے تیار کر لئے گئے ہیں۔

کیمیاوی رنگوں کے رواج سے نباتاتی رنگ بکنا ہی بند ہو گئے اور ہندوستانی حرفتوں کو باہر سے آنے والے مال کا دست نگر ہونا پڑا۔ سائنسی اور حرفتی تحقیقات کا بورڈ نباتاتی رنگ حاصل کرنے کے مناسب اور عمدہ ذریعے نیز رنگ نکالنے کے معیاری طریقے معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جن حرفتوں میں نباتاتی رنگ استعمال کئے جا سکتے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔ مٹھائیوں میں استعمال ہونے والے پنیر کو رنگنا۔ بالوں میں لگایا جانے والا تیل چہرہ پر لگایا جانے والا پوڈر۔ کھانے پینے کی چیزیں۔ چہرہ اور بالوں پر لگایا جانے والا خوشبودار (موم) روغن۔

جنگ سے پہلے جو رنگ خاص کر جرمنی اور امریکہ سے آتے تھے وہ بہت سی حرفتوں میں استعمال کئے جاتے تھے۔ مثلاً چمڑہ۔ پارچہ جات۔ رنگ۔ روغن وارنش۔ کاغذ اور دستکاریاں ادھر تو موجودہ تحقیقات سے نباتاتی رنگ بنانے میں کامیاب

ہو جانے کی امید ہے۔ ادھر براری کوک ورکس جو بنزین۔
ٹولین۔ اور فینول تیار کرتا ہے۔ ٹاٹانگر میں ان چیزوں کو بنانے
کا ایک بڑا کارخانہ کھلنے والا ہے جو لامحالہ بہت سے مشہور مرکبات
اور دوائیں تیار کریگا اور بہت ممکن ہے کہ یہی کارخانہ کیمیاوی
رنگ اور دوائیں تیار کرنے کا بیش رو بن جائے

نباتاتی رنگ کی صنعت کو ترقی دینے کی غرض سے سائنسی اور حرفتی
تحقیقات کے بورڈ نے نباتاتی رنگوں کے لئے ایک کستانی کمیٹی بنائی ہے امید کی
جاتی ہے اس کی کوششوں سے اور بہت نباتاتی رنگ استعمال میں آ جائینگے۔

پرامن رہنے کی عملی تدبیر

بہار شانتی دل

(PIECE BRIGADE)

ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب کی تحریک اور کوششوں
پر شانتی دل کی بنیاد بہار میں ڈالی گئی ہے۔ اس کے صوبائی افسر
مسٹر امرکشور سنہا منتخب کئے گئے ہیں، شانتی دل نے بہار کے مختلف
ضلعوں میں اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ صوبائی سردار اور نائب سردار
نے اپنا دورہ بھی شروع کر دیا ہے۔ یہ معلوم کر کے بڑی خوشی
ہوگی کہ ابتک جہاں جہاں سے شانتی دل کی طرف سے دورہ
کیا گیا ہے لوگوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا ہے۔

مسٹر امرناتھ کشور کو اپنی کامیابی کی بڑی
امیدیں ہیں انڈین نیشن میں آپکا بیان ۲۲ جون کو شائع
ہوا ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں جسکا
مطلب یہ ہے کہ اگر اوسط درجہ کے مرد اور عورتوں کے لئے
یہ ممکن ہے کہ اپنا سر بدلہ لینے کے خیال سے نہ اٹھائیں تو مجھے یہ
امید ہے کہ یہ لوگ کیوں نہیں ایسا ہی امن و شانتی کے خیال سے
بھی کر سکتے،

یہ اس دل کا فریضہ ہوگا کہ فرقہ وارانہ جھگڑوں کو
سمجھا بجھا کر روکیں، اور کامیابی نہ ہوئی تو لڑنے والی
جماعتوں کے بیچ میں اپنے کو خاموشی سے ڈالدینگے تاکہ دو
جھگڑنے والے آپس میں ایک دوسرے پر وار نہ کر سکیں، اور
جھگڑا انکی کوششوں سے طے پا جائے،

شانتی دل کے بلند ارادوں اور اسکے سرداروں اور
کارکنوں کے دل میں خداوند عالم استقلال اور وطن کی محبت
اور زیادہ دے، اگر اس دل نے شہرت حاصل کرنے کے خیال
کو دل سے نکال کر سچے دل سے خدمت خلق پر کمر باندھ لیا ہے
اور کسی دوسرے قسم کا سیاسی مقصد نہیں ہے تو کوئی وجہ نہیں
ہے کہ جھگڑنے والوں کے دل میں حیا اور رحم نہ آئے، اور ایسے
خلوص سے کام کرنے والوں کی اپیل رائگاں جائے اور آپس
کے قصے بجائے مارپیٹ اور آگ لگانے کے صلح و آشتی سے
طے پا جایا کریں،

ایسے جتنے بھی نیک ارادے اور وطن میں صلح و امن پھیلانے
کی اسکیم بنائی جائیگی اون کے ساتھ آل انڈیا میل ملاپ ایسوسیشن کی

پوری، مدد ہوگی اور پہلو بہ پہلو کام کرنا باعث فخر سمجھا جائیگا اس کے علاوہ رسالہ میل ملاپ کے کالم کھلے ہوئے ہیں اس سلسلہ میں جتنے مضامین ذمہ داروں کے آئیں گے انکو خوشی سے جگہ دی جائیگی۔

خوشی یا آنند؟

از
"آنندی"

آئے آج ہم اور آپ دونوں ہی ملکر حقیقی خوشی اور ست آنند تلاش کریں اور دیکھیں کہ اسکا اصلی مسکن کہاں ہے۔ شاہی محل یا کسی فقیر کی کٹی میں۔ حسینوں کے دل آویز مکھڑے یا دنیا کی اور دوسری دلکش چیزوں میں جنکو صرف چند سونے چاندی کے سکوں سے بہ آسانی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ حقیقی آنند کی ابتدائی تاریخ قدیم اور نہایت انوکھی ہے۔

فی زمانہ اسٹیم اور الکٹریسٹی کا دور ہے۔ ان دو طاقتوں کے ذریعہ حضرت انسان نے "وقت" اور "مسافت" کے اکثر اہم ترین مسائل ایک حد تک طے کرلئے ہیں۔ دور دراز سفر کو اب منٹوں میں نہیں تو گھنٹوں میں تو ضرور ہی طے کر لیا جاتا ہے۔ اور ایسے سفر کے دلچسپ سفرنامے اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ "خوشی" بھی بڑی سیلانی ہے اور اس کا سفرنامہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ البتہ اس کتاب کے کچھ اوراق کرم خوردہ ہوکر ایسے بوسیدہ ہوگئے ہیں کہ باوجود کوشش اسکی ابتدا آجتک نہ معلوم ہو سکی۔ سب سے پہلا ورق جو پڑھنے کے لائق ملتا ہے۔ اس میں خوشی کا سفر اس جگہ سے شروع ہوتا ہے کہ جب عالم ازل کا مسافر نہ معلوم کتنی منزلیں طے کرنے کے بعد بہ انداز معصومانہ آغوش مادر میں نظر آتا ہے۔ اس چند روزہ معصوم کی دنیائے خوشی زیادہ وسیع نہیں ہوتی اور ابھی اسے گہوارہ کی نیند اور جنبش یا لوریوں کا دلکش نغمہ کوئی آنند نہیں پہونچا سکتا اس سفرنامہ کی اوراق گردانی کے بعد آپکو خوشی کی ایک وہ منزل نظر آئیگی جب وہی بچہ ماں کی گود سے اتر کر کھلونوں کی جھرمٹ میں بیٹھا نظر آئیگا جہاں اسکی ساری خوشی ان چینی کے چند ٹکروں، ربڑ اور چند خوشنما کپڑوں کے ٹکروں کے اندر لپٹی نظر آئیگی۔ اگر آپ اسکو اپنی دھن میں اتنا مستغرق پائیں گے کہ گھنٹوں اسے اپنا سب سے پہلا مسکن خوشی یعنے ماں کی گود کا دھیان بھی نہ آئیگا۔ آگے چلکر آپ کو اس بچہ کا آنند بھون رفتہ رفتہ کچھ بلند ہوتا نظر آئیگا۔ اور کچھ سدھ بدھ ہو جانے کے بعد یہی بچہ دلچسپ قصے کہانیوں کی کتابوں کے اندر انتہائی خوشی مرکوز سمجھنے لگیگا۔ لیکن دراصل اسی جگہ پر خوشی یا آنند کا سفر ختم نہیں ہو جاتا۔ وہی بچہ کچھ برسوں کے بعد جب کالج میں پہونچتا ہے تو آہستہ آہستہ اسکی ساری خوشی کا دائرہ سمٹکر کسی خاص سبجکٹ چاہے وہ علم ہندسہ ہو یا جغرافیہ۔ تاریخ ہو یا منطق۔ کوئی آرٹ ہو یا سائنس غرضکہ کسی ایک نقطہ خاص کے اندر محدود ہو جاتا ہے۔ اب اس نوعمر کی انتہائی خوشی چھوٹے چھوٹے قصے کہانیوں کی کتابوں سے ہٹکر مشکل سے مشکل فلسفوں کی کتابوں کے اندر مجتمع ہو جاتی ہے۔ آنند کا مسافر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور تکمیل تعلیم کے بعد حصول دولت اور دولت کی فراوانی کو دوچند کرنے کیلئے کسی حسین جوڑے کا تخیل اور پھر خوش قسمتی

ہے حسبِ منشا رشریک زندگی ملجانے کی جو انتہائی مسرت ہوتی ہے اسے معراجِ خوشی کہنا زیبا ہوگا لیکن یہاں بھی آنند کے مسافر کی آخری منزل نہیں۔ بلکہ چند ہی مہینوں کے اندر فضل خدا سے وہی بچہ خود بچے کا باپ کہلانے ہی میں انتہائی مسرت سمجھتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ وہ تمام مدارج جن کو وہ خود طے کرنے کے بعد اس درجہ تک پہونچا ہے ان کا سچا فوٹو اپنی جیتی جاگتی چلتی پھرتی تصویر میں دیکھکر پھولوں نہیں سماتا... یہ تھا خوشی یا آنند کا پہلا دورہ جو فی الحقیقت ایک نقطہ سے شروع ہوکر پھر اسی نقطہ پر ختم ہو جاتا ہے ... خوشی کے سفر نامہ کی پہلی جلد اسی جگہ ختم ہوتی ہے۔

برما کیسے وجود میں آیا

"کھریا کے عہد" کی ایک جھلک

ہندوستان کے جائزۂ طبقاتِ ارض کی یادداشت

ہندوستان کے محکمۂ جائزۂ طبقاتِ ارض کی یادداشت جلد نمبر ۴، حصہ اول میں درج ہے کہ برما کے اراودی والے علاقہ میں زمین کی ساخت کے تیسرے دور کی پہاڑیوں کے مطالعہ سے جو شہادت ملی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شان اور ہندوستان کے درمیان قدیم ایام میں ایک خلیج تھی جس کے پٹ جانے سے یہ مادہ وجود میں آیا۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ جب خلیج پٹی تو اس میں ایک حصہ خالی رہ گیا جس میں ایک مشترک مرکزی خط کی طرف جھکی ہوئی طبقاتی چٹانیں جمع ہوگئی ہیں شمال کی طرف یہ سمندر آسام میں ٹیکوئی سلسلہ کوہ اور شیلانگ کی سطح مرتفع پر پھیلا ہوا تھا۔ ابھی یہ امر مشتبہ ہے کہ زمین کی ساخت کے تیسرے دور کے اس ابتدائی سمندر اور اس سمندر میں کوئی علاقہ تھا جو ہمالیہ کے پورے شمالی حلقے کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور غالباً اور زیادہ شمال میں تبت کے زیادہ تر حصہ پر پھیلا ہوا تھا۔ یہ موخر الذکر سمندر شمال مغربی ہندوستان (بلوچستان اور افغانستان) اور شمالی افریقہ سے ہوتا ہوا بحیرہ روم سے مل جاتا تھا۔ یہ شہادت ملتی ہے کہ تیتی سمندر جنوب میں سکم کی شمالی سرحدوں تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ سرحد شیلانگ کی سطح مرتفع کے اس جنوبی کنارے کے کھریا کے طبقات سے دو میل سے کم فاصلہ پر ہے جو شان کی سطح مرتفع کے نصف مغربی کونے پر واقع ہے۔

ہمالیہ کا ابھرنا

"کھریا کے عہد" میں تیتی سمندر اور برمی سمندر میں حالانکہ کسی تعلق کی شہادت نہیں ملتی مگر بہت ممکن ہے کہ کھریا کی تہیں (جو ممکن ہے کہ کبھی مشرقی ہمالیہ کو ڈھانکے ہوں) تہ بہ تہ بلند سرزمینوں سے کٹ کر جمع ہوگئی ہوں اور برہم پترا کی وادی میں ان کی اصلیت کو زمین کی ساخت کے تیسرے دور کی بعد والی پہاڑیوں نے گر گر کر چھپا لیا ہو۔ اگر دونوں سمندروں میں کوئی تعلق نہیں تو اس وقت مشرقی ہمالیہ یقیناً یا تو ایک پتلا سا جزیرہ نما ہوگا جو چین اور شان کی اصل سرزمینوں سے نکلا ہوگا یا پھر براعظمی علاقہ کو گونڈوانا سرزمین سے ملانے والی خاکنائے ہوگا۔

"کھریا کے عہد" کے آخیر زمانہ میں جنوب مشرقی ایشیا میں ارضی ساخت کی بہت سی تبدیلیاں ہوئیں اور زمین کی ساخت کے پورے تیسرے دور تک جاری رہیں۔ اسی عہد میں ہمالیہ نے ابھرنا شروع کیا اور شان بھی ابھرتا گیا نیز برما میں اراکان یوما بھی سمندر سے بلند ہوا

دوسری پہاڑیوں کا بننا

ساتھ ساتھ آتش فشانی تبدیلیاں بھی ظہ

اراکان یوما کے سلسلہ کوہ کے مشرقی حصہ میں آتش فشاں پہاڑوں سے لاوا اور راکھ نکلتی رہی۔ اس طرح مانڈلے کی شمالی سرحد پر شان کے مغربی حصہ نیز اور زیادہ شمال میں چین۔ برمی سرحد اور ماٹکائنا اور کامیتھا کے درمیانی علاقہ میں بھی کوہ آتش فشاں سے راکھ اور لاوا ابلتا رہا۔ تہ بندھنے کے دوران میں آتش فشاں پہاڑیوں کا مادہ اتھلی گہرائیوں کی چٹانی تہوں میں داخل ہو گیا۔ درمیانی گہرائیوں کی بنیادی اور بسطی آتشیں چٹانوں ٹوٹی ہوئی تہوں اور چھوٹے چھوٹے ڈھلوانوں کی شکل میں آ گیا اور انتہائی گہرائیوں میں پگھلے ہوئے پتھر کا کھولتا ہوا مادہ بالائی تہ کو توڑ کر ان محرابوں میں جم گیا جو زمین کی تہ نشینی (تہ بندی) کے دوران میں بن گئی تھیں۔

یہ امر یقینی ہے کہ ابھارنے والی قوتوں نے اپنا سب سے زیادہ زور کس کس وقت صرف کیا یعنی سب سے زیادہ تہ بندی اور چٹانوں کا ٹوٹنا کس وقت واقع ہوا۔

ہمالیہ کی زیادہ بلند چوٹیوں میں زمین کی ساخت کے تیسرے دور کے حصہ اسفل کے عہد کی چٹانیں نہیں پائی گئی ہیں حالانکہ اراکان یوما یا سطح مرتفع شان پر یہ نہیں پائی گئیں مگر ان کی بناوٹ غالباً سادہ سادہ ہوئی تھی۔

سمندر کی تہ سے زمین کے میدانی قطعات

ابھرنے کی اس زبردست تحریک کے زیادہ تر حصہ میں ہمالیہ شمالی جانب سے اور سطح مرتفع شان مشرق کی طرف سے ساتھ ہی ساتھ ابھرے ہوں گے کیونکہ دونوں کی آخری منزلوں میں بہت کچھ شکلی اور مادی مماثلت پائی گئی ہے سطح مرتفع شان برما کی جانب تبت کی سطح مرتفع سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔

دونوں ایک قدیمی سمندر کی ابھری ہوئی نہیں ہیں اور اب دونوں میں ایسی کتر بیونت اور کمی ہو رہی کہ دونوں تقریباً ہموار میدانی قطعات بنتی جاتی ہیں۔ دونوں مرتفع سطحوں کے بیرونی کنارے کی حد بندی حقیقتاً ایک طرح کا چٹانی ملبہ معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ ہمالیہ کے اونچے اونچے دیو قامت پہاڑوں کے سامنے وہ پہاڑ جو ہیں۔ برمی سرحد کے متصل پھیلے ہوئے چھوٹے ہونے معلوم ہوتے ہیں مگر طبقاتی اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔ ان پہاڑی سلسلوں کے مرکزی حصے اس گرینائٹ پتھر کے ہیں جو کھریا کے عہد کے آخری یا زمین کے ساخت کے تیسرے دور کے ابتدائی عہد میں ابھر آئے ہوں گے۔

برہما کا ابھرنا

مغرب کی جانب اراکان یوما بحیثیت طور سے تہ بہ تہ پہاڑوں کے سلسلہ کے مانند ابھر آنے کی وجہ سے ایسے جزیروں کی ایک زنجیر سی ابھر آئی جو آج کل کے جاوا تیمور کے سلسلہ سے مشابہ ہے یا یہ سمجھو کہ ایک لمبوترے جزیرہ نما کی طرح ہے جیسا کہ آج کل کیلیفورنیا کی خلیج میں پایا جاتا ہے۔ اور آج کل کی دریائے چندوین کی وادی (یہی وادی آگے بڑھ کر اراوادی آگے نچلی وادی سے مل جاتی ہے) میں ایک لمبی خلیج تھی۔ ممکن ہے کہ یہ خلیج شمالی سرے پر ہوکوانگ کی وادی اور پٹکوئی کے پہاڑوں سے گزرتی ہوئی خلیج آسام سے جا ملی ہو۔

مشرق کی جانب بلند پہاڑی قطعات ہیں جو کھریا کے تہ بہ تہ سلسلوں اور غالباً زمین کی ساخت کے تیسرے دور کے حصہ اسفل کی چٹانی تہوں سے بنے ہیں۔ ان میں آتش فشانی پہاڑوں نے (جیسی کہ آج کل جیڈ کے معدنی علاقہ میں پائی جاتی ہیں) اس خلیج اور سطح مرتفع شان کے درمیان ایک کوہستانی سلسلہ بنا دیا ہے اس کوہستانی پگڈنڈی کی مغربی سرحد (تقریباً جیڈ کے معدنوں کے قریب سے) یورا اور چندوین دریاؤں کے کناروں کے بلند ٹیلوں کے محاذی چلی جاتی ہے یہ مغربی سرحد سیاڈونگ اور کوہ پوپا اور پگل یوما کی بلند سرزمین سے ہوتی ہوئی رنگون تک پہنچتی ہے اس کے بعد کی کھریائی اور زمین کی ساخت کے تیسرے دور کے حصہ اسفل کی تحریکوں سے غالباً سرزمین برما کی بالائی سطح وجود میں آئی ہے۔

یادداشت میں کوشش کی گئی ہے کہ برما میں کھریائی پہاڑیوں کی موجودگی کے متعلق تمام شہادتیں یکجا کر دی جائیں اور ان کاغذات کے پورے پورے اقتباسات دئے گئے ہیں جو آج کل دستیاب نہیں ہو سکتے مگر ان سے بہت مفید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں یادداشت میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ مختلف مقامات پر شہادت کی بہت قلت ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بالائی برما میں آتش فشاں چٹانوں اور تمام سلسلہ کھریائی پہاڑیوں کے ساتھ ساتھ نشیب کے ایسے پتھر پائے جاتے ہیں جن پر سبز سیاہی مائل چتیاں پڑی ہوتی ہیں۔

(पेज १४४ से आगे)

थी। मनुष्य को सहदेव पहचान न सका, किन्तु स्त्री को देखते ही उसे ऐसा जान पड़ा कि उसने उसे कहीं देखा है। ठीक ख्याल नहीं आता किन्तु उसने उसे कहीं देखा है अवश्य। इतने में उस मनुष्य ने भिक्षा की प्रार्थना की। सहदेव को आवाज़ परिचित सी जान पड़ी। "अरे, यह तो अब्दुल है। हाँ, वह है नसीमा। वह उनका लड़का होगा—इस समय वह इतना बड़ा अवश्य हो गया होगा।" प्रतिहिंसा की दबी हुई आग उसके हृदय में फिर से प्रज्वलित हो उठी। सहदेव इस समय मनुष्य नहीं, दानव बना हुआ था। जी चाहता था कि अब्दुल की इस दयनीय दशा पर वह अट्टहास करे। उसके मानस-पटल पर जेल में उठे हुए सभी मनसूबे एक एक कर आने लगे और वह सोचने लगा कि किस प्रकार वह उनमें से किसी एक को कार्य में परिणत कर बदला चुकावे।

किसी के पीठ पर हाथ रखने से सहदेव चौंक उठा।

"लो, इनकी मदद करो।" कहता हुआ गौरीशंकर उसके बगल में आ खड़ा हुआ।

"मैं, इनकी मदद करूँ ?"

"क्यों, भाई ?"

"क्या गुज़री हुई घटना तुम्हें मालूम नहीं है ?" क्रोध में भरा हुआ सहदेव ने कहा।

"मुझे सब मालूम है किन्तु तुम तो परोपकार करने चले हो। परोपकार करने में शत्रु-मित्र का विचार कैसा ?"

"बाज़ आया मैं ऐसा परोपकार करने से।"

ऐसा न कहो, सहदेव भाई। तुम तो स्वयं कहा करते हो कि दरिद्र और दुःखी लोग नारायण होते हैं। उनकी सेवा-सहायता कर ईश्वर की सेवा का फल मिलता है। ऐसे ही नारायणों की खोज में तुम रहते हो। आज वे आ मिले हैं। सभी प्राणियों में विष्णु की प्रतिमूर्ति देखने का जो भाव तुम्हारे मन में अंकुरित हो चुका है उसे प्रतिहिंसा की अग्नि से भस्मसात मत करो। देखो, देखो, आँखों का बदला परदा हटा कर देखो, नारायण तुम्हारी सेवा के लिये व्याकुल हो रहे हैं। उनकी आकुलता को दूर करो। उनके घावों की मलहम-पट्टी करो, उनकी भूखी प्यासी आत्मा को अन्न-जल देकर तृप्त करो ....."

सहदेव की आँखों से आँसू बह रहे थे।

* *

दूसरे दिन लोगों ने देखा सहदेव अपनी खोली में बैठा नीचे लिखा गाना गा रहा है, उसके गले से गले मिल अब्दुल और नसीमा भी गा रही हैं और उनका लड़का आंगन में खेल रहा है :—

मैं तेरा, तू मेरा, प्यारे !
मैं तेरा, तू मेरा ॥
मन-मोहन तू मेरा स्वामी,
मैं हूँ चेरा तेरा।
पर हरि मुझको प्रेम विवश करि,
बना लिया है चेरा ॥
मैं तेरा, तू मेरा० ॥

नाथ नाथ कहि तुझको टेरा,
जानि अलग अनमेरा।
गली गली बहुतेरा हेरा,
मिला न तेरा डेरा ॥
मैं तेरा, तू मेरा० ॥

दीन दुखी कांधे पर कम्बल,
मिला पड़ोसी मेरा।
तेरा रूप उसी में दीखा,
उमड़ा प्रेम घनेरा ॥
मैं तेरा, तू मेरा० ॥

भाई कह कर गले लगाया,
अश्रु विन्दु एक गेरा।
भाई में भगवान मिला तू,
गया व' मन का फेरा ॥
मैं तेरा, तू मेरा, प्यारे,
मैं तेरा, तू मेरा ॥

मेल-मिलाप ऐसोसियेशन की प्रगति

प्रो० रिज़्वी तथा मि० शरण का सफ़र

प्रो० आई० एच० रिज़्वी, एम० ए०, प्रोफ़ेसर, राजेन्द्र कालेज, छपरा, तथा मि० राधा कान्त शरण, रिटायर्ड ऐसिसटैन्ट कमिश्नर, इन्कम टैक्स, पटना, के विस्तृत सफ़र का प्रोग्राम पहले प्रकाशित हो चुका है। उसी प्रोग्राम के अनुसार आप लोगों ने सफ़र शुरू किया और आरा, गोपालगञ्ज, हाजीपुर, मुज़फ़्फ़रपुर, सीतामढ़ी तथा बेतिया गये। इन सभी जगहों में बहुत सफल मेल-मिलाप सभायें हुईं और हर जगह मेल-मिलाप ऐसोसियेशन की शाखायें भी क़ायम की गईं।

इनमें से बहुतेरी जगहों में प्रो० रिज़्वी और मि० शरण दोनों साथ २ मौजूद थे। पर कुछ ज़रूरी कामों के सामने आ जाने की वजह से मि० शरण गोपालगंज तथा सीतामढ़ी में शरीक नहीं हो सके थे। पर अन्त में दुर्भाग्यवश प्रो० रिज़्वी की तबीयत कुछ ख़राब हो गई, जिसकी वजह से आगे का प्रोग्राम स्थगित कर देना पड़ा। हमें इसका बहुत दुःख है और हम ईश्वर से प्रार्थना करते हैं कि भगवान इन दोनों सज्जनों को स्वस्थ बनाये रक्खें, ताकि उनके प्रभावशील सार्वजनिक सेवा का सिलसिला बहुत दिनों तक जारी रहे। अस्तु, ऐसोसियेशन का कार्य इस प्रान्त में सुदृढ़ करने तथा आगे बढ़ाने में जो सेवा आप सज्जनों ने की है उसके लिये हम हृदय से उनके आभारी हैं।

—सेक्रेटरी।

अब मादीन पक्षी ने अपने प्यारे पति की अपूर्ण इच्छा की पूर्ति करने के अभिप्राय से अपने बच्चों से कहा, "बच्चो, मेरे स्वामी अपने को प्रदान करके भी अतिथियों को पूरा भोजन नहीं दे सके: क्योंकि तीन अतिथियों के मध्य एक ही पक्षी बिल्कुल अपूर्ण है; अतएव एक पत्नि के नाते उनकी इच्छा को पूरा करना मेरा धर्म है। मैं अपना शरीर भी उनके भोजनार्थ देता हूँ।" ऐसा कह कर वह भी नीचे की प्रज्वलित अग्नि में कूद कर जल मरी।

अब बच्चों ने आपस में कहा, "तीन अतिथियों के मध्य दो चिड़ियाँ पर्य्याप्त नहीं है; अतएव सन्तान होने के नाते अपने माँ-बाप के अपूर्ण कार्य को पूरा करना हमारा कर्त्तव्य है। यह कर वे तीनों भी जल मरे।

हमारे तीनों अतिथि रात्रि भर वहीं रहे और जब निशा का अवसान हुआ तथा पूर्वाकाश लोहितवर्ण धारण कर अंशुमाली के शुभागमन को व्यक्त करने लगा तब वे लोग वहाँ से रवाने हुआ। जंगल से बाहर आकर साधु तथा राजा ने राजकुमारी को उसके गृह का मार्ग प्रदर्शित किया तथा साधु ने राजा से कहा, "राजन्, तुम्हें अपने प्रश्न का उत्तर मिल गया? तुम देख चुके कि प्रत्येक अपने २ स्थान पर बड़ा है। यदि तुम गृहस्थ बन कर जीवन-यापन करना चाहते हो तो उन चिड़ियों के अनुरूप रहो जिन्हों ने अपने भूखे अतिथियों के भोजनार्थ अपने शरीरों को सहर्ष अर्पण कर दिया। यदि संसारिक बनकर रहना चाहते हो तो परहित के निमित्त अपना सर्वस्व अर्पण करने के लिये सदैव तत्पर रहो। और यदि तुम संसार छोड़ कर सन्यासियों का सा जीवन बसर करना चाहते हो तो उक्त सन्यासी के ऐसा रहो जिसने एक सुन्दर राजकुमारी तथा एक धनवान राज्य को भी तृणवत् ठुकरा दिया। यदि संसार छोड़ना चाहते हो तो सौन्दर्य, धन तथा अधिकार की तरफ़ मुड़कर देखो तक नहीं। अतएव प्रत्येक अपने २ स्थान पर बड़ा है, परन्तु एक का कर्त्तव्य दूसरे का नहीं होना चाहिये।"

था। अतएव उसने सब कुछ छोड़ कर साधु के साथ हो लिया।

वे लोग घूमते फिरते किसी दूसरे राज्यान्तर्गत पहुँचे। वहाँ के राजा को एक अति सुन्दर, सुशिक्षिता तथा विदुषी कन्या थी, जिसके विवाह के लिये राजा ने स्वयम्वर की बड़ी ही शानदार तैयारी की थी। एक सुन्दर तथा सुसज्जित मंडप में मखमली फर्श पर स्वर्ण-मंडित कुर्सियां सजी हुई थीं, जिन पर देश देश के आमंत्रित उम्मीदवार अपनी शान वो शौकत से मस्त हो शोभायमान हो रहे थे। उसी मण्डप में एक तरफ़ एक सुन्दर नव-युवक सन्यासी जिसके गात्र को गेरुए वल्कल आच्छादित किये हुये थे, खड़ा २ इस झूठे संसार के मायावी और क्षणिक दौलत और शान में मस्त शराबियों को निरख रहा था। हमारे राजा और साधु भी एक तरफ़ खड़ा २ इस तमाशा का अवलोकन करने लगे।

राज-कन्या ने, जो कि सौन्दर्य और माधुर्य की साक्षात् देवी प्रतीत होती थी, एक सुन्दर पुष्पहार के साथ अपनी गजगामिनी चाल से उस मण्डप में प्रवेश किया। उसके रूप और सौन्दर्य के समक्ष मण्डप की सारी चमक एकबारगी धुमिल पड़ गई। उस विदुषी रमणी ने अपनी सुन्दर और लुभावनी लोचनों से एक बार चारों तरफ़ देखा तथा उसका हृदय अनायास उस सन्यासी के चरणों में लिपट गया, जिसके फल-स्वरुप उस नेपुष्प-हार को सन्यासी के गले में डाल दिया।

सन्यासी पर मानो विद्युतपात हो गया। वह घबड़ाया हुआ सा जयमाल निकाल कर पृथ्वी पर फेंक दिया तथा बोला, "कैसी मूर्खतापूर्ण कार्य है, मुझ सन्यासी, गृहत्यागी को विवाह से क्या मतलब?" कन्या के पिता ने समझाया कि सम्भवत: अपनी दरिद्रता एवम् असहायावस्था के कारण यह एक राज-कन्या के पाणि-ग्रहण करने से घबड़ा रहा है। अत: उसने कहा, "महापुरुष, आप घबड़ाय नहीं; मैं अपनी कन्या के साथ २ अपने राज्य का अर्ध-भाग आपको अर्पण करता हूँ तथा मेरे मरणोपरान्त तो मेरे सारे राज्य के एक मात्र अधीश्वर आप होंगे। ऐसा कह उसने जयमाल फिर सन्यासी के गले में डाल दिया।

परन्तु सन्यासी ने फिर भी निकाल कर जयमाल फेंक दिया तथा यह कहते हुए एक तरफ़ को चल दिया कि, "मुझको विवाह और धन से क्या काम?" परन्तु राज-कुमारी तो उन्हें अपना चुकी थी, उसे बिना उनके शान्ति कहाँ, चैन कहाँ? अतएव वह छाया इव उनका अनुसरण करने लगी। सन्यासी चलते २ पार्श्ववर्ती एक कानन में प्रविष्ट हो गया तथा कुछ घूम घाम कर जंगल के सघन विटपों में जंगली भूल-भुलैया के पथ पर प्रयाण करते २ अदृश्य हो गया। राजकुमारी उनको खोकर व्यग्रता पूर्वक अश्रुपात करने लगी।

हमारे राजा और साधु भी उत्सुकता पूर्वक उनका अनुगमन कर यहाँ तक पहुँचे थे। राज-कन्या को शान्त्वना प्रदान करने लगे। सन्ध्या देवी अपनी अंचल सर्वत्र प्रसार चुकी थी; अत: निशा काल में जंगल से निकलना असम्भव जान वे तीनों एक बड़े वट वृक्ष के नीचे ठहर गये।

उस वृक्ष पर एक जोड़े पक्षी अपने तीन बच्चों के साथ अपने घोंसले में रह रहे थे। नर पक्षी ने अपनी धर्मपत्नि से कहा, "प्रिये, हमारे घर में तीन अतिथी आये हैं तथा जाड़े का मौसम है, अतएव उनकी यथा-शक्ति सेवा करना हमारा धर्म है।" यह कह कर वह उड़ता हुआ एक तरफ़ को गया तथा थोड़ी देर में अपनी चोंच में एक प्रज्वलित लकड़ी लाकर वृक्ष के नीचे गिरा दिया। राजा, साधु तथा राज-कुमारी ने कुछ पत्ते इकट्ठे कर आग जलाये तथा निर्दयी शीत को पालायन करने लगे। नर पक्षी ने अपनी पत्नि से पुन: कहा, "प्रिये, हमारे अतिथी भूखे हैं तथा हमारे पास कुछ भी नहीं है जिसे उन लोगों की सेवा में दिया जाय। अत: मैं अपना शरीर उनके भोजनार्थ अर्पण करता हूँ।" यह कह उसने अपने को प्रज्वलित अग्नि में डाल दिया तथा जल मरा। साधु ने इसे बचाने की चेष्टा की; किन्तु व्यर्थ ही।

सन्यासी और गृहस्थ

(ले०—श्री जलेश्वर प्रसाद श्रीवास्तव, बेतिया)

मनुष्य की उत्पत्ति कैसे हुई यह एक बहुत ही गूढ़ तथा आवश्यक विषय है। ऐसा विलक्षण बुद्धिमान जीव कहाँ से और कैसे आया? क्या यह आकाश से अचानक इस पृथ्वी पर मिट्टी के एक क्षणिक घर अथवा पुतले में चन्दरोज़ा निवास करने के लिये अवतीर्ण हुआ? अथवा नीचे से क्रमशः विकसित हो इस अवस्था को प्राप्त किया है? तथा इसका भविष्य इसको किधर ले चलता है?

ध्यानपूर्वक अपने को अध्ययन करने पर हमें पता चलता है कि हमारे शरीर, वासना, मन तथा बुद्धि के पीछे एक अबाध्य शक्ति, एक अनन्त तथा प्रचण्ड शक्ति है, तथा ये बाह्य स्थूल शरीर, वासना शरीर और मानस शरीर प्राकृतिक तत्त्वों से निर्मित इस दृश्य तथा अदृश्य जगत में उस प्रचण्ड शक्ति रूपी आत्मा के व्यक्त रूप अथवा आवरण मात्र हैं। अथवा इस व्यक्त संसार में उस सूक्ष्म आत्मा के कार्य करने के साधन मात्र हैं।

इस संसार रूपी महान प्रयोग-शाला (Laboratory) में आत्मा अपने शरीर रूपी यन्त्र द्वारा अन्वेषण कार्य कर रहा है तथा नित्य नूतन २ अनुभवों का आविष्कार कर अपनी सुप्त अथवा अविकसित ग्रन्थियों का स्फुटन अथवा विकास कर रहा है। अथवा आत्मा के लम्बे विकास मार्ग पर मनुष्यता तो महज एक स्टेशन है, एक मंजिल है, एक दर्जा है।

खनिज योनी, बनस्पति योनि तथा पशु योनि रूपी स्टेशनों को पार करता हुआ मनुष्य योनि रूपी दर्जे पर आया है। प्रथम मनुष्य योनि में आने पर आत्मा बाह्य संसार में प्रवृत्त होता है; परन्तु हजारों जन्म लेने पर तथा यहाँ के सभी तरह के अनुभव प्राप्त करने पर तब वह यहाँ से ऊब जाता है अथवा तब उसे यहाँ की निस्सारता प्रतीत होने लगती है और तब उस पर प्रकृति देवी की माया का रहस्य प्रगट होता है।

अतः सभी आत्मायें एक ही दर्जे पर नहीं हैं; अपनी २ रुचि एवम् विकास के अनुसार उन्हें भिन्न भिन्न मार्ग यथेष्ट जँचते हैं। प्रन्तु वास्तव में सभी मार्ग अपने २ स्थान पर ठीक ही हैं। महाभारत शान्तिपर्व में कहा है:—

द्वाविभावथ पन्थानौ यस्मिन वेदा प्रतिष्ठितः।
प्रवृत्ति लक्षणो धर्मः निवृत्तिश्च विभाषितः॥

अर्थात् "इन दोनों मार्गों को वेदों का एक सा आधार है—एक मार्ग प्रवृत्ति विषयक तथा दूसरा निवृति अर्थात् सन्यास लेने का है।" नारायणीय धर्म में भी इन दोनों पन्थों का पृथक् २ स्वतंत्र रीति से एवम् सृष्टि के आरम्भ से प्रचलित होने का वर्णन किया है।

स्वामी विवेकानन्द जी ने अपने एक व्याख्यान मे इस भाव को एक कहानी द्वारा बहुत अच्छे ढङ्ग से व्यक्त किया है जिसे मैं पाठकों के लाभार्थ नीचे देता हूँ।

किसी देश में एक बड़ा ही धर्मात्मा राजा रहता था। वह अपने राज्य के अन्दर हर एक नवागन्तुक साधु और सन्यासी से यही एक प्रश्न पूछता था कि सन्यासी श्रेष्ठ है या गृहस्थ? परन्तु बहुत दिनों तक कोई भी उसके प्रश्न का उत्तर नहीं दे सका तथा असफल साधु सन्यासियों को वह राजा गृहस्थ बनाने पर बाध्य करता था। अन्ततः एकदा एक साधु आया, उस से भी राजा ने वही सवाल पेश किया; साधु ने कहा कि, "हे राजन्, दोनों अपने २ स्थान पर श्रेष्ठ हैं; परन्तु इसके प्रमाण के लिये तुम्हें कुछ दिनों तक मेरे साथ २ रहना पड़ेगा। राजा अपने प्रश्न के उत्तर के लिये अतीव उत्सुक

को जब अब्दुल का ख्याल आता उसके हृदय में प्रति-हिंसा की अग्नि जल उठती। वह बदला लेने के तरह तरह के मनसूबे बाँधता, किन्तु जब तक वह जेल में था उसकी कोई भी इच्छा कारगर नहीं होती दीखती थी। लाचार वह ख्याली पुलाव पकाने में ही मस्त रहता।

समय की अनन्त लड़ियों में छ महीने का समय नगण्य स्थान रखता है। देखते देखते मियाद खतम हुई और और सहदेव रिहा कर दिया गया। छूटते ही वह अपनी खोली को चला। वहाँ जा कर उसने देखा कि उसकी खोली में कोई दूसरा कारीगर रह रहा है। रात में उस भले आदमी ने उसे वहाँ रहने की इजाज़त दे दी।

दूसरे दिन सहदेव कारखाने के फाटक पर नौकरी की तलाश में पहुँचा। कारखाने के प्रायः सभी मज़दूर उसे पहचानते थे। फाटक से गुज़रते समय सबों ने उसे देखा। देख कर कितनों ने नज़रें फेर लीं, कितनों ने देख कर भी न-देखने का भान किया, कितनों ने मुँह बिचकाया, कितनों ने व्यंग भरी बातों से स्वागत किया, केवल कुछ ही ने सच्ची सहानुभूति दिखलाई। अब्दुल आया और अकड़ता हुआ, उसके शरीर से प्रायः शरीर रगड़ता हुआ, चला गया। कल्लू ने विचित्र प्रकार की मुस्कुराहट के साथ पूछा—"अच्छे हो, सहदेव?" कल्लू उसे कभी 'सहदेव' कह कर सम्बोधन नहीं करता था—सहदेव ने यह बात ताड़ ली। एक ने मुँह फेर कर कहा—"दूसरे की बहू-बेटी भगाने वाले को उचित ही सज़ा मिली।" सहदेव उसे पहचान न सका। गौरीशंकर ने अपने हृदय की बात कह डाली—"भाई सहदेव, दुनिया अजीब है। इसमें दूसरों की भलाई करने वालों को कभी २ बेतरह फँसना पड़ता है। दुःख करने की बात नहीं है—निःस्वार्थ भाव से अपना कर्त्तव्य पालन करते रहो।"

सहदेव सब कुछ सुनता रहा; कहा उसने एक शब्द भी नहीं। हाँ, इसी बीच में उसने अपने भविष्य कार्य-क्रम का निश्चय कर डाला। सब से पीछे आये कारखाने के अंग्रेज़ सुपरिन्टेन्डेन्ट। उन्हों ने सहदेव को देखते ही कहा—"टुम को नहीं मांगटा।"

सहदेव सलाम करता हुआ बोला—"हुज़ूर मैं काम नहीं चाहता। मैं अपने काम का सर्टिफ़िकेट चाहता हूँ।"

"अच्छा, दस बजे आफिस में…।"

* * *

सहदेव को इस दूसरे कारखाने में काम करते एक साल हो गये। यहाँ नये साथी मिले—पुराने साथी एक एक कर सभी भूल चले। नये वातावरण में काम करने को मिला—भूल चले जेल के सभी मनसूबे। सहदेव के "काले कारनामे" को यहाँ कोई नहीं जानता था। इस लिये न तो किसी ने उसे सन्देह की दृष्टि से देखा और न किसी ने उसे हीन या दुराचारी समझा। समाज में अपनी पूर्व प्रतिष्ठा प्राप्त कर सहदेव फिर से लग गया परोपकार में।

आज रविवार है, कारखाना बन्द है। अन्य कई मज़दूरों के साथ सहदेव हाट में हफ़्ते भर का सामान खरीदने गया है। एक जगह भीड़ देख कर सभी उसी ओर चल पड़े। भीर में एक नौजवान स्त्री, एक दो वर्ष का बालक और एक मनुष्य लोगों से भीख माँग रहे थे। मर्द का सारा शरीर घाव से भरा हुआ था, हरेक घाव पर मक्खियाँ झुंड के झुंड में बैठी हुई थीं जिन्हें वह स्त्री कभी कभी उड़ा देती

(शेष पेज १४८ पर)

भाई में भगवान

(ले०—श्री रमेश प्रसाद, बी० एस-सी०)

(४)

सहदेव जेल के अन्दर पैर रखते ही एक नई दुनिया में जा पहुँचा। इस दुनिया से परिचय प्राप्त करने का उसे पहले पहल मौक़ा मिला था। इसमें जितने प्राणी थे वे विचित्र प्रकृति के थे—उनका मेल सहदेव की प्रकृति से नहीं खाता था। बिना गाली के वे एक वाक्य भी नहीं बोलते थे, बात बात में लड़ पड़ते थे। वार्डरों की झिड़कियाँ सुने बिना वे छोटा-छोटा भी काम नहीं करते थे। स्वार्थपरता उनमें कूट कूट कर भरी थी। अश्लील गाने गाकर वे अपना मनोरंजन करते थे। ऐसे ही लोगों के बीच सहदेव रखा गया।

आत्म-ग्लानि से सहदेव का हृदय टूक टूक हो रहा था। वह सोंचता, यहाँ से निकलने पर किस प्रकार वह अपना मुँह दिखलायगा। जो लोग उसे सचरित्र जान रहे थे वे उसे देखते ही मुँह फेर लेंगे। कई उसके 'कु-कर्म' का जिक्र कर उस पर थूकेंगे, कुछ उसको 'बगुला-भगत' की उपाधि देकर उसकी हँसी उड़ावेंगे। हो सकता है, लोग ऐसी परस्थिति उपस्थित कर दें कि समाज में उसका रहना दुश्वार हो जाय। और सोंचता अपने साथी क़ैदियों के विषय में। कौन जानता है इन में कितने मेरे ही जैसे निरपराध हैं—बिना गुनाह के सज़ा भुगत रहे हैं। जो क़ैदी दुबारे तिबारे आये हैं, सम्भव है, आरम्भ में वे भी निरपराध हों। एक बार सज़ा भोग लेने के बाद जब वे छूटे होंगे लोग उन्हें सन्देह की दृष्टि से देखने लगे होंगे: समाज ने उन्हें ठुकराया होगा; उनके जीवन को अशांत बना डाला होगा। क्या शान्ति की खोज में ही कुछ लोग यहाँ नहीं पहुँचे हैं?

कर्म-सिद्धांत मानने वाले लोगों का कहना है कि मनुष्य अपने कर्मों का उचित फल पाता है—अच्छा काम करने वालों को अच्छा और बुरा काम करने वालों को बुरा फल भोगना पड़ता है। इस सिद्धांत में सहदेव का अब विश्वास न रहा। वह अपने आप तर्क करता, यदि कर्म का यह सिद्धांत ठीक है तो मैं एक विपदग्रस्त प्राणी की सहायता करने के फल-स्वरूप इस नारकी जीवन का भागी क्यों बना हूँ? इसी सिलसिले में उसे याद आने वे लोग जो बुरा काम करते हुए भी फूले फले हैं। वह इस प्रकार के कर्म सिद्धांत के गूढ़ उलझनों को जितना ही सुलझाने की चेष्टा करता उतना ही और उलझन में फँसता जाता—उसे रास्ता दिखलाने वाला भी तो कोई नहीं था।

मनुष्य के जीवन पर संगत का प्रभाव बड़ा ज़बर्दस्त पड़ता है। जहाँ अधिकांश बुरे और बहुत ही थोड़े अच्छे हों वहाँ अच्छे लोगों का बुरा हो जाना आश्चर्य की बात नहीं। सहदेव धीरे धीरे नीचे की ओर लुढ़क चला; ईश्वर पर से उसका विश्वास उठ गया।

मनुष्य जब एक बार नीचे की ओर गिरने लगता है वह तब तक गिरता ही जाता है जब तक उसका पतन पूरा नहीं हो जाता या जब तक उसके रास्ते में कोई रुकावट नहीं आ पड़ती। जेल की एकांत चहारदिवारी के अन्दर बैठे हुए सहदेव

मनुभगवान, फिरिश्तों और पैगम्बरों ने अपनी शिक्षाओं से, अपने खुद आकर या अपने दूतों द्वारा, धीरे धीरे मनुष्यों को इस अवस्था पर लाये जहां से उनके भीतर दैवी गुणों का और भी विकास हो सके, ताकि वे सच्चे इनसान बन कर एक दूसरों के प्रति भाईचारे का वास्तविक ख़्याल रखते हुए प्रेम और शान्ति के साथ इस संसार में रह सकें।

उनकी यह इच्छा रही कि राज्य ऐसे बनें जहां प्रजाओं को सिर्फ़ खाने के लिये अन्न और पहिनने के लिये वस्त्र ही काफ़ी न हो परन्तु उनकी आत्मा या रूह के विकाश का भी पूरा प्रबन्ध हो। जिस राज्य में व्यक्तिगत जीव का कोई स्थान नहीं है, जहाँ विचार की स्वतंत्रता नहीं है, जहां एक व्यक्ति या एक दल औरों को दबा कर रखना चाहता है जैसा आज जर्मनी मे है, वहा इनसानों की रूहानी तरक्की की गुनजाइस नहीं है। हमारे पूर्वजों ने जिस सभ्यता को इतने परिश्रम से बनाया है, वह आज नाज़ी के प्रकोप से डूबनी चाहती है। यदि नाज़ीओं की सफलता बनी रही, तो आधुनिक सभ्यता हजारों वर्ष पीछे गिर जायगी और संसार अंधकारमय हो जायगा।

आज हमारा ध्यान इसी नाज़ी प्रकोप से दुनिया को बचाने की ओर जाना चाहिये। हम ज़िन्दे रहेंगे तो सरकार से घरेलू झगड़ा हल कर लेंगे। लेकिन अभी तो हम यह समझें कि भारतवर्ष की स्थिति खतरे में है। हमारा देश संसार का एक हिस्सा है। संसार की सभ्यता का सूर्य डूबना चाहता है। यदि नाज़ी के बम लोगों के भ्रमजाल से सूर्य छिप गया, तो हमारे देश में उजियाला कैसे रह सकता है। किस तरह नाज़ी का प्रकोप और प्रताप का विनाश हो जिस से संसार का कल्याण हो (जिसमें हमारे देश का भी कल्याण है) —इसका फिक्र हमें होना चाहिये।

हिन्दू महासभा, मुसलिम लीग, कांग्रेस—सभी दलों को चाहिये कि वे अपनी २ तुरही बजाना बन्द करें। यह अभी बिलकुल ही बेमतलब का और बेसुरा है। अभी सभी झगड़ों को थोड़ी देर के लिये तह देकर नाज़ी को दबाने की कोशिस सब कोई मिल कर तन मन धन से करें। संसार के कल्याण का ख़्याल करते हुए, आधुनिक सभ्यता को क़ायम रखने के विचार से हम अपने घरेलू झगड़ों को भूल कर नाज़ी दलों के विनाश करने में हाथ बटायें। यदि अब भी हम इस परम कर्तव्य से विमुख रहे, तो हमारी भी वही हालत होगी जो यूरोप के और देशों की हुई है। परिणाम और भी बुरा होगा।

यदि हमें ईश्वर में विश्वास है, तो इस बात को दिल तो क़बूल नहीं करता कि नाज़ी दलो का विनाश नहीं होगा। उनका नाश तो जरूर ही होने को है लेकिन काम बहुत ही कठिन है। हमारी सरकार तो बड़ी बहादुरी के साथ अकेले लड़ रही है। अमेरिका शब्दों का न्योछार जितनी करती है उतना काम नहीं करती। अभी ज़रूरत है ठोस काम, ठोस रुपये और ठोस बदन की। जिस से जितना बन बन पड़े, मदद करना चाहिये। यदि हमलोगों ने सब कोई मिल कर पूरी सहायता की तो नाज़िओं का विनाश बहुत ही शीघ्र होगा और संसार का कल्याण होगा।

हमारा दृष्टिकोण

(ले०—श्री रामजीवन सिंह, मुन्सिफ़, पटना)

समय की चाल कितनी तेज़ है। एक डेढ़ साल पहिले यूरोप की क्या हालत थी और अब क्या है? फ्रांस, बेलजियम, हालैण्ड, डेनमार्क, नारवे, पोलैण्ड, रुमानिया, यूगोस्लाभिया, ग्रीस—सब जर्मनी के आधीन हो गये। आजकल घोर लड़ाई जर्मनी और रूस के साथ चल रही है। अमेरिका जो यूरोप से २००० मील की दूरी पर है वह भी समझने लगी है कि वह भी नाज़ी के प्रकोप और पहुँच के बाहर नहीं है। अपनी रक्षा के लिये अमेरिका बहुत ज़ोर से तैयारी कर रही है। ६ महिने या वर्ष दिन के बाद दुनिया की क्या हालत होगी, यह कहना कठिन है।

हम खुदी के दायरे के अन्दर घिरे हैं, घरेलू या साम्प्रदायिक झगड़े में फसे हैं। इधर पाकिस्तान की पुकार की जा रही है, हिन्दुस्तान को टुकड़े कर एक नयी मुसलमानी सलतनत क़ायम करने की कोशिस हो रही है। लेकिन, जैसा सर सिकन्दर हेयात, पंजाब सरकार के प्रधान मंत्री ने हाल में कहा है, जो पाकिस्तान मौजूद है,—इराक, मिश्र, फारस, अफ़ग़ानिस्तान जो इस समय खतरे में है उनकी रक्षा के लिये हम नहीं सोचते। यह हमारी कितनी मूढ़ता है।

मौजूदे लड़ाई से उदासीन या विमुख रहना कदापि अच्छा नहीं है। इसी उदासीनता के कारण तो यूरोप की बड़ी २ सलतनतें एक के बाद दूसरे नाज़ी से पददलित हुए। आज हम अपनी सरकार का साथ जैसा चाहिये वैसा नहीं देते, यह कह कर कि सरकार हमें स्वराज नहीं देती। स्वतंत्रता नहीं मिलने के कारण हम रुठे फूले बैठे हैं। यहां सवाल है हमारी ज़िन्दगी का और हम दलील पेश करते हैं स्वराज का। दूरदर्शिता की खातमा हो गई। कितने स्वातंत्र सम्राज्य नाज़ी के काल के गराल हो गये हमारी आँखें अभी तक खुली नहीं।

यदि नाज़ी दल की हार न हुई, तो आधुनिक सभ्यता की क्या हालत होगी—क्या हमने इस पर कभी विचार किया है? क्या हमें नाज़ी लोगों की हरकतों की जानकारी है? नाज़ी संसार में हिटलर के सिवाय दूसरा कोई खोदा या ईश्वर नही। स्वतंत्र विचार का स्थान नहीं। हिटलर का हुक्म ही देश का क़ानून है। बात की बात में लोगों का जान ले लेना तो नाज़ी लोगों के लिये अदनी बात है। यहूदियों को किस कठोरता के साथ इन लोगों ने जर्मनी से निकाल बाहर किया। हाल का खबर है कि पचासों हज़ार बूढ़े बीमार आदमियों को सूई दे कर हिटलर ने अपने अस्पतालों में मरवा डाला, इसलिये कि सेनाओं को खाने के लिये अन्न बचे। जिन पादरियो ने कुछ उज्र किया, उनकी भी वही गति हुई। जितने निस्सहाय सभ्य लोग, स्त्रियाँ और बच्चे इस लड़ाई में मारे गये हैं, इसके टक्कर का इतिहास के पन्ने में शायद ही कोई दूसरी घटना मिले। नाज़ी पिशाचों में क्रूरता कूट कूट कर भरी है। इनके शब्द कोष में विश्व भ्रातृभाव, अन्तर-राष्ट्रियता, विश्व सम्मेलन का कोई स्थान नहीं। सन्धि की शर्तों को तोड़ना तो हिटलर की मौज पर है।

या बहुत परिश्रम के साथ किया जाता है, उसे राजसिक कर्म कहा जाता है।"

यहां राजसिक कर्म के तीन लक्षण बतलाये हैं: (१) जो फल की इच्छा रखकर किया जाय, (२) जो अहङ्कार के साथ किया जाय और (३) जो बहुत परिश्रम के साथ किया जाय।

राजसी प्रकृति का आदमी जो काम करता है फल प्राप्त करने की इच्छा से करता है। सात्विक मनुष्य फल की इच्छा नहीं रखता इसका यह मतलब नहीं समझना चाहिये कि सात्विक प्रकृति का आदमी यह न समझता हो कि किस कर्म का क्या नतीजा निकलेगा। वह समझता जरूर है और उचित अवसर पर उचित लक्ष्य सिद्ध होने वाला ही कार्य करता है, लेकिन उसके फल में उस की कुछ आसक्ति नहीं रहती है। वह उचित कर्त्तव्य पालन कर उस कर्म तथा उसके फल से निर्लेप अलग बँचा रहता है। अगर उससे इष्ट फल निकला तो इससे वह इतराता नहीं और अगर न निकला तो इसकी उसे कुछ परवाह नहीं रहती। पर राजसी प्रकृति का मनुष्य फल में इस प्रकार लिप्त रहता है कि यदि इष्ट फल न प्राप्त हुआ तो वह बहुत दुःखी हो जाता है और इसी प्रकार इष्ट फल प्राप्त होने पर इतरा भी जाता है।

फिर राजसी कर्म अहङ्कार से भी युक्त होता है। और राजसी कर्म के करने में विशेष परिश्रम भी किया जाता है। सात्विक कर्म में अहङ्कार का कुछ संसर्ग नहीं रहता है। पर हाँ, परिश्रम करने में शायद सात्विक पुरुष राजसिक पुरुष से पीछे नहीं रहता है। पर दोनों के परिश्रम में अन्तर यह होगा कि एक जान बूझ कर विशेष परिश्रम करने के ख्याल से परिश्रम करता है और उस परिश्रम के भार को महसूस करता है या समझता है। और दूसरा सहज स्वाभाविक रीति से कार्य करता जाता है और इस लिये ऐसी दशा में चाहे वह कितना भी परिश्रम न करे, वह परिश्रम उसे परिश्रम न मालूम होकर सदा उसे लीला जैसे खेल की चीज़ मालूम होती है।

अब तामसिक कर्म के लक्षण सुनिये—

अनुबन्धं क्षयं हिंसामनवेक्ष्य च पौरुषम्।
मोहादारभ्यते कर्म यत्तत्तामस मुच्यते॥

—श्री मद् भगवद्गीता अ० १८, श्लो० २५।

अर्थात, "जो कर्म मोह द्वारा आरम्भ किया जाता है, जिसमें अपने पौरुष अथवा सामर्थ्य का कुछ ख्याल नहीं रहता और न जिसमें दूसरों के नुकसान तथा हिंसा का कुछ ख्याल रहता है, उसे तामसिक कर्म कहते हैं।"

यहां हमें तामसिक कर्म के तीन लक्षण मिलते हैं:- (१) जो मोह द्वारा आरम्भ किया जाय (२) जिसमें दूसरों के नुकसान तथा नाश का कुछ ख्याल न हो और (३) जिसमें अपने सामर्थ्य का कुछ ख्याल न हो।

सात्विक तथा राजसिक कर्मों में विशेष अन्तर यह जान पड़ता है कि सात्विक कर्म सहज स्वभाव के अनुकूल फल की इच्छा न रखते हुए किया जाता है और राजसिक कर्म फल प्राप्त करने की खास अभिलाषा रखते हुए विशेष परिश्रम के साथ किया जाता है। पर इन दोनों में दूसरों के नुकसान का भाव नहीं रहता है। यही खास विशेषता तामसिक कर्म की मालूम होती है। यह कर्म मोह द्वारा आरम्भ होता है और इसमें इस बात का कुछ ख्याल नहीं रहता है कि इससे दूसरों को कितना नुकसान पहुँचता है।

अन्त में अच्छी तरह गौर करने से यह भी सिद्ध होगा कि कोई खास कर्म स्वतः सात्विक, राजसिक अथवा तामसिक नहीं होता, बल्कि उसका किसी खास श्रेणी का होना कर्ता के भावों के ऊपर निर्भर है। इस प्रकार कर्त्ता के भेद से ही कर्म सात्विक, राजसिक तथा तामसिक हो सकता है, यहाँ तक कि अपने पूज्य गुरुजनों की रक्षा करना भी सात्विक पुण्य कार्य हो सकता है और अवसर विशेष पर लड़ाई से परहेज करना भी अधर्म तथा पाप का कार्य हो सकता है। यह गीता की शिक्षा का निचोड़ है! गौर करने का विषय है!

गीता के आधार पर तीन तरह के कर्म

(ले०—" मौलवी साहेब ")

जितने प्रकार के कर्म मनुष्य करते हैं उनको तीन मुख्य श्रेणियों में रख सकते हैं: सात्विक, राजसिक और तामसिक। श्री मद्भगवद्गीता में श्री कृष्ण चन्द्र ने इन तीनो प्रकार के कर्मों के प्रधान लक्षण बड़ी खूबी के साथ अत्यन्त संक्षेप मे वर्णन किये हैं। उन्हीं के शब्दों मे उन लक्षणों को सुनिये और उनपर अच्छी तरह गौर करके निश्चित कीजिये कि किन कर्मों को उत्तम समझ कर करना चाहिये और किन को नीच समझ कर त्याग करना चाहिये,

कहते हैं—

नियतं सङ्गरहितमरागद्वेषतः कृतम्।
अफलप्रेप्सुना कर्म यत्तत्सात्विकमुच्यते ॥
— श्री मद् भगवद्गीता, अ० १८, श्लो० २३।

अर्थात्, " वह कर्म जो नियत है, जो आसक्ति तथा राग और द्वेष से रहित है और जो फल की इच्छा छोड़ कर किया जाता है, उसे सात्विक कर्म कहते हैं। "

यहाँ सात्विक कर्म के पाँच लक्षण बतलाये गये हैं: (१) जो नियत हो, (२) जो राग से रहित हो, (३) जो द्वेष से रहित हो, (४) जो आसक्ति से रहित हो, और (५) जो फल की इच्छा छोड़ कर किया जाय।

" नियत " कर्म से क्या मतलब ? इससे हर्गिज मतलब लकीर का फ़कीर बनना नहीं हो सकता, बल्कि इससे साफ जाहिर होता है कि किस मनुष्य के लिये किस समय में कैसी परिस्थिति में क्या करना उचित है—यह कोई अनियमित अथवा अनिश्चित बात नहीं, बल्कि " नियत " नियमानुकूल तथा निश्चित है। यहाँ इस बात पर भी घबड़ाने की कोई जरूरत नहीं कि उस नियत कर्म का कैसे पता लगाया जाय। गीता के पाठकों को साफ़ २ मालूम होगा कि वह नियत कर्म कर्त्ता के गुण, कर्म तथा स्वभाव के अनुकूल होगा, तथा देश काल और पात्र के भी अनुकूल होगा, इसी लिये स्वधर्म पर बहुत ज़ोर दिया गया है।

खुलासा यह कि जो कर्म स्वभाव के अनुकूल सहज हो और सामने आई हुई परिस्थिति के भी मुवाफ़िक़ होगा, उसी को यदि उचित रीति से किया जाय तो वह सात्विक होगा। पर स्वभाव तथा परिस्थिति के प्रतिकूल जो कर्म होगा वह कभी सात्विक नहीं हो सकेगा।

फिर, नियत कर्म के करने में राग और द्वेष दोनों समय २ पर आ सकते हैं। इन में से किसी का समावेश हुआ कि कर्म सात्विकता की उच्च कोटि से नीचे गिरा। इतना ही नहीं, राग और द्वेष तो दूर रहे, लेश मात्र की आसक्ति भी उस कर्म के सम्बन्ध में नहीं रहनी चाहिये अर्थात, सहज स्वाभाविक रूप से कर्म होना चाहिये—न उसके करने की खुशी और न करने का अफ़सोस होना चाहिये।

फिर उस कर्म के सम्बन्ध में फल की लिप्सा भी बिल्कुल नहीं रहनी चाहिये।

अच्छा, अब राजसिक कर्म के लक्षण सुनिये—

यत्तु कामेप्सुना कर्म साहङ्कारेण वा पुनः।
क्रियते बहुलायासं तद्राजसमुदाहृतम् ॥
—श्री मद्भागवद्गीता अ० १८ श्लो० २४।

अर्थात्, " लेकिन जो कर्म फल की इच्छा रखने वाले द्वारा किया जाता है, अथवा अहङ्कार

दुरुपयोग कर रहा है, इसके अभिप्राय को नहीं समझ रहा है। तो आगे चल कर एक-न-एक दिन उसका विचार जरूर बदलेगा और यही रस्म समझ कर करने पर यह उसके उद्धार का असली जरिया बन जायगा। भला सोचिये तो सही अगर कोई आदमी सिर्फ इस एक सबक को अपना ले, अपने जीवन का अङ्ग बना ले, कि "मैं जो कुछ भी करूँ खुदा के नाम पर करूँ", तो आप क्या नहीं समझते कि यह उसके असली सुधार, उसकी असली आध्यात्मिक उन्नति का बड़ा से बड़ा साधन बन सकता है? जरूर बन सकता है। यही सच्चा, असली इस्लाम है।

अच्छा, अब कुरान के शब्दों में सुनिये कि इस भाव पर उसमें कितना जोर दिया गया है।—

कुरान का आरम्भ है "बिस्मिल्लाहि-र्रहमानु र्रहीम" से, जिसका अर्थ ऊपर दिया जा चुका है। हर सूरे या अध्याय के आरम्भ में भी यही महा वाक्य आया है।

सूरा १, आयत ४—"हम तेरी ही खिदमत करते हैं और तेरी ही मदद की इस्तदाआ करते हैं।"

सूरा २, आयत १०७—"क्या तू नहीं जानता कि दीन दुनिया में खुदा की ही हुकूमत है और खुदा के अलावे दूसरा कोई तेरा गार्जियन या मददगार नहीं?

सूरा २, आयत १३६—"और हम उसी (यानी, खुदा) के सुपुर्द अपने आपको करते हैं।"

सूरा २ आयत १३८—'खुदा का संस्कार प्राप्त करो—और संस्कार के मामले में खुदा से बढ़ कर दूसरा कौन है?—और हम उसी की खिदमत करते हैं।"

सूरा २, आयत १०८—"ऐ तुम लोगों जो ईमान रखते हो या विश्वास करते हो, पूरे तौर से अपने आपको समर्पित कर दो और शैतान के क़दमों पर न चलो, क्योंकि यह तुम्हारा खुला दुश्मन है।"

सूरा ३, आयत १८—"खुदा के लिये सच्चा मजहब इस्लाम है।... कहो, 'मैंने पूरे तौर से अपने को खुदा की मर्जी के सुपुर्द कर दिया है और ऐसा ही हर शख्श ने किया है जो मेरे रास्ते पर चलता है।'" इस से इस्लाम के असली मानी पर बहुत प्रकाश पड़ता है। इस मानी में हर सच्चा मजहब इस्लाम है। इसको व्यापक भाव से लेना चाहिये, सङ्कीर्ण भाव से नहीं।

सूरा ४, आयत १२५—"और जो कोई अपने आप को पूरे तौर से खुदा की मर्जी के सुपुर्द कर देता है उस से बेहतर मजहब भला किसको है?"

सूरा ६, आयत १२२—"और उस चीज को न खाओ जिसपर खुदा का नाम न लिया गया हो; और यह जरूर ही एक भारी भूल है।..."

सूरा ६, आयत १६३—"कहो: मेरी दोआ या प्रार्थना और मेरा त्याग और मेरी जिन्दगी और मेरी मौत, सब कुछ खुदा के ही लिये है, जो सभी संसारों का मालिक है।"

सूरा ८, आयत ५१—"वे तुमसे अवसर पूछते हैं। कहो: सभी अवसर खुदा और उसके पैगम्बर के लिये हैं।..."

सूरा ९, आयत ५१—"कहो: खुदा की मर्जी के खिलाफ कोई कुछ हमारा नहीं कर सकता, वही हमारा सरपरस्त है, और खुदा पर ही ईमानदारों को भरोसा रखना चाहिये।"

सूरा ९, आयत १२९—"...कहो: खुदा मेरे लिये काफी है; उसके सिवाय दूसरा कोई ईश्वर नहीं: उसी पर मैं भरोसा करता हूँ और वही तख्ते अर्जीम का मालिक है।"

सूरा १०, आयत ३—"जरूर ही तुम्हारा मालिक खुदा है जिसने दुनिया और दीन को... बनाया; और वही तख्त पर बैठ कर सारे सिलसिले को जारी रखता है। उसकी इजाजत के बिना कोई मददगार नहीं हो सकता। वही तुम्हारा मालिक खुदा है; इसलिये उसकी खिदमत करो; क्या तुम इसपर ध्यान न दोगे?"

ख़ुदा की मर्ज़ी पर निसार या न्योछावर

(ले०—लालाजी)

इस्लाम-धर्म के बारे में तरह २ की ग़लत-फ़हमियाँ फैली हुई हैं। कुछ लोग समझते हैं कि इस्लाम मज़हब मार-काट और ज़बर्दस्ती का मज़हब है। पर पिछले अङ्कों में जो लेख प्रकाशित हो चुके हैं उनसे पाठक को अच्छी तरह परिचय मिल चुका होगा कि यह भाव इस्लाम-धर्म के बिल्कुल ख़िलाफ़ है, क़ुरान की शिक्षा ठीक इसके उल्टा है।

इसी तरह कुछ लोग समझते हैं कि इस्लाम में मनमानी तौर से चलने की बड़ी गुंजाइश है, ईश्वर के साथ इसका कुछ विशेष तअल्लुक़ नहीं। इससे बढ़ कर दूसरी कोई ग़लत-फ़हमी हो नहीं सकती। इस्लाम के बारे में यह अच्छी तरह जानना चाहिये कि उसमें ख़ुदा या ईश्वर के तअल्लुक़ पर ही सब से ज़्यादे ज़ोर है। इस्लाम-धर्म एक ईश्वर या ख़ुदा पर बहुत ही ज़्यादे ज़ोर देता है और समझता है कि उसके साथ किसी दूसरे को हर्गिज़ नहीं मिलाना चाहिये।

फिर "इस्लाम" शब्द का मानी है "शान्ति" या "ख़ुदा या ईश्वर की मर्ज़ी पर अपने आप को निसार कर देना"। क़ुरान के अन्दर इन दोनों भावों पर पूरा ज़ोर दिया गया है। ख़ुदा की मर्ज़ी पर निसार करने की बात तो यहाँ तक बढ़ी हुई है कि बिना ख़ुदा को याद किये कोई मुसल्मान कोई भी काम नहीं कर सकता। यह भाव सभी मुसल्मानों के रग-रेसे में पैवस्त हो चुका है। जब कोई मुसलमान—चाहे वह पढ़ा-लिखा हो या अनपढ़—कोई भी छोटा या बड़ा काम शुरू करता है तो वह ज़रूर पहले "बिस्मिल्लाहि-र्रहमानु-र्रहीम" यानी "शुरू करता हूँ मैं ख़ुदा के नाम से जो रहमान और रहीम यानी दयालु और कृपालु है" अथवा कम से कम "बिस्मिल्लाह" यानी "शुरू करता हूँ मैं ख़ुदा के नाम से" उच्चारण करता है।

शायद ही किसी ने किसी मुसलमान को कोई काम करते देखा हो जो पहले इस शब्द या मन्त्र का उच्चारण न कर लेता हो। इससे साफ़ २ ज़ाहिर होगा कि किस प्रकार हर मुसलमान के लिये यह महज़ लाज़िमी हिदायत है कि वह जो कुछ करे उसे सिर्फ़ ख़ुदा के नाम पर, ख़ुदा के लिये, यानी ख़ुदा की मर्ज़ी की पूर्त्ति के ही लिये करे।

हाँ, यह ठीक है कि इस वाक्य या मन्त्र का असली भाव बहुत कम लोग अपने सामने रखते हैं। अधिकांश व्यक्ति केवल एक रस्म (formality) समझ कर इसका उच्चारण करते हैं। इतना ही नहीं, बल्कि इसका दुरुपयोग तो यहाँ तक करते देखा जाता है कि अगर कोई मुसलमान जान-बूझ कर कोई बुरा कर्म भी करने लगता है तौभी उस समय वह "बिस्मिल्लाह" कह कर उसे शुरू करता है। वह बहुधा समझता है कि "बिस्मिल्लाह" कह ही देने से उसके बुरे कर्म का पाप मिट जायगा। ख़ैर, यह तो एक ऊँचे आदर्श का निरा दुरुपयोग है। इस तरह का दुरुपयोग भी आज व्यापक रूप से सभी धर्मों में घुस गया है।

पर इस से ज़रूर यह तथ्य सिद्ध होता है कि ख़ुदा के नाम पर हर काम करने का भाव सभी मुसलमानों की ज़िन्दगी का एक आवश्यक तथा स्वाभाविक अङ्ग है। आज अगर वह इसका

ही भाव नित्य-प्रति भरने रहने की जरूर कोशिश करेंगे। फिर आगे चलकर ऐसे विद्यार्थियों के लिये साम्प्रदायिकता की सङ्कीर्णता जड़-मूल से नष्ट हो चुकी रहेगी।

८ टेक्सट बुक या पाठ्य पुस्तक

स्कूलों तथा कालेजों में पढ़ाई जाने वाली इतिहास तथा साहित्य आदि की किताबों को भी नये सिरे से तैयार करना चाहिये, ताकि उनके जरिये भी विद्यार्थियों के हृदयों पर व्यापक भाई चारे तथा मेल-जोल का भाव दृढ़ता पूर्वक जम सके। अभी जो भयानक परिस्थिति हमारे सामने मौजूद है उसके पैदा करने तथा क़ायम रखने में पाठ्य पुस्तकों का भी विशेष हाथ है और रहा है। लेकिन फिर उसी जरिये से इन दूषित भावों को दूर भी किया जा सकता है।

९ ड्रामा या नाटक

ड्रामा अथवा नाटक भी नवयुवकों तथा जन-साधारण के चरित्र-सुधार का एक महत्व पूर्ण साधन है। अत: नाटक की ऐसी किताबें तैयार करने का प्रोत्साहन देना चाहिये जिनमें मेल-मिलाप के भाव पैदा हो सकें और फिर उन नाटकों के खेलने पर भी काफी जोर देना चाहिये। संतोष की बात है कि हाल में कुछ ऐसी किताबें निकली हैं, पर अभी इस क्षेत्र में बहुत कुछ करना बाकी है।

बहुत अच्छा होता यदि कोई संस्था कुछ ऐसे चुने २ नाटकों के खेलने के लिये पात्र तैयार कर तथा उनकी एक छोटी सी मण्डली बना कर शहर शहर तथा गाँव गाँव में घूम घूम कर ऐसे नाटक करने का प्रबन्ध करती।

१० छोटे २ सुन्दर गाने

गाने का प्रभाव भी आदमी के चरित्र पर बहुत पड़ता है। अत: हमारे सभी प्रमुख कवियों से अपील करनी चाहिये कि मेल-मिलाप सम्बन्धी छोटे २ सुन्दर तथा सहज गाने तैयार करें। फिर उन्हें प्रकाशित कर उनके व्यापक प्रचार का प्रबन्ध करना चाहिये।

मेल-मिलाप के पिछले अङ्कों में ऐसे कई गाने निकल चुके हैं। हम शीघ्र उनको अलग प्रकाशित करने का प्रबन्ध करेंगे।

साथ ही पाठक-गण से हमारी जोरदार अपील है कि उनको जो ऐसे गाने मिल सकें उन्हें हमारे आफिस में जरूर शीघ्र भेजने का कष्ट स्वीकार करें।

११ साधारण पुस्तकें और पुस्तिकाएं

मेल-मिलाप से सम्बन्ध रखने वाली छोटी २ पुस्तकों की तैयारी, प्रकाशन तथा प्रचार का समुचित प्रबन्ध भी आवश्यक है। उनके जरिये यह अच्छी तरह दिखलाया जा सकता है कि धार्मिक, सामाजिक, आर्थिक, राजनैतिक, आदि सभी दृष्टि-कोणों से किस प्रकार मेल-जोल के सुन्दर उपदेश एक भाव से निकलता है।

१२ हर आदमी का कर्त्तव्य

अन्त में हम यह दिखाना चाहते हैं कि मेल-मिलाप के लक्ष्य की पूर्त्ति के लिये हर आदमी क्या कर सकता है। सुनिये—

(क) हर आदमी अपने सम्प्रदाय के अलावे दूसरे सम्प्रदायों के कम से कम कुछ लोगों के साथ सच्ची दोस्ती कर सकता है।

(ख) हर आदमी दूसरे सम्प्रदायों के धार्मिक उत्सवों में दिलचस्पी रख सकता है, शरीक हो सकता है। ऐसे उत्सवों को मिल-जुल कर एक साथ मनाने का अवसर बढ़ाना जरूरी है।

(ग) हर आदमी दूसरे सम्प्रदायों के सामाजिक उत्सवों में भी शरीक होकर उनके साथ आत्मीयता का सम्बन्ध स्थापित कर सकता है।

यह बातें हाल तक होती थीं। फिर भी हो सकती हैं। जरा इधर ध्यान करने की जरूरत है।

—सम्पादक।

साम्प्रदायिक मेल-जोल के लिये कुछ व्यावहारिक योजनाएँ

(गताङ्क से आगे)

४ ब्रोड कास्टिंग (Broad casting)

आज रेडियो का अच्छा प्रचार हमारे देश में भी हो चला है। इसके ज़रिए शहर शहर, घर घर में गाने, व्याख्यान तथा ख़बरें पहुँचाई जा रही हैं। लोगों को प्रभावित होने का यह भी एक अत्यन्त ज़बर्दस्त अस्त्र है। अत: मेल-मिलाप के सुन्दर भावों तथा विचारों के प्रचार के लिये इस अस्त्र का अनुसरण भी करना ज़रूरी है।

इसके लिये अच्छा होगा कि कुछ प्रमुख नेताओं के मेल-मिलाप सम्बन्धी भाषण अथवा वक्तव्य नियमित रूप से बराबर निकला करें। कुछ अच्छे चुने हुए गानों का भी इस प्रकार प्रचार करना इस लक्ष्य की पूर्त्ति के लिये बहुत लाभदायक होगा।

५ मेल–मिलाप सम्बन्धी स्मारक

सारे देश के अन्दर, सभी प्रधान शहरों तथा गावों में प्रमुख स्थानों पर मेल-मिलाप के स्मारक--मूर्त्तियाँ, चित्र अथवा शिला-लेख--स्थापित करने का प्रयत्न करना भी बहुत लाभदायक होगा। ऐसे स्मारकों द्वारा भी यह कार्य बहुत आगे बढ़ाया जा सकता है। जितने राही इन नवीन स्मारकों को देखेंगे, उनके हृदयों में अदृश्य रूप से अवश्य मेल-मिलाप का सुन्दर भाव जाग उठेगा।

आज समाचार पत्रों द्वारा जनता की जो सेवा हो रही है उससे कहीं अधिक सेवा इस साधारण सी महान् पूर्ण कार्य द्वारा हो सकेगी। समाचार पत्रों का प्रभाव तो काट-छाँट तथा तरह २ के विरोधी विचार-प्रवाहों की वजह से अक्सर कम हो जाता है। पर यहाँ तो सिर्फ़ एक ज़बर्दस्त अपील लोगों की आँखों के सामने रहेगी। इस लिये उसका प्रभाव लोगों के हृदयों पर पड़े बिना रह नहीं सकता।

जिन लोगों को इसकी उपयोगिता में कुछ भी सन्देह हो वे सम्राट् अशोक के शिला-लेखों को याद करें और देखें कि उनके ज़रिये जनता का कितना बड़ा उपकार हुआ। फिर उनका सन्देह आप से आप जाता रहेगा।

६ लेक्चरर अथवा व्याख्यान–दाता

सभी लेक्चररों अथवा व्याख्यान-दाताओं को भी नियम कर लेना चाहिये कि चाहे वे और जिस विषय पर भाषण दें, पर साथ २ मेल-मिलाप उनका एक विषय ज़रूर रहे और दूसरे भावों में भी मौक़ा पा कर मेल-मिलाप के भावों पर काफ़ी ज़ोर दिया करें। कम से कम जो व्याख्यान-दाता इस लक्ष्य की उपयोगिता तथा आवश्यकता को समझते हैं, उन्हें तो ऐसा नियम ज़रूर कर लेना चाहिये।

७ शिक्षक–वर्ग

शिक्षक-वर्ग का प्रभाव किसी से छिपा नहीं है। उनका कार्य कितने महत्व का है, इसका वर्णन करना असम्भव है, वास्तव में किसी राष्ट्र का असली भविष्य तो उन्हीं के हाथों में है, क्योंकि बच्चों तथा नवयुवकों का अत्यन्त नाज़ुक तथा प्रभाव-शील समय उन्हीं के साथ गुज़रता है। वे उन्हें जिधर चाहें मोड़ सकते हैं, जैसा भाव उनके अन्दर पैदा करना चाहें पैदा कर सकते हैं।

अत: उन्हें भी यह व्रत धारण कर लेना चाहिये कि वे अपने विद्यार्थियों में व्यापक मेल-जोल के

विश्व-प्रेम की झलक

(ले०—श्री हृदय नारायण अग्रवाल, एम० ए०, एल० एल० बी०, मैनपुरी)

महात्मा कूटहोमी का कथन है कि विश्व-भ्रातृ-प्रेम अनहोनी बात नहीं है। भ्रातृ-प्रेम पर ही संसार की उन्नति और चरित्र की दृढ़ नींव बन सकती है। अगर यह कहा जाय कि यह कोरा सपना है तो यह स्वप्न एक उच्च और सुन्दर भाव से भरा हुआ है यही भावना सच्चे ऋषि-वर्ग की है जो सर्वदा संसार की भलाई के लिये लगे रह कर कार्य करते रहते हैं और उच्च विचारों की तरफ मनुष्यों की रुचि मोड़ते रहते हैं।

किसी भी धर्म-संचालक ने इसके विरुद्ध वैर भाव रखने की शिक्षा नहीं दी। बल्कि उनकी पूर्ण शिक्षा का विविध धर्मों में यही एक उद्देश्य झलकता है कि विश्व में भ्रातृ प्रेम का संचार हो और कलह, द्वेष भाव और स्वार्थ भाव पर विजय प्राप्त की जाय, क्योंकि जब कभी इनका जोर अधिक बढ़ जाता है, तभी तभी देश देशान्तरों में अवतार और महापुरुषों का आगमन होता रहा है।

आजकल भी भारतवर्ष में ही क्या सारे संसार के लिये, ऐसे महापुरुषों की आवश्यकता है। कदाचित् उसी विचार से प्रेरित होकर श्री शंकराचार्य ने अभी हाल में एक विज्ञापन निकाला है जिससे वह चाहते हैं कि ऐसे माता-पिता जिनके वैशाख के शुक्ल पक्ष में और विशेषकर, २८, २९ अप्रेल और ३, ४ मई को पुत्र हो वे उसकी सूचना उन्हें देने की कृपा करें, क्योंकि यह समय ऐसा है जब महान् आत्माओं के विश्व-कल्याण के लिए आने की बड़ी सम्भावना है, जो विश्व-भ्रातृ-प्रेम पूर्ण रूप से प्रवाहित कर सकें। बराबरी का भ्रातृ-प्रेम नहीं बल्कि जहाँ बड़े और छोटे युवा व वृद्ध अपनी अपनी शक्ति के अनुसार नवीन विश्व निर्माण कार्य में भाग ले सकें और राजनैतिक, सामाजिक, राज्य प्रबन्ध क्षेत्रों में इसी भाव से काम करें कि चतुर, पवित्र और श्रेष्ठ पुरुष ही देश की नौका के कर्णधार हों और साधारण लोग उनको सबकी उन्नति में सहयोग प्रदान करके इस पवित्र कार्य के संचालन में हाथ बटायें।

यही विश्व-प्रेम का सच्चा स्वप्न है जिस पर भविष्य के विश्व का निर्माण निर्भर है। इसके लिये हम सब को पूर्ण प्रयत्न करना परम आवश्यक है, ताकि इस विश्व-प्रेम की झलक केवल स्वप्नवत ही न रह कर स्थायी और स्थूल रूप में परिणत हो जाय।

वास्तव में यह कार्य अत्यन्त उज्ज्वल और पवित्र है और ऐसा अवसर कई हजार वर्षों के बाद ही इस संसार में मनुष्य को उपलब्ध होता है। अतः सभी समझदार, सभी धार्मिक, आध्यात्मिक तथा लोक-सेवी पुरुषों का यह परम कर्त्तव्य है कि जाति-पाति धर्म-सम्प्रदाय, देश-विदेश आदि के संकीर्ण भावों को त्याग कर एकाग्रचित्त होकर इस कार्य को आगे बढ़ायें ताकि शीघ्र नवयुग का पदार्पण हो और संसार का दुःख दूर हो कर सर्वत्र-सुख-शान्ति का साम्राज्य छाये।

मेल - मिलाप

वर्ष २ | पटना, १७ जुलाई, १९४१ | अङ्क ९

कृष्ण हों कि ईसामसीह

(र०—श्री पं० सूरज-चंद सत्य-प्रेमी डाँगीजी महाराज, वर्धा)

घोलूँ मैं कहाँ कहाँ पर मधु,
सब जलाशयों में मिली भाँग।
पर क्यों न प्रकट कर दूँ सादर,
इस सरल हृदय की मधुर माँग॥

सीखें स्वाभाविक सत्य प्यार,
यह ईसाई हिन्दू-समाज।
सब सुनें बैठकर संग संग,
मेरा समभावी गान आज॥

प्रभु-पुत्र और पूर्णावतार,
श्री कृष्ण हों कि ईसामसीह।
शरणागत वत्सल विश्व बंधु,
दोनों हितेच्छु दोनों निरीह॥

दोनों कर्मठ थे अनासक्त,
निष्ठा सेवा के महाकेन्द्र।
[illegible] सद्धर्मी - पुरुषोत्तम,
मरियम-नन्दन या यादवेन्द्र॥

[illegible] त्यागी सत्य गृहस्थ,
उनका स्वभाव था सत्य योग।
[illegible] किया दूर,
आन्तर जड़ता का महारोग॥

दोनों कहलाये धर्म - वैद्य,
असहाय जनों को दिया त्राण।
बन गये शांतिप्रद क्रान्तिकार,
हृदयों में फूँका महाप्राण॥

थे चक्र सुदर्शन और क्रॉस,
दोनो ही गौरव के निशान।
बलिदानों के थे दो प्रयोग,
दोनों समान दोनों महान॥

जब मिली हमें समभाव दृष्टि,
दोनों का समझा एक ध्येय।
पर भिन्न भिन्न कल्यानुसार,
सन्तों के साधन अपरिमेय॥

उनके अनुयायी कहलाकर,
लड़ते आपस में हम अजान।
क्रिश्चियन-हिन्दू सब बन्धु बन्धु,
करलें फिर प्रेम-रहस्य ज्ञान॥

भूलें हम सारा भेद भाव,
दोनों अब सब [illegible]।
कैसा है [illegible],
[illegible]॥

گورنمنٹ بہار، سی۔ پی۔ یو۔ پی۔ اڑیسہ، سندھ کے محکمہ تعلیمات سے منظور شدہ

میل ملاپ

جلد ۲ | اگست ۱۹۴۱ء | نمبر ۱

"ہم" اور اوسکی حقیقت

از
قیصر ایف۔ ٹی۔ اس

ہے یقیناً ہم میں جلوہ ایک لامحدود کا
اللہ اللہ یہ تقرب عبد اور معبود کا

ہمکو بیشک وہ نمازِ عشق پڑھنی چاہیے
فرق جس میں ہو نہ ظاہر ساجد و مسجود کا

یہ حقیقت گر سمجھ لیں ہم تو رستہ صاف ہے
نیست میں ہست ہے پھر وہم کیوں نابود کا

وجد میں اپنی ہی خود حمد و ثنا کرتے ہیں ہم
ایک مطلب جانتے ہیں حامد و محمود کا

"ہم" شعاعیں ہیں اُسی کی شمسِ وحدت کی قسم
"ہم" سے روشن ہے جہاں میں چہرہ ہر موجود کا

میل ملاپ

ایڈیٹوریل

مسجد کے امام اور خانقاہ کے سجادہ نشینوں سے تعاون کی درخواست

مسلمان ہی نہیں بلکہ عام ہندوستانی اپنی بپتا سونچ سونچکر باسی پھول کی طرح کمہلا گئے ہیں، اپنی اپنی اتحاد کی شیرازہ بندی کو زمانہ بد کی ناخونوں سے نُچتے ہوئے مایوسی سے دیکھ رہے ہیں اور جو لوگ سمجھدار ہیں وہ یہ کہہ رہے ہیں۔

"اپنا بس چلتا نہیں اور مفت جاتی ہے بہار"

لیکن صرف اپنی جگہ سونچ سمجھکر خاموش ہو جانے سے تو کام چلتا نہیں ہے، جن لوگوں کو خدا نے ایمان اور دیانت کی دولت بخشی ہے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان اپنے اپنے خیالات بلا خوف تردید پبلک میں اظہار کر دیا کریں۔

ہندوستان میں اب بھی ہندو اور مسلمان ایسے ہیں اور جنکا عملی رویہ ایسا ہے کہ وہ ہندو اور مسلمان میں فرق نہیں سمجھتے ہیں دونوں کے ساتھ سلوک اچھا اور قابل تعریف ہے، ایسے نیک اور فرشتہ خصلت انسانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ دوسری پولیٹیکل جماعتوں سے خوف زدہ نہ ہوں، کوئی جماعت اونکے مقابلہ میں ہو وہ خوف نہ کریں پبلک میں صلح اور امن قائم رکھنے کے خیالات کو اپنی شیریں کلامی سے ظاہر کر دیا کریں، جھگڑنے والوں میں صلح پیدا کرانے کی انتھک کوشش سے باز نہ آئیں، عوام کی مستعدی اور صلح پسندی نے اگر بنیاد اچھی پکڑی تو اتحاد اور ایکا ہو کر رہیگا۔ ہم اون پست ہمت انسانوں پر افسوس کی نظر نہیں بلکہ محبت و شفقت کی نظر رکھتے ہیں، اون کے لئے دعائیں کرتے ہیں جو ہندو مسلم اتحاد سے ناامید ہو گئے ہیں، انہیں اسکی خبر شاید نہیں ہے کہ خدا نے اتنے پیغمبر، ہادی، اوتار، ولی اللہ اور پیشوایان دین ہر مذہب میں اسلئے بھیجے کہ انسان میں خلق اور محبت و اُخوت پیدا ہو، اگر ایسا نہ ہوتا تو اوسکی عبادت، اوسکی پرستش اور بلندی کی تخیل کو کہانیوں سے زیادہ اہمیت نہ ہوتی۔

جب مقصد الٰہی یہ ہے کہ کل انسان ملکر اور بھائی بنکر رہیں تو ہمارا فریضہ کیا ہے؟ صرف یہ کہ خواہ ہم کسی درجہ اور قسم کے انسان ہوں، ہم اپنی سعی اور کوشش سے آدم کی اولاد ہونے کا ثبوت دیں، دو لڑتے ہوئے انسانوں کو سمجھائیں، قتل و غارت کی اسپرٹ جو ان میں شیطانی جذبات سے پیدا ہوتی ہے اوس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاکستر کر دیں،

ہم اپنے وطن کے عالم دین، امام مسجد، واعظ اور مقدس خانقاہوں کے سجادہ نشینوں سے بھی نہایت ادب کے ساتھ یہ التجا کرینگے کہ جہانتک مذہب کا لگاؤ، خلق، اتحاد اور اخوت سے ہے اسکی براہ راست ذمہ داری ان کے سر آتی ہے خدا اور رسولؐ نے

سامنے ذمہ داری ہے،

ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ علماء و سجادہ نشین پاکستان کے حامی یا مخالف، مسلم لیگ کے ہمدرد ہیں یا احراری جماعت وغیرہ کے، یہ چیزیں اتحاد، خلق اور اخوت کے مقابلہ میں ثانوی، اور بعد کو سوچتے ہیں، اگر اخلاقی بنیاد درست ہے تو سب کچھ ممکن ہے۔

اپنے وعظ و پند میں، اپنی صحبت میں اپنی درگاہوں میں یہ مقدس ہستیاں اپنا فرض سمجھ لیں کہ ان کے پیرووں کو ایک ایسی محفوظ راہ اور پر امن طریقہ سے چلنا ہے کہ کسی وقت بھی دو شخص آپس میں جنگ آزما نہ ہو سکیں، جھگڑے فساد جو کچھ پیدا ہو چکے ہوں وہ دفن ہو کر رہ جائیں۔ زندگی کا لطف اور خانگی و ملکی خوشی و آزادی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی ہے جبتک کہ اتحاد اور پر خلوص اتحاد نہ ہو،

اب وہ زمانہ باقی نہ رہا کہ تبلیغ مذہب مناظرہ اور جھگڑے کی چاشنی کے ساتھ کیا جائے، مذہب علمی پہلوؤں کا میدان نہیں ہے، کسی مذہب نے اس کو روا نہیں رکھا ہے، جن باتوں سے امن عامہ میں خلل پہونچے اور خوشنودی خدا و رسول نہ ہو ان باتوں کا وہم میں لانا بھی ہمارے مذہبی پیشواؤں کی توہین ہے،

ہمیں یہ اچھی طرح سے معلوم ہے کہ اپنا پیٹ پالنے والے ہندوستان میں ارزاں شہرت حاصل کرنے والے نقلی مولوی صاحبان ایسے جھگڑے کے اکھاڑوں کی تلاش میں رہتے ہیں، جہاں اخبار میں کسی جھگڑے اور اختلاف کی خبر نکلی خواہ یہ جھگڑا ہندو اور مسلمان کا ہو یا مسلمان مسلمان کا ہو یہ حضرات بلا بلائے آدھمکتے ہیں، ان کے نالے اور جذبے بظاہر بڑے دلکش ہوتے ہیں، انکی رفتار اور گفتار سے تدبر، تامل اندیشی اور مذہب کی خدمت کا سچا جذبہ ظاہر ہوتا ہے، لیکن ان کل مولویوں کی خفیہ مرکزیت انکی شرارت نفس میں پوشیدہ ہے، خود ستائی کا جذبہ اور دنیاوی اقتدار اصل مقصد ہوتا ہے، ان میں سے پچاس فیصدی لالچ سے کوسوں دور بھی ہوتے ہیں، لیکن دنیاوی شہرت اور بڑوں کی تعظیم اور عزت کے بڑے لالچی ہوتے ہیں، انکی انانیت اور جذبہ خودی انکو روحانی جاترا سے دور اور جہنم کی سرحد سے قریب کر دیتا ہے،

ایسے لوگ صرف مسلمانوں ہی میں نہیں بلکہ دوسروں میں بھی ہمالیہ کی چوٹی کی طرح بلند اور اپنی قوم اور اپنے مذہب کے بدخواہ دکھائی دیتے ہیں، انکی دل کی مندر میں جس خدا کا جلوہ ہے وہ موسمی خدا ہے، ایمان کی روشنی نے ان کے دلوں پر اپنے جوہر کی وہ چھوٹ ابھی تک نہیں ڈالی ہے، جسکا نتیجہ محبت، ایمان داری، خلوص، اخلاق اور عام بھائیچارہ ہے۔

ایسے نقلی مولویوں اور سجادہ نشینوں نے ہمارے وطن کے سچے ہمدرد، سرپرست اور فیض رساں بزرگوں کو میدان سے پیچھے اسلئے ڈالدیا ہے کہ یہ حضرات اپنی شہرت اخباروں سے، انجمنوں سے اور اشتہاری خانقاہوں سے پسند نہیں کرتے ہیں، بلکہ ملک کی خاموش خدمت کرنا چاہتے ہیں۔

ہمیں ایسے ہی بزرگوں پر بھروسہ ہے اور ان ہی سے التجا ہے کہ اب آپ میدان میں آئیں اور قوم کی حالت زار پر رحم کریں اور آپس میں اتحاد، بھائیچارہ اور محبت کی تخم ریزی

کریں، اب آپ خاموش اپنے حجروں میں نہ بیٹھیں، آپ کی
عدم موجودگی نے نقلی پیشواؤں کی ہمت افزائی کی ہے۔

نقل مشہور ہے۔
" خانہ خالی را دیو میگیرد "

ہندوستان میں ایجادیں

طیاروں اور آبدوزوں کی طرف توجہ

موجد عورتیں

پیٹنٹ آفس کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۴۰ء میں بیان کیا گیا ہے کہ ہندوستانی موجد طیاروں، آبدوزوں اور نہ ڈوبنے والی کشتیوں کے مسئلوں پر غور کرنے میں مشغول ہیں۔ نیز اگرچہ جنگی حالات کی وجہ سے برطانوی ہند میں چیزوں کو پیٹنٹ کرانے کی درخواستوں کی تعداد کم ہوگئی لیکن مختلف دیسی حرفتوں کے متعلق درخواستوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا۔

درخواستوں کی تعداد ۱۰۶۰ سے گھٹ کر جو ۱۹۳۹ء میں تھی، ۱۴۷ رہ گئی۔ خاص ہندوستان میں دی ہوئی درخواستوں کی مجموعی تعداد ۲۰۴ تھی۔ اس کے مقابلہ میں سال گزشتہ ان درخواستوں کی تعداد ۳۱۰ تھی۔ بنگال اور بمبئی کی علی الترتیب ۸۲ اور ۶۹ درخواستیں تھیں۔

تین موجد عورتوں کی درخواستیں بھی آئیں۔

جہاں تک حرفت پارچہ بافی کا تعلق ہے سال گزشتہ کے مقابلہ میں دیسی درخواستوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا۔ جن موضوع پر موجدین غور و فکر کرنے میں مشغول رہے ان میں سے چند یہ ہیں:۔ مختلف پودوں سے ریشہ نکالنا۔ تکلہ کو زیادہ تیز رفتار سے چلانے کے طریقے۔ سوت کے بیلن اور نہ سکڑنے والے پائدار پارچوں کی تیاری وغیرہ۔

ریلوے کی پٹریوں اور ریلوے کے سگنلوں کے متعلق ایجادوں کے سلسلہ میں پیٹنٹ کرانے کی درخواستوں کی تعداد میں بہت کمی ہوگئی لیکن سگنل سے متعلق آلات کی تمام ایجادوں کی ابتدا ہندوستان میں ہوئی۔ بہت سی ایجادیں پٹریوں کی ترقی یافتہ جوڑوں کے متعلق تھیں جن کا منشا راستہ کو زیادہ محفوظ بنانا اور پٹریوں کے ٹوٹنے پھوٹنے کے امکان میں کمی پیدا کرنا تھا۔

سڑک پر چلنے والی گاڑیوں اور مال لے جانے والی موٹر لاریوں سے متعلق زیادہ ایجادیں ہوئیں اور ایسے آلات بھی ایجاد کئے گئے جن کی مدد سے سامانوں کو لادنے اور اتارنے میں وقت بھی کم لگے اور مزدور بھی زیادہ درکار نہ ہوں۔

سائیکل سہارے کے بغیر کھڑی ہو سکتی ہے!

سائیکل سے متعلق بھی کافی ایجادیں ہوئیں۔ ایک ایجاد میں اس کا لحاظ رکھا گیا کہ سائیکل نہ چلتی ہوئی حالت میں بھی سیدھی کھڑی رہ سکے تاکہ سائیکل سوار سڑک کی آمد و رفت کی رکاوٹ یا کسی

دوسری وجہ سے سائیکل رُوکنے سے سائیکل پر سے اتر پڑنے پر مجبور نہ ہو جائے۔ ایک دوسری ایجاد میں اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ علاوہ اس زور کے جو سائیکل چلانے میں پیڈل سے لگایا جاتا ہے۔ ہینڈل میں بھی ایسا زور پیدا کر دیا جائے جو سائیکل کے چلانے میں مدد دے۔

زراعت اور آبپاشی کے سلسلہ میں زراعتی اوزاروں اور ٹیوب بنانے کنودوں سے ہاتھ یا جانوروں کی مدد سے پانی کھینچنے کے لئے "سینٹری فیوگل" یا "ریسی پروکیٹنگ" پمپوں سے متعلق ایجادوں کے متعلق بہت کافی درخواستیں موصول ہوئیں۔

رنگوں۔ استر اور رہتہ چڑھانے والے سامانوں کے متعلق بھی کثیر تعداد میں درخواستیں آئیں۔

برقی حرفتوں کے متعلق بہت کم درخواستیں تھیں لیکن موجدین سال گزشتہ کی طرح اس سال بھی فن طلاکاری ونقش ونگاری کی طرف بہت زیادہ متوجہ نظر آتے ہیں۔ ٹیلیفونوں کے کے متعلق درخواستوں کی تعداد کم تھی لیکن ٹیلیویزن (غائب بینی) سے متعلق درخواستوں میں اضافہ ہوا۔

اس سال ڈزائینوں کے رجسٹریشن کے لئے جو درخواستیں دی گئیں ان کی تعداد ۱۰۱۷۰ تھی۔ سال گزشتہ اس قسم کی درخواستوں کی تعداد ۱۵۵۸ تھی۔ اس سال کے دوران میں جو درخواستیں دی گئیں ان میں زیادہ تعداد ان درخواستوں کی تھی جو پارچہ جات ڈزائینوں کے متعلق تھیں مجموعی تعداد میں ان کا تناسب ۸۶ فی صدی تھا۔

افسانہ

آموں کی فصل میں عالم ارواح کی کیفیت

از
مولانا سید ابرار حسین صاحب، فاضل ادب
پروفیسر جامعہ سلیمانیہ، پٹنہ

سنا ہے کہ اس دنیا کے علاوہ ایک عالم۔ عالم ارواح بھی ہے جس کو عالم برزخ بھی کہا جاتا ہے جہاں مرنے کے بعد انسان کی روحیں آزادی سے گھومتی پھرتی ہیں اور فضا میں ہر چیز کا نظارہ کرتی رہتی ہیں۔ روحانی حضرات کا یہ بھی فلسفہ ہے کہ جو شخص دنیا میں جس چیز سے بہت زیادہ مانوس ہوتا ہے مرنے کے بعد اوسکی روح اوس کی جانب بہت متوجہ رہتی ہے اور اوسکو دیکھکر اک خاص رنج والم کی کیفیت محسوس کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص زندگی میں گڑ بہت کھاتا تھا تو مرنے کے بعد اوسکی روح گڑ کی منڈیوں میں منڈھلاتی رہیگی اگر کسی کو عورت سے دلچسپی ہی ہے تو پھر وہ ہمیشہ عالم بالا ہی کی سیر کرتی رہیگی۔ غرضکہ یہ فلسفہ اپنے مقام پر بالکل طے ہے کہ روحیں اتیھر (فضا) میں چکر لگاتی رہتی ہیں اسی کو حیات بعد الممات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چکر لگانیوالی روحیں سال کے دس مہینہ تو اپنی اپنی پسند کی چیزوں کی طرف مختلف مقامات پر مختلف حیثیت سے علحدہ علحدہ گھومتی ہیں۔ مگر دو مہینہ جبکہ آموں کی فصل بہار پر رہتی ہے عالم ارواح کی کل روحیں اکٹھا ہوکر آموں کی منڈیوں پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔ مگر دنیا کے زندہ انسان جنکا فلسفہ حیات زیستن برائے خوردن ہے جنکے نزدیک وجود انسانی کا حاصل صرف خواہشات نفس کا پورا کرنا ہے وہ لوگ غریب روحوں کو آموں سے لطف اندوز ہونیکا موقع نہیں دیتے۔ اوس زمانہ میں لوگ دن کا کھانا صبح کا ناشتہ ترک کرکے آموں ہی پر پل پڑتے ہیں کوئی چاقو سے نفیس قاش

تراش کر تکلف سے کھاتا ہے تو کوئی بدسلیقہ شوقین بتیس دانتوں سے اس طرح کھاتا ہے کہ گٹھلیوں پر مکھیوں کو بیٹھنے کی زحمت نہیں کرنی پڑتی۔ روحیں بیچاری ان کھانیوالوں کی حرکت کو دیکھکر کھسیا کر رہجاتی ہیں آموں کی فصل میں ساری روحیں مجتمع ہوکر عالم ارواح سے بھاگنا چاہتی ہیں کوئی مرشد آباد تو کوئی عظیم آباد کوئی بنارس ملیح آباد و لکھنو کی طرف رخ کرتی ہے فرشتہ غریب پریشان ہوجاتے ہیں ان کو پکڑ او نکو گرفتار کرو کا ہنگامہ رہتا ہے روحیں فریاد کرتی ہیں کہ خدارا اس فصل میں ہمکو چھوڑ دو دسہری کی فصل جاتی ہے پٹنہ اور بنارس کا لنگڑا ختم ہو رہا ہے ہمکو مادی دنیا میں جانے دو اسوقت اس عالم کا قیام بہت شاق ہو رہا ہے۔ فرشتہ منجانب خدا اونکی حفاظت کے لئے مقرر ہیں بغیر اذن خدا اس عالم میں کیونکر آنے دیتے۔ روحوں سے اور فرشتوں سے تصادم ہوا بالاخر یہ معاملہ یوں طے پایا کہ اک وفد درگاہ رب العزت میں سے چلنا چاہیئے اور اک عرضداشت کے ذریعہ پروردگار عالم سے اجازت حاصل کرنی چاہیئے سردار وفد مرزا اسد اللہ خاں غالب مقرر ہوئے اور آپ نے نظم و نثر میں عرضداشت مرتب کیا ممبران وفد میں زیادہ تعداد ملیح آباد و امروہہ کی تھی۔ غرض کسی عنوان سے روحوں کا قافلہ عالم ارواح سے بلند ہوکر عرش الٰہی تک جانا چاہتا تھا کہ حاملان عرش نے ان روحوں سے مادی خواہشات کی بو محسوس کرکے روکا اور کہا کہ اس خواہش کو لیکر تم یہاں نہیں آسکتے جلد سے جلد یہاں کی فضا صاف کرو اور چلے جاؤ۔ ممبران وفد نے جانا چاہا فرشتوں نے مخالفت کی اور برسر پیکار رہے۔ مرزا نے بڑھکر کہا بھائی لڑنے جھگڑنے سے کیا فائدہ آج کل میل ملاپ سے کام چلتا ہے اگر میل ملاپ ہمیشہ قائم رہتا تو ہماری لکڑ دادا کے نکڑ دادا حضرت آدم سے اور تمہارے صف کی اک فرد سے وہ بات ظہور میں نہ آتی جو تمکو معلوم ہے اوس نزاع میں جیت ہماری ہی ہے اور تم سب ہماری ہاری اس وقت میں صلح کرو اور ہمکو جانے دو اس تصادم سے اک ہنگامہ ہوا آواز غیب آئی کہ اے ملائکہ مقربین یہ کیا کہنا چاہتے ہیں اور کیوں انکا اجتماع یہاں ہو رہا ہے ممبران وفد بیک آواز چیخنے لگے آم آم آم۔ فرشتوں نے پوچھا یہ کیا چیز ہے مرزا نے کہا یہ ایک ایسا بہترین اور لذیذ پھل ہے جس کی شیرینی کے مقابلہ میں آپکی تہلیل و تقدیس کوئی وزن نہیں رکھتی انکی خواہش کے اوٹھتے ہوئے طوفان کو دیکھکر دریائے رحمت الٰہی موجزن ہوا اور حکم ہوا کہ تم کو عالم مادی میں جاکر کثافت دنیا میں بیٹھکر کھانے کی اجازت نہیں مل سکتی ہاں ممکن ہے کہ اسی جگہ بیٹھے بیٹھے تمکو اوس کا ذائقہ نصیب ہو جائے اور تمہارے اعزا و احباب تمہارے پاس ہدیہ بھیجتے رہیں۔ روحوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ انبیاء و رسل کو خداوند عالم کا حکم ہوا کہ اپنی اپنی اُمتوں سے کہدو کہ جب آموں کی فصل میں آم کھائیں تو اپنے مردوں کی روح کو پہلے ہدیہ بھیجکر خود نوش جان فرمائیں۔ شاید مذہب میں نذر نیاز کا یہی فلسفہ ہو۔

کارکن کمیٹی میل ملاپ سوسیشن کی کارکن کمیٹی کا جلسہ ۲۴ جولائی ۴۱ء کو، ۱/۲ ۶ بجے شبکو مسٹر ام۔ یونس صدر اسوسیشن کے دولت خانہ پر ہوا۔ مسٹر یونس بارایٹ لا، مسٹر رادھاکانت شرن، ریٹائرڈ اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس، مسٹر سرجو پرشاد ام۔ اے۔ بی۔ ال۔ ایڈوکیٹ، مسٹر اے۔ ام۔ جان ایڈیٹر میل ملاپ مسٹر رام جیون سہا، منصف اول، مسٹر نظام الدین خاں، بارایٹ لا، اور پنڈت جگت نارائن۔ بی۔ اس۔ سی، سکریٹری اسوسیشن اور ایڈیٹر میل ملاپ شریک تھے، اس جلسہ میں اہم تجاویز پیش ہوئے اور اسوسیشن کو زیادہ مستحکم بنانے کے لئے سوچ بچار کیا گیا۔ ایڈیٹر۔

دُنیائے انسانیت کو ایک اہم پیغام

ایڈیٹر

عنوان بالا سے ایک مطبوعہ پمفلٹ ہمارے سامنے ہے، جو کہ شہید کربلا حسین مظلوم کی یادگار قائم کرنے کی غرض سے تقسیم کیا جا رہا ہے، اس پمفلٹ میں ایک اہم اور نہایت مفید تجویز پیش کی گئی ہے، جسے تقریباً تیرہ سو سال سے آجتک ایشیائی دنیا نہ کر سکی تھی، فلسفہ روحانیات کے رو سے ایسے کام انسان خود نہیں کرتے ہیں بلکہ قدرت کی طرف سے اس کے اوقات اور شخصیتیں تجویز کر لی جاتی ہیں، اور اوس کام کو اون ہی مجوزہ لوگوں کے ہاتھ سے درجہ تکمیل تک پہونچایا جاتا ہے، ایسے لوگ جن سے قدرت کو کام لینا ہوتا ہے وہ نفسانی حیثیت سے دوسروں پر فوق رکھتے ہیں، اور انسانیت کی صفات اعلیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

ہمیں ان برگزیدہ ہستیوں کا پروپگنڈا کرنا مقصود نہیں ہے ان لوگوں نے قدرت کی اوس اعلیٰ مرضی کے رہوار کی باگ ہاتھ میں لی ہے جسکی اس پُر آشوب زمانہ کو از حد ضرورت تھی، اگر غلو اور مبالغہ نہ سمجھا جائے تو ہم یہ کہنے کے لئے بلا خوف تردید تیار ہیں کہ اسوقت کی دنیا کو پیغمبر یا اوتار کی سخت ضرورت آن پڑی ہے تا کہ مخلوق، ہندو ہو یا مسلمان، اپنے مفروضہ مذہبی پھندوں سے آزاد ہو کر اس پرانی اور گندہ دنیا کو نئی اور پاکیزہ محض اتحاد ملت و قوم سے بنائے، اس پیغمبر اور اوتار کی ضرورت کو اگر کوئی چیز پورا کر سکتی ہے تو وہ یہ تجویز ہے "یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ" جسکا ذکر اس مطبوعہ پمفلٹ میں ہے،

ہمیں اس یادگار منائے جانے سے کیوں خوشی ہے اور اس کا یقین کیوں ہے اسلئے کہ اس یادگار حسینی کے کارکن باخبر اور ذمہ دار ہستیاں ہیں، جنمیں ہندو، مسلمان اور عیسائی بھی شامل ہیں، موجودہ دنیا کو اس یادگار سے ایک اہم پیغام اتحاد ملیگا جسکی برکت سے ہماری دنیا وہ سبق سیکھیگی جسکو اسکو ضرورت ہے، اس سے دنیا کے وہ ضروریات پورے ہونگے جنکا خواب دنیا کی پولٹیکل جماعتوں نے بھی نہیں دیکھا ہے۔

دنیا والوں کو یہ سبق حاصل ہوگا کہ باوجود اشتعال طبع اور توہین و ذلت کے تشدد اور زبردستی کے ظلم اور ستم کے بھی اکمل انسانی صفات انسانی کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہیں، اسی سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اختلاف قومی سے انسان اپنی انسانی صفات برباد نہیں کر سکتا ہے، غلام اور آقا کا امتیاز جہاں باقی نہیں رہتا ہے، دوست اور معین کس کو کہتے ہیں اور اون کے فرائض کیا ہیں؟ باپ اپنے جوان اور شیر خوار بچہ کی شہادت اصول انسانیت کو برقرار رکھنے کے واسطے کیونکر متحمل ہو سکتا ہے عورتیں دنیا میں صداقت اور عصمت کی بنیاد کو پختہ بنانے کے لئے کیونکر اپنے مردوں کا قتل اور اپنے سر کی عریانی برداشت کر سکتی ہیں؟ اپنے گود کے پالے ہوئے لال دنیا میں سچائی، محبت اور اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے کیونکر دنیا والوں پر سے صدقہ کر سکتی ہیں؟

خادم اور خادمہ اپنے فرائض اور جان نثاری کے شرائط کو کیونکر پورا کر سکتی ہیں؟ محبت، اخوت اور خلق کیونکر اپنے دشمن اور اپنے بچوں اور بھائیوں کے قاتلوں کے ساتھ صرف کیا جا سکتا ہے؟ غرضکہ انسان جن صفات سے مکمل انسان کہے جانے کا اہل ہو سکتا ہے وہ کل باتیں کیونکر اور کہاں ہوئیں اور بلا تخصیص مذہب و ملک یہ باتیں کیونکر مفید اور قابل عمل ہو سکتی ہیں وہ سب کچھ اس یادگار حسینی کے پروگرام میں شامل ہیں،

یہ مقدس یادگار کو کیونکر منایا جائیگا اور اس کی یاد کیونکر قائم رہیگی جو کل مذاہب اور دنیا والوں کے لئے مفید ہو، ذیل کی تجاویز سے معلوم ہوگا جسے مطبوعہ پمفلٹ سے مختصراً نقل کیا جاتا ہے،۔

پہلی تجویز | ایک ایسی کتاب کی اشاعت جس میں واقعہ کربلا کے حالات، اسباب اور نتائج پر اس طرح تبصرہ کیا گیا ہو جو ناواقف اشخاص اور غیر اقوام کے لئے مفید ہو، یہ کتاب دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع کی جائیگی۔

دوسری تجویز | محرم میں تمام ہندوستان میں ایک پروگرام کے ماتحت حسینی جلسوں کا انعقاد جن میں تمام اقوام و مذاہب کے شرکت کرنے کی کوشش کی جائے، اور مختلف اقوام کے اکابر کو اظہار خیال کی دعوت دی جائے، اور کسی ساحلی مقام پر ایسا اجتماع جس میں (اگر ممکن ہو) ممالک خارجہ کے بھی نمائندگان کی شرکت کا انتظام کیا جائے وغیرہ۔

تیسری تجویز | حسینی میوزیم کا قیام، اس میں ایک بڑا کتبخانہ ہوگا جس میں واقعہ کربلا کے متعلق تمام زبانوں میں جو کچھ لٹریچر کی قسم ہو سکے اسکو یکجا کیا جائے وغیرہ۔

چوتھی تجویز | واقعہ کربلا کے متعلق ایک اسکالرشپ کا اعلان کیا جائے تاکہ یونیورسٹی کے اسکالر واقعہ کربلا پر تصنیف تیار کریں وغیرہ۔

پانچویں تجویز | حسینی ڈسپنسریاں ایسی قائم کی جائیں جو مختلف مقامات اور خصوصیت کے ساتھ دیہاتوں کا دورہ کر کے مفت دوائیں تقسیم کریں۔

چھٹی تجویز | حسینی جماعت امن و صلح کا قیام جو محرم کے موقع پر مختلف اقوام میں تصادم اور باہمی نزاعات ہوتے رہتے ہیں ان کی روک تھام کی کوشش کرتی رہے اور امن و صلح کے مقصد کو پیش نظر رکھے۔

ہمیں سب سے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ جو بورڈ یا منیجنگ کمیٹی ان کاموں کو انجام دینے کے لئے قائم کی گئی ہے اوس میں مہاراجکمار محمد امیر حیدر خاں صاحب اوف محمود آباد کا نام نامی بھی بحیثیت صدر کے ہے، ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ عام رئیسوں کی طرح سے خیالی بہشت بنانا پسند نہیں کرتے ہیں بلکہ عملی زندگی گذارتے ہیں اور عملی کام پسند کرتے ہیں، اس کمیٹی میں پنڈت برج ناتھ صاحب شرغہ ایڈوکیٹ مسٹر ایچ۔ جی۔ والفورڈ بیرسٹرایٹ لا، ایم۔ ال۔ اے۔ پنڈت ہرکرن ناتھ صاحب مصرا بیرسٹرایٹ لا۔ مسٹر لیشکر ناتھ صاحب کا اسم گرامی بھی علاوہ مسلم ممبروں کے ہے، جس سے یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی اقدام اس حسینی یادگار کے متعلق ہوگا، ٹھوس ہوگا اور ایسی کتاب مشہور صاحبان قلم کے ہاتھ سے لکھی جائیگی۔ جو عام فہم ہوں، زبان ستھری ہو، فارسی اور عربی کے غیر معروف الفاظ کم استعمال کئے جائیں تاکہ کتاب غیر مسلموں کے لئے بھی مفید ہو۔

آئندہ تعلیمی کتابوں میں اسکا اقتباس شامل کیا جاسکے۔
اس کارِ خیر میں ہندوستانی بلا لحاظ مذہب و عقیدہ جہاں تک ممکن ہو زیادہ حصہ لیں، تاکہ فرقہ وارانہ جھگڑوں کی بیخ کنی کر دینے والی سبق آموز کتاب جلد تیار ہو سکے اور دوسری تجویزیں بھی مکمل ہو سکیں۔

ہمیں یہ سنکر اور بھی خوشی ہوئی کہ اس تحریک کے روحِ رواں ہنر ہولینس عالیجناب مولانا جناب سید علی نقی صاحب قبلہ ہیں مسلمانوں کو آپ ایسے روشن خیال عالم کی سخت ضرورت ہے، تاکہ نکبت، اختلاف، اور مذہبی جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکے، اور آپس میں لوگ شیر و شکر بنکر رہیں۔

دو روحوں کا ملاپ

از اختر کاندھوی

دو معصوم روحیں قدرت کی آزاد فضا میں پروان چڑھتی رہیں۔ طفلی کی کیف بار شعاعیں دونوں کے چہرے پر چمکیں اور قسمت مسکراتی رہی لیکن اب لڑکپن کی نہ بھولنے والی ساعتیں ہنگامہ زارِ حیات میں تبدیل ہوتی جا رہی تھیں۔ رام اور رحیم اب جوانی کی بہکی ہوئی فضاؤں میں سانس لینے کے قابل ہو چکے تھے۔ اُن کی آنکھیں کھلیں تو دونوں کی شاہراہیں جدا نظر آئیں اُن کے درمیان بڑے بڑے خلیج حائل تھے۔ نگاہوں کے سامنے ہزاروں ندیاں محو رقص تھیں! "ہندو اور مسلمان! دونوں کا ملاپ؟ کتنی ہنسی کی بات!" یہ انوکھا فلسفہ زمانہ کو از بر تھا۔

جوان ہوئے۔ سماج نے راہ راہ میں روڑے اٹکائے۔ مذہب نے تفرقہ پیدا کرنا شروع کیا۔ تہذیب و تمدن کے معمولی فرق نے اُن کی دنیا ہی بدل دینا چاہا۔ مگر وہ برداشت کرتے رہے مگر وہ مسکرائے گئے۔ طعن سے کام نہ چلتے دیکھ کر لوگ درپے آزار ہو گئے کائنات تاریک ہو گئی اور عالم کا ذرہ ذرہ انہیں دشمن نظر آنے لگا۔ اب تکلیفیں ناقابلِ برداشت ہو چکی تھیں۔ رحیم نے رام کو دیکھا اور رام نے رحیم کو۔ دونوں مسکرائے۔ پھر؟ دوسری صبح

بستی والوں میں یہ تذکرے ہو رہے تھے۔

"سنا تم نے؟ رام اور رحیم دونوں غائب ہیں"

"ایں! غائب؟ کہاں گئے آخر؟"

"خودکشی کر لی ہو یا گاؤں والوں سے تنگ آکر کہیں سکون کی زندگی گذارنے چلے گئے ہوں"

"خیر! اچھا ہوا۔ بلا ٹلی!"

رحیم کے والد اور رام کے پتا کو یہ خبر ملی تو انہوں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ بستی والے رفتہ رفتہ ان باتوں کو فراموش کرتے گئے۔ شیخ حلیم الدین راضی بہ رضا ہو کر خاموش ہوئے اور پنڈت دیال ناتھ بھی یہ کہہ کر چپ ہو رہے۔

"جو بھگوان کی اچھا"

عرصۂ دراز تک نہ رحیم کی کوئی خبر ملی نہ رام کا پتہ چلا۔ گاؤں والے کبھی کبھی انکی دوستی یاد کرکے آنسو بہا لیتے۔ اُن کی یاد تازہ ہو جاتی اور دلوں میں ایک نامعلوم خلش چٹکیاں لینے لگتی۔

کامل دس برس کے بعد ایک مقامی اخبار کی یہ سرخی نگاہوں کے سامنے تھی۔

"ہندو مسلم اتحاد کا شاندار مظاہرا!"

"رام اور رحیم کا ملاپ"

"ناخدائے قوم مسٹر رحیم الدین اور مسٹر رام ناتھ قوم و ملک کی محافظت میں قید کی سخت گھڑیاں گذارنے گئے تھے۔ مدت ختم کرنے کے بعد ناقابل تردید اتحاد کا ثبوت پیش کرتے ہوئے آپ بے ہیں لبستی والے آمیں۔ اُن کے ملاپ کی الم انگیز اور پہلو بہ پہلو کیف پرور داستانیں انکی زبانی سنیں۔ آج بڑے میدان میں اُن کی تقریر ہوگی۔ آپ سمجھ جائینگے کہ مادر ہند کی گود میں ابھی کیسے کیسے لال انگڑائیاں لے رہے ہیں! امید ہے کہ آپ لوگ جوق در جوق شریک ہو کر غافل وتن آساں کے غلط الزام سے بے نیاز ہو جائیں گے۔"

گاؤں والے دیر تک سوچتے رہے . . .

"کیا وہی رحیم اور رام؟ . . . شیخ صاحب اور پنڈت جی کے چھوکرے! . .

ایڈیٹر

اطلاعات متعلق میل ملاپ اسوسیشن

۱۳ اپریل ۱۹۴۱ء کو بہار تھیوصوفیکل فیڈریشن کے سالانہ اجلاس کے موقع پر صوبہ میل ملاپ سوسیشن کی بنیاد پڑی، اس سوسیشن کی صدارت عالیجناب مسٹر محمد یونس نے قبول فرمائی، اس قلیل مدت میں فخر کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اتبک اسوسیشن کے بہت سے کام بڑی مستعدی اور سرعت سے ہو چکے ہیں، اور ہو رہے ہیں، اس اسوسیشن کی ترقی وبہبودی کے لئے یوں تو کل اکابرین اسوسیشن کام کر رہے ہیں لیکن خصوصیت سے مسٹر محمد یونس، رادھا کانت شرن، اور مسٹر اجتبےٰ حسین رضوی پروفیسر راجندر کالج قابل ذکر ہیں، آپ لوگوں کا انہماک اور دل سے جدوجہد کا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف جگہوں میں ضلع اور سب ڈویزن میل ملاپ سوسیشن قائم ہوئے، اور ان کے جلسے وغیرہ بھی ہوتے رہے ہیں، ۔

ہمیں یہ اُمید کامل ہے کہ جہاں جہاں سوسیشن قائم ہو چکا ہے وہاں کے سکریٹری حضرات اپنے اسوسیشن کے ممبروں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کرینگے اور ہفتہ وار جلسہ کرتے رہینگے۔

اس اسوسیشن کا مقصد صرف یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جب کسی جگہ آپس میں ناچاقی پیدا ہو اوسوقت اسوسیشن کا جلسہ کرکے آپس کی کشمکش کو دفع کر دیا جائے، اگر ایسا کیا گیا تو اسوسیشن کا اثر زیادہ نہ ہوگا اور نہ پبلک اس کے طرف زیادہ رجوع ہوگی، یہ ایک وقتی چیز تصور کرکے پس پشت ڈالدیا جائیگا۔

اسوسیشن قائم کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ یہ اسوسیشن مثل کلب کے ہو، اس میں ہفتہ وار ہر قوم اور مذہب کے لوگ جمع ہوں یہاں چھوٹے اور بڑے، افسر اور ماتحت کا خیال بہت کم کیا جائے بلکہ آپس میں کھیلوں کے ذریعہ سے تقریر و شاعری سے کتابوں کے پڑھنے سے، تبادلہ خیال سے اتحاد و محبت پیدا کیا جائے، بھائی چارہ کی فضا تیار ہو جائے، اگر کوئی شخص جلسہ میں شریک نہ ہو سکے تو دوسرے ممبر اوس کے مکان پر جاکر مزاج پرسی کریں، آپس میں کسی سے نااتفاقی ہو یا کسی قسم کا اختلاف ہو تو ممبر آپس میں دیانت نیک نیتی سے تصفیہ کرادیا کریں،

اس قلیل مدت اور کوشش میں ہم لوگ ذیل کے مقامات پر اسوسیشن قائم کر سکے ہیں۔

ضلع میل ملاپ اسوسیشن کمیٹی | نمبر ۱ مظفر پور۔ صدر
مولوی محمد شفیع داؤدی صاحب ایڈوکیٹ، سکریٹری مسٹر کمل دیو نرائن صاحب وکیل۔

۲ گیا۔ صدر۔ مولوی عبدالشکور صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج سکریٹری مسٹر آر۔ کے۔ نندکیولیہ بار ایٹ لا۔

۳ چھپرہ۔ صدر مسٹر ام۔ مجید۔ سکریٹری مسٹر جگدیشور شرن بی۔ ال۔

۴ ڈالٹینگنج۔ صدر مسٹر سید امین احمد صاحب۔ ائی۔ سی۔ اس ڈپٹی کمشنر، سکریٹری رائے بہادر ٹھاکر بھولا ناتھ سنگھ صاحب

۵ آرہ صدر چودھری شرافت حسین صاحب، سکریٹری ڈاکٹر راجیشور پرشاد، ریٹائرڈ سول سرجن۔

۶ موتی ہاری (چمپارن) صدر مولوی شمس الحق صاحب، سکریٹری مسٹر منگل پرشاد صاحب سرنیواتو۔

۷ دربھنگہ۔ صدر مسٹر محمد شفیع، بار ایٹ لا، سکریٹری مسٹر ہری نسبی سہائے، ایڈوکیٹ،

سب ڈویزنل میل ملاپ اسوسیشن ضلع مظفر پور | ۱ حاجی پور
صدر۔ مولوی سید ابوالقاسم صاحب مختار، سکریٹری مسٹر بندا باسنی پرشاد ورما، وکیل۔

۲ سیتامڑھی۔ صدر مسٹر عبدالحکیم، بی۔ ال، سکریٹری مسٹر سوالیا بہاری ورما، ایڈوکیٹ۔

سب ڈویزنل میل ملاپ اسوسیشن ضلع پٹنہ | ۱ باڑھ۔
صدر۔ رائے بہادر لیکھ نارائن سنہا صاحب سکریٹری مسٹر شیخ محمد یونس۔

سب ڈویزنل میل ملاپ اسوسیشن ضلع گیا | ۱ جہان آباد۔
صدر۔ اکھوری امبیکا پرشاد صاحب، ایڈوکیٹ، سکریٹری مولوی علی اصغر ام۔ اے، بی۔ ٹی ہڈ ماسٹر

سب ڈویزنل میل ملاپ اسوسیشن ضلع چمپارن | ۱ بتیا۔
صدر۔ مسٹر بپن بہاری ورما۔ بار ایٹ لا، جنرل منیجر بتیا اسٹیٹ سکریٹری پنڈت سوداما مصرا او اس چیرمین۔

سب ڈویزنل میل ملاپ اسوسیشن ضلع دربھنگہ | ۱ مدھوبنی۔
صدر۔ مولوی عبدالعزیز صاحب، سکریٹری مسٹر گوکھل پرشاد۔

تھانہ میل ملاپ اسوسیشن ضلع پٹنہ | منیر۔ صدر۔
رائے بہادر براج نندن سنگھ صاحب ریٹائرڈ اکسائز کمشنر، سکریٹری مولوی شمس الحق صاحب رورل ویلفیر آفسر۔

کارروائی پرونشل میل ملاپ اسوسیشن

ابتک دو بار اگزیکٹو کمیٹی کا جلسہ منعقد ہوا، پہلا جلسہ ۱۰ مئی ۱۹۴۱ء کو ہوا جس میں اصول قواعد جو کہ سب کمیٹی نے تجویز کئے تھے پاس ہوئے، اور اب چھپکر تقسیم بھی ہو چکے ہیں، جن صاحب کو اصول و قواعد سے دلچسپی ہو بذریعہ ڈاک طلب فرمالیں، خط لکھتے وقت یہ بھی تحریر فرمائیں ہندی، اردو یا انگریزی کا دستور العمل درکار ہے۔

دوسرا ملتوی شدہ جلسہ ۱۱ مئی ۱۹۴۱ء کو ہوا جس میں بجٹ ۱۹۴۱-۴۲ء اسوسیشن اور رسالہ میل ملاپ کا پاس ہوا۔

پٹرول اور مٹی کے تیل کی قیمتوں کا تعین

تیل کی کمپنیوں نے حکومت ہند سے زمانہ جنگ تک کے لئے مٹی کے تیل اور پٹرول کی قیمتیں مقرر کرنے کا انتظام کیا ہے۔ قیمتوں کے تعین کی بنیاد بیرونی تیل کی عالمگیر قیمت اور ہندوستان نیز برما میں اس تیل کے نکالنے اور صاف کرنے کی لاگت کے اوسط پر جو ہندوستان میں صرف ہوتا ہے ایک معین عرصہ کے لئے ہوگی اس انتظام کے سلسلہ میں یہ طے ہوا ہے کہ قیمتوں پر ہر چھ مہینے کے بعد نظر ثانی کی جایا کرے۔

چنانچہ حال میں ۱۹۴۱ء کی دوسری چھ ماہی کے لئے قیمت مقرر کرنے کی خاطر تیل کی کمپنیوں کے نمائندے محکمہ تجارت کے نمائندہ سے ملے۔ انہوں نے حکومت ہند کے سامنے شہادتیں پیش کیں کہ ہندوستان کو فراہم کئے جانے والے اعلیٰ و ادنیٰ درجہ کے مٹی کے تیل کی قیمت میں اضافہ ہوگیا ہے اسوجہ سے قیمتوں میں تغیر و تبدل کیا جانا مناسب ہوگا۔ اس اضافہ کی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ تیل لانے والے جہازوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے مغربی ساحل کے بندرگاہوں کے لئے باہر سے تیل کی بہت بڑی مقدار منگانی پڑتی ہے۔ نیز پٹرول کی قیمت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

چنانچہ حکومت ہند نے پہلی جولائی ۱۹۴۱ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۴۱ء تک کے لئے حسب ذیل تھوک کی قیمتیں مقرر کی ہیں۔

ہر آٹھ گیلن ادنیٰ درجہ کے مٹی کے تیل کی قیمت پانچ روپیہ ایک آنہ اور اعلیٰ درجہ کے تیل کی قیمت پانچ روپیہ پندرہ آنہ چھ پائی (خاص بندرگاہ کے ذخیرہ گاہ کے اخراجات کے علاوہ) یہ قیمتیں یکم اپریل ۱۹۴۱ء کی مقررہ قیمتوں سے علی الترتیب ۲/۱ ا پائی اور ۶ پائی فی گیلن زیادہ ہیں اور ان میں ہندوستان اور برما کے تجارتی معاہدہ کے مطابق برما کے مٹی کے تیل پر جو محصول لیا جائیگا اس کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ پٹرول کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۶ پائی فی گیلن (خاص بندرگاہ کے پمپ کے اخراجات کے علاوہ) یہ نرخ ۱۸ جنوری ۱۹۴۱ء سے ۳۰ جون ۱۹۴۱ء تک کے نرخ سے ۶ پائی فی گیلن زیادہ ہے۔

اختلاف اور کوئی شیخ و برہمن میں نہیں

اقبال زیدی۔ مظفر پور

مجھ سا ناکام تمنا کوئی گلشن میں نہیں
باغباں دیکھ لے وہ پھول بھی دامن میں نہیں

جس سے سرسبز ہو کشت عمل و مزرع عشق
اے مسلماں! وہ لہو اب تری گردن میں نہیں

اُس کی جمعیت باطل تری پاشانی سے
ورنہ کچھ تاب و تواں بازوئے دشمن میں نہیں

ہے یہ ہنگام عملی جوشش عمل پیدا کر
بے خبر تیری بقا خواب نشیمن میں نہیں

معنی و لفظ کے جھگڑے ہیں فقط اے اقبال
اختلاف اور کوئی شیخ و برہمن میں نہیں

فیض روحانی
مختلف اقوام اور زمانوں میں وحدت الوجود کے متعلق تخیل

اڈیٹر

شائقین علوم روحانی کو خدا کی وحدانیت کے متعلق یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ زمانہ قدیم میں اُس کے وجود کے متعلق کیا کیا اعتقادات رہے ہیں، اور ہر ایک مذہب نے اوسکی وحدت کو کیونکر بیان کیا ہے ؟

موجودہ چین نے جب سے نیا چولا بدلا ہے، اسکی مذہبی حیثیت پست معلوم ہوتی ہے، اور یہاں کے باشندوں میں مذہب نام کو ہے۔

چین جبکہ طورانیوں سے آباد تھا اور آرین سے قبل اس سرزمین پر تہذیب و تمدن اور مذہب کا دور شروع ہو چکا تھا اوس وقت خدا شناسی کی تخیل قدیم چینیوں کی کتاب "چنگ چینگ چنگ" CHING CHANG CHING کے نام سے لکھی گئی ہے، جسے یورپ والے CLASSIC OF PURITY بھی کہتے ہیں، نہایت خوبی سے اس میں خدا کے متعلق مضامین ملتے ہیں،

ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں، کہ مختلف مذاہب میں بنیادی اختلافات و بنیادی اعتقادات میں بہت ہی کم اور برائے نام اختلافات ہیں، جنہیں زمانہ کی قدامت اور مخلوق کی ذہنیت کی اختلافی وجہ کہی جا سکتی ہے،

چینیوں میں (قدیم زمانہ میں) طاؤ (TAO) کا ضمیر خدا کی طرف ہے، ہم طورانیوں اور منگولیوں کی مذہبی تخیل وحدت کا نمونہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

"عظیم الشان طاؤ" کو جسمانیت نہیں، لیکن اُس نے آسمان و زمین کو خلق کیا۔

عظیم الشان "طاؤ" خواہشات و جذبات سے پاک ہے، لیکن اس سے سورج اور چاند متحرک ہوتے ہیں۔

"عظیم الشان طاؤ" کا کوئی نام نہیں ہے، لیکن یہ باعث کل مخلوق کی پرورش اور نمو کا ہے،

"جز و کل میں سمایا ہوا عظیم الشان طاؤ" ہے، یہ دہنی اور بائیں جانب موجود ہے، یہ ساری کائنات کی سطح پوشی کرتا ہے، اور پھر احسان نہیں جتاتا ہے، چھوٹے سے چھوٹے ذرہ میں اسکا نام رکھا جا سکتا ہے، کل کائنات کی واپسی اوسی کی طرف ہے، اوسی کی طرف جا کر معدوم ہو جاتی ہیں، اور پھر یہ (کائنات) نہیں جانتیں کہ یہ (خدا) کیا ہے، جو کہ ساری کائنات میں حاضر و ناظر ہے،

حضرت مسیح سے چار صدی قبل چوانگ زی "CHWANG-ZE" نے "طاؤ" (خدا) کے متعلق لکھا ہے:-

" یہ (خدا) اپنے وجود کا ثبوت اپنی موجودگی سے رکھتا ہے" آسمان و زمین کے قبل عدم سے یہ (خدا) حاضر و ناظر تھا، اسی (خدا) سے حیرت ناک روحیں وجود میں آئیں، اور اسی سے اوسکا (خدا) کا وجود معلوم ہوا"

طاؤ طے خِنگ' اپنے مذہبی اعتقادات کو ظاہر کرتے ہوئے مذہب کی اصلیت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"ہم لوگوں کو بلا غرض اور لالچ رہنا چاہیئے، اگر ہم لوگ چاہتے ہیں کہ اوس کے (خدا) رموز کا کچھ اندازہ کر سکیں"۔

"اگر غرض اور لالچ ہم میں موجود ہے تو ہم خدا کے بڑی برکات سے واسطہ رکھ سکیں گے"

....

قدیم ہندو دھرم کی کتاب "چندوگی اوپنشاد" میں خدا کے متعلق کہا گیا ہے کہ۔

"وہ (خدا) ایک ہے جسکا ثانی نہیں"

ہندو دھرم میں خدا کو عموماً برہمن سے خطاب کیا گیا ہے اور اوسکی (خدا) مرضی کے متعلق کہا گیا ہے۔

"اوس نے (خدا) چاہا کہ میں دنیا کو پھیلا دوں"

"بڑی ہادرن یک اوپنشاد" میں خدا کے وجود کے متعلق لکھا ہے جسکا مختصر سا ترجمہ یہ ہے،

"یہ (خدا) ہستی جو کسی سے پیدا نہیں ہوئی ساری مخلوق میں جلوہ افروز ہے، یہ وہی (خدا) ہے جو لطافت کے ساتھ قلب انسان میں پوشیدہ ہے، یہ (خدا) ساری قوتوں پر چھا جانے والا ہے، سبھوں پر حکومت کرنے والا ہے، یہ (خدا) شاہنشاہوں کا شاہنشاہ ہے، یہ کسی کے عمل خیر سے عظمت حاصل نہیں کرتا اور نہ عمل بد سے اس میں خرابی پیدا ہوتی ہے (جیسا ہے ویسا ہی رہیگا)"

"شمالی بدھ مذہب" قدیم مذاہب کے اعتقادات سے بہت زیادہ مشابہ ہے اور وحدت الوجود (ایک خدا کا قائل) کو مانتا ہے، لیکن جنوبی بدھ مذہب نے اس تخیل کو ایک حد تک چھوڑ دیا ہے، یہ خدا میں کسی کو شریک نہیں سمجھتے ہیں بلکہ خدا کو اوس کے صفات کے نام سے جانتے ہیں مثلاً رحمن، رحیم، قادر وغیرہ کہتے ہیں لیکن جس طرح سے مسلمان لفظ اللہ یا دوسرے اسما جنکا ضمیر خدا کی طرف ہی ہوتا ہے کہتے ہیں۔ اس طرح سے وہ نہیں کہتے، صفات ثلیثی پر اونکا عقیدہ ہے، ....

عبرانیوں کی چوتھی مقدس کتاب میں خدا کے متعلق یہ تخیل ہے، "ابتدا میں کلام (خدا) تھا اور کلام خدا میں تھا اور کلام ہی خدا تھا.... سب چیزیں اوسی نے خلق کیں اور بغیر اوس کے (خدا) کچھ بھی نہ تھا۔ ....

قدیم مصریوں کی کتابوں کو مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قوم بھی خدا کو واحد سمجھتی تھی، "عمون را" کی قصیدہ خوانی میں جو تعریف مصریوں نے خدا کی کی ہے اوس کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"اے (خدا) مخلوق کے پیدا کرنے والے" ہم لوگ عزت کرتے ہیں ان ہستیوں کی جو کہ تجھ (خدا) سے ظاہر ہوتی ہیں، تو ہی مجھے معاف کرتا ہے، اے تو (خدا) نہ سمجھ میں آنے والا، اور ہم لوگ تیری ہی معرفت چاہتے ہیں اپنے مقدس روح والے دیوتاؤں کی پرستش کرکے، جو کہ تیرے ہی یہاں سے نازل ہوتی ہیں اور ہم لوگوں میں مقیم ہوتی ہیں،

ایران قدیم کا مذہب "زردشت" جس کو ZORASTRIAN کہتے ہیں، اس مذہب میں خدا کو "اُوہرمزد" AUHAR MAZD کے نام سے پکارا جاتا ہے، زردشتی جس کے ماننے والے ہندوستان میں پارسی کے نام سے مشہور ہیں اور انکی آبادی گجرات کی طرف زیادہ پائی

جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنی مقدم دعا میں خدا کو یوں یاد کرتے ہیں،
" میں اعلان کرتا ہوں اور میں اپنی عبادت "اہورا
مزدہ" (خدا) کے نام پر پورا کرونگا، جو کہ خالق (عالم کا) ہے،
جو خوشی ہے اور متور ہے، جو سب سے عظیم اور بہتر ہے، جو حسن سے بھرا
ہوا ہے، جو نہایت مستقل ہے، اور جو سب سے زیادہ عاقل ہے،
گاتھا اور ہوناویتی (کتاب مقدس) اور دوسری کتابوں سے
معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو تین صفتوں پر تقسیم کردیا گیا ہے مثلاً
" اہورا مزدہ" خدائے واحد، اور اس سے دو طاقتیں پیدا
ہوئیں جنکو "ارمیتی" ضمیر یا مرضی کہا جاسکتا ہے، جس نے ساری
کائنات کو تصور کیا اور خلق ہوئی، اور تیسری طاقت "متھرا"
جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ساری کائنات کا محافظ ہے اور
یہ کبھی نہیں سوتا ہے بلکہ خدا کی خلقت کی نگہبانی کرتا ہے۔

شام کی چند خصوصیات

قدرتی۔ نسلی۔ اور زرعی حالات

خاص شام کا علاقہ انگلستان اور ویلز کے برابر
ہے۔ یہاں کی ریلیں اور سڑکیں اچھی ہیں۔ چار ہزار میل لمبی "پائپ"
لائن اہم حربی راستوں سے گذرتی اور اہم مقامات کو ملاتی
ہے۔ شمال میں حلب کی ریلوے لائنیں مغربی ساحل تک چلی جاتی
ہیں جہاں اسکندرونہ (جو اب ترکی کے قبضہ میں ہے) انقرہ
اور استنبول واقع ہیں۔ مشرق میں موصل۔ بغداد اور بصرہ تک
ریلوے لائن جاتی ہے۔ جنوب میں ریلوے لائن بعلبک اور
دمشق سے گذرتی ہے اور مشرق اردن کا علاقہ طے کرکے مدینہ
منورہ میں ختم ہوجاتی ہے جہاں سے ایک سڑک مکہ معظمہ کو جاتی
ہے۔ یہی حاجیوں کا راستہ ہے اور اب اسے فوجی اہمیت بھی
حاصل ہوگئی ہے۔ طرابلس بحیرہ روم کی شامی بندرگاہ ہے
یہاں عراق کی پائپ لائن کا ایک ٹرمنس ہے اور وہ حمص
اور بیروت سے ملتی ہے جو شام کی ایک اور بندرگاہ ہے۔
فلسطین کی بندرگاہیں حیفہ (جہاں تیل کی پائپ لائن کا دوسرا
ٹرمنس ہے) اور یافہ ہیں۔ یہاں سے مشرق شمال اور جنوب
کی طرف ریلوے لائنیں جاتی ہیں۔
بیروت سے بغداد تک تو پندرہ سو میل لمبا موٹر کا
راستہ ہے اس پر عام طور پر تین فرانسیسی کمپنیاں کام
کرتی ہیں۔ اچھی قریب ترین سڑک وہ ہے جو دمشق سے مشرق
کی طرف صحرا میں سے ہوکر رامیدی اور وہاں سے دریائے
فرات کے کنارے کنارے فولوجہ کی طرف جاتی ہے۔ ایک
دوسری پالمیرا اور ہٹ میں سے گزرتی ہے اور تیسری سڑک

حمص پالمیرا اور ابو کمال (دعانہ) تک جاتی ہے جو حلب یا بتیاہ کے ساتھ ملحق ہے اور بیت المقدس کو ملاتی ہے۔

شامی صحرا کو امپیریل ایرویز اور دوسری کمپنیاں استعمال کرتی ہیں لیکن صحرائی ہوائی راستے اچھے نہیں کیونکہ گرمی کی شدت اور درجۂ حرارت میں جلد جلد تبدیلیوں کی وجہ سے وہاں فضائی حالت خطرناک ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہوائی جہازوں کو برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں سے جو ساحل کے قریب ہیں ایک بلند سطح مرتفع پر اور صحرا میں جاکر کم بلندی پر اترنا پڑتا ہے۔

شام کی آب و ہوا بحیرۂ روم کے ملکوں کی سی ہے۔ موسم سرما میں تھوڑی سی سردی اور نمی رہتی ہے اور موسم گرما گرم اور خشک ہوتا ہے لیکن شمال میں جہاں بلندی کم ہے بارش کے بادل اندرونی علاقہ کی طرف سے آتے ہیں جن کی وجہ سے فصلیں اچھی ہو جاتی ہیں۔ روئی کی فصل بھی اچھی ہوتی ہے۔ جنوب میں مغربی پہاڑی علاقوں میں سخت بارش ہوتی ہے۔ مگر ان پہاڑی علاقوں کے اندرونی علاقوں میں بہت کم بارش ہوتی ہے۔ ساحلوں پر تھوڑی اور لمبان کے بلند پہاڑوں اور اندرونی علاقوں کے صحراؤں میں زیادہ برفباری ہوتی ہے۔ اچھے ساحلی اضلاع میں موسم سرما اور موسم بہار میں فصلیں بوئی جاتی ہیں جنہیں جون میں کاٹا جاتا ہے۔

شام زیادہ تر زراعی ملک ہے اور میدانوں کے وسیع علاقوں میں بھیڑیں اور بکریاں پالی جاتی ہیں۔ یہاں مکئی انگور اور لیمو پیدا ہوتے ہیں۔

شام کی آبادی تیس لاکھ ہے۔ وہاں مختلف نسلوں اور مذہبوں کے لوگ آباد ہیں۔ یہ لوگ مختلف سیاسی عقائد رکھتے ہیں اور مختلف پیشے اختیار کرتے ہیں پہاڑی علاقوں میں کرد آباد ہیں۔ ساحل پر یونانی اور صحرا میں عرب۔ اس کے علاوہ وہاں ترک۔ ترکمان۔ سرکیشیائی۔ ایرانی۔ ارمنی۔ یہودی اور مختلف یورپین نسلوں کے آدمی بھی پائے جاتے ہیں۔

اندرونی علاقوں کے شہروں کو پرانے کاروانی راستوں پر واقع ہونے اور منڈیوں کی حیثیت رکھنے کی وجہ سے ترقی حاصل ہوئی۔ دمشق صحرا کی ممتاز منڈی تھی۔ آج وہ چاروں طرف پھلوں کے باغوں سے گھرا ہوا ہے۔ جن کی آبپاشی ہوتی ہے اور جو ساٹھ میل کے رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ وہاں کے باشندے ریشم، سونے اور چاندی کی تجارت کرتے ہیں۔ اب اس کی تجارت صحرا کے بجائے بندرگاہ بیروت کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

حلب میدانی علاقوں کی منڈی ہے۔ یہاں سوتی اور ریشمی کپڑے اور سنہرے اور روپہلے تار تیار کئے جاتے ہیں۔ شامی ساحل سے متصل بحیرۂ روم کا جو حصہ واقع ہے وہ زیادہ طوفان خیز نہیں اور اس کی بندرگاہوں کی سڑکیں اچھی ہیں۔

थाना मेल–मिलाप ऐसोसियेशन

(१) ज़िला पटना : (क) मनेर थाना : प्रेसिडेन्ट—राय बहादुर ब्रजनन्दन सिंह, रिटायर्ड एक्साइज़ कमिश्नर : सेक्रेटरी—मौ० शम्शुल हक़, रूरल वेलफ़ेयर अफ़सर।

कार्य-कारिणी सभायें

इस अरसे में प्रान्तीय मेल-मिलाप कार्य-कारिणी कमिटी की दो सभायें हुईं। पहली सभा ता० १०-५-४१ ई० को हुई। उसमें ऑल-इन्डि मेल-मिलाप ऐसोसियेशन की नियमावली तैयार करने के लिये जो सब कमिटी बनी थी उसकी रिपोर्ट पर विचार किया गया और उचित संशोधन तथा परिवर्तन के बाद नियमावली बाज़ाब्ते मंजूर की गई। वह नियमावली उर्दू और अङ्गरेज़ी में छप चुकी है और हिन्दी में शीघ्र छप कर निकलेगी।

दूसरी मीटिंग ता० १७-५-४१ को हुई। उसमें सन् १९४१—४२ के लिये ऐसोसियेशन और उसके मुख-पत्र मासिक-पत्र "मेल-मिलाप" के बजेट यानी आय व्यय के ब्यौरे पर विचार किया गया और वह सर्व- सम्मति से पास हुआ।

बंशी का चमत्कार

(पेज १५८ से आगे)

'ट्रेंच' खुदवा रखे थे जिनपर बम्ब गिर कर लोगों का कुछ भी नुक़सान नहीं कर सकते थे। ब्रजवालों ने 'ऐन्टी एयर-क्राफ्ट गन' से 'बम्बर' को मज़ा चखाने के लिये बड़ा ज़ोर दिया, किन्तु कृष्ण ने कहा कि हमलोगों के ट्रेञ्च इतने मज़बूत हैं कि उनपर 'टनों' भारी 'बम्ब' कुछ भी नहीं कर सकते। आख़िर, मि० इन्द्र के सभी 'बम्ब' ख़तम हो गये और उन्हों ने दूसरी बार चढ़ाई करने की हिम्मत नहीं की।

युद्ध करते करते कृष्ण तंग आ गये थे। वे "वीक-एन्ड हॉलिडे" मनाने के लिये निकल पड़े जङ्गल की ओर। शरद् पूर्णिमा की रात थी, चन्द्रमा पूर्ण-रूप से अपनी ज्योत्स्ना पृथिवी पर छिटका रहा था, यमुना का जल कल कल निनाद के साथ धीमी चाल से वह रहा था, पेड़-पौधे लता-द्रुम आदि उमंग में भर प्राकृतिक दृश्य को मनोरम बना रहे थे। वहाँ उन्होंने बजाई अपनी वंशी। वंशी की आवाज समस्त वायुमण्डल में उथल-पुथल मचाती हुई आकर टकराई ब्रज के 'मिसों' और 'मेमज़ों' के कानों के परदे से।

जिस समय बाँसुरी बजी कोई बाथ-रूम में नहा रही थी, कोई गालों पर पाउडर लगा रही थी, कोई शरीर में क्रीम मल रही थी, कोई ओठ रंग रही थी, कोई भौहों पर काजल चढ़ा रही थी। बाँसुरी की तान सुनते ही उन्होंने खो दी अपनी सुध-बुध। वे बेचैन होकर निकल पड़ीं अपने 'स्वीट-हार्ट' से मिलने के लिये—जो जिस अवस्था में थी उसी अवस्था में। न तो ड्रेस किया, न गाल पर गुलाबी चढ़ाई, न दोनों होठों को रंगा।

वंशी-वादक के पास पहुँच कर उन लोगों ने 'बॉल-डांस' रचाया। वे थिरकने लगीं बाँसुरी की तान पर। डूब गईं 'डिवाइन लव' (Divine Love) अथवा ईश्वरीय, अलौकिक प्रेम के समुद्र में। वह चलीं अनन्त प्रेम की नदी में। आनन्द-विभोर हो कितने दिन वे इस दशा में रहीं मालूम नहीं।······

मेल-मिलाप ऐसोसियेशन की प्रगति

बिहार प्रान्तीय थियोसौफिकल फेडरेशन के आखिरी सालाना जलसे के अवसर पर ता० १३-४-४१ ई० को हजारीबाग में "आल इण्डिया मेल-मिलाप ऐसोसियेशन" क़ायम किया गया। तब से बराबर बड़ी तेज़ी से ऐसोसियेशन का काम आगे बढ़ता रहा है। बिहार सूबे के कोने २ में इसका अच्छा आन्दोलन किया गया है और कई ज़िलों में इसकी शाखायें भी क़ायम हो चुकी हैं, जैसा कि नीचे के बयान से ज़ाहिर होगा :—

ज़िला मेल-मिलाप ऐसोसियेशन

(१) मुज़फ्फ़रपुर: सभापति—मौलवी मुहम्मद शफ़ी दाऊदी, ऐडवोकेट, भूत-पूर्व एम० एल० ए० (सेन्ट्रल); सेक्रेटरी मि० कमल देव नारायण, वकील।

(२) गया: प्रेसिडेण्ट—मौ० अब्दुस् शकूर, रिटायर्ड डिस्ट्रिक्ट जज; सेक्रेटरी—मि० आर० के० नन्दक्यूलियर, बार-ऐट-लॉ।

(३) छपरा (सारन) : प्रेसिडेन्ट—मि० एम० मजीद साहब; सेक्रेटरी—मि० जगदीश्वरी शरण, बी० एल०, वकील।

(४) डाल्टेनगंज (पलामू) : प्रेसिडेन्ट—मि० सैयद अमीन अहमद, आई० सी० एस०, डिप्टी कमिश्नर; सेक्रेटरी—राय बहादुर ठाकुर भोलानाथ सिंह।

(५) आरा (शाहाबाद) : प्रेसिडेन्ट—चौधुरी शराफ़त हुसेन साहेब; सेक्रेटरी—डा० राजेश्वर प्रसाद, रिटायर्ड सिविल सर्जन।

(६) मोतिहारी (चम्पारण): प्रेसिडेन्ट—मौलवी शम्शुल हक़; सेक्रेटरी—मि० मंगल प्रसाद श्रीवास्तव।

(७) दरभंगा: प्रेसिडेन्ट—मि० मुहम्मद शफ़ी, बार-ऐट-लॉ; सेक्रेटरी - मि० हरिवंशी सहाय, ऐडवोकेट।

सब-डिविज़नल ऐसोसियेशन

(१) ज़िला मुज़फ्फ़रपुर.

(क) हाजीपुर: प्रेसिडेन्ट—मौ० सैयद अब्दुल क़ासिम, मुख्तार; सेक्रेटरी—मि० विन्ध्यवासिनी प्रसाद वर्मा, वकील।

(ख) सीतामढ़ी: प्रेसिडेन्ट—मि० अब्दुल हकीम, बी० एल०, वकील; सेक्रेटरी—मि० सावलिया बिहारी लाल वर्मा, ऐडवोकेट।

(२) ज़िला पटना: (क) बाढ़: प्रेसिडेन्ट—राय बहादुर लेख नारायण सिंह, चेयरमैन, को-आपरेटिव बैंक; सेक्रेटरी—मि० शेख मुहम्मद यूनुस।

(३) ज़िला गया: (क) जहानाबाद: प्रेसिडेन्ट—अखौरी अम्बिका प्रसाद, ऐडवोकेट; सेक्रेटरी—मौ० सैयद अली असग़र, एम० ए०, बी० टी०, हेड-मास्टर, डिस्ट्रिक्ट एच० ई० स्कूल।

(४) ज़िला चम्पारण: (क) बेतिया: प्रेसिडेन्ट—मि० विपिन बिहारी वर्मा, बार-ऐट-लॉ, जेनरल मैनेजर, बेतिया स्टेट; सेक्रेटरी—पण्डित सुदामा मिश्र, वाइस-चेयरमैन, लोकल बोर्ड।

(५) ज़िला दरभंगा: (क) मधुबनी: प्रेसिडेन्ट—मौ० अब्दुल अज़ीज; सेक्रेटरी—मि० गोकुल प्रसाद।

बात नही सुनते, और अवश्य सुनेंगे, उसके मुक़ाबले में और सब केवल हवा है। शुरू से ही हज़ारों तरह के विचार तीर्थ-यात्राओं और भ्रमणों में, इस मनुष्य के चित में पैदा होते रहे। मैं क्या हूँ? यह अथाह वस्तु जिसे लोग विश्व कहते हैं, जिसमें मैं रहता हूँ, क्या है? जीवन क्या है? मृत्यु क्या? मैं क्या मानूं? मैं क्या करूँ? हिरा पहाड़ और सिनाई पर्वत की अंधेरी चट्टानों ने, कठोर निर्जन रेगिस्तानों ने कोई जवाब न दिया। उस विशाल आकाश ने, जो सिर के ऊपर मौन फैला हुआ था और जिसके नीलेपन पर सितारे जगमगा रहे थे कोई जवाब न दिया। कहीं से कोई जवाब न मिला। अन्त में उसकी अपनी आत्मा को और परमेश्वर की जो कुछ प्रेरणा उसके अन्दर मौजूद थी उसे—जवाब देना पड़ा।"

मोहम्मद साहब के प्रयत्नों और उनकी सफलताओं का वर्णन करते हुए एक दूसरा विद्वान लिखता है—

"जो बुराइयाँ मोहम्मद साहब के समय में अरब में सबसे अधिक फैली हुई थीं, जिनकी क़ुरान में बड़े ज़ोरों के साथ निन्दा की गई है और जिनका क़तई निषेध किया गया है, वे ये थीं—शराबख़ोरी, वेश्या-गमन, एक साथ अनेक पत्नियों की अमित प्रथा, कन्याओं की हत्या, बेतहाशा जुआ, सूदख़ोरी द्वारा लूट और जादू टोने में अन्ध विश्वास। मोहम्मद साहब के प्रयत्न द्वारा इन कुरीतियों में से कुछ बिलकुल मिट गईं और बाक़ी कम हो गईं, जिससे अरबों के सदाचार में बहुत बड़ी उन्नति हुई और जो उस सुधारक के जोश और उसके प्रभाव दोनों का एक अपूर्व और आदरणीय प्रमाण है। कन्याओं की हत्या और शराबख़ोरी का सर्वथा बन्द हो जाना ही मोहम्मद साहब के कार्य की सबसे अपूर्व विजय है।

"अपनी क़ौम का मोहम्मद साहब ने बहुत बड़ा उपकार किया। वह एक ऐसे देश में पैदा हुए थे, जहाँ राजनैतिक संगठन, विवेक-सिद्ध धार्मिक विश्वास और सदाचार तीनों में से किसी का पता न था। मोहम्मद साहब ने इन तीनों को क़ायम किया। अपनी अनुपम धी शक्ति के केवल एक हमले में उन्होंने अपने देशवासियों की राजनैतिक अवस्था, उनके धार्मिक विश्वास और उनके सदाचार तीनों को एक साथ सुधार दिया। बहुत से अलग-अलग स्वतन्त्र क़बीलों की जगह उन्होंने एक राष्ट्र छोड़ा। अनेक देवी देवताओं और ख़ुदाओं में अन्ध विश्वास की जगह उन्होंने एक अनन्य सर्व शक्तिमान किन्तु दयालु परमात्मा में विवेक पूर्ण विश्वास पैदा कर दिया। उन्होंने लोगों को यह बतलाया कि परमात्मा हमें सदा देखता रहता है और हमारे अच्छे और बुरे सब कर्मों का यथोचित फल देता है और इस विश्वास के अनुकूल ही उन्होंने उन्हें ठीक ठीक जीवन व्यतीत करना सिखा दिया।"

मोहम्मद साहब के जीवनोद्देश्य की सफलता के सम्बन्ध में एक विद्वान इतिहासज्ञ लिखता है—

"मोहम्मद साहब को एक साथ तीनों चीज़ों को क़ायम करने का सौभाग्य प्राप्त हुआ—एक राष्ट्र, एक साम्राज्य और एक धर्म। इतिहास में कहीं इस तरह की कोई दूसरी मिसाल नहीं मिलती।"

—"विश्व-वाणी" जून, १९४१ से।

शराब या अन्य मादक वस्तुओं का उपयोग, जुआ, सूदखोरी, लड़कियों की हत्या, एक स्त्री के अनेक पति. वेश्यागमन, बांदियों के साथ व्यभिचार इत्यादि प्राचीन कुरीतियों को मोहम्मद साहब ने क़तई बन्द कर दिया। एक पुरुष के अनेक स्त्रियों के रिवाज को भी उन्होंने क़ुरान के अन्दर ज्यादह से ज्यादह चार तक महदूद करके आज्ञा दी-"केवल एक के साथ विवाह करो, तो यह तुम्हारे लिये ज्यादह अच्छा है, ताकि तुम सीधे रास्ते से न डिगो।"—[कु० ४-३।]

मोहम्मद साहब ने एक बार कहा—मरने के बाद अल्लाह पूछेगा—"ए मनुष्य के बेटे ! मैं बीमार था और तू मुझे देखने नहीं आया।" मनुष्य कहेगा, "ए मेरे रब्ब ! मैं तुझे देखने के लिये कैसे आ सकता था ? तू तो सारी दुनिया का मालिक है।" अल्लाह जवाब देगा—"क्या मुझे मालूम नहीं था कि मेरा अमुक बन्दा बीमार था ? और तू उसे देखने नहीं गया ? क्या मुझे यह मालूम नहीं था कि यदि तू उसे देखने जाता तो निस्सन्देह मुझे उसके पास पाता ?"

अल्लाह पूछेगा—"ए मनुष्य के बेटे ! मैंने तुझसे खाना माँगा था और तूने मुझे खाना नहीं दिया।" मनुष्य कहेगा, "ए मेरे रब्ब ! तू तो सारी दुनिया का मालिक है। मैं तुझे कैसे खाना दे सकता था ?" अल्लाह उत्तर देगा—क्या तुझे मालूम नहीं था कि मेरे अमुक बन्दे ने मुझसे खाना माँगा था और तूने उसे खाना नहीं दिया ? क्या तू नहीं जानता था कि यदि तू उसे खाना दे देता, तो मुझे उसके साथ देखता ?"

अल्लाह पूछेगा—"ऐ मनुष्य के बेटे ! मैंने तुझसे पानी माँगा था और तूने मुझे पानी नहीं दिया।" मनुष्य कहेगा—"ऐ मेरे रब्ब ! मैं तुझे कैसे पानी दे सकता था, तू तो सारी दुनिया का मालिक है ?" अल्लाह जवाब देगा—'मेरे अमुक बन्दे ने तुझसे पानी माँगा था और तूने उसे पानी नहीं दिया। यदि तू उसे पानी दे देता, तो निस्सन्देह मुझे उसके साथ पाता।"—मुसलिम।

मोहम्मद साहब के व्यक्तित्व और उनके चरित्र को चित्रित करते हुए इंगलिस्तान का प्रसिद्ध तत्ववेत्ता और विद्वान टामस कारलाइल लिखता है—

"वह स्वयं प्रकृति की महती गोद से निकला हुआ आग का एक जीवित अंगारा था, जो संसार के स्रष्टा की आज्ञा से संसार को रोशन और जाग्रत करने के लिए आया था।"

आगे चल कर वह लिखता है—

"एक प्रशान्त महापुरुष ! वह उन लोगों में से था, जो अपने जीवन के कार्य में अनन्य व्यस्त हुए बिना रह नहीं सकते। जिन्हें स्वयं प्रकृति देवी ने निर्व्याज होने के लिए नियुक्त किया है। जब कि दूसरे लोग ऊपरी विधि-विधान और किंवदन्तियों के पीछे चलते रहते हैं और उसीमें सन्तुष्ट रहते हैं, वह अपनी आत्मा को इन विधि-विधानों के परदे में न छुपा सकता था। अपनी पूरी आत्मा से वह अकेला सत्य से साक्षात्कार कर रहा था। सृष्टि के अस्तित्व का महान रहस्य अपने सम्पूर्ण भयंकर किन्तु ज्योतिर्मय रूप में उसके नेत्रों के सामने चमक उठा। कोई किंवदन्ती उस अनिर्वचनीय सत्य को उसकी आँख से ओझल न कर सकती थी। जो मनुष्य इस सत्यता के साथ अपने जीवन के उद्देश्य को समझ ले, जिसे हम सत्यता कहते हैं, वास्तव में उसके इस अनुभव में ईश्वरीय अंश होता है। इस तरह के मनुष्य के मुख से निकले हुए शब्द सीधे प्रकृति के अपने हृदय की आवाज़ होते हैं। स्वभावत: लोग उसे इस तरह सुनते हैं, जिस तरह किसी दूसरे की

(क्योंकि असली काम यही है)।" [क़ु० सू० ५, आ० ४८]

एक बार किसी ने पैग़म्बर से कहा—"बुत-परस्तों के विरुद्ध अल्लाह से दुआ कीजिये और उन्हें शाप दीजिए।" पैग़म्बर ने उत्तर दिया—"मुझे केवल दया के लिये भेजा गया है, शाप देने के लिये नहीं भेजा गया है।" (मुसलिम)

मोहम्मद साहब अपने उपदेशों में बार बार कहा करते थे—"मैं तुम्हारी ही तरह एक इन्सान हूं" और अक्सर अपनी दुआओं में अपने व्यक्तिगत गुनाहों के लिये रो रो कर ईश्वर से माफ़ी मांगा करते थे।

हम मोहम्मद साहब के कुछ फुटकर उपदेश क़ुरान और हदीसों से लेकर नीचे नक़ल करते है।

अमरू बिन अबसाह लिखता है—मैंने पैग़म्बर से पूछा, "इसलाम क्या है?" उन्हों ने उत्तर दिया, "ज़बान की पाकीज़गी (सच बोलना) और मेहमाँ-नवाज़ी।" मैंने पूछा 'ईमान क्या है?" उन्होंने कहा, "सहनशीलता और दूसरों का उपकार करना।" —अहमद।

"यदि 'मोमिन' होना चाहता है, तो अपने पड़ोसियों का भला कर, और यदि 'मुसलिम' होना चाहता है, तो जो कुछ अपने लिये अच्छा समझता है, वही मनुष्य मात्र के लिये अच्छा समझ। और बहुत मत हँस, क्योंकि निस्सन्देह अधिक हँसने से दिल सख़्त हो जाता है।"—तिरमज़ी।

अब्दुल्लाह कहता है, हम एक बार पैग़म्बर के साथ सफ़र कर रहे थे। हमने एक पक्षी देखा, जिसके साथ दो बच्चे थे। हमने बच्चों को पकड़ लिया। उनकी मां फड़फड़ाने लगी। पैग़म्बर ने हमसे आकर कहा—"इसके बच्चों को छीन कर इसे किसने सताया? इसके बच्चे इसे लौटा दो।"

एक जगह हमने चींटियों का घर जला दिया था। पैग़म्बर ने देख कर पूछा, "यह किसने जलाया?" हमने स्वीकार कर लिया। पैग़म्बर ने कहा—"सिवाय उस परमात्मा के, जो आग का स्वामी है और किसी को अधिकार नहीं कि दूसरों को आग से दण्ड दे।"—अबु दाऊद।

"बलवान या शक्तिशाली वह नहीं है, जो दूसरों को नीचे गिरा दे किन्तु सबसे बलवान वह है, जो अपने क्रोध को वश में रखता है।"—बुख़ारी, मुसलिम।

मोहम्मद साहब की तलवार की मूठ पर ये वाक्य खुदे हुए थे—"तेरे साथ अन्याय करे उसे क्षमा कर दे, जो तुझे अपने से काट कर अलग कर दे, उससे मेल कर, जो तेरे साथ बुराई करे, उसके साथ तू भलाई कर, और सदा सच्ची बात कह चाहे वह तेरे ही ख़िलाफ़ क्यों न जाती हो।"—रज़ीन।

'तमाम प्राणी परमात्मा का कुटुम्ब है, और उन सब में परमात्मा को सब से प्यारा वह है, जो परमात्मा के इस कुटुम्ब का भला करता है।" —बेहक़ी।

"तुम मुझे अपनी ओर से छै चीज़ों का विश्वास दिला दो और मैं तुम्हें बहिश्त का विश्वास दिलाता हूँ; एक, जब बोलो सच; दूसरे, जब वादे करो तो उसे पूरा करो; तीसरे, किसी की अमानत में ख़यानत न करो; चौथे, बदचलनी से बचो; पांचवें, आंखें सदा नीची रखो; और छठे, किसी पर अत्याचार न करो।"—बेहक़ी।

"निस्सन्देह मुझे अपने लोगों के लिये जिस बात का सब से अधिक डर है, वह विषयवासना और महत्वाकांक्षा है। विषय-वासना मनुष्य को सत्य से हटा देती है और महत्वाकांक्षा में पड़ कर मनुष्य पर-लोक को भूल जाता है।"—बुख़ारी।

मोहम्मद साहब के उपदेशों का सार

(ले०—पण्डित सुन्दरलाल)

मोहम्मद साहब को जब कभी कोई ख़ास कठिनाई पेश आती थी, तब वह ईश्वर से दुआएँ मांगते थे। अक्सर दुआ में गद्गद हो जाते थे, और कभी २ मुंह ढँक कर लेट जाते थे। ऐसे मौक़ों पर बाद में उठ कर जो बचन वह कहते थे, वे ईश्वर-प्रेरित समझे जाते थे। उन्हीं के संग्रह का नाम 'क़ुरान' है। उनके बाक़ी तमाम उपदेशों और बचनों को हदीस कहते हैं। इनमें अलग २ हदीसें अलग २ संग्रह-कर्ताओं के नाम से प्रसिद्ध हैं।

मोहम्मद साहब ने बराबर इस बात पर ज़ोर दिया है कि मैं संसार में पहला या अनोखा रसूल नहीं हूं, और न इसलाम दुनिया में कोई अनोखा मज़हब है। क़ुरान के अनुसार सृष्टि के आदि से हर क़ौम और हर ज़माने मे रसूल होते रहे हैं और उन सब ने एक ही सत्य सनातन धर्म का उपदेश दिया है, और वही इसलाम है।

"संसार की कोई क़ौम ऐसी नहीं है, जिसमें बुरे कामों के नतीजों से आगाह करने वाला ईश्वर का कोई न कोई पैग़म्बर न पैदा हुआ हो।" [क़ु० ३५, २५]

"निस्सन्देह हमने दुनिया की हर क़ौम में एक रसूल भेजा, जिसका उपदेश यही था कि ईश्वर की उपासना करो और बुराई से बचो।" [क़ु० १६, ३६]

क़ुरान के अनुसार हर मुसलमान का फ़र्ज़ है कि वह तमाम मुल्कों, क़ौमों और ज़मानों के पैग़म्बरों का एक समान आदर करे; उनमें किसी तरह का फ़र्क़ करना पाप है; क़ुरान उन सब के उपदेशों और धर्म ग्रन्थों का केवल समर्थन करता है।

"परमेश्वर ने यह किताब (क़ुरान) जिसमें सत्य की शिक्षा है, तुम पर प्रकट की है। यह उन सब धर्म-ग्रन्थों का समर्थन करती है, जो इससे पहले प्रकट हो चुके हैं।" [क़ु० ३, २]

"जो लोग अल्लाह और उसके पैग़म्बरों में भेद करना चाहते हैं, और कहते हैं कि इनमें से हम किसी को मानते हैं और किसी को नहीं मानते, उनके कुफ़्र (कृतघ्नता) में सचमुच कोई सन्देह नहीं।" [४, १४६]

सब धर्मों को सत्य और सब धर्मों के संस्थापकों को ईश्वर-प्रेरित मानते हुए मोहम्मद साहब का कथन है कि हर धर्म के दो अंग होते हैं; एक उसकी उपासना की विधि और कर्मकाण्ड और दूसरा मूल सिद्धान्त। पहला अंग देश-काल के अनुसार अलग अलग धर्मों में अलग २ होता है और दूसरा सब धर्मों में एक है। क़ुरान में लिखा है—

"ऐ पैग़म्बर! हमने हर गिरोह के लिये उपासना की एक ख़ास विधि नियत कर दी है, जिस पर वह अमल करता है। इसलिये लोगों को चाहिये कि इस विषय में झगड़ा न करें।" [क़ु० सू० २२-६६]

"हमने तुममें से प्रत्येक धर्म के अनुयायियों के लिये एक ख़ास विधि-विधान नियत कर दिया है। अगर परमात्मा चाहता, तो तुम सबको एक ही सम्प्रदाय बना देता। परन्तु यह विभिन्नता इसलिये है कि (समय और अवस्था के अनुसार) तुम्हें जो आज्ञाएँ दी गई हैं, उन्हीं में तुम्हारी परीक्षा करे। इसलिये उन भिन्नताओं के पीछे न पड़ कर नेक कामों के करने में एक दूसरे से बढ़ने का प्रयत्न करो;

खिसकने ही वाली थी कि Herr Kans (हर कंस) का लड़ाकू जहाज़, टेरर आफ एनिमी (Terror of Enemy), ने उसे देख लिया। लगा वह गोला उगलने। इधर पनडुब्बी ने गोता लगाया। उसके सभी कार्यकर्त्ता, जो अभी तक सो रहे थे, चुस्ती के साथ अपनी जगह पर जा डटे। कैप्टेन 'पेरिस्कोप' को जहाज़ की ओर घुमा उसकी करतूत देखने लगा। 'सबमेरिन' के कैप्टेन का विचार था एक 'टारपिडो' से 'टेरर' की ख़बर ली जाय; किन्तु उस मूर्त्ति के मना करने से वह रुक गया।

लड़ाई में दाव-पेंच काम में लाये ही जाते हैं। पनडुब्बी के कैप्टेन ने 'तेल की टंकी' खोल थोड़ा सा तेल निकाल दिया जो जल के ऊपर तैरने लगा। जहाज़ के कैप्टेन ने समझा कि पनडुब्बी डूब गई, इसलिये उसने गोला दागना बन्द कर दिया। अब पनडुब्बी निश्चिन्त हो आगे बढ़ी, किन्तु इस समय आगे बढ़ना भी कठिन व्यापार था, क्योंकि झंझावात था जोरों पर, नदी का पानी बांसो उछल रहा था, वर्षा पीट पीट कर पड़ रही थी और दृश्य था प्रलय का। ज्यों त्यों कर ये लोग पहुँचे गो-कुल ग्राम में।

गो-कुल था एक न्यूट्रल (neutral) देश। वहाँ के राजा हिज हाइनेस नन्द यादव मि० वसुदेव के मित्र थे। उनके यहाँ पहुँच कर उन्होंने साथ की मूर्त्ति का परिचय इन शब्दों में दिया :—ये हैं लार्ड विष्णु आफ वाय-काउन्ट। ये पधारे हैं हमारी मदद के लिये। यों तो इनके पास बहुत से अस्त्र-शस्त्र और सेना हैं, किन्तु ये बाँसुरी लेकर ही इस समय आये हैं। मालूम नहीं कौन सी शक्ति इनकी बाँसुरी में है जिस ले ये "हर कंस" के "अप-टु-डेट" मेशीनों का मुक़ाबिला करेंगे? हम लोगों का उद्धार इन्हीं के हाथों है। इन्हें ख़ातिर से रखना और ये जैसा कहें उसी मुताबिक़ करना। अच्छा, मैं चला। मुझे आज ही अपने कैम्प में लौट जाना है। हाँ, एक बात कहने को मैं भूल ही गया था। इनका यहाँ नाम रखा गया है लार्ड कृष्ण। नमस्ते।"

* * *

"हर कंस" को गुप्तचरों से ये सारी ख़बरें मिल गईं। उसने लार्ड कृष्ण को मारने के लिये हवाई जहाज़ से योद्धाओं को भेजना शुरू किया। ये "पैराच्यूट" (छतरियों) के सहारे उतरते लार्ड कृष्ण को मारने की चेष्टा में, किन्तु स्वयं मारे जाते।

इस प्रकार लड़ाई चलती रही कई साल तक। लार्ड कृष्ण ने देखा कि हर कंस की सेना से वहाँ के लोग बड़े दुखित हैं। इसलिये उन्होने अपनी राजधानी गोकुल से वृन्दावन को पलट दिया। वहाँ चला 'गुरिल्ला वार'। 'हर कंस' के जेनरेल्स छद्मवेश में लार्ड कृष्ण पर आक्रमण करने लगे। कोई आया बछड़ा बन कर, कोई आया बगला बन कर, एक आया गधा बन कर, दूसरा आया साँप बन कर।' किन्तु एक एक कर सब नष्ट कर दिये गये। शत्रु के पंजे में जाकर कोई भी ज़िन्दा नहीं लौटा।

तब चढ़ आये वृन्दाबन पर 'केडिया नैग' (कलियनाग) सेना की एक बड़ी 'डिवीज़न' लेकर। इस 'डिवीज़न' की ख़ासियत थी जहरीला गैस "Poisonous Gas" का व्यवहार। सारी सेना विषैला गैस उगलती हुई आगे बढ़ी। सभ्य राष्ट्रों ने जोरों का 'प्रोटेस्ट' किया—विषैला गैस का व्यवहार 'इन-ह्यूमन' है, बरबरता है, जंगलीपन है। इसे अभी अभी बन्द करो। किन्तु जिस समय तक यह 'प्रोटेस्ट' "नैग" के पास पहुँचे उनकी सेना तहस नहस हो चुकी थी और वह भाग कर दूसरी जगह पनाह ले रहा था।

कुछ दिनों की शान्ति के बाद "एरियोनॉटिक (ऐरावत) बम्बर" लेकर चढ़ आये मि० इन्द्र। इन्होंने गोला बरसाना शुरू किया लार्ड कृष्ण के कैप्टेन पर। कृष्ण ने अपनी राजधानी में जगह जगह

(शेष पेज १६४ कॉलम २ पर)

बाँसुरी का चमत्कार

(ले०—श्री रमेश प्रसाद, बी० एस-सी०)

रात, अंधेरी रात। कूप का अंधेरा, इतना अंधेरा कि एक हाथ सामने की भी वस्तु दिखाई नहीं देती। ऐसे समय में मिस्टर वसुदेव इन्टर्नमेंट कैम्प की एक काल-कोठरी में घुटने पर सिर रखे ऊँघ रहे हैं। घड़ी के दोनों कांटे ऊर्ध्व-मुख हो एक साथ मिलने के प्रयत्न में दौड़ लगा रहे हैं। इतने में 'वायर-लेस रिसीभर' की घंटी धीरे से बज उठी। वसुदेव चौकन्ने हुए। 'रिसीभर' को उठा कर कान से लगाया। दूसरी ओर से एक स्त्री की आवाज़ सुन पड़ी। बड़ी देर तक मि० वसुदेव उसकी बातें सुनते रहे। फिर 'रिसीभर' लटका कर, घड़ी की ओर दृष्टि दौड़ाई—अभी कांटों के मिलने में थोड़ी देर थी।

काल-कोठरी के एक कोने में पड़ी हुई मैली कुचैली एक स्त्री उठकर मि० वसुदेव के पास आई और पूछा—"कौन बोल रहा था?"

"वाय-काउन्ट (वैकुण्ठ) से लेडी लक्ष्मी!"

"क्या कहा?"

वसुदेव ने अपने होठों पर तर्जनी रखी, जिसका अभिप्राय समझ कर वह स्त्री चुप हो रही।

घड़ी के काँटे दोनों जुट गये—ठीक बारह बजे। काल-कोठरी में एक ज्योति दीख पड़ी। उस ज्योति ने क्रमशः एक मनुष्य की आकृति ग्रहण की। सिर पर मुकुट जिसमें मोर के पंख लगे थे, कान में कुण्डल, गले में कौस्तुभ-मणि का माला; हाथ में बाँसुरी, बाँह में बिजायठ। कमर से पीली धोती लटक रही थी। उस भव्य मूर्त्ति को देख कर दोनों व्यक्ति आश्चर्य-चकित हो गये।

मि० वसुदेव ने कोठरी की स्तब्धता को तोड़ते हुए कहा—"महाराज! इस लड़ाई के युग में आप अस्त्र-शस्त्र से लैस न हो बाँसुरी लेकर पधारे हैं? आश्चर्य!!!"

"इसका कारण तुम्हें पीछे मालूम होगा। अभी मुझे किसी सुरक्षित स्थान में ले चलो। इस सम्बन्ध में तुम्हें "वाय-काउन्ट" से "इन्स्ट्रक्शन" मिल ही चुका है," उस मूर्त्ति ने उत्तर दिया।

"जैसी आज्ञा।"

मि० वसुदेव, उस मूर्त्ति के साथ, इन्टर्नमेंट कैम्प से निकल भागने की चेष्टा में आगे बढ़े। दरवाज़े पर जो प्रहरी मिला उसे "स्लीपिङ्ग गैस" से वशीभूत कर डाला। आगे बढ़ने पर और भी पहरेदार अपने अपने "राउण्ड" पर मिले। सबों पर गैस का प्रयोग कर उन्हें निद्रा-देवी के हवाले कर वे कैम्प से बाहर हुए। इस बीच उन लोगों ने दो पहरेदारों के "वाटर-प्रूफ़" लेकर अपने बदन पर डाल लिया था, क्योंकि पानी रिम-झिम पड़ रहा था।

उनके कैम्प के बाहर होते ही पानी ने ज़ोर पकड़ा, हवा भी तेज़ हो चली, अंधेरा बढ़ चला। 'टार्च' साथ में था, किन्तु वे जला नहीं सकते थे—डर था शत्रु के हमला का। बिजली के कौंधने से थोड़ी देर के लिये जो प्रकाश होता उसी के सहारे अपना मार्ग नापते हुए ये आगे बढ़े। गिरते पड़ते किसी क़दर ये यमुना के तीर पर पहुँचे। वहाँ एक पनडुब्बी (submarine) इनकी इन्तज़ार कर रही थी। ये उसमें घुस पड़े। पनडुब्बी धीरे से पानी में

के सामने चन्द सदियों के ही अन्दर पेश की गई। कैसी अच्छी बात है कि जहाँ एक ने व्यक्तित्व पर ही प्रायः सर्वस्व ज़ोर दिया, वहाँ दूसरे ने इस खूबी के साथ व्यक्तित्व का सम्बन्ध राष्ट्र के साथ जोड़ा।

इसमें कोई तअज्जुब की बात नहीं है कि इस्लाम आज इस क़दर क़ौमियत के भाव से क्यों भरा है। चाहे इसके अनुयायी कहीं भी क्यों न रहते हों, पर वे हमेशा अपने को एक क़ौम का समझते हैं। इसमें भी कोई तअज्जुब नहीं कि शायद इस्लाम का वही पुराना और सुन्दर क़ौमी भाव आज पाकिस्तान के नये रूप में प्रकट हुआ हो। फिर भी मेरा तो ख्याल है कि खुद पैग़म्बर साहब की मन्शा संसार-व्यापी धर्म क़ायम करने की थी, जिसके पक्ष में कुछ कम सबूत मौजूद नहीं है। और मेरा यह भी ख्याल है कि आपकी मन्शा संसार-व्यापी राज्य क़ायम करने की भी थी, जिसकी बुनियाद डालने के लिये आप अरब के भिन्न २ फिरक़ों के पास गये और आपने उनको एक ऐसे अजीब और सुन्दर सूत्र में बाँधा।

आपने खुद फ़रमाया है कि— "अल्लाह की तरफ़ से मेरे पहले कोई पैग़म्बर लोगों के पास ऐसा नहीं भेजा गया, जिसको कुछ दोस्त अहबाब ऐसे न मिले जो उसके सिद्धान्तों को क़बूल करके उसके शिष्य न बन गये। उसके बाद ऐसे लोग पैदा हुए जो उपदेश तो देते थे, पर खुद उसके मुताबिक़ नहीं चलते थे, और जो ऐसी कार्रवाइयाँ करते थे जिनको करने की मनाही थी।"

आज यह बात सभी मौजूदे धर्मों और सन्त महात्माओं के सभी अनुयायियों के बारे में किस हद तक न लागू है! क्या हम अपने दिलों में इस बात का अनुमान नहीं कर सकते हैं कि ये पवित्र महात्मा-गण वर्त्तमान परिस्थितियों में कैसे कार्य करते? कैसे वे हमारी सभी संकीर्णताओं और ना-इत्तफ़ाक़ियों को दूर कर हमें एक साथ मिलाते? कैसे हमें पाकिस्तान की ओर न ले जाते और न हमें यह सिखलाते कि कोई भी खास धर्म दूसरे धर्मों से बढ़ कर है? बल्कि कैसे वे हमें विश्व-बन्धुत्व अथवा विश्व-व्यापी भाईचारे की ओर ले जाते और कैसे वे यह सिद्ध करके दिखाते कि सत्य के अनेक सुन्दर रूप-रंग सभी मिलकर ईश्वर की उज्ज्वल प्रतिभा प्रदर्शित करते हैं? मेरी हार्दिक प्रार्थना है कि हज़रत मुहम्मद साहब का आशीर्वाद संसार को लगातार मिलता रहे ताकि संसार शीघ्र आपकी ज्योति का आश्रय ग्रहण कर परम पद को प्राप्त हो सके।

नोट :—डा० अरण्डेल ने इस लेख के ज़रिये एक अत्यन्त सुन्दर और आवश्यक विषय की ओर हमारा ध्यान आकर्षित किया है। इससे एक बहुत बड़ा सबक़ यह हासिल होता है कि भिन्न २ धर्मों के संस्थापकों में कुछ अन्तर नहीं है। वे आवश्यकतानुसार भिन्न २ समयों में भिन्न२ गरोहों के लोगों को समुचित उपदेश देते आये हैं। उनमें आपस में परम मैत्री तथा एकता है। अतः हमारा भी यह कर्तव्य होना चाहिये कि अपने धर्म-पथ पर आरूढ़ रहते हुए हमे दूसरे धर्मों की खूबी समझें और सभी धर्मों की मौलिक एकता समझ कर उनके भिन्न २ रूपों के प्रदर्शन में आनन्द मनायें।

वास्तव में यदि हम भिन्न २ धर्मों के संस्थापक महानुभावों की दृष्टि से वर्त्तमान तथा हर परिस्थिति को देखने की कोशिश करें और तदनुसार अपना कर्म करें तो सभी समस्याओं के सुलझाने में बड़ी आसानी हो। यह आज़माने की चीज़ है। अवश्य इससे हमारा परम कल्याण होगा।

—सम्पादक।

हज़रत मुहम्मद साहब

(ले०—डा० जी० एस० अरण्डेल, प्रेसिडेन्ट, न्यू इन्डिया लीग)

हज़रत मुहम्मद साहब एक ऊँचे दर्जे के पीर और बहुत बड़े धर्म-सुधारक तो थे ही, साथ ही आप युद्ध के एक बहुत बड़े नेता भी थे। आपकी सारी ज़िन्दगी हर पहलू से बड़ी ख़ूब-सूरती से गुज़री। फिर भी आपकी ज़िन्दगी प्रधानतः एक वीर सैनिक अथवा योद्धा की ज़िन्दगी थी। इस्लाम पर व्यक्तिगत रूप से लोगों का विश्वास जमाने तथा इस्लाम को एक क़ौमी मज़हब क़ायम करने के लिये आपको कम-से-कम छब्बीस लड़ाइयों में खुद शरीक होना पड़ा था। इसलिये हम आपको वर्तमान राष्ट्रीयता का जन्म-दाता कह सकते हैं। इस भाव को याद करने से मुझे एक अजीब ख़ुशी हासिल होती है।

इस मामले में हम यदि आपकी ज़िन्दगी को महात्मा ईसा-मसीह की ज़िन्दगी से मिलायें, तो हमें इन दोनों में एक बहुत बड़ा अन्तर मिलेगा। महात्मा ईसा मसीह ने अपना राज्य इस दुनिये का नहीं क़रार दिया। यह जानकर उनके कुछ कड़े मिज़ाज वाले अनुयायियों को असह्य निराशा हुई। वे आशा करते थे कि आप अपने को इसराइल का बादशाह क़रार देकर रोम का राज्य वहाँ से हटा देंगे। पर उन्होंने ऐसा नहीं किया।

मेरा ख़्याल है कि इन दोनों महा-पुरुषों के महान् जीवन एक दूसरे के साथ मिले-जुले हैं। इनमें से हर एक दूसरे की कमी पूरी करता है। महात्मा ईसा-मसीह के जीवन द्वारा व्यक्तिगत धार्मिकता का प्राचीन संदेशा संसार में लाया गया, अथवा यह कहना अधिक उपयुक्त होगा कि संसार के सामने फिर दुहराया गया। हज़रत मुहम्मद साहब की ज़िन्दगी के ज़रिये भी इस संदेशे पर अच्छी तरह ज़ोर दिया गया। लेकिन साथ ही साथ यह भी दिखलाया गया कि, भाईचारे का शुद्ध अनुभव करके तथा ज़रूरत पड़ने पर धर्म-युद्ध करके भी, किसी व्यक्ति को किस प्रकार अपना जीवन राष्ट्र के जीवन के साथ मिला कर एक कर देना चाहिये।

जैसा हम संसार के दूसरे सभी महा-पुरुषों के साथ भी देखते हैं, यह हज़रत मुहम्मद साहब की पवित्र ज़ाती ज़िन्दगी थी, जिसकी बदौलत आपके इतने ज्यादे अनुयायी बने, और इतनी सरगरमी और भक्ति के साथ उन्होंने आपका साथ दिया, जिनके सहारे आपने अरब और उसके ईर्द-गिर्द के दूसरे देशों पर निरंकुश राज्य स्थापित किया। बहुतेरे दूसरे महा-पुरुषों की नाईं आपको भी बहुत कुछ मुसीबतें झेलनी पड़ीं और कई बार हार भी सहनी पड़ी।

लेकिन आपको बहुत ठीक "ख़ुदा का पैग़म्बर" कहा गया है। ख़ुदा के बल पर आपकी ज़िन्दगी न सिर्फ़ अन्दरूनी दुनिया में, बल्कि बाहरी दुनिया में भी अन्त में मुकम्मल कामयाबी या पूरी सफलता की रही। महात्मा ईसा-मसीह की ज़िन्दगी के पीछे भी ख़ुदा या ईश्वर के उसी बल का सहारा था। लेकिन उनकी ज़िन्दगी ज़ाहिरा तौर पर तो अत्यन्त मुसीबत में ख़तम हुई, हालाँकि अन्दरूनी दुनिया में असल में उनकी पूरी जीत हुई।

यह एक कैसी अच्छी बात है कि इन दोनों महा-पुरुषों की ग़ैर-इन्सानी ज़िन्दगियाँ इस संसार

(ग) ऊपर दी हुई हिदायतों के लिये एक पत्र तैयार करके छपवा लेना चाहिये और उसे सभी शाखाओं के पास भेजना चाहिये।

४. ऐसोसियेशन का कार्य दूसरे प्रान्तों में भी फैलाने के प्रश्न पर अच्छी तरह विचार किया गया। अन्त में यह तय पाया कि जितना जल्द मुमकिन हो इसके लिये कार्रवाई शुरू कर देनी चाहिये। इस बीच में सभापति जी से प्रार्थना की गई कि जब वे अपने सफ़र में दूसरे प्रान्तों में जायँ तो ऐसोसियेशन के कार्य के लिये वहाँ कुछ ज़मीन तैयार करने की कोशिश करें।

५. ता० १ अप्रैल, ४१ से लेकर ता० ३० जून, ४१ तक के आमदनी-खर्च का बयान पढ़ कर सुनाया गया और सब लोगों ने अन्तिम निर्णय ऑडिटर की मंजूरी पर छोड़ते हुए उसे पास किया।

६. ऐसोसियेशन की आर्थिक परिस्थिति पर विचार किया गया और उचित परामर्श के बाद यह तय पाया कि—

(क) कमिटी की राय है कि जब कभी कमिटी के मेम्बरान ज़िला या सब-डिवीज़न के शहरों में जायँ तो उन्हें जहाँ तक मुमकिन हो ऐसोसियेशन के मेम्बर बनाने की जरूर कोशिश करनी चाहिये। और इस काम के लिये ऐसोसियेशन के किरानी लोगों को भी बाहर भेजना चाहिये।

(ख) ऐसोसियेशन के लिये चन्दे और दान जमा करने के लिये एक आदमी को १०) दस रुपये माहवारी मुशाहरा और वसूली पर १२½ सैकड़े कमीशन पर बहाल किया जाय; और दूसरे लोग जो सिर्फ़ कमीशन पर काम करने को तैयार हों उन से भी काम लेना चाहिये।

(ग) आशा की जाती है कि कार्य-कारिणी के हर सदस्य कम से कम १) माहवारी चन्दा ऐसोसियेशन के लिये देंगे—जो कोई बेशी रक़म देंगे उसे कृतज्ञता-पूर्वक स्वीकार किया जायगा। सेक्रेटरी को चाहिये कि इसके लिये शीघ्र माहवारी चन्दे का रजिस्टर जारी कर दें।

(घ) इस प्रान्त के सभी डिवीज़नों और ज़िलों के कमिश्नरों तथा कलक्टरों के पास दान के लिये कोशिश करनी चाहिये।

(ङ) पटना डिस्ट्रिक्ट बोर्ड के चेयरमैन और वाइस-चेयरमैन के पास भी चन्दे और दान के लिये कोशिश होनी चाहिए।

(च) पटना की किसी प्रमुख सिनेमा कम्पनी के साथ ऐसोसियेशन के फ़ायदे के लिये चैरिटी-शो (charity show) का प्रबन्ध करना चाहिये।

(छ) "मेल-मिलाप" मासिक पत्र की ग्राहक-संख्या बढ़ाने के लिये यह तय हुआ कि इसके लिये भी एक योग्य व्यक्ति की नियुक्ति १०) दस रुपये माहवारी वेतन और वसूली पर १२½ सैकड़े कमीशन पर की जाय।

८. प्रान्तीय मेल-मिलाप ऐसोसियेशन की बैठक करने के विषय पर विचार किया गया। यह तय हुआ कि आगामी जाड़े के आरम्भ में पटने में बैठक की जाय। सेक्रेटरी इस प्रान्त के तथा दूसरे २ सभी प्रान्तों के प्रमुख समाचार पत्रों द्वारा इसकी सूचना सारे देश में फैलाने का प्रयत्न करें और इसके लिये ऐसोशियेटेड प्रेस तथा यूनाइटेड प्रेस सर्विसों की सहायता लें। इस बात की इत्तला भी तमाम कर दी जाय कि उपर्युक्त अधिवेशन के अवसर पर व्यवसाय तथा कृषि सम्बन्धी प्रदर्शिनी का भी समुचित प्रबन्ध किया जायगा।"

—सेक्रेटरी।

मेल-मिलाप कार्य-कारिणी कमिटी के फ़ैसले

बिहार प्रान्तीय मेल-मिलाप कार्य-कारिणी कमिटी की गत बैठक पटने में ता० २४-७-४१ को हुई। नीचे दिये मेम्बर उपस्थित थे—

(१) मि० एन० यूनुस, बार-ऐट-लॉ, प्रेसिडेन्ट; (२) मि० राधाकान्त शरण, रिटायर्ड ऐसिस्टैन्ट कमिश्नर, इन्कम-टैक्स; (३) मि० सरयू प्रसाद, एम० ए०, बी० एल०, ऐडवोकेट; (४) मि० राम जीवन सिंह, मुन्सिफ़; (५) मि० निज़ामुद्दीन ख़ाँ, बार-ऐट-लॉ; (६) मि० ए० एम० जान, ज्वायन्ट एडिटर, "मेल-मिलाप"; और (७) पं० जगत नारायण, सेक्रेटरी।

१. कार्य-कारिणी कमिटी की ता० १७-५-४१ की बैठक की रिपोर्ट पढ़ी गई और मंजूर की गई।

२. कार्य-कारिणी कमिटी की बैठकों में मेम्बरों की हाज़िरी पर विचार किया गया और यह तय पाया कि—

"कार्य-कारिणी कमिटी की राय है कि मेल-मिलाप ऐसोसियेशन के नियम न० १५ के अन्त में ये शब्द जोड़ दिये जायँ—

"'और जो मेम्बर लगातार तीन मीटिंगों से ग़ैर-हाज़िर रहेगा उसका नाम कमिटी की मेम्बरी से ख़ारिज कर दिया जायगा।'

"इसलिये कार्य-कारिणी कमिटी प्रान्तिय मेल-मिलाप ऐसोसियेशन को शिफ़ारिश करती है कि उसकी अगली बैठक में नियम न० १५ का यह संशोधन मंजूर किया जाय।"

३. मेल-मिलाप ऐसोसियेशन की प्रगति पर विचार किया गया और इस सम्बन्ध में नीचे दिये फ़ैसले तय पाये—

(क) सेक्रेटरी को चाहिये कि अब तक ऐसो-सियेशन की जितनी शाखायें क़ायम हो चुकी हैं, उनके मन्त्रियों के पास कम से कम पक्ष में एक पत्र भेजा करें और हर ब्रांच से माहवारी रिपोर्ट माँगें।

(ख) हर सब-डिविज़नल ब्राँच से इस्तदोआ करनी चाहिये कि हर महीने में ऐसोसियेशन के कम से कम दस नये मेम्बर बनाये और हर ज़िला ब्राँच कम से कम बीस नये मेम्बर बनाये।

इसके लिये हम दो-तीन बहुत अच्छे २ सबक़ हासिल करते हैं:—

(१) हमें ख़ुदा की मर्ज़ी को, ईश्वर के विधान को, अच्छी तरह समझना चाहिये और उस पर दृढ़ता-पूर्वक डटे रहना चाहिये। चाहे ज़ाहिरा जो नुक़सान हो, पर उससे हटना नहीं चाहिये।

(२) सफलता के लिये त्याग और आत्म-बलिदान बहुत बड़े अस्त्र हैं। इनके ज़रिये वह काम पूरा होता है जो बाहरी बड़े से बड़े अस्त्र के ज़रिये कभी नहीं हो सकता।

(३) *हर हालत, हर परिस्थिति में लगन, उत्साह* और विश्वास के साथ अपने इष्ट लक्ष्य की पूर्त्ति में लगे रहना चाहिये। यह बड़े मार्के की चीज है। लगे रहने से ज़रूर असर पड़ता है और सख़्त से सख़्त हृदय पिघल जाता है —

'रसरी आवत जात ते, सिल पर परत निसान।'

यदि आज हम इन सिद्धान्तों के अनुकूल कार्य करें तो मेल-लिाप क़ायम करने में भी हम ज़रूर सफल होंगे। ज़रूरत है इन पाठों के अपनाने की, इनके अनुकूल आचरण करने की। आशा है पाठक-गण ज़रूर इस ओर ध्यान देंगे।

—सम्पादक।

उदाहरण महारे महा-पुरुष हमारे सामने छोड़ गये हैं। ऐसे महा-पुरुष सभी देशों और सभी जातियों के मध्य आये हैं और उन सबों ने जो कुछ किया है समस्त मनुष्य जाति के हित के लिये किया है। उनके नजदीक जाति, धर्म आदि मनुष्य समाज की उन्नति के लिये भिन्न २ आवश्यक साधन मात्र हैं—सबको एक साथ मिलाने के लिये, एक दूसरे से अलग करने के लिये नहीं। अस्तु, यहाँ हम ऐसे दो महा-पुरुषों के उदाहरण देंगे: हज़रत मुहम्मद साहब और महात्मा ईसा-मसीह।

यह इतिहास की बात है—कोई कपोल कल्पना या अनुमान की बात नहीं—कि हज़रत मुहम्मद साहब को कैसी विकट परिस्थिति में अरब के जंगली लोगों के बीच अपना कार्य करना पड़ा था। उस ज़माने के वहाँ के लोग कितने जंगली थे इसका आज ठीक २ अन्दाज़ करना मुश्किल है। कोई नियम तो वे जानते ही नहीं थे। लूट, मार, जुल्म, व्यभिचार यही आम तौर से उन लोगों का काम था। ईश्वर को तो वे भूल ही बैठे थे। एक ईश्वर की जगह ३६० ईश्वर बना रखे थे। और कट्टरता उनकी ऐसी थी कि किसी आदमी को ज़रा उनकी प्रचलित राय के ख़िलाफ़ एक बात कहना क्या था अपनी जान से खेल जाना था। ज़रा आपस में अनबन हुई और खून-ख़राबी की नौबत आई।

ऐसी परिस्थिति में उन्होंने काम किया। कोई उनके संदेशों को सुनने का रवादार नहीं था। लोगों ने बहुत सख्त विरोध किये। आपको अत्यन्त कड़ी मुसीबतें झेलनी पड़ीं। जब लोगों के जुल्म से आप आजिज़ आ गये तो आपको मजबूरी मक्का छोड़कर मदीना जाना पड़ा। वहाँ भी चैन से वक़्त नहीं कटा। कई लड़ाइयाँ हुईं और कितनों में उन्हें खुद भी भाग लेना पड़ा था। पर अन्त में आपको पूरी सफलता हुई। इसका सबूत है इसलाम धर्म का जारी होना और संसार में इसका व्यापक प्रचार होना।

इसी तरह महात्मा ईसा-मसीह को भी अत्यन्त विरोधी परिस्थिति में ही कार्य करना पड़ा था। आप तो प्रेम के अवतार थे और अहिंसा के इतने सच्चे पुजारी कि आपका उपदेश था कि अगर कोई आदमी एक गाल पर थप्पड़ मारे तो दूसरा गाल भी उसकी ओर फेर देना चाहिये। लेकिन किसी भी हालत में मारने वाले के प्रति कोई बुरा भाव अपने मन में नहीं लाना चाहिये—बदला लेना तो दूर रहे।

आपने अत्यन्त सुन्दर उपदेश लोगों को दिये। लेकिन लोगों ने समझा कि ये हम लोगों को गुमराह कर रहे हैं। इसलिये झूठा इल्ज़ाम लगा कर लोगों ने बड़ी बेरहमी के साथ आपका क़त्ल किया। याद कीजिये उस वक़्त तकलीफ़ की हालत में आपने क्या किया। लोग तो आपके अंग अंग में काँटे ठोंके जाते थे और आप हृदय से भगवान से प्रार्थना करते थे कि "हे भगवन्, तू इन्हें क्षमा कर दे, क्योंकि इन्हें नहीं मालूम की ये क्या कर रहे हैं।"

अस्तु, इस प्रकार आपके शरीर का अन्त हुआ। लेकिन अन्तिम नतीजा क्या निकला? ईसाई मज़हब क़ायम हुआ और दृढ़ता के साथ क़ायम हुआ और आगे चल कर सारे संसार में उसका व्यापक प्रचार हुआ।

इसी प्रकार हमारे महा-पुरुषों ने, संसार के सभी सन्त महन्तों ने, हमारी रहबरी के लिये कठिन से कठिन विरोधी परिस्थिति में सफलता-पूर्वक कार्य करने की कुंजी हमारे सुपुर्द की है। अगर हम उनकी जीवनी और उनके सदुपदेशों पर ध्यान दें तो हमें अच्छी तरह मालूम हो जायगा कि आज की कठिन पेचीली समस्याओं को कैसे हल करना चाहिये; कैसे सख्त से सख्त विरोधी परिस्थिति में अन्तिम और स्थायी सफलता प्राप्त करनी चाहिये।

सफलता की कुंजी

आज मेल-मिलाप एक अत्यन्त कठिन-सी समस्या दीख पड़ती है। हर आदमी आसानी से इसकी उपयोगिता समझता है। पर साधारण तौर से वह साथ ही साथ यह भी समझता है कि आज इस लक्ष्य का पूरा होना सम्भव नहीं। इस भाव को दूर करना अत्यन्त आवश्यक है, क्योंकि जब तक यह भाव दूर नहीं होगा, तब तक हर्गिज़ मेल-मिलाप नहीं हो सकेगा।

इसमें सन्देह नहीं कि मेल-मिलाप के रास्ते मे अनेक कठिनाइयाँ हैं—बड़ी २ कठिनाइयाँ हैं। वैर विरोध फैलाने वाली शक्तियाँ आज चारों ओर बहुत ज़ोर पर हैं। नतीजा यह है कि आज मेल-मिलाप की पुकार नक्कारखाने में तूती की आवाज़ के मानिन्द है।

फिर हम देखते हैं कि हमारे देश के बड़े से बड़े प्रतिष्ठित नेता मेल-मिलाप की कोशिश करते २ हार थक कर मजबूरी चुप हो बैठे हैं। ऐसी हालत में हम साधारण मनुष्य भला क्या कर सकेंगे?

पर इसमें हताश होने की कोई बात नहीं। ग़ौर करने से साफ़ ज़ाहिर होगा कि आज की लड़ाई और बर्बादी के प्रधान कारणों में नेता-गण का हाथ कुछ कम नहीं है। वर्त्तमान परिस्थिति में यह एक ख़ास सबक़ सीखने और व्यवहार में लाने का है कि हमें नेता-गण से सतर्क रहना चाहिये। अतः यदि नेता-गण हार थकें तो कोई ख़ास डर या दुःख की बात नहीं।

वास्तव में कोई सच्चा नेता अपने लक्ष्य की पूर्ति में कदापि हताश नहीं होता है। जैसे २ कठिनाइयाँ और विरोधी शक्तियाँ उसके सामने आती जाती हैं, वैसे २ और अधिक लगन के साथ वह अपनी कोशिशें बढ़ाता जाता है और अपने लक्ष्य की पूर्ति की ओर आगे बढ़ता चला जाता है। वह अच्छी तरह जानता है कि किस परिस्थिति में उसे कैसे चलना चाहिये, किस विरोधी शक्ति का कैसे मुक़ाबला कर अपना लक्ष्य पूरा करना चाहिये।

जिन नेताओं में हमें इन सद्‌गुणों के अभाव दीख पड़ें, हमें अच्छी तरह समझना चाहिये कि ऐसे नेता अभी कच्चे हैं। लीडरी का पेशा उन्होंने अख़्तियार किया सही, पर अपने फ़न में अभी बहुत ना-वाक़िफ़ हैं। भगवान ऐसे नेताओं से आज हमारी रक्षा करें!

भाई, मेल-मिलाप की समस्या केवल हिन्दुस्तान की समस्या नहीं है। आज हिन्दुस्तान इसके लिये बदनाम ज़रूर है। आज ज़रूर हमारे लिये एक बड़े शर्म की बात है कि हम हिन्दू मुसलमान एक न बन कर आपस में लड़ते झगड़ते हैं। पर वास्तव में मेल-मिलाप आज व्यापक रूप में सारे संसार की समस्या है। यहाँ हम हिन्दू मुसलमान यह नहीं समझ रहे हैं कि एक दूसरे के साथ कैसे मुल्क के अन्दर मेल-मिलाप से यानी मिल-जुल कर रहना चाहिये। वैसे ही वे यह नहीं समझते कि संसार में किस तरह एक राष्ट्र को दूसरे राष्ट्र तथा राष्ट्रों के साथ अमन-चैन से मिल-जुल कर रहना चाहिये। खुलासा यह कि आज सारी मनुष्य जाति को एक भाव से मेल मिलाप का सबक़ सीखना है और समय सबको यह सबक़ सिखा कर ही रहेगा।

कठिन से कठिन, अत्यन्त विरोधी परिस्थिति में सफलता पूर्वक काम करने के अत्यन्त सुन्दर

सम्राट अकबर का भक्त सूरदास के नाम पत्र

(ले०—श्री बालमुकुन्द मिश्र, तर्करत्न)

नीचे लिखा पत्र सम्राट अकबर के मन्त्री अबुल-फ़ज़ल ने भक्त सूरदास को उनके एक पत्र के जवाब में लिखा था। अबुल फ़ज़ल के भानजे अब्दुल समद के ग्रन्थ "मुन्शियात" के दूसरे भाग मे यह पत्र दर्ज है।

सम्बत् १६४५ में काशी के हाकिम ने हिन्दुओं पर अत्याचार शुरू किया। फ़रियादी हिन्दुओं के सम्बन्ध में भक्त सूरदास ने एक पत्र काशी से सम्राट अकबर को लिखा। भक्त सूरदास के पत्र को पढ़ कर हाकिम के ऊपर अकबर को बेहद क्रोध आया। अकबर ने अबुल फ़ज़ल से कह कर भक्त शिरोमणि को जवाब लिखवाया—

"परमात्मा को पहचानने वाले ब्राह्मणों, योगी, सन्यासी, महापुरुषों के शुभ चिन्तन से ही बादशाहों का कल्याण होता है। साधारण से साधारण बादशाह भी अपनी मति के विपरीत भगवद्भक्तों की आज्ञा का पालन करता है। तब जो बादशाह धर्म, नीति और न्याय परायण है, वह तो भक्तों की इच्छा के विपरीत चल नहीं सकता।—मैंने आपकी विद्या और सद्बुद्धि की प्रशंसा निष्कपट आदमियों से सुनी है। आपको मैंने मित्र माना है। कितने ही विद्वानों एवं सत्यनिष्ठ ब्राह्मणों के मुंह से मैंने सुना है कि आप इस ज़माने के भक्त शिरोमणि हैं। आपके तपश्चर्या की परीक्षा हुई है और आप उसमें खरे उतरे हैं। हाल में हज़रत अकबर बादशाह इलाहाबाद पधारने वाले हैं। आशा है आप वहाँ आकर उनसे मिलेंगे। ईश्वर को धन्यवाद कि बादशाह आप को परम धर्मज्ञ जानकर अपना परम मित्र समझते हैं। भगवान मुझे भी आपके दर्शन का लाभ शीघ्र दे, जिससे इस दास को भी आपका सत्सङ्ग मिले और आपके वचनामृत सुनकर मैं भाग्यशाली बनूं।

"सुना है काशी के करोड़ी का* बर्ताव अच्छा नहीं है। बादशाह को सुनकर बहुत बुरा लगा। बादशाह ने उसकी बरख़ास्तगी का फ़रमान लिख दिया है। अब नये करोड़ी की नियुक्ति का भार सम्राट ने आपके ही ऊपर छोड़ा है। इस तुच्छ अबुल फ़ज़ल को हुक्म हुआ है कि आपको इसकी इत्तला दे दे। आप ऐसा करोड़ी चुनिये, जो ग़रीब और दुखी प्रजा का समस्त भार सम्हाल सके। आप की सिफ़ारिश आने पर बादशाह उसकी नियुक्ति का हुक्म देंगे। बादशाह आप में ख़ुदा की रहमत देखते हैं इसलिये आपको यह तकलीफ़ दी है। वहाँ पर ऐसा हाकिम होना चाहिये, जो आपकी सलाह के मुताबिक़ काम करे। कोई खत्री जिसे आप क़ाबिल समझें, ऐसा व्यक्ति जो ईश्वर को पहचान कर न्याय और प्रेम से प्रजा का लालन-पालन करे, उसका नाम आपकी तरफ़ से आने पर नीमगुक्क (करोड़ी) करा देंगे। परमेश्वर आपको सत्कर्म करने की श्रद्धा दे और आपको सत्कर्म के ऊपर स्थिर रखे।"

विशेष सलाम।

दास,
अबुल फ़ज़ल।

---

* जिस हाकिम के ज़रिये कम से कम ढ़ाई लाख रुपये लगान वसूल हो उसे करोड़ी कहते हैं।

—"विश्ववाणी", जून १६४१, से

मेल-मिलाप

वर्ष २ | पटना, १७ अगस्त, १९४१ | अङ्क १०

कुछ करके हम दिखायें

(र०—मौ० हाशिम साहब, खज़ांची रोड, पटना)

आ, दोस्त! मिलके बाहम
उल्फ़त का गीत गायें।
इसमें है राज़ जो कुछ
दुनिया को फिर सुनायें॥
हम दें जहाँ को ऐसा
पैग़ाम दोस्ती का।
दुश्मन भी दिल से अपने
सब दुश्मनी भुलायें॥
इस मै-कदा में कोई
महरूम रह न जाये।
भर के मये मुहब्बत
दुनिया को फिर पिलायें॥
हाथों से अपने दामन
इन्साफ़ का न छूटे।
कुछ ग़म नहीं जो आयें
सौ तरह की बलायें॥
सब भाई भाई होते,
हिन्दू हों या मुसल्माँ।
तब मादरे वतन से
मिलतीं हमें दुआयें॥
बूढ़े हमारे थक कर
बैठे तो ग़म नहीं है।
आ, नौ-जवान हिन्दी!
कुछ कर के हम दिखायें॥

कोई नहीं है ग़ैर

(नैरंगे ख़्याल से)

कोई नहीं है ग़ैर, बाबा!
कोई नहीं है ग़ैर॥
हिन्दू मुस्लिम सिक्ख इसाई,
देख, सभी हैं भाई भाई।
भारत-माता सब की माता,
गंगा देवी सब की माई॥
मत रख मन में बैर, बाबा!
कोई नहीं है ग़ैर।
कोई नहीं है ग़ैर० ॥१॥

भारत के सब रहने वाले,
कैसे गोरे, कैसे काले।
छूत अछूत के झगड़े पाले,
पड़ गै जिससे जान के लाले॥
काहे का यह बैर, बाबा!
कोई नहीं है ग़ैर।
कोई नहीं है ग़ैर० ॥२॥

राम समझ, रहमान समझले,
धर्म समझ, ईमान समझले।
मस्जिद कैसी? मन्दिर कैसा?
ईश्वर का स्थान समझले॥
कर दोनों की ख़ैर, बाबा!
कोई नहीं है ग़ैर।
कोई नहीं है ग़ै० ॥३॥

گورنمنٹ بہار، سی پی، یو پی، اڑیسہ، سندھ کے محکمہ تعلیمات سے منظور شدہ

میل ملاپ

جلد ۲ | اکتوبر ۱۹۴۱ء | نمبر ۱۲

بادل

خاص میل ملاپ کے لئے

سید علی سجاد قنبر رضوی عظیم آبادی۔ پٹنہ

کالا کالا وہ چلا آتا ہے اُڑتا بادل
نورِ ایمان کئے دل میں اُجالا بادل

برق گروادیِ ایمن کا پتہ دیتی ہے
قصہ گوکل کے کنھیا کا ہے کہتا بادل

توبہ توبہ مری توبہ بھی عجب نازک ہے
ٹوٹ جاتی ہے وہیں اُمڈے جو سایا بادل

دھرم کا ہو جو دھنی وہ بھی کہیں رکتا ہے
کس عقیدت سے چلا آتا ہے متھرا بادل

کالی کملی میں ہیں انوارِ الٰہی پنہاں
یا کہ دل میں لئے پھرتا ہے تمنا بادل

رات کی دیوی پئے غسل چلی آتی ہے
رخ پہ گھونگھٹ ہے کہ ہے زلفِ کلیسا بادل

رہنمائی کے لئے روشنیِ برق ہوئی
دستگیری کے لئے دیکھو وہ آیا بادل

برق دیتی ہے زمانے کو محبت کا پیام
گوندھتا ہے درِ خوش آب کا سہرا بادل

ہم بھی بڑھتے ہیں ادھر سے جو قریب آئیں آپ
بھائی بھائی ہیں گلے مل کے کریں میل ملاپ

تعزیہ اور مہابیری دل

عموماً مذہبی جلوس ہو یا اور کوئی، انسان کو انہماک کچھ ہوتا ہے خصوصاً ایسے جلوس میں جو شہر یا محلہ والوں کی شرکت اور مشورہ سے نکلتے ہوں، ہندوستان میں جب کوئی کام مذہب کے نام پر کیا جاتا ہے تو خواہ مسلمان ہوں یا ہندو، اپنی جوش عقیدت میں سرشار نظر آتے ہیں، وہ کبھی کبھی عقل کی سرحد سے باہر چلے جاتے ہیں۔ بڈھے، جوان، اور بچے دلچسپیاں لیتے ہیں، اسکی سجاوٹ، اسکی بزرگی اور خوبصورتی پر اپنے شہر یا محلہ کی عزت کا انحصار سمجھتے ہیں،

ابھی تک ہندوستان کے بعض شہر اور محلے انہیں خصوصیات سے مشہور ہیں، جیسے الہ آباد کا رام لیلا، بنارس کا بڑھوا منگل، لکھنؤ کا چپ تعزیہ کو امیار کا محرم وغیرہ، ان موقعوں پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک محلہ کے باشندے اپنے جلوس کو دوسرے محلہ پر فوقیت دینے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس کے لئے آپس میں جھگڑے بھی ہو جاتے ہیں، یا تاریخوں میں یہ یک وقت جلوس کا مقابلہ ہوتا ہے تو آپس میں ایک دوسرے پر آوازے کستے ہیں، کبھی آگے پیچھے جانے پر دل ہلا دینے والے جھگڑے ہوتے ہیں۔ آپس کی برادری اور شادی بیاہ اسکی بدولت ترک ہوتے ہیں۔

ہندوؤں نے اگر مسلمانوں کے جلوس کے ساتھ ایسا کیا یا مسلمانوں نے ہندوؤں کے جلوس کے ساتھ جھگڑا فساد کیا تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذہبی اختلاف اور تعصب مذہب کے باعث ایسے جھگڑے ہوتے ہیں، لیکن اسی ہندوستان کی سرزمین پر ایسا بھی ہوتا رہتا ہے کہ ہندو، ہندو سے، اور مسلمان مسلمان سے لڑ جاتے ہیں سر توڑتے ہیں اور مقدمہ بازی میں پیسے ٹھیکریوں کی طرح سے صرف کرتے ہیں،

کیا ایسے جھگڑے مذہب کے نام پر یا در حقیقت مذہب کے جوش میں ہوتے ہیں؟ ہرگز نہیں، پھر جھگڑے کیوں ہوتے ہیں اور اسکا امکان کیا ہے؟ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ دراصل تام نمود اپنی بستی، محلہ، یا شہر کا مقصود ہوتا ہے۔

بعض خاص قسم کے جھگڑے ہندوستان میں پیشتر ہیں، جیسے گاؤکشی، رام لیلا، مسجد کے سامنے باجا، مہابیری دل یا رتھ یاترا اور تعزیہ، اگر اچھی طرح سے غور کیا جائے تو شاید پچانوے فی صدی ہندو یا مسلمان اپنے ان افعال و اعمال کو خالص مذہبی ارکان سمجھکر نہیں بجالاتے ہیں، بلکہ ایک قسم دو کاج سمجھ کر دلچسپی لیتے ہیں اسی پردہ میں دوسرے محلہ والوں سے یا قوموں سے، یا مذہب والوں سے انتقام کی پیاس بجھاتے ہیں۔

سمستی پور (صوبہ بہار) میں ایک مشہور موضع [illegible] نگر ہے

بدقسمتی سے یہاں کے ہندو اور مسلمان برادری میں اسلئے تنازع چل رہا تھا کہ مہابیری دل کا جلوس مسلمانوں کے محلہ سے نہ جائے کیونکہ یہاں مسجد ہے اور کثرت سے مسلمان آباد ہیں اور انکی دل آزاری ہوتی ہے، اسی طرح سے ہندوؤں کا مطالبہ تھا کہ انکی آبادی سے تعزیہ کا جلوس نہ گذرے اور نہ تعزیہ کے لئے درخت کی شاخیں کاٹی جائیں یا اوس ہندو کے کھیت سے محرم کے جلوس کے لئے، مٹی نہ آئے جہاں سے برابر آتی رہی ہے۔

اس جھگڑے نے تین سال تک رام نگر کے باشندوں کے سینوں میں اختلاف اور رنج کی خمیر تیار کی اور اس قدر رگرماگرمی ہونے لگی کہ اطراف کی بستیاں ایک دوسرے کی ہمدرد اور مخالف ہونے لگیں، مقامی حکام نے اپنی ہر امکانی کوششیں کیں لیکن یہ گتھی نہ سلجھنی تھی نہ سلجھی۔

گذشتہ ماہ اگست کے آخر میں آل انڈیا میل ملاپ اسوسیشن کا ایک پروشیل جلسہ سمستی پور میں ہوا، اسکی صدارت عالیجناب خاں بہادر محمد عمر صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دربھنگہ نے فرمایا، اور اس جلسہ میں مقامی سب ڈویزنل افیسر بھی موجود تھے دوران جلسہ میں رام نگر کے دیرینہ قضیہ کا قصہ پیش ہو گیا، جس پر بعض حاضرین جلسہ نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ یہ جھگڑا طے پا جائے تو بہتر ہے۔

میل ملاپ اسوسیشن کے پنڈت جگت نارائن صاحب بی۔ اس۔ سی۔ سکریٹری اور مسٹر بادھاکانت شرن ریٹائرڈ اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس و الس پریسیڈنٹ بہار ریفارم فیکل فیڈریشن نے اسی جلسہ میں یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ اس جھگڑے کو جس طرح سے ہو اپنے اصول کار کے مطابق طے کر کے چھوڑا جائیگا۔

یہ ظاہر ہے کہ میل ملاپ اسوسیشن کے ان کارگذاروں کو اپنی خدمات کے علاوہ اور بھی معزز اور مقامی لوگوں کے خدمت کی ضرورت پیش آئی۔

مقامی میل ملاپ اسوسیشن کے ممبر اور سرپرست بابو نارائن شرن پرشاد سنہا وکیل سمستی پور، اور حاجی محمد شکور صاحب رئیس) تاجر سمستی پور نے بھی) گفت و شنید میں بڑی مدد پہونچائی، اور یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ جناب حاجی محمد شکور صاحب نے جن دشواریوں اور رکاوٹوں کا مقابلہ کر کے اسوسیشن کے اس مقدس مقصد کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا وہ ہر ایک سے انجام پانا دشوار اور تقریباً ناممکن ہو چکا تھا، اسی سلسلہ میں مسٹر مسعود الدین احمد بی۔ اے (علیگ) بی۔ ال۔ سکریٹری مسلم لیگ دربھنگہ سے تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ نے بھی بڑی جانفشانی اور دیانت سے اسوسیشن کے لوگوں کا ساتھ دیا اور صلح کرانے میں بید معین ہوئے،

حسب دستور چند با اثر لوگوں نے خفیہ طور سے اسوسیشن کی کوششوں میں رکاوٹیں ڈالنی شروع کر دیں۔ لیکن ان محبت بھرے دلوں کو جو اسوسیشن کے کارکنوں کے سینوں میں بے لوث تڑپ رہے تھے، اوس نے ناامید نہ ہونے دیا، کوسوں کی دوڑ دھوپ، دیہات کے پانی و کیچڑ بھرے راستے اور دیہاتی بھائیوں کی منطق نے ذرا بھی ناامید نہ ہونے دیا اور اس بات پر فیصلہ کرا کر

چھوٹی کہ مہابیری دل اور تعزیہ بدستور ذراسی راستہ کی ردو بدل سے نکالا کریگا، اور اس پر ہندو و مسلمان دونوں کاربند ہونگے، اسکی ذمہ داری بڑے اور معزز لوگوں نے اپنے سر لی، اپنی رواداری کا ثبوت دیا۔

- حاجی محمد شکور صاحب (رمین) چونکہ خود صلح کے لئے زیادہ کوشاں تھے اسلئے آپ جلوس کو صلح و امن سے نکلوانے میں کامیاب ہونے اور ۱۰ ستمبر کو جلوس کے بعد ہی آپنے سکریٹری میل ملاپ اسوسیشن کو مبارکباد کا تار دیا کہ مہابیری دل کا جلوس حسب صلح نامہ نکل گیا۔

اُمید ہے کہ تعزیہ کا جلوس بھی اسی انہاک اور شان شکوہ اور ہندو مسلمان کی شرکت سے نکل جائیگا۔

اسوسیشن کے کارکنوں کو موضع رام نگر کے سمجھوتہ کے موقع پر تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ خاص جھگڑنے والے عنصر (ELEMENTS) اکثر اپنی غرض اور مطالبہ سے ناواقف ہوتے ہیں اور چند خودغرضوں کے بہکانے سے تنازع ڈال کر اپنی اور اپنے کل بستی یا شہر والوں کی جان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں، مقامی صلح پسند جماعت کا فریضہ ہے کہ وہ خودغرضوں کو روکیں خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں۔

ایسے خودغرض انسان جو دوسروں کو لڑاکر خون بہاکر خود دبنے کی فکر میں ہوتے ہیں، یہ اپنے وطن اور اپنی قوم کے دشمن ہوتے ہیں، حکام کو بھی پریشان کرتے ہیں اور بے قصور انسانوں کی جان اور مال کو خطرہ میں ڈالتے ہیں، ایسوں کے ساتھ قانون کا سلوک سخت ہونا چاہیئے تاکہ دوسری جگہ کے فسادی کسی قسم کا فساد مچا نہ سکیں۔

ضلع دربھنگہ کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا ایک خط ہمارے سامنے موجود ہے جسے آپ نے میل ملاپ اسوسیشن کے کارکنوں کے لئے تحریر فرمایا ہے، اس خط سے آپکی خوشی اور اطمینان کا پورا پتہ ملتا ہے۔

آپ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ "میں اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں کہ میں بابو رادھاکانت شرن۔ بی۔ ال۔ ریٹائرڈ اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس، بابو جگت نارائن۔ بی۔ اس۔ سی، ہیڈ ماسٹر صوفیل لاج، بابو نارائن شرن پرشاد سنہا، وکیل سمستی پور، مولوی حاجی محمد شکور، سمستی پور ممبران انجمن میل ملاپ کا اور اون کے دوسرے شرکا کا شکریہ ادا کروں، اسلئے کہ اونکی گرانقدر خدمات نے فرقہ وارانہ اختلافات کو موضع رام نگر، تھانہ وارث نگر، سمستی پور سب ڈویژن کا طے فرمایا جو کہ تین سال سے چل رہا تھا،

یہ بات ہر طرح سے مان لی گئی ہے کہ میل ملاپ اسوسیشن کے دلی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ فرقہ وارانہ اتحاد اوس موضع میں ہوگیا اور ۱۰ ستمبر ۱۹۴۱ء کو مہابیری دل کا جلوس نکالا گیا یہ عدیم المثال نمونہ ہے جو کہ میل ملاپ اسوسیشن نے قائم کیا ہے اسکی ہر جگہ تقلید کرنا مفید ہوگا۔

امید ہے کہ اسوسیشن ترقی کرے اور اسکو عالمگیر شہرت حاصل ہو۔

ناظرین میل ملاپ گذشتہ ماہ میں یہ اطلاع میل ملاپ کے کالموں کے ذریعہ سے دی گئی تھی کہ روحانی علوم و نجوم وغیرہ پر مضامین مستقل طور سے شائع ہوتے رہیں گے، لہٰذا اس اعلان کی تحت میں ہم نے یہ خدمت بھی اپنے سر لی ہے، لیکن ہمیں اُمید ہے کہ اس معاملہ میں ماہرین اور کاملین ہمارا ہاتھ بٹائیں گے، اور میل ملاپ کو وہ درجہ عطا کریں گے کہ اسکے مضامین کی صحت اور صداقت و نیک نیتی عام طور سے مان لی جائے، اور قابل اعتبار باتیں اس میں شائع ہوتی رہیں بعض دوسرے رسالوں کی طرح سے اسے پست خیال نہ تصور کیا جائیگا۔

انسانی ارتقاء

از

ایف۔ ٹی۔ ایس

فی زمانہ انسان جس دورِ ارتقاء سے گذر رہا ہے اس کے پہلے نہ معلوم کتنے ہی منازل اور طے کر چکا ہے۔ اکثر حکمائے انسان کے وجود کو قدیم مانا ہے۔ ان کے خیال میں جب ذاتِ باری کے سوا کچھ بھی نہ تھا جسکو عالم ھو سے تعبیر کیا جاتا ہے تو اُس وقت بھی علم واجب الوجود میں ساری کائنات موجود تھی۔ اِسے حکما تخلیق کا نقطۂ اول تصور کرتے ہیں اور اُسی معنے میں وہ عالم کو قدیم کہتے چلے آئے ہیں۔ شاید آپ کو بھی اس ذہنی قدامت کے مان لینے میں کوئی تامل نہ ہو۔ لیکن قبل اسکے کہ ہم انسان کے مختلف دورِ ارتقا کو مفصل بیان کریں۔ مثال کے طور پر دو ایک باتیں پہلے عرض کر دینی ضروری ہیں۔

آپ نے شملہ۔ منصوری۔ دارجلنگ کشمیر یا اسی طرح کے اور دوسرے برفستانی علاقوں کی سیر فرمائی ہوگی۔ اگر آپ نے بچشم خود نہیں دیکھا ہو تو آپ کو اپنے دوستوں سے سنکر یا کتابوں میں پڑھکر وہاں کے قدرتی مناظر کی دلکشی کا ضرور علم ہوگا۔ شاید آپ کو اس سے انکار نہ ہو کہ اُن مقامات میں سب سے زیادہ نمایاں جو چیز نظر آتی ہے وہ وہاں کے پہاڑوں کی سربلند چوٹیاں ہیں جو ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ جہاں حیوانات کا تو کیا ذکر نباتات کا بھی وجود نہیں ہوتا۔ یہی چوٹیاں ہندوستان کے بڑے سے بڑے دریاؤں کا معدن اور مخزن ہیں۔ ان چوٹیوں سے بارہوں مہینہ آفتاب کی حدت کی بدولت برف پگھل پگھل کر چھوٹے چھوٹے جھرنوں کی شکل میں بہتی رہتی ہے۔ یہی پتلے پتلے سوتے ہندوستان کے بڑے سے بڑے دریاؤں کا وجودِ اصلی ہیں۔۔۔۔

اب ذرا پہاڑوں سے اُتر کر دامنِ کوہ کی سیر کیجئے۔ یہاں کا منظر وہاں سے بالکل ہی مختلف نظر آئیگا۔ میلوں ہرے بھرے درخت جابجا رنگ برنگ کے خوشنما پھولوں سے لپکتے ہوئے مُرغ زار چمن طائرانِ خوش الحان کا جُھرمٹ چشموں کے پانی کی روانی اور اُسکی سریلی آواز۔ ذرا اور آگے بڑھکر دیکھئے تو ان چھوٹے چھوٹے چشموں کے آبِ رواں کی چادر جتنی وسیع ہوتی جائیگی اُنکی روانی کا زور

کم ہوتا جائیگا۔ یہانتک کہ دریا کی شکل اختیار کر لینے کے بعد ان میں اتنا سکون پیدا ہو جائیگا جس سے مخلوق خدا طرح طرح کے فائدے اُٹھا سکیں کھیتوں کی آبیاری کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ تجارتی مالوں اور مسافروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانا اور ایسے ہی ہزار در ہزار فوائد کا سرچشمہ اُبلتا نظر آئیگا۔

مذکورہ بالا مثال سے اتنا تو ضرور واضح ہو گیا ہوگا کہ اس وقت ہم آپ جسے ایک دریائے ناپید اکنار سمجھتے ہیں۔ اس کا اصلی باعث وجود آفتاب عالمتاب کی صرف چند کرنیں ہیں جنہوں نے پہاڑوں کی برف سے ڈھنکی ہوئی چوٹیوں پر چمک کر پہلے تو پتلے پتلے سوتے پیدا کئے اور جیسے جیسے وہ مل جلکر آگے بڑھتے گئے وسیع سے وسیع اور مفید سے مفید تر ہوتے گئے۔ ۔

آئیے اسی مثال کو ہم وجودِ انسانی پر منطبق کریں۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ جب آفتابِ وحدت کی پہلی کرن نے کوہ خودیِ انسان کی پر نور چوٹیوں پر چمکر انگوستیاں کیا تو وہی انسان کے موجودہ طوفان خیز دریا کا وجود اول تھا۔ رفتہ رفتہ اُس کوہِ خودی کی پتلی پتلی نالیوں نے چشموں کی اور پھر جیسے جیسے موقع ملتا گیا اس امنڈتے ہوئے انسانی دریا کی شکل اختیار کرلی لیکن کیا اسکی ارتقائی منزل اسی جگہ ختم ہو جاتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ جس طرح دنیا کے کل دریا سمندر تک پہونچکر خود کو بظاہر فنا کرنے کے بعد دُرِ مقصود حاصل کرتے ہیں اسی طرح انسانیت کے اس عظیم الشان دریا کو بھی ایک روز بحرِ ذخار حقا میں غرق ہوکے رہنا ہے جس کے بعد پھر اُسی آفتابِ وحدت کی کرنوں کی سیڑھیوں کے سہارے بام ارتقا کی انتہائی منزل تک پہونچتا ہے ..... بقول حضرت شاد مرحوم (عظیم آبادی)

دل اُسکی طلب میں صادق تھا گھبرا کے سوئے مطلوب ہو گیا
دریا سے یہ موتی نکلا تھا دریا ہی میں جاکے ڈوب گیا

ایک تاریخی افسانہ
راکھی بندھن

قمرالدین، عظیم آبادی

سلونو کا تہوار کیا آیا عید آگئی۔ ہر طرف مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ خاص کر رام کور کے یہاں تو جیسے شادی ہی ہے۔ کیوں نہ ہو آج وہ اپنے بھائی کیلئے راکھی لیجائے گی۔ ایسے ویسے بھائی کے یہاں نہیں۔ ایسے بھائی کے یہاں جسکی حکمرانی زمین پر بھی ہے اور لوگوں کے دلوں پر بھی۔ اُسکی راکھی ایسی شان سے جائیگی۔ جیسی کوئی بڑی برات۔

شام ہوئی ایک شور ہو گیا راکھی آ رہی ہے۔ ہر شخص راکھی دیکھنے چلا۔ لو وہ راکھی کا جلوس آ ہی گیا۔ آگے آگے کئی جوڑے باجے اسکے پیچھے بیسوں سوار سجیلے اور بھڑکیلے پوشاک پہنے چمکیلے تلوار لٹکائے گھوڑے کو ایڑ لگاتے چلے جا رہے ہیں۔ ہر قسم کے کاغذی

جھاڑ اور فانوس۔ جھنڈے جھنڈیاں جلوس کے پیچھے پیچھے لوگ اُٹھائے چل رہے ہیں۔ ایک بڑے سے تھال میں راکھی رکھی ہے اور زر سے بنے ہوئے کپڑے سے ڈھکی ہے۔ تھال کے آگے آگے شہنائی بجانے والے جھوم جھوم کر اپنا کمال دکھا رہے ہیں۔ تھال کے گرد اگرد بنی سنوری لڑکیاں اُچھل اُچھل کر چل رہی ہیں۔ بڑی بوڑھیاں مسکرا رہی ہیں۔ اور راکھو رکی خوشی کا کیا کہنا۔

راکھی کا جلوس بازاروں اور گلیوں سے گذرتا اپنی بہار دکھاتا شاہی محل کے دروازے پر پہونچا۔ خود بادشاہ نے دروازے پر آکر جلوس کا استقبال کیا۔ سب لوگوں کو محل کے بڑے کمرے میں بٹھایا۔ بادشاہ۔ شاہزادے اور اُمرائے سلطنت بھی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ بیگمات بھی چلمنوں اور جھلملیوں کے پیچھے آ بیٹھیں۔ جیسے ہلکے سفید بادلوں میں روشنی تارے۔ مہمان عورتوں کو بھی مناسب جگہیں دی گئیں۔ پہلے مہمانوں پر گلاب پاشی کی گئی اور اس کے بعد انکی تواضع پان اور شربت سے کیگئی۔

راکھو رنے تھال پر سے کپڑا سرکایا اور موتیوں کی جھلملاتی ہوئی خوبصورت راکھی نکالکر بصد خلوص بادشاہ کی کلائی پر باندھ دیا۔ بادشاہ نے بھی بصد اشتیاق راکھی بندھوائی۔ اس کے بعد خواصوں سے سینیاں منگوائیں۔ اِن میں طرح طرح کے کپڑے زیور۔ پھل اور میوے رکھے تھے اپنے ہاتھوں سے راکھو راور اس کے رشتہ داروں کو دیں۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب سلطنت اسلامیہ کے اقبال کا آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ بادشاہ زیادہ تر لوگوں کے دلوں کا سرور اور آنکھوں کا نور رہ گیا تھا آپس میں شیر و شکر۔ جنگ و فساد سے بے نیاز۔ یہ راکھی بندھن کی رسم اصل میں ہندوؤں کا تیوہار تھا لیکن یہ قلعہ کی رسموں میں بھی شامل ہوگیا تھا۔ یہ بھی سُن لیجئے۔

شاہ عالمگیر ثانی کو فقیروں اور سادھوؤں سے بڑی عقیدت تھی وہ انھیں بہت کچھ دیتا اور اُنکی قدر کرتا۔ جہاں کسی فقیر یا سادھو کی خبر سُن پاتا فوراً بلواتا۔ اگر وہ نہیں آتا تو خود اسکے پاس جاتا۔ اسکی اس روش سے اس کے وزیر غازی الدین نے غلط فائدہ اُٹھایا۔ اُسے کسی وجہ سے بادشاہ سے عداوت تھی چنانچہ قلعہ میں رہنے سے اپنے کو معذور دیکھکر اس نے ایک چال چلی مشہور کردیا کہ کوٹلہ میں ایک بہت بڑا فقیر آیا ہے جو نہ خود کہیں جاتا ہے اور نہ کسی کو آنے دیتا ہے۔ بادشاہ کو شوق ہوا۔ بے چین ہوکر ایک دن شب میں چپکے سے محل سے نکلا اور کوٹلہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہونچکر کھنڈروں میں تلاش شروع کی۔ وزیر کے آدمی لگے ہوئے تھے۔ چار نمکحراموں نے ملکر اُسے قتل کر دیا۔ اور لاش جمنا کے کنارے ریت پر چھوڑ کر بھاگ آئے۔

ایک براہمنی عورت کا گذر اُس طرف سے ہوا۔ اُس نے دیکھا کوئی چیز پڑی ہے۔ وید کے اشلوک پڑھتے ہوئے وہ لاش پر جھکی۔ غور سے دیکھا۔ پہچان گئی کہ خود بادشاہ سلامت کی لاش ہے۔ بادشاہ کی محبت ایکطرف دوسری طرف سناٹی رات۔

لیکن بادشاہ کی محبت زیادہ بھاری ثابت ہوئی۔ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ شب بھر لاش کی رکھوالی کرے گی۔ کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں ممکن ہے کوئی جانور لاش کو خراب کر دے۔ چنانچہ بہادر عورت رات بھر وہاں بیٹھی رہی۔ یہاں تک کہ سپیدہ صبح نمودار ہوا۔ لوگ جمنا میں نہانے آئے۔ یہاں یہ ماجرا دیکھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ خبر روشنی کی طرح تمام پھیل گئی۔ لاش کو اور بہادر براہمنی کو شاہی محل میں پہونچایا گیا۔ لاش تو سپرد خاک کی گئی۔ بادشاہ کے جانشین نے اس محبت کے صلے میں براہمنی کو بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ اور اُسے اپنی بہن بنایا۔

یہ بہن رام کو رکے سوا اور کون ہو سکتی ہے۔ جب سلونو کا تہوار آیا تو ہندو نی بہن اپنے مسلمان بھائی کیلئے راکھی لائی۔ مسلمان بھائی نے بھی اپنی ہندونی بہن کی خوشنودی کیلئے خوشی خوشی راکھی بندھوائی۔ اور ہندو مسلم میل ملاپ کی ایک مثال قائم کر دی۔ اور یہ سلسلہ بہت زمانے تک قائم رہا۔

کہا جاتا ہے تاریخ اپنے اوراق دہراتی ہے۔ کاش تاریخ اپنے آپ کو پھر دُہراتی!

کیا بہار کو ہوائی حملہ سے بچاؤ کی تیاری کرنی چاہئے؟

دشمن پر حملہ کرنے میں آجکل جو حربہ سب سے زیادہ کام آتا ہے وہ بم مار ہوائی جہاز ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ بم مار ہوائی جہاز کے ذریعہ سے حکومت اپنے ارادہ کو مخالفت کرنے والی آبادی سے بزور منوائے۔ اسکی صورت یہ ہے کہ لوگوں میں دہشت پھیلائی جائے۔ روزمرہ کی اقتصادی زندگی کو برباد کر دیا جائے اور آنے جانے کے راستوں اور ضروری صنعتی کارخانوں کو توڑ پھوڑ کر رکھدیا جائے۔ وہی لوگ اس طریقہ عمل کو ناکامیاب بنا سکتے ہیں جو اپنی حفاظت "تربیت اور اپنی مدد آپ کرنے کے لئے پورے طور سے منظم ہیں"

جتنا کہ ایک سال پہلے معلوم ہوتا تھا اُس سے کہیں زیادہ ہندوستان کے قریب لڑائی آ پہونچی ہے۔

زیادہ تر لڑائیوں میں تو یہی ہوتا آیا ہے کہ ملک کی دفاعی طاقت اسکی فوج تک محدود رہتی ہے۔ لیکن نازیوں کے تخیل جنگ اور ہوائی جہازوں کی بڑھتی ہوئی طاقت نے اس نظریہ کو بدل دیا ہے۔ آجکل کے ہوائی جہازوں کے ذریعہ یہ ممکن ہے کہ کسی ملک پر حملہ کر دیا جائے حالانکہ فوج بھی سرحد پر ہی لڑ رہی ہو یا فتح کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہو۔

کھلے اور بلا قلعہ بندی کئے ہوئے شہروں پر جہاں کوئی جنگی ٹھکانے نہیں ہوتے بم گرانا محوری طاقتوں کو بہت پسند ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ شہری آبادی پریشان ہو جائے اُن کی ہمت پست ہو جائے اور دلوں میں ڈر سما جائے۔ یہ مقصد ذیل کی باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱) دھماکے سے پھٹنے والے بموں سے شہر کے لوگ مارے اور زخمی کئے جائیں۔

(۲) آگ بھڑکانے [illegible] دھماکہ سے پھٹنے [illegible] کی بجا

عمارتوں میں آگ لگا دی جائے تاکہ مکان والے بے گھر ہو کر بد دل اور پست ہو جائیں۔

(۳) دھماکے سے پھٹنے والے اور آگن بموں سے صنعت۔ تجارت۔ کھانے پینے کے سامان کے رسل و رسائل۔ آنے جانے کے راستوں اور ریلوے جہاز۔ موٹر کے ذریعہ رسل و رسائل عوام کے فائدہ کی چیز مثلاً بجلی کی روشنی پانی کل وغیرہ کو بیکار کر دیا جائے۔

(۴) گیس بموں سے کھانے پینے کی چیزوں اور دوسرے سامانوں کو اس طرح خراب کر دیا جائے کہ لوگ استعمال نہ کر سکیں۔

آپ بجا طور پر یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ ٹینہ جمشید پور بجا گلپور دشمن کے بم مار ہوائی جہازوں کی زد کے اندر ہیں یا نہیں تو برطانیہ کے پاس تو ایسے بم مار ہوائی جہاز ہیں جو ۱۶۰۰ میل اڑ کر جا سکتے ہیں اور گولے گرا کر واپس آ جائیں کہا جاتا ہے کہ نئے ڈھنگ کے بم مار جو امریکہ اور روس کے پاس بھی ہیں ۳۰۰۰ میں جا سکتے ہیں۔ نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اگر محوری طاقتوں کو ہوائی اڈے مل جائیں اور وہ ہندوستان پر حملہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

ہندو مسلم اتحاد کی نئی تحریک

یو۔پی میں حسینی پنتھ کے پہاڑوں جنگلوں اور دیہاتوں میں شاندار جلسے کرنے کی اسکیم

مسٹر مہادیو پرشاد ام۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی کا ایک مضمون روزانہ سرفراز لکھنؤ میں یکم اکتوبر کو شائع ہوا ہے جسے ناظرین میل ملاپ کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔

مضمون سے معلوم ہوتا ہے، کہ کس قدر بہتر اور پاک اقدام یو۔ پی، کے ہندو کر رہے ہیں، اگر انکی ہمت افزائی علامہ جارچوی صاحب نے کی تو لاکھوں وحشی انسان جنگلی ارتقائے روحانی اب تک مہذب انسانوں کے رحم و کرم پر موقوف رہی ہے، انہیں راہ ہدایت ملیگی اور یہ بھی دنیا کی مہذب زندگی کے حصہ دار بنینگے۔

(اڈیٹر)

"مسٹر جگن ناتھ پرشاد بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ لکھنؤ حکیم کرشن سہائے نئی دہلی۔ مسٹر ایشور داس بی اے ایل ایل۔ بی لاہور۔ محترمہ کماری دیوی نند کور صدا ایڈیٹر اچھوت اخبار علیگڈھ سردار جوگندر سنگھ امرتسر۔ رائے صاحب نانک چند جی داسیہ کلکتہ۔ اور سوامی کلوگا نند اچھوت سیوک مسافر۔ وغیرہ جو ہمیشہ سے "حسینی پنتھ" کے طرفدار ہیں۔ اب اس میں ترقی دینے کے لئے۔ ایک

جاری کر رہے ہیں۔ کہ ایک وفد بنا کر سی۔ پی۔ کے پہاڑوں میں بھیل اقوام جو کثرت سے آباد ہیں اسی طرح سے بمبی کے اطراف میں گونڈ۔ کانپور و آگرہ ڈیویژن میں کھوڑے۔ اودھ کے دیہاتوں میں پاسی اور پنجاب کے اضلاع میں سانسی جو لاکھوں کی تعداد سے ان مقامات میں ہیں ان میں حسینی پنتھ کی تعلیم اور حضرت امام حسینؑ کا پیغام تمام مظلوم اقوام کے تام پہونچایا جائے۔ اس سلسلہ میں ٹریکٹ کتابیں ہر ایک زبان میں انہیں اقوام کے لیڈروں سے ان کی پبلک کی تقاریر کے ساتھ شائع کرانا۔ اور جلسہ کر کے اُن میں اخلاقی و روحانی جذبات پیدا کرنا مد نظر ہے۔ اس وفد کی تربیت اور تیاری کی امداد کے واسطے حضرت علامہ سید ابن حسن صاحب قبلہ جارچوی۔ ایم اے کی خدمت میں استدعا کی گئی ہے اور حسینی پنتھ کی سرپرستی تو اب حاصل کرنے کے لئے مہاراجکمار و راجہ صاحب محمود آباد سے التجا ہے کہ وہ اسکو کامیاب بنانے میں اپنا قیمتی وقت عنایت کریں۔

اگر ہماری اسکیم کو کامیاب بنانے کے لئے ناظرین دعا کرتے ہوئے ہر طریقہ سے مدد کریں گے تو کروڑوں اُن انسانوں کو جو انسانیت سے کوسوں دور ہزاروں سالوں سے رکھے گئے ہیں فائدہ ہوگا یہ غریب ایک مکمل انسان ہو جاویں گے۔ اور جن ریاستوں میں حسینؑ کا پیغام نہیں پہونچنے پاتا ہے وہاں بھی ہم کامیاب ہو سکے۔

روحانی دنیا ہے
مقناطیس شخصی اور عملی ہدایات

اس دور جدید میں دنیا کو معلوم ہے کہ انسان اپنی مقناطیسی طاقتوں سے بڑے بڑے کرشمے کرتا ہے، بڑے بڑے خود غرض اور ضدی انسانوں کو اپنے بس کا بنا لیتا ہے، تسخیر کا جادو صرف انسان ہی پر نہیں بلکہ جانوروں پر بھی محض اپنی خیال کی طاقت اور بعض جسمی صلاحیتوں کی وجہ سے چلتا ہے،

اس سلسلہ میں بھی عبرانی نجوم (جفر) کی طرح تفصیل سے باقاعدہ مضمون لکھا جائیگا اور یہ بتایا جائیگا کہ انسان کے خیال کی طاقت اور اوسکی مقناطیسی قوت کیا نہیں کر سکتی ہے اور اوسکی اصلیت کیا ہے،

یہ واضح کر دینا بہتر ہوگا کہ ان علوم کو محض کرشمہ سازی کے لئے بتانا ہمارا مقصود نہیں ہے، کیونکہ کرشمہ اور اپنی شہرت حاصل کرنے کے لئے ان طاقتوں سے کام لینا ہم لوگوں کا مسلک نہیں ہے، بلکہ اس کے تمام اون گوشوں پر بھی روشنی ڈالی جائیگی جو انسان کی ارتقائے روحانی (EVOLUTION) میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں، جنکا نام مذہب میں "گناہ" رکھا گیا ہے،

تجربہ سے یہ دیکھا گیا ہے کہ ان علوم کو بغیر کسی اوستاد کے بتائے ہوئے کرنا یا کتابوں سے ہزاروں انسان کی زندگی کو خطرہ میں ڈالنا ہے، اور کوچوں میں پچھتر فی صدی سڑی پاگل ان ہی علوم کے مارے ہوئے پھرے پھرتے ہیں، جنکی ارتقائے روحانی ناممکن ہو چکی ہے، اور ان کے نامہ اعمال سارے پڑے ہیں،

اسی مقناطیس شخصی کی مشق سے مسمریزم، ہپناٹزم، یا یوگ کی طاقتیں حاصل کی جاتی ہیں،

امید ہے کہ ان علوم کے شائق اگر بتائی ہوئی ہدایت پر چلینگے اور طاقت روحانی حاصل کرنے کی عجلت کو نظر انداز کرینگے تو بہت جلد روحانی صلاحیت پیدا ہوجائیگی، لیکن پھر یاد دلانا ضروری ہے کہ ان طاقتوں کو کھیل تماشہ یا خودی کی جذبات کو بچانے کے لئے نہ استعمال کیا جائے، کیونکہ یہ خطرہ سے خالی نہیں ہے، اور پھر دنیا کا کوئی طبیب یا ڈاکٹر اسکا معالج نہیں ہوسکتا ہے مادی کوششیں یہاں پر منقطع کردی جاتی ہیں،

اس مقناطیسی طاقت کو اپنے میں پیدا کرنے کے لئے مختلف اقسام کی احتیاط کی ضرورت ہے، سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کل خواہشات جو انسان میں پیدا ہوتے ہیں وہ حقیقی انسان کے نہیں ہیں، بلکہ کسی دنیاوی جذبہ کے ماتحت ہیں اپنا مادی جسم کچھ اور شئے ہے اور ہمارا ہونا کچھ اور ہے، جسم اور خواہشات پر قابو رکھنا اور ہر جذبہ کو سوچنا کہ یہ جسم کی خواہش ہے یا ہماری (...)، اس سے یہ مقصد نہیں ہے کہ اپنے جسم کو بھوکا رکھکر تلف کردیا جائے، یا گندہ رکھکر بیمار بنا دیا جائے، ہمارا جسم ہمارا گھوڑا ہے جس طرح سے اچھی سواری دینے اور جانور کو خوشنما رکھنے کے لئے کوشش کی جاتی ہے، اوسی طرح سے جسم کی بھی پرورش کی جائے تاکہ مضبوط اور چست و چالاک رہے، روزانہ غسل کرکے صاف ستھرا رکھا جائے، خصوصاً ہاتھ پیر کے ناخون کو بہت صاف رکھے جائیں اسمیں ایک راز ہے جو آئندہ بیان کیا جائیگا، اگر ایسا نہ کیا گیا تو مقناطیسی دھارا خراب ہوجائیگا اور تسلسل قائم نہ رہیگا اگر جلد اور اعلے درجہ کی روحانی طاقت حاصل کرنا ہے تو ذیل کی ہدایات پر عمل کیا جائے،

اپنی لالچ، غصہ، خودستائی چھوڑ دیا جائے دوستوں سے بھی محبت بغیر احسان جتائے کیا جائے، بی بی کو شوہر کی اطاعت اور وفاداری اور شوہر کو بی بی کا خیال ہمہ وقت بذات خود یوگ ہے، امیر کو غریب سے غریب کو امیر سے یا ہندو کو مسلمان سے یا مسلمان کو ہندو سے نفرت کرنا قلب کو خراب کرتا ہے، ایسے بغض اور کینہ رکھنے کی عادت ہوجائیگی اور اعلیٰ خوبیاں اور قدرتی راز اوس قلب میں سما نہ سکیں گے، ایک گھنٹہ کا تعصب یا کینہ رکھنا بھی قلب کو اچھے کاموں کے لئے مدت تک ناقابل بنا دیتا ہے۔

زندگی کو پاک صاف ہر طرح سے بنانا اور پھر ظاہری دکھاؤ دنیاداروں کی طرح سے رکھنا ضروری ہے، تاکہ جھوٹ اور مکاری کی گنجائش نہ رہے اپنے اپنے مذہب کے اعلیٰ احکام پر چلنا جھوٹ، فریب اور دغابازی سے بچنا ضروری ہے، عبادت کے اوقات کی سختی سے پابندی لازمی ہے،

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ معمولی سے معمولی کام کرنے سے بھی انسان کے جسم سے (AURA) مقناطیس حیوانی یا شخصی خارج ہوتا ہے، بلا ضرورت اپنے ہاتھوں سے کسی چیز کو چھوا چھوا نہ کیا جائے، بلا وجہ کوئی لفظ منہ سے نہ نکالا جائے، دوسروں کی حماقت یا غلطی پر تمسخر اور گناہوں پر نفرت نہ کیا جائے بلکہ اوسکو اچھا بنانے کی امکانی کوشش کی جائے اپنی عبادتوں میں اوس نالائق انسان کو لائق بنانے کی دعا کی جائے، بدوں کو خود بد کہکر اونکی بدی نہ بڑھائی جائے، یہ یاد رہے کہ مقناطیسی مشق سے روحانی طاقت بڑھتی ہے اور زبان میں بھی مثل برق کے اثر پیدا ہوتا ہے، جس کام کو کرنا ہو اوسے مستقل مزاجی سے کیا جائے، اپنے ارادے کو معمولی معمولی باتوں میں بھی پختہ رکھا جائے، زبان سے جو لفظ نکلے وہ سمجھکر نکالا جائے، جب اٹھنا بیٹھنا ہو تو نشست خمیدہ

نہ رکھا جائے بلکہ کمر سے گردن تک جسم سیدھا اور تنا ہوا رہے، آنکھیں جلد جلد نہ جھپکائی جائیں، اور نہ اسقدر کھلی رکھی جائیں کہ تکلیف ہو، جسقدر مزاج کا استقلال اور اطمینان بڑھیگا اُسی قدر قوت ارادی مضبوط ہوگی، جس چیز کو دیکھا جائے اوس پر دیر تک نظر جمایا جائے، اگر اپنی پیشانی سے بلند اشیاء پر صبح اور شام کو نظر جمایا جائے تو اور بھی مفید ہوگا۔

یہ مشق اعتدال سے اور نیک نیتی سے کیا جائے، ورنہ بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا، شاید اگر کسی قسم کی شکل محسوس کریں تو خط لکھکر دریافت کریں۔

غذا میں زیادہ گرم چیزیں نہ استعمال کی جائیں، گوشت اور مچھلی کا اثر قلب پر خراب ہوگا، کمزوری قلب (HEARTS' WEAKNESS) سے اکثر جان کا خطرہ ہے، روحانی مشق میں بڑی رکاوٹیں گوشت کی حیوانی اثر سے ہوتی ہیں جو خود کچھ دنوں کی مشق کے بعد معلوم ہو جائینگی کہ ایک دفعہ گوشت کھانے کے بعد روحانی طاقتیں کس قدر کمزور ہو جاتی ہیں، بے باز فقیر اور جوگیوں کی طرح سے صرف دنیا کو دھوکا دینے کے لئے طاقتیں منفی شکل میں پیدا ہوتی ہیں، جس سے بدکاری، لالچ، اور کل دنیاوی باتیں پیدا ہوتی ہیں اور انسان کی پاک زندگی برباد ہو جاتی ہے، ایسی معمولی اور محدود طاقتیں بتانا ہم اپنے لئے ذلیل اور گناہ سمجھتے ہیں، ہماری بتائی ہوئی باتوں پر حقیقتاً انسان نے عمل کیا اور کچھ سوچا تو اوس کی روحانی طاقت کی انتہا نہ ہوگی اور صرف تحمل اور ضبط طاقت کی بے انتہا تکلیف اٹھانی پڑیگی۔

علم جفر، علم الاعداد یا علم الحروف کے ماضی پر ایک سرسری نظر

علم جفر یا علم الاعداد کے متعلق معلوم ہے کہ یہ ایک وسیع علم ہے اور اس کے جاننے والے دنیا میں کم ہیں، چونکہ اس کی شہرت زیادہ ہو چکی ہے اور اس کے بعض کرشموں سے مخلوق واقف ہو چکی ہے اس لئے معمولی گنڈہ تعویذ جاننے والا یا علم الاعداد کا معمولی ماہر بھی یہ یقین کرانا چاہتا ہے کہ وہ ان علوم کا اچھا جاننے والا ہے، ہمارے نزدیک اس کا ماہر ہونا آسان نہیں ہے، جن صاحبان کا دعوئی ان علوم کو کامل طور سے جاننے کا ہے وہ ابتک اپنے آپکو مغالطہ میں ڈالے ہوئے ہیں

ہماری اس تنقید یا اظہار خیال سے یہ نہ تصور کیا جائے کہ ہم یہ دعوئی پیش کر رہے ہیں کہ "ہمارے سوا دوسرے اس علم سے واقف نہیں ہیں یا میں بہت بڑا ماہر ہوں، یہ خیال کرنا بھی اپنے کو اوتنا ہی مغالطہ دینا ہے جتنا کہ اپنے متعلق ماہر علم ہونے کا تصور کرنا ہے، ہماری تحقیقات اور ہماری ناچیز کوششوں کے جو نتائج ہیں وہ آپ کے سامنے پیش ہوتے رہینگے، ہماری تحریر کے علاوہ اور بھی ماہرین و کاملین سے استدعا ہے کہ اپنے بھائیوں کو فیض پہونچانے میں بخالت نہ کرینگے، اگر جس کچھ کہنا ہے تو اتنا کہ جو کچھ تحریر کیا جائے وہ سائنٹفک ہو یا کاملین کے حوالہ سے تحریر کیا جائے، بے بنیاد یا غیر مفید باتوں پر قلم فرسائی نہ کیا جائے۔

کیونکہ اکثر غیر معتبر مضامین دوسرے رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

آئندہ علم جفر کو اپنی سہولت کے لئے اور اوس موضوع کے لئے جو خاص طور سے ہم لکھنا چاہتے ہیں علم الاعداد کے نام سے پکارینگے تاکہ جفر کی ابتدائی تاریخ کا اندازہ بھی ناظرین کو ہو جائے۔

جفر یا علم الاعداد کو علم الحروف بھی کہا جاتا ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ جفر کے کئی حصے ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ منسوبات و افعال ہیں پہلا زینہ جفر کا بہت زیادہ بلند ہے جن کے توسل سے آسمانی کتابیں کچھ زیادہ آسانی سے سمجھ میں آتی ہیں، آیات قرآنی کے تراجم صحیح اور خفیہ رموز کے ساتھ اکثر و بیشتر معلوم ہوتے ہیں جس سے رونگٹے کھڑے ہو جانے والی باتیں معلوم ہوتی ہیں، دوسرا زینہ علم اخبار کا ہے، جس سے سوالات کے جوابات حل ہوتے ہیں، تیسرا زینہ خواص حروف تہجی کا ہے اور انکے اثرات سے دنیا کے نظم و نسق میں تغیر و تبدل پیدا ہوتے ہیں، چوتھا زینہ نقش و تعویذ کا ہے جو نہایت پست اور زیادہ تر مادی انسانوں کے حرص و ہوس کا دوزخ بھرنے والا ہے، دنیا میں خود غرضی کو اس سے وسعت حاصل ہوتی ہے، دست غیب، حب اور بغض، کی پیاس پوری کی جاتی ہے اور چلہ کشی کے بعد ندامت ہوتی ہے تو اسمائے الٰہی سے بد اعتقادی یا بیزاری کا اعلان ہوتا ہے،

ہم اپنے حد علم تک اس بات کی کوشش کرینگے کہ اس علم کو ایک گہرے فلسفہ اور سائنس کی شکل میں پیش کریں اور جن لغویات کے باعث مقدس علوم بدنام ہو کر رہ گئے ہیں اونکا پول کھول دیا جائے، ہمیں کہانتک کامیابی ہوگی؟ یہ ہم نہیں کہہ سکتے ہیں، ہمارا اشارہ کسی کی طرف ہرگز نہیں ہے، بلکہ دنیا کو حسن روحانیت کے رنگ پر چلنا چاہئے اوسکو مدنظر رکھتے ہوئے اعلیٰ مسائل حل کرنے کی ہم کوشش کریں گے، جن کا ماننا یا اوس پر عقیدہ رکھنا کسی شخص کو لازمی نہیں ہے۔

ابتک جو کچھ لکھا گیا ہے اوس مقصد کو پورا کرنے کی تمہید تھی جسے لکھنا منظور رہے، اُمید ہے کہ ناظرین نکتہ چینی اور عیب جوئی کی نیت سے اسے نہ ملاحظہ کرینگے بلکہ اس مفید اقدام سے اگر ممکن ہو تو فائدہ اٹھائیں گے، ہم ان مسائل کے متعلق وہ باتیں بھی لکھا کرینگے جسے استادوں نے اور کاملین نے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی تھی، یہ اقدام ہمارا کاملین کی وسعت نظر پر اصلاح نہیں ہے، بلکہ اس تحت میں ہے کہ اب دنیا اپنے تجربات اور علوم میں بہت آگے بڑھ چکی ہے اور اس کے سامنے وہ باتیں اب اشارہ کنایہ سے رکھی جا سکتی ہیں جو کسی وقت راز تصور کی جاتی تھیں، اسی راز کی حفاظت کے لئے دنیا کے بڑے لوگوں نے اپنا سر دیا ہے اور گھر کا گھر مٹایا ہے،

ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس ترقی اور علمی دور کے بعد بھی عام دنیا راز حقانی کو برداشت کرنے کی قابلیت اور صلاحیت نہیں رکھتی ہے، لیکن پھر بھی انکشاف حقیقت ضروری ہے اور کرشمہ قدرت کو ہمیشہ چھپایا نہیں جا سکتا ہے، آہستہ آہستہ دنیا روحانیت کی طرف جا رہی ہے بعض مادہ پرست کبھی تو مذہبی جامہ کے بھیس میں اور کبھی ظالمانہ پردے جا کر حاملان راز کے سامنے آتے رہے ہیں اور ارتقا کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

طالبان رموز الٰہی کو ابھی تک "قبالہ" (جفر) سے زیادہ واقفیت نہیں ہے خواہ تھیا صوفی کے ممبر ہوں یا فری میسن کے یا طلسمی سائنس کے طالب علم ہوں۔

لوگوں کا عام طور سے یہ خیال رہا ہے کہ "قبالہ" سے صرف اتنا مطلب ہے کہ شعبدہ بازی کے تماشے دکھائے جائیں یا سحر و افسوں سے کام نکالا جائے یا حروف کے اعداد سے کچھ پیشنگوئیاں کی جائیں۔ قبالہ جاننے کے لئے عوام کا یہ بھی خیال رہا ہے کہ بغیر عبرانی زبان جانے ہوئے کچھ نہیں ہو سکتا ہے، حالانکہ یہ ان لوگوں کے توہمات ہیں جنہوں نے ان علوم کی طرف توجہ کرنا کار عبث سمجھا ہے،

عبرانی زبان کی (HEBREW) کی پہلی کتاب کا نام "قبالہ" (QABALA) ہے۔ جسکے معنی "حاصل کرنے" کے ہیں، اس کتاب میں رموز الٰہی تحریر ہیں، پرانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے انہیں رموز کو پہلے پہل فرشتہ رضائیلؑ نے حضرت آدم تک پہونچایا اور فرشتہ جفائیلؑ نے "سام" کو اور فرشتہ زدکائیل نے حضرت ابراہیم کو تعلیم دیا۔

جس موضوع پر قلم اُٹھایا جا رہا ہے یہ بہت ہی دشوار ہے اور اس کے متعلق بڑی احتیاط سے کام لینا ہے، اسی سلسلہ میں یہ کہدینا بھی ضروری ہے کہ بعض خدائی راز کو سمجھنا اور اوس پر عامل ہونا دشوار تو ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں ہے، بعض اشخاص کا قول ہے کہ خدائی راز سمجھا نہیں جا سکتا ہے، یہ اون لوگوں کی پست خیالی یا بھول ہے۔ ایسے خیال والے مذہبی جماعت میں ہر فرقہ و قوم کے پائے گئے ہیں خواہ ہندوستان ہو یا یورپ، چین ہو یا امریکہ، اس محدود طبقہ کے خیال میں خدا کا راز جاننا خدا کی توہین کرنا ہے، یا خدا کو ان لوگوں نے ایسا سمجھ لیا ہے کہ خدا کی خدائی کے راز اگر معلوم ہوجائیں تو خدائی باقی نہیں رہے، اور خدا اپنی خدائی سے بے دخل ہو جائے۔

اللہ ہمارے جیسا محدود عقل اور ہاتھ پیر رکھنے والا نہیں ہے وہ خود ایک راز ہے اور اُسی راز کا نام انسان نے گھبرا کر خدا ایشور، گوڈ، گوٹ وغیرہ وغیرہ رکھدیا ہے ہم اور آپ جتنی باتیں جانتے ہیں، سُنتے ہیں، دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں یہ سب کچھ راز ہیں، اسی میں کوئی چھوٹا اور کوئی بڑا ہے، اگر ہم خدا کے بڑے سے بڑے راز کو معلوم بھی کرلیں تو کسی صورت سے پیغمبر یا خدا نہیں ہو سکتے ہیں، جتنی زیادہ صفتیں اوسکی تحقیقات کرکے نکالی جائیں گی اُتنی ہی زیادہ صفتیں اوس کی ہمارے امکان سے بلند و بالا دکھائی دینگی۔

دنیا میں ہم اور آپ جسے راز سمجھکر معلوم کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ راز ہمارے سینوں میں پوشیدہ ہے اسے مخلوق معلوم کرلے تو محو ہو کر رقصاں نظر آئے یا غلط فہم یہ بھی دنیا کے علوم میں سے ایک علم ہے جسے راز کہا جا رہا ہے ابھی بہت سے ایسے علوم راز کی شکل میں پوشیدہ ہیں آہستہ آہستہ قدرت کی طرف سے انسان کو ملیں گے اور آگے چلکر دن آجائیگا کہ انسان کو کسی کتاب یا اسکول و کالج کی ضرورت نہ ہوگی۔ کسی شخص کی خیریت دریافت کرنے یا جاکر ملنے یا کسی تار، ریل گاڑی یا جہازوں کی حاجت نہ ہوگی، بلکہ حسب خواہش وہ چیزیں سامنے ہونگی اور قدرت کے ہر چیز پر انسان کا تصرّف ہوگا، ان کُل طاقتوں اور علوم کے بعد بھی انسان کی مادّی جہالت باقی رہیگی۔ جس کے دور کرنے کے لئے اور ایمان کا آخری اور واحد سبق دینے کے لئے اوستاد کامل یا آخری روحانی پیشوا آئیگا۔

(باقی آئندہ)

دنیا کے وجود کے متعلق نیا نظریہ

از
اختر حسین خان
پٹنہ سٹی

نوٹ:۔ یہ اقتباس ہے اسی کتاب سے جو خاکسار " علم الجغرافیہ " پر لکھ رہا ہے۔ جس مسئلہ پر اس مضمون میں بحث کی گئی ہے اسکی حیثیت محض ایک تمہید کی ہے جسکا مقصد مبتدیوں کو ایک بدیہی حقیقت سے روشناس کرتا ہے۔ تفصیل یقینی طور پر ایک کتاب کی محتاج ہے۔ اگر سائنسدان حضرات نے اپنے قیمتی مشوروں اور تنقیدوں سے ہمت افزائی کی تو امید ہے کہ اس مسئلہ کو کتاب کی صورت میں جلد پیش کر سکوں۔

دو صدیوں سے زیادہ ہوا کہ سر اسحاق نیوٹن نے ایک روز پکے ہوئے سیبوں کو درخت سے ٹوٹ کر زمین پر گرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے متجسس دماغ نے یہ سوال کیا کہ سیب نیچے کیوں گر رہے ہیں۔ اوپر کیوں نہیں جاتے درانحالیکہ وسعت اوپر ہی کیطرف زیادہ ہے۔ اسی امر کو ثابت کرنے کے لئے نیوٹن نے مسئلہ کشش کی ایجاد کی اس کے اصطلاحی پہلو سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ کشش کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو زمین کو زمین پر رہنے والی چیزوں سے ہے دوسری وہ جو نظام شمسی میں ایک سیارہ کو دوسرے سیارہ سے ہے۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ گیند خواہ کتنی ہی قوت سے اوپر پھینکا جائے نیچے کیوں گر جاتا ہے۔ یا جب ۲۴ گھنٹے میں نصف حصہ ایسا گذرتا ہے کہ دنیا کے کچھ لوگ اوپر اور کچھ لوگ نیچے ہو جاتے ہیں تو نیچے والے لوگ گر کیوں نہیں جاتے؟ اسکا جواب کشش کی پہلی قسم سے متعلق ہے، زمین اپنے اوپر کی تمام چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ گیند اوپر جا کر غائب ہو جاتا ہے اور نہ لوگ اُلٹے ہو کر فضاء لامتناہی میں گر کر غائب ہو جاتے ہیں۔ نظام شمسی کے تمام سیارے اپنے اپنے دائرہ گردش پر چکر لگا رہے ہیں اور ان تمام سیاروں کے درمیان ایک نظام ایک قدرت کا بنایا ہوا قانون ہے جو ایک سیارے کو دوسرے سیارے سے ٹکرانے سے روکتا ہے۔ نظام شمسی کا ہر سیارہ ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اس طرح کی کشش کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کوئی سیارہ اپنی راہ سے الگ نہ ہوگا۔ اس نظام میں جسکا ذکر زیر بحث ہے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ گرم و روشن سیارہ آفتاب ہے۔

ماہرین علم الجغرافیہ و سائنس کا اب تک متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ دنیا جس پر ہم لوگ بستے ہیں اسی دہکتے ہوئے آفتاب کا ایک ذرہ ہے۔ جس میں آفتاب کے دہکتے ہوئے اجزا موجود ہیں۔ آفتاب سے الگ ہونے کے بعد اسکی جلد خشک و سرد ہو گئی ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ آج سے کتنا پہلے یہ پھٹ پڑی جو دنیا پر چھا گئی ہے۔ ذی روح کے رہنے کے قابل ہوئی، اس کا اندرونی حصہ آتش سیال ہے جسمیں آفتاب کے تمام اجزا موجود ہیں۔ دنیا میں آفتاب کی لاتعداد شعاؤں میں سے چند شعائیں ہیں جن کا کرشمہ دکھاتی ہے۔ یہ شعائیں ہم تک ...... ۹۳ میل کا سفر ۸ منٹ میں طے کر کے پہونچتی ہیں۔ موجودہ تھیوری کے مطابق اس دوری کی وجہ سے دنیا رفتہ رفتہ ٹھنڈی ہو کر سرد و مردہ ہو جائیگی۔

یہاں تک بتلانے کے بعد اب میں ایک ایسی تھیوری پیش کرنا چاہتا ہوں جو مندرجہ بالا سطور کے نتیجے سے موافق اور اسباب میں

مختلف ہے یعنی فنا کو تسلیم کرتی ہے لیکن فنا ہونے کے جو اسباب بتلائے گئے ہیں ان سے اختلاف کرتی ہے۔

موجودہ تحقیقات سے کرۂ نار کی تھیوری کہ یہ ایک آتش سیال ہے غلط ہو چکی ہے، میرے نزدیک یہ نظریہ کہ زمین آفتاب کی ایک حصہ ہے کوئی ثبوت نہیں رکھتا ہے۔ اگر محققین سائنس نے یہ پتہ لگایا ہے کہ زمین میں تمام وہ اجزا ہیں جو آفتاب میں ہیں لیکن اس سے کب ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آفتاب کی حصہ ہے جو اسکی گردش کی وجہ ٹوٹ کر اس سے الگ ہو گیا ہے۔ اور اس اصول کے ماتحت کہ گھومتی ہوئی چیز سے جو چیز الگ ہو جاتی ہے گھومنے لگتی ہے دنیا بھی فضا میں گھوم رہی ہے۔ اس اتفاقی ٹوٹ کر الگ ہو جانے سے نظام شمسی کا منظم ہونا امکان سے باہر معلوم ہوتا ہے۔ اگر حقیقت میں کوئی نظام ہے تو یقینی وہ زمین کے وجود کے پہلے سے ہوگا اور اگر ایسا ہے تو کشش کی تھیوری واضح کئے دیتی ہے کہ یہ اتفاقی حادثہ وسعت فضا میں ایک عظیم الشان خلفشار پیدا کرتا کہ تمام نظام بگڑ جاتا خود آفتاب ہی کی گردش میں ایک غیر معمولی تغیر پیدا ہو جاتا۔ مگر عقل تسلیم نہیں کرتی کہ تاریخ نظام میں کوئی ایسا واقعہ پیش آیا۔ پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ زمین آفتاب کی ٹکڑا ہے تو اس کے ماننے میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ ماہتاب بھی دنیا کا ایک ٹکڑا ہے۔ کیونکہ اس میں وہ تمام اجزا ہیں جو دنیا میں ہیں۔ پھر یہ دنیا سے قریب بھی ہے۔ علاوہ اسکے اسکی ٹھنڈک بتلا رہی ہے کہ مڑ ہوتی ہوئی زمین سے الگ ہو کر دور ہونیکی وجہ سے بالکل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ مگر ان تمام باتوں کا موجود ہونا ہی اس بات کی دلالت نہیں کرتا کہ ماہتاب زمین کا ٹکڑا ہے اسمیں کے اکثر اجزا زمین میں موجود نہیں ہیں۔ یہ یقینی زمین کے وجود میں اسکے بعد الگ ہی ہوگا اس وقت جیسا کہ پروفیسر پکرنگ کا خیال ہے کہ جب دنیا بخارات کا ایک سمندر تھی۔ ان کے نظریہ کے مطابق یہ حادثہ ۵۰ کروڑ سال سے ۵ ارب سال قبل تک کسی عرصہ میں ہوا۔ اور انکی تحقیق کے مطابق بحرا قیانوس (PACIFIC OCEAN) کا ٹکڑا زمین سے الگ ہو کر چاند بن گیا۔ فاضل پروفیسر کی تحقیق محض قیاس کی ایک تک بندی ہے۔ معیار عقل پر یہ بات نہیں اترتی کہ یہ شرف صرف بحرا وقیانوس ہی کو کیوں نصیب ہوا۔ اور سمندروں کے طبقوں نے کیا قصور کیا تھا درانحالیکہ سارا خطہ زمین یکسانیت کا حامل تھا۔ اور پھر اس وقت یہ بات قابل تسلیم ہوتی جب طول و عرض دنیا میں صرف وہی ایک خلیج۔ وہی ایک سمندر اور وہی نشیب ہوتا۔ مگر یہاں تو دنیا کا ۳/۴ حصہ پانی کی سیال چادر کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ آخر یہ نشیب کے وجود کا سبب کیا ہے؟ ان سے کون سا ستارہ بنا کونسے ماہتاب کی تخلیق ہوئی؟ پھر جب ہم بحرا وقیانوس اور چاند کے رقبوں کو دیکھتے تو اس نظریہ کے غلط ہونے کا بین ثبوت ملتا ہے۔ قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر یہ حادثہ گذرا ہے تو اس زمانہ میں جب تمام دنیا بخارات کی سمندر تھی ابھی ایک ہی ماہیت کی حامل دو ٹکڑے جب ایک اصل سے الگ ہونگے تو انکی ماہیت میں رفتار زمانہ کے اعتبار سے فرق متوازی اور برابر ہوں گے۔ مثال کے طور پر ادھ سیر پانی گرم کرکے اگر دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو ان دونوں کی حصوں کی حرارت میں ساتھ ساتھ اور برابر کمی ہوگی۔ اس سے انکار نہیں ہے کہ اگر ایک حصہ بڑا ہے تو وہ دیر میں ٹھنڈا ہوگا۔ لیکن اگر برابر حصے ہیں تو نتیجہ مندرجہ بالا ہوگا۔

(باقی آئندہ)

ऐसोसियेशन की आर्थिक अवस्था

मेल-मिलाप ऐसोसियेशन अभी एक बिल्कुल नई संस्था है। इसको कायम हुए अभी कुल चन्द महीने गुजरे। इसी बीच में इसने अपनी उपयोगिता का अच्छा परिचय दिया है। इससे सहज में अन्दाज़ किया जा सकता है कि इस आन्दोलन का भविष्य कितना उज्ज्वल हो सकता है और किस प्रकार इसके ज़रिये देश की सब से कठिन समस्या के हल करने में आशातीत सहायता मिल सकती है।

फिर भी ऐसोसियेशन की आर्थिक दशा अत्यन्त शोचनीय है। ऐसोसियेशन क़ायम होने के बाद कार्य-कारिणी कमिटी ने सात हज़ार से भी ज्यादे रुपये का बजट पहले वर्ष के लिये पास किया। यानी, अन्दाज़ा किया गया था कि ऐसोसियेशन का काम सुचारू रूप से आगे बढ़ाने के लिये कम से कम छः सौ रुपये माहवारी ख़र्च की ज़रूरत पड़ेगी।

यह रक़म कुछ ज्यादे न थी। असल में तो ऐसे महान कार्य के लिये कम से कम सात लाख रुपये का सालाना बजट बनाना चाहिये। पर अफ़सोस कि अर्थाभाव के कारण हम अपने बजट के मुताबिक़ भी नहीं चल सके हैं। "मेल-मिलाप" मासिक पत्र के साथ २ हमें इस समय क़रीब साढ़े तीन सौ रुपये का मासिक ख़र्च है।

पर अफ़सोस कि इतनी छोटी रक़म जमा करना भी मुश्किल हो रहा है। इस वजह से हमने जितना काम करने का निश्चय किया था उसका आधा भी हम कर नहीं सके हैं।

इस समय तो अत्यन्त ही कठिन परिस्थिति में ऐसोसियेशन पड़ा है। यदि सामयिक सहायता उसे मिली तब तो काम ज़रूर बहुत तेज़ी से आगे बढ़ सकेगा। इसमें कोई सन्देह की बात नहीं। लेकिन अगर काफ़ी सहायता इस समय न मिली तो ऐसोसियेशन का काम और भी कम कर देना पड़ेगा।

अब यह ऐसोसियेशन आगे बढ़े अथवा यहीं इसका अन्त हो जाय—इसका जवाब हमारे धनी-मानी, उदार-हृदय सज्जनों के हाथ है। आशा है वे ज़रूर ऐसी उपयोगी और होनहार संस्था को असामयिक मृत्यु से बचायेंगे तथा आर्थिक कठिनाइयों से बे-फ़िक्र होकर अपने महत्वपूर्ण सेवा कार्य में आगे बढ़ते जाने का अवसर इसे प्रदान करेंगे।

सहायता की अपील

सहायता के लिये एक अपील शीघ्र निकाली जा रही है। आशा है सभी समझदार सज्जन इस महान् और पवित्र कार्य में ज़रूर दिल खोल कर हाथ बटायेंगे। सभी शाखा कमिटियों को इस ओर भी पूरा ध्यान देना चाहिये।

"मेल-मिलाप" का दूसरा वर्ष

"मेल-मिलाप" मासिक पत्र का दूसरा वर्ष इस अङ्क के साथ समाप्त हो रहा है। ऐसे अवसर पर हम सबसे पहले एच० ई० एच० निज़ाम हैदराबाद की सरकार को हार्दिक धन्यवाद देंगे जिनकी सहायता से यह पत्र अपने जीवन का दूसरा वर्ष पूरा करने में आज समर्थ हुआ है। हम साथ ही उन दूसरे सभी सज्जनों के भी आभारी हैं जिन्हों ने आर्थिक सहायता द्वारा, लेख द्वारा तथा ग्राहक बनकर इसकी सहायता में हाथ बँटाया है।

पर यह पत्र तीसरा वर्ष पूरा कर सकेगा अथवा नहीं, यह एक अत्यन्त विकट प्रश्न हमारे सामने है। अगर इस आन्दोलन तथा इस पत्र से सहानुभूति रखने वाले सभी सज्जन थोड़ी २ भी मदद करें तो इस कठिनाई को भी पार कर जाना कुछ मुश्किल बात नहीं है।

हम अपने सभी ग्राहक सज्जनों से प्रार्थना करेंगे कि कम से कम दो नये ग्राहक शीघ्र बनाने की कोशिश करें और जिन लोगों ने अपने चन्दे नहीं दिये हैं उनसे कहेंगे कि कृपया अपने चन्दे शीघ्र भेज दें।

भगवान करे यह पत्र तथा आन्दोलन ज़िन्दा रहे तथा साहस पूर्वक अपने सेवा के कार्य क्षेत्र में अग्रसर होता रहे!

—सेक्रेटरी।

मेल-मिलाप ऐसोसियेशन की प्रगति

ऐसोसियेशन की शाखायें

अब तक ऐसोसियेशन की उन्नीस शाखायें इस प्रान्त (बिहार) के अन्दर कायम हो चुकी हैं। उनमें से चौदह शाखाओं के प्रधान अधिकारी वर्ग के नाम अगस्त अङ्क में प्रकाशित हो चुके हैं। शेष शाखाओं के नाम नीचे दिये जाते हैं—

(१) नवादा, जिला गया : सभापति—बाबू अच्युतानन्द सिंह, मुख़्तार; मंत्री—बाबू कमलेश्वरी प्रसाद, बी० ए०, एस० टी० सी० (फर्स्ट क्लास), डिप० इन० एड०, ऐसिस्टैन्ट टीचर, जी० सी० हाई इङ्गलिश स्कूल।

(२) हज़ारीबाग़ : सभापति—ख़ाँ साहब सैयद नूरुल हसन, वकील; सेक्रेटरी मि० नन्द किशोर प्रसाद वकील।

(३) समस्तीपुर, जिला दरभंगा : सेक्रेटरी—बाबू नारायण प्रसाद शरण सिंह, वकील।

(४) ससराम, जिला आरा : सभापति—मि० अब्दुर रहमान ख़ाँ, रिटायर्ड ऐसिस्टैन्ट कमिश्नर पुलीस, हैदराबाद स्टेट; सेक्रेटरी—मि० अबुल फ़ज़ल ख़ाँ।

(५) राँची : सभापति—ख़ाँ साहब अल्ताफ़ हुसेन, सेक्रेटरी—मि० अब्बास हुसेन ग़ज़नी, वकील।

* * *

राम नगर का समझौता

राम नगर, जिला दरभंगा, के साम्प्रदायिक समझौते का वर्णन पिछले अङ्क में किया जा चुका है। इस अङ्क में उसपर कुछ सज्जनों तथा समाचार-पत्रों की सम्मतियाँ तथा उससे सीखे जाने वाले पाठों के वर्णन पाये जायेंगे। यह ऐसोसियेशन की सफलता का पहला नमूना है जिसने सभी लोगों का ध्यान विशेष रूप से आकर्षित किया है। इससे साफ़ २ पता लगेगा कि उचित रूप से कार्य करने से इस ऐसोसियेशन द्वारा साम्प्रदायिक मेल-जोल क़ायम करने का कठिन कार्य सफलता पूर्वक पूरा हो सकता है।

यह काम अत्यन्त कठिन ज़रूर है, पर अभी भी संभाल के बाहर नहीं है। इस लिये ज़रूरत है कुछ पक्के, स्वार्थ-त्यागी, समझदार सेवकों की और धनी-मानी सज्जनों द्वारा आर्थिक सहायता की। आशा है ऐसे पवित्र और आवश्यक कार्य के लिये इन साधनों की कमी नहीं होगी।

* * *

बिहार प्रान्तीय मेल-मिलाप सम्मेलन

मेल-मिलाप ऐसोसियेशन की कार्य-कारिणी कमिटी की अन्तिम बैठक में यह बात तय पाई थी कि बिहार प्रान्तीय सम्मेलन की पहली बैठक जाड़े के आरम्भ में की जाय। उसकी तारीख़ कमिटी की अगामी बैठक में, जो शीघ्र होने वाली है, तय की जायगी। सम्भवतः यह बैठक अगले मास में होगी।

अर्थात्, अब समय बहुत कम रह गया है। इसलिये मेल-मिलाप ऐसोसियेशन की सभी शाखाओं तथा इस ऐसोसियेशन से दिलचस्पी रखने वाले सभी सज्जनों का ध्यान इधर आकर्षित किया जाता है। इस सम्मेलन को हमें पूर्ण रूप से सफल बनाना चाहिये।

इसके लिये पहला ज़रूरी काम है—ज्यादे से ज्यादे मेम्बरों को भर्त्ती करना। आशा है हर ब्राँच ऐसोसियेशन द्वारा ख़ूब चाव से इस काम को हाथ में लेकर जहाँतक मुमकिन हो नये मेम्बर बनाने की कोशिश की जायेंगी और उनकी सूचनायें शीघ्र प्रान्तीय आफ़िस में भेज दी जायेंगी।

कई बार उसने बुरे तौर से धोखे दिये। लेकिन आप हमेशे उसको माफ़ी बख़्शते रहे।

वह मरा तो आपने उसकी माफ़ी की नेमाज़ पढ़ी। इसपर हज़रत उमर ने कहा : "या रसूल-अल्लाह! आप इसके जनाज़े की नेमाज़ पढ़ते हैं, हालाँकि इसने यह कहा और यह कहा और यह कहा!" आपने यह सुनकर मुस्कुरा कर फ़रमाया, "हटो, ऐ उमर।" जब ज्यादे जिद किया गया, तो आपने फ़रमाया कि "अगर मुझे अख़्तियार दिया जाता और मालूम होता कि सत्तर दफ़े मैं नेमाज़ पढ़ूँ तो इसकी बख़्शिश हो सकती है, तो मैं इससे भी ज्यादे पढ़ता।"

* १६ *

हज़रत आयशा (आपकी बीवी) आपके बारे में फ़रमाती हैं : "आपकी आदत किसी को बुरा भला कहने की न थी। बुराई के बदले में बुराई नहीं करते थे, बल्कि माफ़ फ़रमा देते थे। आपने कभी किसी ग़ुलाम को, लौंडी को, किसी औरत को, नौकर को या किसी जानवर को अपने हाथ से नहीं मारा। जब आप घर के अन्दर तशरीफ़ लाते तो निहायत ख़ुश-दिल हो कर हँसते और मुस्कुराते हुए। दोस्तों में पाँव फैला कर नहीं बैठते थे। बातें ठहर-ठहर इस तरह फ़रमाते थे कि कोई याद रखना चाहे तो रख ले।"

* १७ *

हज़रत अली आपकी पैग़म्बरी के शुरू से आख़िर उम्र तक कम से कम तेइस साल तक आपकी ख़िदमत में रहे। वह आपके निसबत फ़रमाते हैं :

"आप हँसमुख, नरम-दिल और मिहर्बान थे। कोई बुरी बात मुँह से कभी नहीं निकालते थे। अपने दिल से आपने तीन चीज़ें बिल्कुल दूर कर दी थीं—बहस मुबाहसा, ज़रूरत से ज्यादे बात करना और जो बात मतलब की न हो उसमें पड़ना। दूसरों के मुतअल्लिक़ भी तीन बातों से परहेज़ करते थे—किसी को बुरा नहीं कहते थे, किसी की ऐबगीरी नहीं करते थे और किसी की अन्दरूनी हालतों की टोह में नहीं रहते थे।

"कोई दूसरा बात करता तो जबतक वह बात खतम न कर लेता, चुप सुना करते। लोग जिन बातों पर हँसते आप भी मुस्कुरा देते। जिन पर लोग तअज्जुब करते, आप भी करते। जबतक बोलने वाला ख़ुद चुप न हो जाता, आप उसकी बात दर्मियान से नहीं काटते थे।..."

* १८ *

मामूल यह था कि किसी से मिलने के वक़्त हमेशे पहले ख़ुद सलाम करते और हाथ मिलाने के लिये हाथ बढ़ाते। कोई आदमी झुक कर आप के कान में कुछ बात कहता, तो उस वक़्त तक उसकी तरफ़ से मुँह नहीं फेरते जबतक वह ख़ुद मुँह न हटा ले। किसी से हाथ मिलाते तो जबतक वह ख़ुद न छोड़ दे, उसका हाथ न छोड़ते। मजलिस में बैठते तो आपके घुटने कभी साथ के बैठने वालों से आगे निकले हुए न होते।

* १९ *

ओक़बा बिन आमिर एक सहाबी थे। एक दफ़े आप पहाड़ के दर्रा में ऊँट पर सवार जा रहे थे। ये भी साथ थे। आपने इनसे कहा, "आवो, सवार हो लो।" इन्हों ने गुस्ताख़ी समझा कि रसूल अल्लाह को पैदल उतार कर ख़ुद भला सवार हों। लेकिन आपने दोबारे कहा। अब इन्कार करना मुनासिब न जँचा। आप उतर पड़े और ये सवार हो लिये।

हज़रत मुहम्मद साहब की ज़िन्दगी की कुछ झलक

(ले०—श्री "लालाजी")

* ११ *

एक साहब ने आपसे किसी पर बद-दोआ करने की दरख़ास्त की, तो रंज होकर आपने फ़रमाया कि "मैं दुनिया में लानत के लिये नहीं आया हूँ, रहमत बना कर भेजा गया हूँ।" आपने दुनिया को पैग़ाम दिया—"एक दूसरे पर बोझ और हसद न करो; एक दूसरे से मुँह न फेरो; और ऐ ख़ुदा के बन्दो! सब आपस में भाई भाई बन जाओ।"

एक दूसरे मौक़े पर आपने फ़रमाया: "लोगों के लिये वही चाहो जो अपने लिये चाहते हो तो मुस्लिम बनोगे।"

फिर आपने फ़रमाया: "तुममें से कोई उस वक़्त तक कामिल मोमिन नहीं हो सकता जब तक वह सब लोगों के लिये वही महबूब (प्यारा) न रखे जो अपने लिये रखता है और जब तक वह दूसरे को बे-ग़रज़ सिर्फ़ ख़ुदा के लिये प्यार न करे।"

* १२ *

अहद की लड़ाई में आप पर दुश्मनों ने पत्थर फेंके, तीर बरसाये, तलवारें चलाईं, आपके दाँत तोड़ डाले और आपका मुँह ख़ून से भर आया। लेकिन इन हमलों का वार आपने जिस ढाल पर रोका, वह सिर्फ़ यही दुआ थी—"या ख़ुदा! तू इनको माफ़ करना, क्योंकि ये नादान हैं।"

* १३ *

तायफ़ एक मुक़ाम है। वहाँ के लोगों को जब इस्लाम की दावत दी गई, यानी, जब उन लोगों को इस्लाम क़बूल करने के लिये कहा गया, तो उन लोगों ने इस बात को ठट्ठा मज़ाक़ में उड़ा दिया। जिस वक़्त हज़रत मुहम्मद साहब वहाँ पनाह लेना चाहते, उस वक़्त वहाँ के लोगों ने आपको अपनी पनाह में लेने से इन्कार कर दिया, बल्कि आपका पाँव ज़ख़्मी करके लहू लुहान कर दिया। उनकी निस्बत ग़ैब से फ़िरिश्ते ने पूछा कि "हुक्म हो तो उन पर पहाड़ उलट दिया जाय।" जवाब मिला कि "शायद उनकी नसल से कोई ख़ुदा का पूजने वाला पैदा हो।"

* १४ *

दस बारह बरस के बाद उसी तायफ़ के लोगों ने इस्लाम की दावत के जवाब में तीर और ईंटे बरसाये और इधर लाशों पर लाशें गिर गईं। आपके साथ के लोगों ने अर्ज़ की कि "या रसूल-अल्लाह! इनके हक़ में बद-दुआ कीजिये।" आपने उसके लिये हाथ उठाये। लोगों ने समझा कि हुज़ूर इनके हक़ में बद-दुआ फ़रमायेंगे। लेकिन आपकी ज़ुबान मुबारक से ये अल्फ़ाज़ (शब्द) निकले कि—"या ख़ुदावन्द! तायफ़ के लोगों को इस्लाम नसीब कर और दोस्ताना इनको मदीना ला।"

वे मदीना आये और पैग़म्बर साहब की ख़ास मस्जिद में मेहमान ठहराये गये। वहाँ आप की ज़बान मुबारक से नसीहत पाकर वे सब के सब मुसलमान हो गये।

* १५ *

अब्दुल्लाह बिन अली एक शख़्स था जो सारी उम्र इस्लाम का दुश्मन रहा। ख़ुफ़िया तौर से हज़रत साहब और मुसलमानों की बातें दुश्मनों पर ज़ाहिर करके इनको तंग करने में कभी बाज़ नहीं आया।

शासन करेगी ! देश मनुष्य के भी अधीन नहीं हो सकता; क्योंकि जब देश सभी देशवासियों के अधीन हो गया, तो सब ही मालिक हो गये; फिर अधीन कौन हुआ ? फिर यदि देश कुछ लोगों के अधीन रहा तो मनुष्य इस नये अभिधान से कैसे हुआ ?

वस्तुत: कलियुग में न स्वाधीनता है, न हो ही सकता है ! तब निष्कर्ष यह निकला कि जो जितना ही विधि-निषेध नियमादि के अधीन है, जो जितना ही नियमबद्ध होकर धार्मिक बन्धनों के आधीन रहता है, वह उतना ही स्वाधीन है और आत्म-संतोष पाता है। इसके विपरीत होने से फल भी विपरीत ही होता है। इसके समस्त दैहिक स्वाधीनता निस्सार है। अस्तु, फलत: नियम, सुशृंखलता आदि के बन्धन में मन को रखकर चलने से ही सफलता तथा सच्ची स्वाधीनता प्राप्त होती है।

'ज्ञान-वर्द्धिनी समिति' ही के आदर्श को लीजिये। सेवा धर्म के नियमों, बन्धनों को मान कर चलने से ही आदर्श स्थापित हो सकेगा। मनमाना करने से नहीं। इसके सिवाय नियमानुकूल करने से यदि असफलता भी हो तो मन में ग्लानि नहीं आती, संतोष रहता है।

आज के वातावरण में एक और मनोभाव युवकों में आता है। वह भी स्वाधीनता के नये अर्थ के कारण ही उत्पन्न है। देखा जाता है कि अपने ज्ञान के सामने बड़ों की आज्ञा मानना, उनके बताये पथ पर चलना लोग अनावश्यक समझते हैं। उनकी बतों को दक़ियानूसी कह कर हँसी में उड़ा देते हैं।

परन्तु, विचार कर देखा जाय तो युवकों में कितना ही पढ़ा हुआ या सुना हुआ ज्ञान हो, उनमें एक बड़ा ही उपयोगी ज्ञान का अभाव है। वह है जीवन-यात्रा के कंटकाकीर्ण मार्ग में चलता हुआ विपरीत काल, कर्मादि कृत कठोर ठोकरों, विफलताओं द्वारा प्राप्त अनुभव।

यह शिक्षा की वह कड़वी घूंट है जिसे पीते ही युवकों की नसें ढीली पड़ जाती हैं। हतोत्साह होकर बैठ जाते हैं। यह वह ज्ञानलोक है, वह ज्योति है जिसके पास में रहने से जीवन-यात्रा के दुर्गम पथ के प्रत्येक ठोकर से, विफलता से, बच कर लोग सफलता की मंज़िल पर निर्विघ्न पहुँच सकते हैं।

यह ज्योति युवकों के पास नहीं और न इन्हें इसे पास रखने की इच्छा या फ़ुरसत ही है। जहाँ स्वराज्य शिखर पर स्वाधीनता सर्चलाइट की जगमग किरणें देखी की झट सड़क पकड़ ली। आगे कटु अनुभव की कितनी कटीली झाड़ियाँ, कितनी विफलता की दुर्गम घाँटियाँ हैं, इसका उन्हें पता नहीं। यदि अनुभव-गम्य ज्ञान या तालिका पास में होती तो पहले से सावधान हो कर सब आवश्यक साधनों के साथ यात्रा आरम्भ करते और विघ्न-बाधाओं को पार कर मंज़िल पर पहुँच जाते। कहने का तात्पर्य यह है कि प्रथम दृष्टि में साधारण मनुष्यों द्वारा प्राप्त अनुभव कितना ही तुच्छ मालूम हो, पर वह उपेक्षनीय नहीं है।

अस्तु, 'ज्ञान-वर्द्धिनी समिति' का आदर्श महान है, कार्य्य- क्षेत्र भी संकुचित नहीं है। इस आदर्श पथ पर चलने वाले युवकों को उपयुक्त कर्मों पर विचार कर त्रुटियों का उचित उपाय करके आगे बढ़ना चाहिये।

लगे हाथ इस स्वाधीनता की भी मीमांसा कर लेनी चाहिये। स्वाधीनता का उल्टा बन्धन है। विचार करके देखा जाय तो मन का बन्धन ही असल बन्धन है, देह का बन्धन तो कोई बन्धन नहीं। इसलिये मन पर विजय पाना ही सच्ची स्वाधीनता है और मन से हारना ही पराधीनता है। इसी मन के अनियमित बढ़ने से मनुष्य नाश पथ पर अग्रसर होता है और जिसने उद्योग-अध्यवसाय द्वारा मन को बढ़ने नहीं दिया वही सच्ची उन्नति कर सका।

दृष्टान्त के लिये कहीं दूर नहीं जाना पड़ेगा। अपनी चारों ओर देखियेगा तो मालूम हो जायगा कि जिसने मन को मारा वही सब कुछ कर सका और जिसने मन को मनमाना बढ़ने दिया वही विफलता, ग्लानि और अन्त में नाश को प्राप्त हुआ। इसलिये दान, धर्म, यम, नियम, कर्मादि जितनी साधनायें हैं सबका लक्ष्य एकमात्र मन को वश में करना है, क्योंकि सबसे कठिन शत्रु यही है। इसको वश में करके ही सब कुछ वश में होता है। तभी सफलता पाकर सच्ची स्वाधीनता का उपभोग संभव होता है।

" दानं स्वधर्मो नियमो यमश्च
श्रुतानि कर्माणि च सद्व्रतानि।
सर्वो मनो निग्रह लक्षणान्ताः
परो हि योगो मनसः समाधिः। "

ऊपर कह चुके हैं कि मन को वश में करना ही सच्ची स्वाधीनता है और मनके वश में होकर चलना ही पराधीनता है। परन्तु आज की सभ्यता का चश्मा उलटा लगा है। इसी से आज स्वाधीनता का एक अपूर्व अर्थ किया जाता है। पर वह अर्थ क्या है वह ठीक नहीं मालूम होता।

स्वाधीनता=स्व+अधीनता। इस 'स्व' के अर्थ पर ही स्वाधीनता का अर्थ निर्भर है। शास्त्र तो 'स्व' का अर्थ पुरुष बताता है; पर आधुनिक ऋषि क्या कहते हैं यह समझना कठिन है। लेकिन आजकल की स्वाधीनता के आचरणों को देखने से तो पता लगता है कि जो मनुष्य जितना ही विधि निषेध का उल्लंघन करे, जितना ही नियमादि को तोड़ अपनी इच्छा का गुलाम बने, वह उतना ही स्वाधीन समझा जाता है। इसमें अविश्वास करने या चौंकने की बात नहीं है। यदि युवक धैर्य्य के साथ अपने हृदय पर हाथ धर कर विचारेंगे तो बात ठीक पावेंगे! अतः 'स्व' शब्द से इच्छा या उच्छृ-ङ्खलता ही अभिप्रेत है। देखने से भी यही बात मालूम होती है। आजकल के भारतीय युवक इसी स्वाधीनता के लिये लालायित हैं।

अब देखना चाहिये कि यह है क्या वस्तु? अपनी इच्छानुसार चलने से, जो मनमें आवे वही करने से, लोग स्वाधीन कहाते हैं। किन्तु विचारणीय विषय यह है कि मनुष्य में इच्छानुसार कार्य्य करने की शक्ति ही कितनी है। देखिये, मनुष्य सदा सुख की खोज में रहता है, पर देखा जाता है कि सदा दुख ही मिलता है।

सुखाय दुःख मोक्षाय संकल्प इहि कर्मिणः।
सदाप्नोति हया दुःख मनी हायाः सुख वृत्तिः॥

अर्थात्, " सुख हेतु, दुःख नाश के लिये लोग सकल्प करते हैं, पर पाते हैं सदा दुःख ही। जिसे कोई इच्छा नहीं है वही सुखी है। " रोग कौन चाहता है? पुत्र-शोक कौन चाहता है? ग़रीब होना किसे पसन्द है? पर कितने की इच्छा पूर्ण होती है?

स्वाधीन देश ही को लीजिये, देश तो कभी देश के अधीन हो ही नहीं सकता? मिट्टी कैसे

पर नहीं, सेवा व्रतधारी को तो सफलता, असफलता की ओर देखना ही नहीं चाहिये। उसे तो सच्चे मन से काम करना है. फल तो भविष्य के हाथ है। (Do your duty come what may.) उसे तो सच्चे मन से काम करना है, ऊबना नहीं। 'सबते सेवक धर्म कठोरा', 'हरगिरि ते गुरु सेवक धरमूं', आदि इसके प्रमाण हैं।

लेकिन जितना ही यह कार्य्य कठिन है उससे कहीं अधिक आत्म-संतोष रूपी मीठे फल का देने वाला है। जिसने इस मीठे फल को चखा है उसे सब मिठी चीजों का मीठास फीका मालूम होता है। इसके अलावे धैर्य्य से काम करने पर सफलता भी अवश्य ही मिलती है, यह ऊपर से लाभ है।

अस्तु, ज्ञान की ज्योति भारत के एक कोने में छोटे से ग्राम में प्रकट हुई है, संकुचित क्षेत्र में। मसल मशहूर है कि घर में दिया जला कर तब बाहर जलाना चाहिये। घर को अन्धकार मे छोड़ कर बाहर पेट्रोमैक्स जलाना हास्यप्रद ही है। लेकिन इन दिनों होता है प्राय: यही।

पत्रों में पढ़ कर, नेताओं का भाषण सुन कर, देखादेखी अपक्व-बुद्धि युवक लोग घर का, पड़ोस का, सब-डिविजन, जिला, प्रान्त आदि का उद्धार न करके एक-बारगी भारत का उद्धार करने के लिये निकल पड़ते हैं और अन्त में हतोत्साह होकर उदासीन हो जाते हैं।

अत: सेवा-कार्य्य सुश्रृङ्खलता के साथ धैर्य्य पूर्वक करना चाहिये। अनियमित रूप से कार्य होना दुराशा मात्र है। पहले अपने जीवन को आदर्श के ढाँचे में ढालना होगा, जीवन के पत्येक पहलू को नियम-बद्ध करना होगा तब कार्य्यारम्भ करना होगा।

पर खेद का विषय है कि आज इस स्वान्त्र्य, स्वराज्य के वातावरण में एक विचित्र मनोभाव फैल रहा है। फैल ही नहीं रहा है बल्कि फैल चुका है। और वह है युवक दल का किसी बन्धन में नहीं रहना और नियम-बद्ध होकर चलने की अवहेलना करना। समाज बन्धन, जाति बन्धन तथा लौकिक नियम आदि को युवक व्यर्थ ही नहीं समझते, वरन् अपनी स्वाधीनता के भावों में व्यर्थ की रुकावट समझ कर इन्हें एकदम तोड़ देना भी चाहते हैं।

अच्छा, जरा स्वान्त्र्य की ही मीमांसा करके देखना चाहिये। लीजिये :—

(१) स्वदेश + स्वातन्त्र्य + स्वराज्य = कंस
(२) स्वदेश + स्वातन्त्र्य + स्वराज्य + लोकहित = श्री कृष्ण
(३) श्री कृष्ण – कंस = लोकहित (यही सभी ग्रन्थों के श्री कृष्ण का साध्य है)।

समीकरण प्रथम और द्वितीय में यह बात स्पष्ट है कि दो विभिन्न ध्रुवों के समान श्री कृष्ण और कंस की मनोरचना परस्पर विरोधिनी थी। इससे यह निश्चित था कि यदि दोनों एक ही समय पृथ्वी पर रहते तो लोकहित का सर्वथा नाश हो जाता :—

कृष्ण + कंस = (कंस + लोकहित) + (कृष्ण – लोकहित)। अर्थात् इस समीकरण के अनुसार लोकहित सर्वथा उच्छिन्न हो जाता है। अतएव समीकरण (३) के अनुसार निश्चय हुआ कि कंस का नाश केवल लोकहित के लिये अनिवार्य्य था, इससे उसका नाश कर लोक-हित की स्थापना की गई।

अब युवक देखें कि जिस स्वातन्त्र्य, स्वराज्य के साथ लोकहित न हो वह कितना निस्सार है। इसके अतिरिक्त स्वतन्त्रता, स्वाधीनता का यह मत नहीं है कि लोग किसी प्रकार के नियम या बन्धन में न रहें। अपना जीवन नियम-बद्ध नहीं है तो कार्य्य नियम-बद्ध कैसे? अनियमित कार्य्य में सफलता आकाश-कुसुम के समान है।

ज्ञान-वर्द्धिनी समिति (रामपुर) और युवकों का कर्त्तव्य

(ले०—श्री गीया प्रसाद सिंह रामपुरी)

समाज तीन प्रकार के मनुष्यों से बना है—शिशु, युवक और वृद्ध। इनमें शिशु अस्फुटित पुष्प हैं; इनमें काफ़ी सुबास कहाँ? वृद्ध झड़ते हुए फूल हैं; सुबास का विकास कर खाली हो गये। अर्थात् शिशु होंगे, वृद्ध हो चुके और युवक हैं।

अतः युवकों से कुछ कहना है। ज्ञान-वर्द्धिनी समिति का प्रादुर्भाव युवकों ही द्वारा, युवकों ही की आलस, अकर्मण्यता एवम् निद्रा को दूर करने के लिये हुआ है। इसकी जितनी जरूरत भारत में है, जहाँ अकर्मण्यता, आलस्य, आमर्ष, जड़ता, जहालत, दरिद्रता, कलह, द्रोह, द्वेष, दम्भ, आदि का अचल अपार अन्धकार छाया हुआ है—यह कह कर समझाने की बात नहीं—उतनी किसी भी अधः पतित देश को नहीं है।

ईन्धन की लकड़ी पत्ती आदि की टूटी पूंजी, दीप की टिमटिमाहट से लेकर, लालटेन आदि को पार कर विद्युत्-बल्ब की विशद किरणों का प्रगट होना इसी ज्ञान ज्योति लिप्सा को जाहिर करता है। बात भी उचित ही है क्योंकि ज्ञान ही प्रकाश तथा प्रकाश ही जीवन है और अज्ञान ही अन्धकार तथा मृत्यु है। इसलिये जो जाति जागरित जीवित है वह भी 'ज्ञान' से संतोष कर अघाती नहीं है। परन्तु भारतीयों को ज्ञान की जितनी जरूरत है—जरूरत ही नहीं, बल्कि जीवन-मरण का प्रश्न है—वह हृदयंगम करने की बात है।

आज से हजारों वर्ष पूर्व एक महापुरुष ने भयावनी अंधियाली में जन्म लेकर समस्त विश्व में ज्ञान की ज्योति फैलायी थी। ऐसी ही परिस्थिति में, वही भाव, वही सन्देशा लेकर 'ज्ञान-वर्द्धिनी समिति' जनता में आती है। कार्य्य-क्षेत्र महा-विस्तृत किन्तु अन्धकार से भरा है। धीरता के साथ सेवा के आदर्श को लेकर काम करना और पैर बढ़ाना है।

यहाँ भी स्वाभाविक ही उस महापुरुष की याद आती है। प्रायः यही दशा उस समय भी थी। देश में कंस का राज्य था। चारों ओर अनाचार का साम्राज्य था। पथ इतना कंटकाकीर्ण था कि उस पुरुष-रत्न को भी सावधानी तथा धैर्य्य के साथ चलना पड़ा था। कितना भय, कितना कष्ट, कितनी विफलतायें पार कर, आततायियों का तथा उस अन्धाधुन्ध का नाश होकर शान्ति, स्वराज्य का स्निग्ध प्रकाश प्रकट हो सका था।

ज्ञान-वर्द्धिनी समिति का कार्य क्षेत्र वैसा ही व्यापक होते हुये भी उतनी सामयिक सुविधायें उपलब्ध नहीं कर सकता। उस महापुरुष की महान शक्ति अप्राप्य है। समय भी अनुकूल नहीं तथा सबसे भारी कमी सच्चे कार्य्य-कर्त्ता की है। सेवा-व्रत की सुभग वेदी पर स्वार्थ (self) का बलिदान करना होगा। सेल्फ़ के रहते इस पथ पर चलना कठिन ही नहीं, असम्भव है।

दूसरी आवश्यकता धैर्य्य की है। ज़रा-सा ठोकर लगा, विफलता हुई कि उत्साह ठंढा पड़ गया, थौस कर बैठ गये, उदासीनता छा गई। चाहिये था आलस्य, अकर्मण्यता आदि से वैराग्य करना सो काम ही से वैराग्य कर बैठे। तर्क करने लगे कि जिसकी भलाई के लिये कहते या करते हैं वही हमसे द्रोह करता है, तो जाने दो हमें क्या करना है, आदि।

चेरो हाट का दंगा कैसे सुलझा

(ले०—मि० सैयद मुसलेहउद्दीन अहमद, बी० ए०, बी० एल०, दरभंगा)

मैं दरभंगा जिले के अन्दर समस्तीपुर सब-डिवीजन में सठमलपुर मौज़े का रहने वाला हूँ। हमारे खान्दान का तअल्लुक़ हिन्दू लोगों के साथ बहुत ही अच्छा बराबर से रहता आया है। इसकी एक मिसाल "मेल-मिलाप" के पिछले अङ्क में छप चुकी है।

लेकिन कुछ रोज़ हुए वक्त के फेर से कुछ लोगों ने मेरे खिलाफ़ लोगों को उभाड़ना चाहा। क्यों ऐसा हुआ इसके बयान की यहाँ जगह नहीं। मुख़्तसर यह है कि काम साधने के लिये एक साम्प्रदायिक बहाना रचा गया और हिन्दू-मुस्लिम उलझन का जैसा ज़माना आज गुज़र रहा है, उसमें उन लोगों की वह साज़िश काम भी कर गई।

मेरी ज़मींदारी में एक मौज़ा है चेरो। वहाँ एक अच्छा हाट लगता है और उस हाट से अच्छी आमदनी भी होती है। उस हाट में ज्यादेतर हिन्दू लोगों की दूकानें आती हैं और उसका इन्तज़ाम भी हिन्दू मुलाज़िमों के ही हाथ में रहता है। फिर भी कुछ लोगों ने हल्ला कर दिया कि चेरो हाट में गाय का गोश्त बिकता है। यह सुन कर उस इलाक़े के हिन्दू लोगों को बहुत दुःख हुआ। किसी ने सच्ची बात दरियाफ़्त करने की तकलीफ़ नहीं उठाई, जैसा कि ऐसे मौक़े पर अक्सर होता है, और फ़ौरन हिन्दू मुसलमानों के बीच दंगा हो गया। कई दूकानें लूटी गईं और कई और तरह से भी बहुत नुकसान पहुँचा।

तमाम सनसनी फैल गई। सरकारी अफ़सरान भी अपनी ड्यूटी पर आ जुटे और जैसे-तैसे लोगों में शान्ति स्थापित की गई। पर यह तो ज़रूरी था कि पता लगाया जाय कि इस मामले में कौन दोषी है और जो अपराधी हो उनकी सज़ा की जाय।

मैं यह सब देख कर बहुत दुःखी हुआ। मैं हैरान था कि झूठ-मूठ का यह दंगा क्यों और कैसे हो गया। ख़ैर, मामले को सुलझाने के लिये मुझे एक बात सूझी। वह यह थी कि मैं इस इलाक़े के कुछ प्रतिष्ठित हिन्दू लोगों पर ही इस मामले की सारी पंचायती और फ़ैसला छोड़ दूँ और वह जो कुछ फ़ैसला कर दें उसे मान लूँ।

लोगों ने मुझे इस इरादे से हटाने की बड़ी कोशिश की। उनका कहना था कि यह साम्प्रदायिक झगड़ा है। इसमें हिन्दू लोगों के लिये हिन्दुओं का पक्ष करना स्वाभाविक ही है। इसलिये हिन्दुओं के ऊपर इस मामले को छोड़ने से मुझे ज़रूर ही नुकसान उठाना पड़ता।

लेकिन मुझे तो विश्वास था कि मेरी ओर से हिन्दुओं के खिलाफ़ उनके दिल दुखाने के क़ाबिल कोई कार्रवाई नहीं की गई है। साथ ही अपने खान्दान का जो आम सलूक हिन्दू लोगों के साथ चलता हुआ था उससे मुझे पूरा विश्वास था कि पंचायती के मौक़े पर हिन्दू लोग हर्गिज़ अपनी जाति की पासदारी न करके ठीक इन्साफ़ करेंगे।

इसलिये मैंने मुक्तापुर के राय साहब सुन्दर सिंह, सारी के हरि वल्लभ बाबू और गोही के बाबू ठाकुर प्रसाद को ही पंच मुक़र्रर किया और उसमें किसी मुसलमान का नाम नहीं दिया। नतीजा क्या हुआ? इन लोगों ने दरियाफ़्त करके पता लगाया कि इस मामले में मेरा कोई दोष नहीं था; हाट के मामले में जो अफ़वाह उड़ाया गया था वह महज़ ग़लत था।

अस्तु, वह दंगा दबा और लोग फिर अमन चैन से एक साथ रहने लगे। आज भी चेरो हाट ज्यों का त्यों क़ायम है—न कोई झगड़ा है न फ़साद।

धर्म के नाम पर

(ले०—चक्रधर "ताजपुरी", पटना)

हम धर्म के नाम पर एक दूसरे के खून के प्यासे हो जाते हैं। खून की नदी बहाने के लिये तैयार हो जाते हैं। मनुष्यता के रक्षक धर्म के नाम पर हम कलंक का टीका लगाते हैं। परन्तु भारतेन्दु के शब्दों में धर्म हमें क्या कहता है ?--

हम प्रतच्छ हरि-रूपजगत हमरे बल चालत।
जल-थल नभ-थिर मो प्रभाव मरजाद न टालत॥
हमहीं नर के मीत सदासाँचे हितकारी।
इक हमहीं संग जात तजत जब पितु सुत नारी॥

इन सब बातों को मानते हुए भी हमने धर्म के रूप को भीषण बना रखा है। कितने परिश्रम और तपस्या से नर-देवों ने मनुष्यता रक्षार्थ धर्म प्रचार किये, परन्तु आज उन्हीं के नाम पर हम अनाचार का बाजार गर्म कर रहे हैं। क्या इससे उनकी स्वर्गीय आत्मा में टीस न उठती होगी ? वैमनस्य रूपी दावानल से पीड़ित होकर भी हम अपना टेक नहीं छोड़ रहे हैं।

अगर धर्म का भ्रमयुक्त टेक हम नहीं पकड़ते तो आज इस हीनावस्था को प्राप्त नहीं होते। गुलामी की चक्की में पिसा पिसा कर हमारे घरों में दाने के लाले पड़ गये हैं। देश में लीडरों की बाढ़ सी वृद्धि हो रही है, जिनका प्रोग्राम शान्ति की आड़ में अशान्ति ही फैलाना है साम्प्रदायिक भावनाओं के बीज यही बोते हैं। जितनी खून खराबी होती है सब इन्हीं के कारण। परन्तु ये लीडरान तो देश और धर्म की दुहाई देकर भोली जनता को ठगते हैं। सभी दुःखों की जड़ है—फूट, जिसका आविर्भाव धर्म के नाम पर होता है! फूट से क्या कभी धर्म या देश की भलाई हुई है! प्राचीन कवि गंग का क्या कहना है ?-

" फूट ते नरद उठि जात बाजी चौसर की,
आपुस के फूट कहु कौन को भलो भयो ? "

परन्तु धर्म के नाम पर यह अत्याचार अधिक होने की नहीं है। धर्म का विजय होकर ही रहेगा। दुनिया इस बात को महसूस करने लगी है। यद्यपि इस समय फूटरूपी विश्व-व्याली संसार को डँस रही है, परन्तु उसके पीछे " मेल-मिलाप " की देवी भी उसे नष्ट करने आ रही है। उस देवी का विजय निश्चय होकर ही रहेगा।

बिना अन्त तक पहुँचाये अधूरा हर्गिज़ नहीं छोड़ना चाहिये।

भगवान की मदद

राम नगर में दो तीन बार ऐसा अवसर आया कि तमाम ना-उमेदी छा गई। ऐसे अवसर पर भी लगे रहने से इस काम में भगवान का हाथ भी कई बार साफ २ देखने में आया। तूल के भय से उनका वर्णन यहां नहीं किया जाता है। लेकिन हम साफ़ देख चुके हैं कि लगन के साथ काम करने से गैब से अनायास भगवान की मदद मिलती है। इसलिये इस क्षेत्र में काम करने वाले लोगों को भगवान पर पूरा भरोसा रखना चाहिये।

खुलासा यह कि यह काम कठिन जरूर है। लेकिन साथ ही भगवान की मदद हमारे साथ है—समय की गहरी पुकार इस काम में हमारे साथ है। इसलिये पूर्ण विश्वास, उत्साह और उमङ्ग के साथ हमें इसमें लगना चाहिये।

अन्त में मेल-मिलाप होकर रहेगा। इसमें तनिक भी सन्देह की जगह नहीं। पर प्रश्न यह है कि उसके लिये निमित्त-मात्र कौन बनेगा। वह अपूर्व अवसर आज हर समझदार आदमी के सामने है। क्या हम इसे नहीं अपनायेंगे ?

—सम्पादक।

का जरूर प्रबन्ध करें। इसके लिये उन्हें जो कुछ भी तकलीफ उठानी पड़े उसको थोड़ा समझना चाहिये, क्योंकि इसके बिना सफलता कोसों दूर की चीज़ रहेगी। अत. इस पर चाहे जितना भी जोर दिया जाय थोड़ा है।

समझौता कमिटि

बीचवई लोगों को फिर इस बात की कोशिश करनी चाहिये कि जहाँ समझौते की जरूरत हो वहाँ के हिन्दू-मुसलमान दोनों की सम्मिलित सभा करके कुछ सुन्दर शब्दों में मेल-मिलाप के भावों में उन्हें ओत-प्रोत करके दोनों दलों से पाँच २ मुखियों के नाम चुन लिये जायें।

मेल-मिलाप का भाव हृदय के अन्दर आ जाने पर कोशिश करनी चाहिये कि भर शक हिन्दू लोग मुसलमान प्रतिनिधियों के नाम दें और मुसलमान लोग हिन्दू प्रतिनिधियों के। लेकिन अगर इसमें कुछ भी अड़चन दीख पड़े तो धीरे से इस बात को वहीं छोड़ कर हर जमात को अपने २ प्रतिनिधियों को चुनने देना चाहिये और उन्हीं को समझौते की सारी बातें तय करने का अधिकार रहना चाहिये।

एक छोटी सब-कमिटी

अन्तिम निर्णय के लिये अच्छा होगा कि कमिटी के लोगों को यह दिखलाया जाय कि एक छोटी सब-कमिटी से काम आसानी से आगे बढ़ सकेगा। इसलिये दोनों दलों के प्रतिनिधियों में जो तीन आदमी ऐसे मिलें जिनपर दोनों दलों के लोगों को विश्वास हो, उन्हीं की एक सब-कमिटी बनवा देनी चाहिये। अथवा दोनों दलों के प्रति-निधियों में से एक एक प्रधान मुखिया को ले लेना चाहिये और उन दोनों को अधिकार रहना चाहिये कि आपस में राय कर के जिस तीसरे आदमी को उचित समझें अपने साथ सब-कमिटी में रख लें। ऐसा करना नितान्त आवश्यक है, क्योंकि दस आदमी जब कोई निर्णय करने बैठेंगे तो जल्दी किसी नतीजे पर पहुँचना बहुत मुश्किल होगा।

फिर सब कमिटी को एकान्त में बैठ कर अपना निर्णय करने देना चाहिये और उस निर्णय को कमिटी और बीचवई लोगों के सामने लाकर सब को सुना कर और सब की मंजूरी लेकर उसी समय लेख-बद्ध करके सबका उस पर हस्ताक्षर करा लेना चाहिये। बाहर के लोगों का हस्ताक्षर भी गवाह की हैसियत से ले लेना उपयोगी होगा।

समझौते की नकलें

समझौते की नकल दोनों जातियों के एक एक प्रधान मुखिया के अलावे सरकारी कर्मचारियों के के पास भी भेजवा देनी चाहिये।

बीचवई लोगों की ज़िम्मेवारी

बीचवई लोगों को सारी बातें अपने सामने करा देनी चाहिये। लोगों को ऐसा समझने का मौका नहीं देना चाहिये कि ये लोग बाहर से आकर उनके अपने कामों अथवा अधिकार में कोई गैर-वाजिब दखल दे रहे हैं। इसलिये इन लोगों को सब कुछ अपने सामने जरूर करा देना चाहिये और हर कार्रवाई की लिखा-पढ़ी कराकर तथा लोगों के हस्ताक्षर लेकर सब कुछ मुकम्मल भी करते जाना चाहिये, लेकिन उन्हीं लोगों को आगे रख कर।

फिर लोगों के कहने में पड़कर इन्हें काम अधूरा छोड़ कर भी नहीं हटना चाहिये, क्योंकि उस हालत में ज्यादे क़रीना है कि काम जहाँ का तहाँ पड़ा रह जाय और सारी कोशिशें बेकार जायँ।

हाँ, बीच में कई तरह की बाधायें भी जरूर उठेंगी। कोशिश करते २ मालूम होगा कि अब मामला सुलझ गया। लेकिन फिर दूसरे रोज कोई साधारण छोटी सी बात, लेकिन ऐसी निकल आयेगी कि मालूम होगा कि सारी कार्रवाइयाँ विफल हो गई अब समझौते कि कोई सूरत न रही। ऐसे अवसरों पर पूरे विश्वास, धैर्य और होशियारी से काम लेना चाहिये। हताश होकर कोशिश को छोड़ नहीं देना चाहिये। लगन के साथ लगे रहने से जरूर सफलता हासिल होगी। जो हो, बीचवई लोगों को मामले को

उनके सामने पेश किया जाय तो उनके ऊपर बहुत अच्छा प्रभाव पड़ेगा और वे जरूर दिल से मेल-जोल के काम में सहायता देने के लिये तैयार हो जायेंगे। इससे साम्प्रदायिक उलझनों को सुलझाने के लिये जमीन अच्छी तरह तैयार हो सकेगी।

बात यह है कि कुछ खुद-गर्ज और गुमराह नेताओं के बहकावे में पड़कर ही लोग आपस में साम्प्रदायिक वैमनस्य पैदा करते हैं। नहीं तो हिन्दू मुसलमान तो कई पुश्तों से, कई सौ वर्षों से, एक साथ मिलकर रहने के आदी बने हुए हैं और अमन चैन से ही रहना उन्हें पसन्द आता है। उनके अन्दर अब भी उच्च भाव मौजूद है और उसे आसानी से जाग्रत किया जा सकता है तथा उससे काम लिया जा सकता है।

वर्तमान परिस्थिति में जब आम तौर से नेता-गण अपने स्वार्थ अथवा अपनी ना-काबलियत की वजह से इस उलझन के सुलझाने में असमर्थ हो रहे हैं, बल्कि उलझनों को दिनोंदिन अधिक पेचीली बनाते जाते हैं, ऐसे अवसर पर आम लोगों से ही काम लेना अधिक अच्छा होगा। आम लोग अगर चाहें तो बहुत जल्द और बहुत आसानी से अपने नेता-गण को सीधे रास्ते पर ला सकते हैं। इस लिये नेता-गण के सहयोग अथवा विरोध पर विशेष ध्यान न देते हुए खास कर जन साधारण का सहयोग प्राप्त करना बहुत लाभदायक होगा।

दूसरे दल वालों का सहयोग

बीचवई लोगों के लिये उचित है कि मेल-मिलाप से हमदर्दी रखने वाले सभी दलों के लोगों के साथ सहयोग करके आगे बढ़ने की कोशिश करें। राम नगर में कांग्रेस, हिन्दू महासभा, मुस्लिम लीग, आदि सभी संस्थाओं के स्थानीय प्रधान सज्जन हमारे साथ थे और सभी लोगों के सहयोग से ही वहाँ का मामला कुछ थोड़े समय में सुलझ सका।

हाँ, नामजद संस्थाओं के स्थानीय नेता-गण के अलावे स्थानीय हिन्दू तथा मुसलमान लोगों के मुखिया लोगों को भी साथ लेना बहुत जरूरी है। हो सकता है कि इन लोगों में कुछ लोग ऐसे भी हों जो अन्य प्रकार से समाज में कोई ऊंची जगह न रखते हों, पर उन्हें भी छोड़ने में काम चलना दुशवार हो जायगा।

साथ ही यह भी याद रखना चाहिये कि अगर कुछ संस्थाओं के नेतागण विरोधी भाव भी रखते हों तो उनसे बहस मुबाहसा करना महज बेकार होगा। हाँ, उनसे भी सहयोग की अपील जरूर करनी चाहिये। लेकिन अगर वह इधर कुछ दिलचस्पी न दिखायें, तो उनको चुपचाप छोड़ कर धीरे धीरे २ अपना काम आगे बढ़ाना चाहिये।

दोनों दलों को साथ मिलाना

समझौता कराने के लिये एक जरूरी काम है दोनों दलों के मुखिया लोगों को एक साथ मिलाना। यह काम कुछ सहज नहीं, बल्कि बहुत ही मुश्किल है। पर लगन के साथ निःस्वार्थ भाव से काम करने से वे भी प्रभावित होकर अपनी २ अकड़ छोड़ कर एक साथ मिलने को तैयार हो जाते हैं। यह बहुत ही जरूरी काम है, क्योंकि जब तक दोनों दलों के लोग इकट्ठे होकर दिल खोल कर आपस में बातें न करेंगे तब तक सुलझाव अथवा समझौते की कोई सूरत हो नहीं सकती। मसल मशहूर है—"जब आँखें चार होती हैं, मरौवत आहि जाती है।"

इस लिये बीचवई लोगों के लिये लाजमी है कि कोशिश करके दोनों दलों को एक साथ मिलाने

खुले प्लैटफार्म (platform) आज ऐसे मिलते हैं जिन पर हर जाति, हर जमाति, हर सम्प्रदाय, हर विचार के लोग आम तौर से बिना किसी सकोच के इकट्ठे होते हैं ! यह वास्तव में इन संस्थाओं के लिये बड़े गौरव की बात है।

मेल-मिलाप एसोसियेशन की जो कुछ सफलतायें हुई हैं उनका एक प्रधान कारण यही है। पर हां, यह बात तभी तक रहेगा जबतक इसके सदस्य पार्टी तथा स्वार्थ-साधन के भावों से अपने आपको वञ्चित रख सकेंगे। ज्योंहि ये कमजोरियां उनके अन्दर घुसीं कि मेल-मिलाप एसोसियेशन की प्रधान उपयोगिता का नाश हुआ। इसलिये इस मामले में पूरे तौर से सतर्क रहना नितान्त आवश्यक है।

अभी भी कुछ लोगों को सन्देह होता है कि शायद मेल-मिलाप एसोसियेशन के कार्य-कर्त्ता आगे आने वाले किसी वोट या चुनाव की सफलता के ही ख्याल से इस कार्य में पड़े हों। पर इस बात में बिलकुल शुबहे की कोई जगह नहीं होनी चाहिये। मेल-मिलाप आन्दोलन के जारी करने वाले बिहार थियोसौफिकल फेडरेशन के कुछ सदस्य हैं। उन्होंने केवल सेवा भाव से ही इस आवश्यक कार्य को हाथ मे लिया और उसी भाव से सदा इसके चलाने की कोशिश करते रहे हैं और करते रहेंगे।

हाँ, मेल-मिलाप एसोसियेशन अब केवल थियोसोफिस्टों की ही संस्था नहीं रहा। अब इसका दरवाज़ा दूसरों के लिये भी खुला है जो इस महान् कार्य मे दिलचस्पी रखते हैं। फिर भी मेल-मिलाप एसोसियेशन का यह एक प्रधान नियम है कि किसी खास पार्टी या दल से इसका कोई खास सरोकार नहीं रहेगा और न इस संस्था को किसी भी चुनाव के सिलसिले मे वोट हासिल करने का कोई साधन बनाया जायगा।

हमारे एक परम मित्र ने इस मजमून का एक प्रस्ताव भी हमारे पास मेल-मिलाप एसोसियेशन की कार्य-कारिणी कमिटी की आगामी बैठक मे पेश करने के लिये भेजा है और हमें पूरा विश्वास है कि वह प्रस्ताव जरूर पास होगा। असल मे ऐसे किसी प्रस्ताव की कोई खास जरूरत तो नहीं थी, क्योंकि एसोसियेशन की तो यही खुली नीति है। फिर भी, यदि कुछ लोग इसे और साफ करना चाहते हैं तो उसे जरूर ही पूरे तौर से साफ किया जायगा।

हाल मे हमारे एक दूसरे प्रतिष्ठित मित्र ने बड़े दिन से हमें यह योजना दी कि मेल-मिलाप एसोसियेशन को चुनाव के लिये एक पार्टी क्यों न बनाया जाय। आज चुनाव की बात इस तरह से हवा मे फैली हुई है कि कोई काम कीजिये, लोग उसमें इस की कुछ बू जरूर देखना चाहते हैं। हमने उत्तर दिया, "जी हाँ, प्रत्यक्ष में कुछ व्यवहारिक सेवा का लेखा साथ होने से मेल-मिलाप एसोसियेशन के जरिये वोट में सफलता प्राप्त कर लेना तो जरूर कुछ आसान होगा; लेकिन उसके साथ ही साथ एसोसियेशन की उपयोगिता का अन्त भी हो जायगा।" उन्होने पूछा, "क्यों ?" हमने उत्तर दिया, "कांग्रेस, हिन्दू महासभा, आदि संस्थाओं का हाल देख लीजिये।" हमारे मित्र चुप रहे।

अस्तु, मेल-मिलाप के बीचवई लोगों का पक्का निःस्वार्थी सेवक होना नितान्त आवश्यक है।

जन-साधारण का सहयोग

दूसरा जरूरी काम है मेल-मिलाप के लिये जन साधारण से अपील करना। शुरू में स्थानीय झगड़े की ओर विशेष ध्यान न देते हुए यदि साधारण भाव से पबलिक सभा करके मेल-मिलाप का महत्त्व छोटे छोटे भाषणों, प्रभावशील गानों तथा उदाहरणों द्वारा

मेल-मिलाप का तरीक़ा

राम नगर के तजुर्बे

राम नगर के साम्प्रदायिक झगड़े और समझौते का संक्षिप्त विवरण गत अङ्क में प्रकाशित हो चुका है। उस अवसर पर कई दिनों की लगातार कोशिशों में हमें कई महत्त्व-पूर्ण अनुभव प्राप्त हुए। एक छोटे लेख में उनका विस्तार-पूर्वक वर्णन सम्भव नहीं है।

पर जिस तरीक़े से वहाँ काम लिया गया और सफलता प्राप्त हुई, वह गौर करने के क़ाबिल है। उससे हमें कुछ आभास मिल सकता है कि किस तरह साम्प्रदायिक उलझनों को सुलझाया जा सकता है। हाँ, सम्भव है मौक़े मौक़े पर इसमें कुछ हेर-फेर करना पड़े, पर, प्रधानतः आशा की जाती है कि इस तरीक़े से हर हालत में ज़रूर फ़ायदा ही होगा। इस लिये उस तरीक़े का संक्षिप्त विवरण नीचे दिया जाता है।

निःस्वार्थ बीचवई

जब कभी किन्हीं दो आदमियों अथवा किन्हीं दो दलों के बीच कुछ अनबन हो जाती है तो उस उलझन को सुलझाने के लिये एक अथवा अधिक बीचवइयों का होना अत्यन्त आवश्यक हो जाता है। इसलिये साम्प्रदायिक मेल-जोल के मामले में भी कुछ बीचवइयों का होना बिल्कुल ज़रूरी है।

लेकिन इस मामले में बीचवई बने कौन? सफलता के लिये यह बड़े ही महत्त्व की चीज़ है। इस कठिन समस्या को हल करने के लिये केवल उन्हीं लोगों को बीच-बिचाव करने का अधिकारी समझना चाहिये जिनके नज़दीक मनुष्यता जातीयता अथवा साम्प्रदायिकता से ऊँची जगह रखती हो, जो किसी पार्टी से कोई ख़ास सरोकार न रखते हों और जो केवल निःस्वार्थ सेवा भाव से ही प्रेरित होकर इस कार्य में पड़े हों।

इन गुणों पर विशेष ध्यान देना निहायत ज़रूरी है। किसी बीचवई के बारे में जहाँ किसी पार्टी की ओर का झुकाव अथवा समझौते के सिलसिले में किसी तरह के स्वार्थ भाव का कुछ भी सन्देह लोगों को हुआ कि फ़ौरन सारा बना बनाया काम मिट्टी में मिल जायगा और फिर दूसरी बार समझौते की कोशिश और भी कठिन समस्या हो जायगी।

वर्त्तमान परिस्थिति में मेल-मिलाप एसोसियेशन तथा थियोसौफ़िकल सोसायटी के सदस्य विशेष रूप से इस काम के लिये उपयुक्त पाये जायँगे। यही दो

उनसे साफ़ जाहिर होता है कि ऐसी छोटी २ बातों में जो साम्प्रदायिक झगड़े हो जाते हैं, उनका प्रधान कारण है कट्टर-पना और एक दूसरे के ख़्याल का अभाव। इन दो जातियों के बीच राजनैतिक अथवा अन्य प्रकार का कैसा ही भेद क्यों न हो, किसी भी हालत में इन तफ़रक़ों को दूर करने के लिये पुलीस या फ़ौजी फ़ोर्स की ज़रूरत नहीं। समझदारी और सद्भाव से काम लेना हर हालत में बेहतर तरीक़ा है।

यह बड़े संतोष की बात है कि मेल-मिलाप एसोसियेशन के ज़रिये अमल में साम्प्रदायिक मेल-जोल क़ायम करने के मामले में बहुत अच्छा काम हो रहा है। जिन लोगों ने साम्प्रदायिक झगड़े बरपा करना ही अपनी ज़िन्दगी का शग़ल नहीं बना रखा है, उन सभी लोगों को चाहिये कि हर सूरत से इस एसोसियेशन का साथ दें और इसका काम आगे बढ़ायें।

देखिये, दूसरे लोग क्या कहते हैं

खाँ बहादुर ए० एन० एम० उमर साहब

डिस्ट्रिक्ट अफ़सर, दरभंगा

दरभंगा के डिस्ट्रिक्ट अफसर मेल-मिलाप संस्था के मेम्बरों—पटना थियोसोफिकल लॉज के बाबू राधाकान्त शरण, बी० एल०, रिटायर्ड ऐसिस्टेंट कमिश्नर, इन्कम-टैक्स और बाबू जगत नारायण बी० एस-सी०; समस्तीपुर के बाबू नारायण शरण प्रसाद सिंह, वकील, और मौलवी मुहम्मद हाजी शकूर, ताजिर— और दूसरे सज्जनों को, जिन्हों ने उनके साथ मिलकर मौजे रामनगर, थाना वारिसगंज, सब-डिवीज़न समस्तीपुर, के लगभग तीन साल से चलते हुए साम्प्रदायिक खिंचाव-तनाव और झगड़ों को बड़ी खूबी के साथ तय किये, हार्दिक धन्यवाद देना अपना परम कर्त्तव्य समझते हैं। इस बात को सभी लोग मानते हैं कि यह सिर्फ मेल-मिलाप ऐसोसियेशन के कार्य-कर्त्ताओं और सदस्यों की सच्ची, दिली कोशिशों का ही फल था कि इस गाँव में साम्प्रदायिक मेल-जोल फिर से क़ायम हो सका और १७ सितम्बर, १९४१ को महावीरी जलूस निकल सका।

मेल-मिलाप ऐसोसियेशन ने जो यह सुन्दर उदाहरण इस मौक़े पर पेश किया है, उसका अनुकरण हर जगह करने लायक़ है। भगवान करे यह ऐसोसियेशन तरक्क़ी हासिल करे और इसका व्यापक प्रचार हर जगह हो!

* * *

दी सर्चलाइट, पटना

समस्तीपुर सब-डिविज़न के इलाक़े में एक जगह का जो सख्त साम्प्रदायिक तनाव खुशी-ब-खुशी दूर किया गया है, इस सिलसिले में हमारे परम मित्र, श्रीयुत जगत नारायण, सेक्रेटरी, ऑल-इन्डिया मेल-मिलाप ऐसोसियेशन, का बयान अन्यत्र पाया जायगा। यह सुन्दर नतीजा सिर्फ दिल खोल कर आपस में बात-चीत कर के अन्त में समझौता कर लेने से निकला। हमें ज़रा सन्देह नहीं है कि अभी भी हिन्दुओं तथा मुसलमानों से होश-हवास बिल्कुल दूर नहीं हो गया है और हमें पूरा विश्वास है कि अगर उनको अपने ही ऊपर छोड़ दिया जाय तो ये अपने सभी मामलों को ज़रूर तय कर लेंगे। इस सफलता के लिये हम मेल-मिलाप ऐसोसियेशन को बधाई देते हैं।

* * *

दी इन्डियन नेशन, पटना

समस्तीपुर के नज़दीक रामनगर में मेल-मिलाप ऐसोसियेशन के प्रबन्धकों की जो कारवाई हुई है और उन्हें एक साम्प्रदायिक झगड़े के निपटाने में जो सफलता हुई है उसकी रिपोर्ट अन्यत्र पाई जायगी। ऐसोसियेशन के कार्य-कर्त्ताओं ने जिस तरीक़े से वहाँ काम किया वह एक अच्छा उदाहरण है जिसका अनुकरण हर जगह किया जा सकता है। दोनों जातियों के पाँच पाँच प्रतिनिधियों की एक कमिटी बनाई गई और आपस में दिल खोल कर बातें कर के तथा कुछ दे-ले-कर आपस में समझौता कर लेने का अधिकार उसी को सौंपा गया। उसका नतीजा बड़ा सुन्दर निकला।

इस उदाहरण से तथा अन्य मौकों पर भी जो साम्प्रदायिक उलझनों को आपस के समझौता द्वारा सुलझाने की मिसालें ऐसोसियेशन द्वारा प्राप्त हुई हैं,

मेल-मिलाप

वर्ष २ } पटना, १७ अक्तूबर, १९४१ { अङ्क १२

रस बरसाओ

जग-जीवन में रस बरसाओ।
चिर-प्यासे मन के मरुधर में,
स्नेह-सुधा सरसाओ ॥
जग-जीवन में रस बरसाओ ॥

देश-देश में सुलगी ज्वाला,
हुआ मोह से मानस काला।
सत्य-धर्म की धार बहा-कर,
प्रेम-पवन सरसाओ ॥
जग-जीवन में रस बरसाओ ॥

समता की सुर-सरिता सूखी,
हुई भावना मन की रूखी।
तप सेवा बलिदान ज्ञान-मय,
हरित पंथ दरसाओ ॥
जग-जीवन में रस बरसाओ ॥

कला कुशलता का विकास हो,
पर न परस्पर अविश्वास हो।
बोझ बने कोई न किसी पर,
सब का मन हरसाओ ॥
जग-जीवन में रस बरसाओ ॥

घुमड़ो घन बन कर अम्बर में,
सुन्दरता लहरे निर्झर में।
सूर्य-चंद भी फिर चमकेगा,
अब न अधिक तरसाओ ॥
जग-जीवन में रस बरसाओ ॥

हे ईसामसीह

ईसामसीह स्वामी, अब तो दया दिखाना।
अवलम्ब-हीन भू पर फिर एक बार आना ॥
स्वर्गीय उस पिता के, हे पुत्र, प्राण-प्यारे।
फिर दीन-बंधु बनकर, धीरज हमें बँधाना ॥
हे धर्म के सितारे, असहाय के सहारे।
तेरी शरण पड़े हैं, कर्त्तव्य-पथ बताना ॥
तात्विक विवाद में ही, हम सत्य छोड़ बैठे।
हे विश्व के हितैषी, सेवा हमें सिखाना ॥
संसार के लिये ही, सर्वस्व था तुम्हारा।
इन त्याग-दंभियों को, परमार्थ में लगाना ॥
उस घोर पाप में भी, तू ने धरम चलाया।
अब ढोंग की जड़ों को, आकर जरा हिलाना ॥
कुल-जाति-धर्म-मद से ये बन्धु बन्धु लड़ते।
सम-भाव-सूत्र से फिर, बिछुड़े हृदय मिलाना ॥
हा! रूढ़ि के नशे में, कल्याण को भुलाया।
हे शांति के पुजारे, अब क्रांति राग गाना ॥
मिथ्यात्व का अँधेरा, छाया हुआ जहाँ में।
फिर सूर्य-चंद चमके, ऐसी बिगुल बजाना ॥

र०—श्री भगवन्त सूर्य-चंद सत्य-प्रेमी (डाँगीजी महाराज)